شازیہ مصطفیٰ عمران

تجھ سے مانگوں میں تجھ کو

شازیہ مصطفیٰ عمران

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37652546, 37668958
www.alqurarsh.com email: info@alqurarsh.com

تجھ سے مانگوں میں تجھ کو .... شازیہ مصطفیٰ عمران

ناشر .... محمد علی قریشی

بااہتمام .... فہد حسن قریشی

بارِ اوّل 2016ء

قیمت .... -/600 روپے

☆☆☆

ISBN: 9789696023463
www.alquraish.com
email: info@alquraish.com
Join us: f alquraishpublications

Printed by: Nayyar Asad Press, Lahore.

انتساب

میرے شوہر محمد عمران
جو میرا بہت ساتھ دیتے ہیں
اور
میری پیاری بیٹی ایمان عمران کے نام

یہ دونوں میری کل کائنات ہیں
اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمیشہ میرے ساتھ رکھے
(آمین)

''شازیہ مصطفیٰ کے نام''

''تجھ سے مانگوں میں تجھ کو'' ایک وصلِ شب کا قصہ ہے جو شازیہ جی نے رِدا میں لکھا۔

یوں تو ہزاروں رنگ کے پیراہن شازیہ جی نے رِدا کو پہنائے ہیں۔

کہیں محبت دل کے صحرا میں، مہکتے پھول کی صورت میں، آج بھی رِدا کے دامن میں مہکتے ہیں۔

شازیہ جی کا دوسرا خوبصورت ناول ''چاہت دل کی چاہت'' کی سانسوں کی مہک میرے اطراف میں ابھی تک ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ میں حصار میں ہوں اور قاری نہیں بھولے۔

''میں محبت اور تم'' یہ شازیہ جی کا تیسرا ناول اور پھر کچھ ہی عرصے کے بعد ''کبھی عشق ہو تو پتہ چلے'' اور اب ''تجھ سے مانگوں میں تجھ کو'' بہت ہی خوبصورت لفظوں کی بُنت کاری۔

خود شازیہ جی لفظوں کا وہ چاند چہرہ ہیں، خلوص اور محبت کی چھلکتی ہوئی وہ روشنی جو میرے دل میں جھلملاتی ہے۔ ان کی محبت کے سارے لفظ رِدا کے لیے چھلکتے رہے۔ وہ لکھتی رہیں اور ہم پڑھتے رہے اور ان کے چاہنے والے بے چینی سے اس ناول کا انتظار کر رہے تھے اور اب اس کو بھی ''القریش پبلی کیشنز'' بہت خوبصورت انداز میں شائع کر رہے ہیں۔ ان کے ٹائیٹل سارے ہی خوبصورت ہوتے ہیں۔

شازیہ جی کہتی ہیں کہ میں کچھ ان کے لیے لکھوں۔

میں کیا لکھوں شازیہ! اتنی کم عمری میں اور اتنی جلدی تم نے جو مقام حاصل کیا ہے وہ تمہاری محبت، ادارے کے ساتھ پرخلوص نیت اور تمہارے والد کی دی ہوئی نصیحت تمہارے ساتھ ہے۔

قدم قدم پر تمہاری محبتوں اور خلوص کا مجھے اعتراف ہے اور اس اعتراف محبت پہ مجھے بہت مان ہے جو میں نے کہا۔ شازیہ جی نے کہا۔ ''بس'' اور یہی چیز تمہیں بہت آگے لے گئی۔

ادارے سے تعاون بہت ضروری ہوتا ہے۔ زندگی میں ٹھہراؤ ایک حقیقت ہے جو آپ کو معتبر بھی بنا دیتا ہے۔ آپ کی جدوجہد، آپ کا خلوص، آپ کی محبت، آپ کی نیت کا تعین ایک ادارے کو درکار ہوتا ہے۔ مجھے شدت سے تمہارے نئے ناول کا انتظار ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم رِدا کے پڑھنے والوں کو ایک بار پھر چونکا دو گی۔ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ بڑے سادہ لفظوں میں، میں نے تمہاری حقیقت کا اعتراف کیا ہے کیونکہ تم خود بھی ایسی ہی ہو۔

چیف ایڈیٹر رِدا ڈائجسٹ

صالحہ محمود

''میں ہما کی طرف جا رہی ہوں، تمہارا جو دل چاہے دوپہر میں بنا لینا۔'' بینا نے اپنے شولڈر کٹ بالوں کو برش سے سنوار کے کیچر میں مقید کیا، سفید بالوں کو انہوں نے پورا کالا کیا ہوا تھا، بالکل بھی کہیں سے سفید بالوں کی جھلک تک نظر نہیں آتی تھی۔

حباب نے منہ بنا کے ان کی تیاری کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھا تھا، وہ کتنا جلتی کُڑھتی تھی اس کا اندازہ شاید بینا کو نہیں تھا، یا پھر وہ اپنے آپ میں مگن ہی بہت تھیں، انہیں اپنی دونوں بیٹیاں نظر نہیں آتی تھیں۔

''امی! کبھی تو آپ ٹک کر گھر میں بھی بیٹھ جایا کریں۔'' ارومہ تو تھی ہی منہ پھٹ، اپنی ماں تک کو نہیں چھوڑتی تھی۔

''تم چپ کرو، زیادہ میری ماں بن کے نصیحت نہیں کیا کرو۔'' بینا نے اپنا پرس اٹھایا اور بغل میں دبا لیا، دوپٹہ ہمیشہ پٹے کی طرح گلے میں اٹکا ہوتا تھا۔

''آپ کی ماں بھی آپ کو نصیحت کریں تو آپ جب بھی نہیں مانیں۔'' ارومہ کی زبان جب بھی چلتی نان اسٹاپ ہی چلتی تھی، اسے حباب بھی اتنا ڈانٹتی مگر اس پر اثر نہیں ہوتا تھا۔

''ارومہ! بدتمیزی کی حد ہوتی ہے۔'' بینا تو تنگ ہی گئیں۔

''میں جو بات کہتی ہوں آپ کو ایسی ہی کڑوی لگتی ہے۔ آپ آخر کیسی ماں ہیں جو صرف اپنے متعلق سوچتی ہیں، امی! کچھ تو خیال کریں آپ کی بیٹیاں جوان ہیں۔''

''ارومہ....!'' بینا نے اس کے رخسار پر طمانچہ جڑ دیا۔

''سچ بات تو آپ کو کڑوی ہی لگتی ہے، سامنا تو ہمیں کرنا ہوتا ہے۔ ہما آنٹی اپنے بچوں تک کو ہم سے بچاتی ہیں کہ ہماری صحبت میں خراب نہ ہو جائیں۔''

''تمہارا مطلب ہے میری صحبت خراب ہے؟''

''امی! پورا خاندان کیا کیا باتیں بناتا ہے، آپ کے اور نانی جان کے متعلق۔ نانی جان جب سے حج کر کے آئی ہیں ہر کوئی یہ کہتا ہے نو سو چوہے کھا کے بلّی حج کو چلی۔''

''بکواس بند کرو۔'' وہ تو لاجواب ہی ہو جاتی تھیں۔

''میں جارہی ہوں دروازہ بند کرلینا، دوپہر تک آؤں گی۔'' انہوں نے دوپٹہ شانوں پر برابر کیا، حباب پر نگاہ ڈالی جو چپ بیٹھی ہوئی تھی۔

''اور ہاں نانی کی طرف نہیں جانا، گھر اکیلا چھوڑ کے۔''

''ہم گھر اکیلا چھوڑ کے کہیں نہیں جائیں، آپ ہر جگہ گھومتی پھریں؟'' ارومہ کی زبان ابھی بھی نہیں رکی تھی۔

''تمہیں تو آ کے درست کروں گی۔'' وہ اپنا بیگ اٹھا کر چلی گئیں۔

ارومہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کے رہ گئی، حباب بینا سے کم ہی بحث کرتی تھی، مگر ارومہ بالکل کسی سے نہیں دبتی تھی۔

''ہروقت کیوں زبان جلاتی ہو؟'' حباب نے ٹوکا۔

''تمہیں نظر نہیں آتا، ہروقت گھومنے نکل جاتی ہیں، ذرا احساس نہیں ہوتا لڑکیاں گھر میں اکیلی ہیں۔''

''اب انہیں احساس نہیں ہوتا تو کیا کریں، چپ بھی رہ لیا کرو۔''

''مجھ سے چپ نہیں رہا جاتا۔ ہر جگہ اتنے فیشن کر کے نکلتی ہیں، اپنی عمر بھی نہیں دیکھتی ہیں، یاد ہے تمہیں ناہید آنٹی کی شادی پر اپنی ساڑھیوں کے ہمارے سوٹ بنا دیئے تھے اور خود کیسے بھڑکیلا کام کا سوٹ پہنے ہوئے تھیں۔'' ارومہ کو اپنی ماں کی بے حسی پر بہت افسوس اور رونا آتا تھا۔

''دل جلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ کچن میں چلی گئی۔

''اس سے تو اچھا تھا ہمیں ہمارے باپ کے پاس چھوڑ دیتیں۔'' ارومہ کو اپنے باپ کا بھی بہت خیال آتا تھا، جنہیں آج تک اس نے دیکھا بھی نہیں تھا، جب وہ ہونے والی تھی بینا، محسن کو چھوڑ کے میکے کی دہلیز پر آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

''ضمران! بجلی اور گیس کے بل جمع کروانے ہیں۔'' رضوانہ نے اپنے خوبرو بیٹے کو بغور دیکھا، جو گرے پینٹ پر نیوی شرٹ میں نہایت وجیہہ اور اسمارٹ لگ رہا تھا۔

''امی! آپ کل جمع کروا دیجئے گا۔'' وہ جلدی میں تھا۔

''بیٹا! تم جانتے ہی ہو آدم اسٹور سے ہی دیر سے آتا ہے۔'' وہ پریشان سی ہو رہی تھیں۔

''اچھا لائیے!'' اس نے بل اور پیسے لیے اور پاکٹ میں رکھ لیے۔

''امی! میں آپ کو آج پھر کہہ رہا ہوں، ابو کو بالکل بھی پیسے نہیں دیجئے گا۔'' وہ جاتے جاتے پلٹا۔

''بیٹا! وہ جب مانگتے ہیں تو کیا کروں؟''

''آپ ان سے بولیئے ادھر ہی آ کر رہیں، آپ کا سارا خرچہ ہم اٹھائیں گے۔'' ضمران خاصا نرم طبیعت کا تھا، اس کے باپ نے جو کچھ بھی اس کی ماں کے ساتھ کیا اور ان کی پرورش میں ذرا بھی اس کی ماں کا ساتھ نہیں دیا، پھر بھی وہ اپنے باپ کا بہت خیال رکھتا تھا۔

''تمہاری پھپھو انہیں آنے ہی کب دیتی ہیں۔''

''کچھ بھی ہے آپ انہیں کہیے گا، مگر پیسے نہیں دیجئے گا۔'' وہ اپنا موبائل اور بائیک کی چابی اٹھائے تیزی سے نکل گیا، ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی اس کی اچھی جگہ جاب لگی تھی، تنخواہ بھی چالیس ہزار تھی، دیگر سہولیات بھی تھیں۔ وہ بہت مطمئن تھا، گھر کا خرچ وغیرہ بہت اچھا چل رہا تھا، اس سے چھوٹا آدم.... اس کا میڈیکل اسٹور تھا، اس کی بھی آمدنی ٹھیک تھی اور باقی کے دو چھوٹے طٰہٰ اور مزمل پڑھ رہے تھے۔ رضوانہ نے ان بچوں کو پالنے میں بہت مشکلات اٹھائی تھیں، سسرال والوں نے بھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ شوہر تو شروع سے ہی کام کے معاملے میں سست تھے، پھر وہ اپنی بہن کے گھر رہنے لگے تھے، رضوانہ نے لوگوں کے گھروں کا کام کر کے اپنے بیٹوں کو پڑھایا لکھایا تھا، اور آج وہ اس قابل ہوگئے، تو وہ سکھ سے تھیں۔ مگر بیماریوں نے انہیں بہت کمزور کر دیا تھا، ڈاکٹروں کے چکر اور دوائیاں ان کی چلتی رہتی تھیں، رضوانہ کو اس بات کا بہت سکون تھا کہ ان کے چاروں بیٹے ان کے بہت فرمانبردار تھے، انہوں نے فاقوں میں بھی اپنے بچوں کا بہت خیال رکھا تھا، مگر شوہر کو ذرا بھی پرواہ نہیں تھی، جہاں رضوانہ نے پیسے مانگے یہی جواب دیتا۔

''جا طلاق لے لے، بچوں کو میں پال لوں گا۔'' عتیق احمد ہمیشہ انہیں ایسا ہی جواب دیتے تھے۔

''مزمل کو دیکھو کتنا بیمار ہے۔''

''چھوڑ کے چلی جا سب دیکھ لوں گا۔'' وہ پھنکار کے بولتے۔ رضوانہ ان کی شکل دیکھتی رہ جاتی تھیں، بچپن میں مزمل کھیل کھیل میں باہر کہیں گر گیا تھا، اس کی کمر میں ایسا زخم ہوا کہ آپریشن تک کی نوبت آ گئی، یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ چار سال کا تھا۔ رضوانہ نے لوگوں کے گھروں کے کام کر کے اور لوگ جو خدا ترسی کو پیسے دے دیتے تھے، ان سے مزمل کا آپریشن کروایا تھا۔ وہ بھی سرکاری اسپتال میں، کھانے تک کو گھر میں دال آٹا تک نہیں ہوتا تھا۔ دودھ تک نصیب نہیں تھا جو مزمل کو پلایا جاتا، مگر عتیق احمد کو ذرا بھی کچھ جیسے دکھائی دیتا ہی نہیں تھا اکثر طٰہٰ یہی کہتا۔

''امی! ہم کب تک اکیلے رہیں گے، کھانے تک کو تو ہوتا نہیں ہے۔'' وہ معصومیت سے بولتا تھا۔

''نہیں طٰہٰ! ہم ایک دن دیکھنا بہت امیر ہو جائیں گے۔'' بارہ سالہ ضمران اسے تسلی دیتا تھا۔

رضوانہ کی آنکھوں میں اپنے بچوں کو دیکھ کر ہر وقت ہی نمی رہتی تھی، ضمران چھوٹا تھا پڑھ بھی رہا تھا اور کسی گیراج میں کام بھی کرتا تھا، کسی طرح تو گزارہ ہو یہ ننھے معصوم بچوں کو فکر تھی، مگر ان کا باپ ان لوگوں سے بالکل بے خبر ہی رہتا تھا، رضوانہ کے بڑے بھائی نے ان کی شادی کتنی دھوم دھام سے کی تھی، عتیق احمد نے ان کے جہیز تک کا سامان سارا بیچ دیا تھا۔

بائیک کو بریک نہیں لگاتا تو وہ ضرور ٹکر لگ کے دور گر سکتی تھی۔

''آپ کو لگی تو نہیں؟'' ضمران گھبرا گیا تھا۔ حباب نے خونخوار غصیلی نگاہ اٹھائی جبکہ اردمہ تو تن کے ہی آگے آ گئی۔

''آنکھیں بند کر کے بائیک چلاتے ہیں جو نظر نہیں آئے ہم؟''

''سوری، میں بھی جلدی میں تھا۔''ضمران اس بھڑ کتے شعلے کو دیکھ کر کچھ خفیف سا ہوگیا۔
''آپ نے سوچا کسی ایک کو لڑھکا کے آگے بڑھ جاؤں۔''
''ارومہ! چپ کرو۔'' حباب نے اس کا بازو دبا کے چپ کرایا۔
ضمران نے گلابی کپڑوں میں ملبوس اس پری پیکر کو دیکھا، جس کے ماتھے پر اتنے جال تھے جیسے وہ کسی گہری سوچ کا شکار ہے۔
''کیا گھور گھور کے دیکھ رہے ہیں؟'' ارومہ نے اس کی یہ حرکت نوٹ کرلی تھی، جو حباب کو دیکھ رہا تھا۔
''مجھے معاف کردیں غلطی ہوگئی۔''ضمران نے خجل ہو کے ہاتھ جوڑ دیئے۔ وہ لڑائی بحث میں تو پڑنا ہی نہیں چاہتا تھا، جلدی سے بائیک پر کک لگائی اور آگے بڑھ گیا، مگر ذہن اس کا الجھ گیا تھا۔
''حباب! اس بندے کو میں نے کہیں دیکھا ہے۔''
''دفع کرو، کہیں بھی دیکھا ہو۔ چلو جلدی جلدی رات کا کھانا بھی بنانا ہے۔'' اس نے ارومہ کو ڈانٹ دیا۔ وہ ویسے بھی لوگوں پر زیادہ تذکرہ کرنا پسند نہیں کرتی تھی، ماں کی عدم توجہی کی وجہ سے وہ ویسے ہی چڑی ہوئی الجھی ہوئی رہتی تھی۔
''تم تو بس منہ پر چپ کی مہر لگائے رہتی ہو، تمہارے منہ میں درد نہیں ہوتا؟'' وہ دونوں ایک دوسرے کو بولتی ہوئیں اندر گیٹ کراس کرنے لگیں۔
''بول کے لڑ جھگڑ کے کوئی فائدہ ہو تو بتا دو۔ تم امی سے کتنی زبان چلاتی ہو، انہیں اثر ہوتا ہے، نہ تمہیں اثر ہوتا ہے۔'' دونوں سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔
''وہ اپنی عادت سے باز نہیں آئیں گی، میں بولنے سے باز نہیں آؤں گی۔'' ارومہ ویسے ہی مزاج کی کچھ بچپن سے تیکھی ہی تھی۔ بینا نے جب سے زاہد سے طلاق لی تھی، دونوں ہی ماں سے بدظن ہوگئی تھیں، پھر جب ارومہ دس سال کی تھی، جانے بینا نے کس آدمی سے شادی کی، کوئی بھی خوش نہیں تھا۔ یہ شادی بھی ایک سال چلی اور شوہر کسی بیماری میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔ کافی بینک بیلنس بینا کو ملا وہ شروع سے ہی پیسے کے پیچھے بھاگتی آئی تھیں۔ بیٹیوں پر بھی وہ زیادہ توجہ نہیں دیتی تھیں، پھر جب ارومہ میٹرک میں آئی اور حباب انٹر میں، بینا کسی گھر کے قریب کسی سیاسی بندے سے شادی کرلی، جس کے پہلے ہی بیوی بچے تھے، وہ شخص بینا سے عمر میں کافی چھوٹا تھا، جانے کیسے دونوں کا چکر ہوا اور شادی کر کے الگ فلیٹ میں رہنے لگیں۔ ارومہ اور حباب اور زیادہ ہی ان کے خلاف ہوگئیں، کیونکہ بینا نے شروع سے ہی اپنا ہی سوچا تھا۔
ارومہ کی زبان اس دوران بہت چلنے لگی تھی، حباب کو کچھ چپ لگ گئی تھی، اوپر سے ننھیال والے بھی دونوں کو زیادہ اپنے ساتھ نہیں لگاتے تھے، اسی وجہ سے حباب بہت حساس ہوگئی تھی۔
دو سال پہلے ہی بینا کے نئے شوہر کی بھی موت ہوگئی اور وہ اس کے فرنشڈ فلیٹ میں ارومہ اور حباب کو بھی لے کے رہنے لگی تھیں۔ حباب تو آ ہی نہیں رہی تھی وہ تو ماموؤں کے اتنا بولنے پر اسے آنا پڑا۔ سامنے ہی اس کی بڑی سے چھوٹی خالہ رہتی تھیں، ان کی دونوں بیٹیاں اتنی تمیز کی تھیں حباب دیکھ کر اور احساس کمتری میں مبتلا ہوتی تھی۔ پیار سے انہیں سب بے بی کہتے تھے وہ بے بی خالہ کہتی تھی، بے بی خالہ کی حبیبہ سے اس کی کچھ بنی ہوئی تھی، اور ا

کے گھر وہ چلی بھی جاتی تھی۔

❖❖---○---❖❖

سب سوئے ہوئے تھے اور کچن میں کھٹر پٹر کی آوازیں ضمران کو آئی تھیں۔ اسے خبر تھی ضرور مزمل پاستہ بنانے میں لگا ہوگا۔

''یہ تم رات کے دو بجے ہی کیوں بناتے ہو؟'' ضمران نے اسے فرائی پین میں پاستہ بناتے ہوئے دیکھا۔

''رات میں اس لیے بناتا ہوں کہ امی اور باقی سو جاتے ہیں، آرام سے سکون سے بناتا ہوں۔'' وہ ماہرانہ انداز میں بنانے میں مصروف تھا۔

''یہ برتن بھی دھو کے رکھنا۔''

''بڑے بھیا! پلیز برتن آپ دھو لیجئے گا آپ کو بھی کھلاؤں گا۔'' مزمل نے اسے لالچ دی۔

''مجھے نیند آرہی ہے مجھے نہ کھانا ہے نہ دھونا ہے۔'' وہ مڑ گیا، برا ہوا رضوانہ کی آنکھ کھل گئی، مزمل کی شامت تو آنی ہی تھی۔

''یہ تم پھر بنانے لگے مزمل! کیوں اتنا کھانے لگا ہے؟''

''امی! وہ....!'' مزمل اچھل گیا۔

''یہ تو تھوڑا سا بنا رہا ہوں۔''

''یہ تھوڑا ہے، پورا دس آدمیوں کا ہے۔'' رضوانہ نے کچن کا حشر دیکھا، پورا کاؤنٹر اس نے پھیلا کے رکھا ہوا تھا۔

''میں تم لوگوں کو کچھ نہیں کہتی ہوں تو تم سب تو بالکل ہی بے لگام ہو جاتے ہو۔'' رضوانہ نے کچن سمیٹنا شروع کیا۔

''رات کے دو بجے پکانے کی کیا تک ہے؟''

''امی! بھوک لگی تھی۔'' وہ منمنایا۔

''اچھا، اچھا جلدی سے کھاؤ پھر جا کے سو جاؤ، صبح پھر اسکول کے لیے دیر کرتے ہو۔'' انہوں نے ساتھ ہی تنبیہ بھی کی۔ مزمل اپنے بچ جانے پر شکر ادا کرنے لگا، ضمران اپنے کمرے سے نکل آیا۔

''چلو مجھے بھی دو کچھ کھانے کو، خوشبو سے بھوک چمک اٹھی ہے۔''

''آ گئے بڑے بھیا! لائن پر، برتن آپ کو ہی دھونے ہوں گے۔''

''یہ تو تم بھول جاؤ میں دھوؤں گا۔'' اس نے فرائی پین سے خود ہی پاستہ باؤل میں نکالا اور کھانا شروع ہو گیا۔ مزمل نے خجل ہو کر اسے دیکھا، بڑا بھائی تھا زیادہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا، رتبے کا بھی لحاظ تھا۔

''گھورو کم اور کھاؤ، پھر جا کر سونا، صبح پھر اٹھنے میں تمہیں ہی مصیبت پڑتی ہے۔'' ضمران نے جلدی جلدی ختم کیا اور باؤل سنک میں ڈال کے چلا گیا۔ مین گیٹ دوبارہ سے چیک کیا، آخر میں اسٹور سے آدم ہی آتا تھا، اکثر لاک کرنا رہ جاتا تھا۔ اپنے بیڈ پر آ کر لیٹا اور پھر سے اس پری پیکر کا چہرہ نگاہوں میں گھوم گیا، اس نے اکثر اپنے علاقے میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ کبھی کسی دکان پر تو کبھی کہیں آتے جاتے۔ مگر وہ بڑی بہن کتنی دبی دبی پیچھے

کھڑی تھی، چہرے پر اس کے تفکر کی واضح لکیریں تھیں جیسے وہ کسی الجھن کا شکار ہو۔
''زندگی میں کبھی کسی لڑکی نے مجھے یوں چونکایا نہیں ہے، مگر اس لڑکی میں ایسی کیا بات ہے کہ میری نگاہ ٹھہر گئی ہے۔'' وہ چھت پر لگے پنکھے کو دیکھے جا رہا تھا۔

صنف نازک پر اس نے کبھی توجہ ایسے تو نہیں دی تھی، اور اس کی چھوٹی بہن کتنی چنگ مٹک بول رہی تھی۔ کروٹیں بدل بدل کے جانے کس پہر اس کی آنکھ لگی اسے بھی خبر نہیں ہوئی، وہ تو برابر میں آ کر طٰہٰ لیٹا تو آنکھوں کو بمشکل کھول کے اسے دیکھا۔

''تم ادھر کیوں لیٹ گئے؟''

''یار! بڑے بھیا! اس وقت سونے دیں، صبح بتاؤں گا کیوں لیٹا۔'' وہ سر سے چادر تان کے لیٹ گیا، ضمران نے بھی اسے زیادہ کچھ نہیں کہا اور وہ بھی کروٹ لے کر سو گیا۔

❖❖---O---❖❖

سرخ و سپید رنگت، بڑی بڑی آنکھیں، اس میں ہمیشہ موٹی لائن والا کاجل لگا ہوتا تھا۔ موٹی موٹی بھری کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں اور کڑے، گلے میں موٹی سی چین اس میں بڑا لاکٹ، انہیں آج بھی منفرد اور نمایاں کرتا تھا۔ جسم پھول کے اتنا بھاری ہو گیا تھا کہ چلنا پھرنا تک مشکل تھا، مچھلی کی اتنی شوقین جہاں آواز آئی گھر سے نکل کے لینے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ موٹے موٹے گورے گورے پاؤں، پیر کے ناخنوں پر مہندی کا عرق، ان کے پاؤں کو خوبصورت بنا تا تھا، کئی لوگ آج بھی اتنی عمر ہونے کے باوجود انہیں متوجہ ہو کر ضرور دیکھتے تھے۔

''جوانی میں نانا کو ڈورے ڈال کے پھانسا ہے نانی نے تو، آج بھی دیکھ لو کیسی الہڑ حسینہ بنی ہوئی ہیں۔'' اورمہ انہیں دیکھ کر منہ ہی منہ میں ناگواری سے بڑبڑائی تھی۔

''ہماری امی ان پر ہی چلی گئی ہیں، انہیں بھی دیکھ لو، جوان لڑکی بننے کے چکروں میں رہتی ہیں، بالوں کو کیسے کالا کیا ہوا ہے۔''

''اورمہ! کیا بولے جا رہی ہو؟'' حباب نے اسے ٹوکا۔ دونوں حسین بیگم کے بلانے پر آتی ہوئی تھیں، اورمہ کا تو دل نہیں تھا، مگر بینا کی ڈانٹ ڈپٹ کی وجہ سے آنا پڑا تھا۔

''نانی جان کا نام دیکھو حسین بیگم ہے، بڑھاپے میں بھی جوانی دکھاتی ہیں۔'' اس پر جیسے مطلق اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''ارے او اورمہ! چل دسترخوان لگا۔'' حسین بیگم نے اسے کئی گھنٹوں سے ایک ہی جگہ جمے دیکھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے، میں نہیں لگاتی دسترخوان۔'' صاف ٹکا سا جواب دیا۔

''تمہیں بھوک نہیں ہے اوروں کو تو ہے ان کے لیے لگا۔''

''نانی جان! رہنے دیں اتنی سی بریانی بنائی ہوگی اور پورا ٹبر بٹھا لیں گی چاہے کم پڑ جائے۔''

''آ جائے بینا کرتی ہوں تیری شکایت۔'' حسین بیگم لاجواب ہی ہو گئی تھیں۔

''کر دیں میری شکایت، جو سچ ہے وہ کہا ہے۔ پچھلی عید پر جو آپ نے کیا تھا، وہ بھول گئیں؟ اتنی سی بریانی میں ہما آنٹی کی پوری فیملی اور آپ کے دیور کی پوری فیملی اسے کھانے بٹھا دیا، پتہ نہیں کیسے سب کو پتہ چل گیا بریانی

کم ہے سب ہی کم کم کھا کے اٹھ گئے، آپ کی بریانی بھی بچ گئی۔''

''اللہ کتنا بولتی ہے یہ لڑکی، چپڑ چپڑ۔'' حسین بیگم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ حباب تو ویسے ہی ان سے کم ہی بات کرتی تھی، مگر جب بھی بات کرتی کام کی بات کرتی تھی۔

''آپ سے اور امی سے ہی سیکھا ہے۔'' وہ ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی۔

''امی! آپ نہیں بولیں پھر یہ بولتی رہے گی۔'' اکرم کی بیوی نازیہ نے انہیں سرگوشی میں کہا۔

''مامی! مجھے پتہ ہے آپ کیا بول رہی ہیں۔''

''واقعی ارومہ! تم بہت ہی بدتمیز ہوگئی ہو، ذرا لحاظ شرم نہیں ہے۔''

''جو بڑے کرتے ہیں وہی چھوٹے سیکھتے ہیں۔''

''حباب! لے کے جا اسے گھر، ورنہ مجھے بہت غصہ آ رہا ہے، میں دو تین جڑ دوں گی۔'' ارومہ ان سے برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

''ہمیں کیوں بلایا کہ آ جاؤ؟''

''خیال کر کے بلاتی ہوں۔'' انہوں نے ہاتھ نچاتے کہا۔

''ہاں بچا کچھا جو پھینکنا ہوتا ہے، وہ ہمارے آگے رکھ دو اور چیز کم ہو تبر کو بٹھا دو۔ نام بھی ہو جائے کہ کھانا کھلایا تھا۔'' وہ تو انہیں سلگائے جا رہی تھی۔ نازیہ نے تو اکتا کے سر پیٹ لیا تھا، حباب اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی اور ارومہ وہیں جمی بیٹھی رہی۔

❖❖---○---❖❖

''کل تک لوگ بات کرنے کے روادار نہیں تھے، آج دعوتیں دے دے کے بلاتے ہیں۔'' آدم بڑے صوفے پر ٹانگیں لمبی کر کے لیٹا تھا۔

''بس بیٹا! چپ رہو، کچھ نہیں بولو۔'' رضوانہ نے اسے سرزنش کی۔

''امی! جو سچ ہے وہ کہہ رہا ہوں، یہی وہ پھپھو ہیں جو آپ کو ادھار تک دیتے ہوئے صاف منع کرتی تھیں، اور آج آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتی ہیں۔'' وہ اپنی راشدہ پھپھو کی خصلتوں کو بچپن سے جانتا تھا، ان کی تین بیٹیاں تھیں۔ آج ان کی یہی کوشش تھی، ان کی بیٹیاں ان کے بھائی کے گھر بیاہی جائیں، جو کل حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں، ان کے باپ کو اپنے گھر میں جگہ دی ہوئی تھی، مگر بھاوج اور بھتیجوں کو پوچھتی تک نہیں تھیں۔

''ارے بیٹا! چھوڑو پرانی باتوں کو۔''

''امی! میں پھپھو کو جانتا ہوں، وہ اپنی خودسر بیٹیوں کو یہاں کھپانے کے چکر میں ہیں۔''

''تمہیں اسٹور کب جانا ہے؟'' رضوانہ کسی کی بھی برائی میں نہیں پڑتی تھیں اور اپنے بیٹوں کو بھی منع کرتی تھیں، مگر خاندان کے لوگوں نے ان کے بیٹوں کے دل خراب کر دیئے تھے، اس لیے وہ کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتے تھے، رضوانہ پھر بھی دنیاداری نبھا رہی تھیں۔

''آپ کیوں ان لوگوں کی حمایت کرتی ہیں؟'' وہ چڑ گیا۔

''تم اپنے کام پر توجہ دیا کرو، فضول میں ان خاندانی جھگڑوں میں نہیں پڑا کرو۔'' انہوں نے آدم کے بگڑتے موڈ کو دیکھا۔

''آپ کو میں کہہ رہا ہوں، ہم بھائیوں میں سے کوئی بھی پھپھو کی کسی بھی بیٹی سے شادی نہیں کریں گے۔''

''آدم! تم تو بیٹا پتہ نہیں کیا کیا سوچنے لگے ہو، ایسی کوئی بات ابھی تو ہے نہیں۔'' رضوانہ نے بےزاری سے اپنا سر پیٹ لیا۔

''ابھی نہیں ہے، مگر آپ جانتی ہیں ان کا ارادہ تو ہے، اور آپ مجبوری میں مان جائیں گی۔''

''یہ فضول کی بحث ہے، تمہارے لیے میں چائے بنا رہی ہوں، پی کر اسٹور چلے جاؤ۔'' وہ اس کی بات کاٹ کے کھڑی ہو گئیں۔

''امی! آدم بھائی ویسے بات بالکل ٹھیک کہتے ہیں، آپ پھپھو کو جانتی ہیں وہ اپنی بیٹیوں کو یہیں کھپانے کے چکر میں ہیں۔'' طٰہٰ نے بھی سنا تو وہ چلا آیا۔

''تم بھی بک بک شروع کردو۔'' رضوانہ نے اسے گھورا۔

''پھپھو کی نوشین کو دل کرتا ہے رکھ کر ایک لگاؤں، لچکتی مچکتی رہتی ہے۔''

''طٰہٰ! اپنی زبان روک لو۔''

''آپ ہمیں ڈانٹتی رہا کریں، اور ان کی سائیڈ لیتی رہا کریں۔'' وہ منہ بنا کے آدم کے سامنے والے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

''تم دیکھتے کیوں ہو؟''

''پھپھو کی پوری کوشش ہے، نوشین کو بھائی جان سے باندھ دیں۔''

''ہاں بھائی جان وہ تو کبھی قابو نہیں آئیں گے۔'' آدم نے تمسخر اڑا کے کہا۔

''تم دونوں کی عادتوں کو کیا ہو گیا ہے، عورتوں کی طرح باتیں کرنے لگے ہو۔'' رضوانہ نے ان دونوں کو خشمگیں لہجے میں ٹوکا۔

''ہمیں جو برا لگتا ہے وہ تو بولیں گے۔ یہ عورتوں کی طرح سے کیا مطلب ہوا؟'' طٰہٰ نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''امی! میں تو آپ کو بتا رہا ہوں اس گھر میں پھپھو کی کوئی بھی بیٹی نہیں آئے گی۔''

''طٰہٰ! اس بات سے تو تم بےفکر ہو جاؤ، نوشین تو کیا نوین بھی نہیں آ سکتی۔'' آدم نوین کو جانتا تھا۔ اس کا جھکاؤ آدم کی طرف تھا اور وہ اسے دیکھنا تک نہیں چاہتا تھا۔ رضوانہ کچن میں کھڑی ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھیں۔

❖❖---○---❖❖
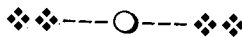
''بہت زبان ہو گئی ہے ارومہ کی، کبھی بیٹیوں کی بھی خیر خبر رکھا کرو، یہ کیا ہر وقت گلے میں دوپٹہ ڈالا اور کندھے سے پرس لٹکایا اور باہر نکل گئیں۔'' حسین بیگم نے آج بینا کی خبر لے ڈالی۔

''اماں! آپ بھی ان لڑکیوں سے کیوں ڈرتی رہتی ہیں، ایک رکھ کر لگایا کریں۔'' بینا ابھی بھی خاصے ڈا

میک اپ میں ان کے سامنے بیٹھی تھیں اوران کے پاندان سے پان کا چھوٹا ٹکڑا لگا کے کھا رہی تھیں۔

''ہاں ایک رکھ کر لگایا کروں، وہ تیری ارومہ مجھے چیر پھاڑ دے گی۔''

''اماں! کیا بات ہے اتنی سی لڑکی سے ڈرتی ہیں؟''

''دیکھ بینا! میں تمہیں کہے دے رہی ہوں، گھر میں بیٹھا کرو اور لڑکیوں پر نگاہ رکھو۔ کیا گھر میں ہر وقت اکیلا چھوڑ کے چلی جاتی ہو۔''

''آپ بھی تو ایسا ہی کرتی تھیں۔''

''بہت بکواس آتی ہے، بالکل تجھ پر گئی ہے ارومہ۔'' وہ لاجواب ہوگئیں تو بینا کو سخت سست سنانے لگیں۔

''اماں! میں کیا کروں، وہ تو مجھ سے بھی ایسے ہی زبان چلاتی ہے۔'' بینا خفیف سی ہوگئیں۔

''جلدی جلدی دونوں کی شادی کا سوچو۔''

''ابھی مجھے اتنی جلدی نہیں ہے، پھر میں اتنی جلدی بوڑھی نہیں ہونا چاہتی۔'' بینا کو ذرا بھی اپنی بیٹیوں کا اس معاملے میں خیال نہیں ہوتا تھا، وہ تو ابھی بھی اپنے چکر میں تھیں۔

''اچھا اماں! میں چلتی ہوں میں سمجھی کہ آپ کو پتہ نہیں کیا ضروری کام تھا جو مجھے اس طرح بلوایا۔''

''اپنی بیٹیوں کو قابو کرلو، ورنہ سر پکڑ کے روؤ گی۔'' انہیں بینا کے اطمینان پر بہت غصہ آ رہا تھا، جو کسی بھی بات کو سیریس ہی نہیں لیتی تھیں۔

''بینا! بیٹھو چائے بنا رہی ہوں پی کے جانا۔'' نازیہ نے کچن سے ہی ہانک لگا کے اسے جانے سے روکا۔

''نہیں بھابی! چلوں گی۔ چائے کا موڈ بھی نہیں ہے۔'' بینا مسکراتی ہوئی جانے لگیں، اسی وقت اوپر والے پورشن کے کرائے دار کے گھر سے کوئی لڑکا لمبا چوڑا سا نکلا۔ بینا نے اسے دیکھ کر اٹھلا کے دوپٹہ شانے پر لیا وہ لڑکا فہمائشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''آپ کیا نئے آئے ہیں؟'' بینا جان کر ہر ایک سے یوں ہی مخاطب ہو جایا کرتی تھیں۔ اس لڑکے نے انہیں تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔

''آنٹی! میں یہاں کسی سے ملنے آیا تھا۔''

''آنٹی...؟'' بینا کے تو پتنگے لگ گئے وہ تو کم عمر حسین بن کے اس کے سامنے چل رہی تھیں۔

''سنیے میری عمر اتنی نہیں ہے۔'' وہ بدمزہ سی ہوگئیں۔

''ٹھیک کہا میری امی سے چند سال ہی چھوٹی ہوں گی، وہ سامنے والا ہمارا گھر ہے۔'' وہ انہیں اشارے سے سامنے کی طرف دکھانے لگا۔ چندا میاں کی بلڈنگ کے ساتھ ہی اس کا گھر تھا۔ بینا حیرانگی سے سوچنے لگیں، اس لڑکے کو پہلے انہوں نے دیکھا کیوں نہیں۔

''کب آؤں؟''

''کیا مطلب کب آؤں، جب دل چاہے آجایئے گا، ہماری امی ویسے کم ہی کسی کو منہ لگاتی ہیں۔''

''اے لڑکے تم بہت بدتمیز ہو۔'' بینا خجل سی ہوگئیں۔

''آپ سے بہت کم، پلیز شرم وحیا کے تقاضوں کو سامنے رکھا کریں، کبھی لباس پر بھی دھیان دیا کریں۔ کیا

لگ رہی ہیں آپ بوڑھی گھوڑی لال لگام۔'' وہ بینا کی اچھی طرح عزت افزائی کر کے اپنے گھر کے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو گیا اور بینا غصے سے تلملا کے رہ گئیں۔ آج پہلی دفعہ کسی لڑکے نے انہیں یوں ٹکا سا جواب دیا تھا۔

❖❖---O---❖❖

طٰہٰ اور مزمل کا ہنس ہنس کے برا حال تھا، ضمران اندر ٹی وی دیکھ رہا تھا، سن وہ بھی رہا تھا۔

''ارے یہ خاتون اکثر ایسے ہی حلیے میں پھرتی ہیں، ارشد لوگوں کی مالک مکان کی بیٹی ہے۔'' آدم نے بتایا۔

''تمہیں ضرورت کیا تھی کسی عورت کے منہ لگنے کی۔'' رضوانہ کو ایسی باتیں ذرا پسند نہیں تھیں۔

''امی! میں تو سیدھا اتر کے آ رہا تھا، مخاطب انہوں نے کیا تھا۔ ویسے بھی امی! وہ خاتون مجھے لڑکوں پر ڈورے ڈالنے والی لگ رہی ہیں۔''

''آدم! زبان کو سنبھال کے بولا کرو کسی کے متعلق۔''

''امی! ایک تو آپ برے کو بھی برا نہیں کہنے دیتی ہیں۔'' وہ منہ بنا کے گویا ہوا۔

''ہمیں تمہیں کیا پتہ کون برا ہے، یہ سب اللہ کو پتہ ہے۔'' انہوں نے چائے کی ٹرے ان کے پاس کارپٹ پر رکھی۔

''اللہ نے ہمیں عقل تو دی ہے اور ہم سب دیکھ رہے ہیں، کون اچھا اور کون برا ہے۔'' وہ تاویل دینے لگا۔

''اچھا فضول بحث، ہر وقت تم لوگ نہیں کیا کرو۔ کون کیا کر رہا ہے، کیوں تم لوگ عورتوں کی طرح باتیں کرتے ہو؟''

''امی! حد ہوتی ہے، یہ عورتوں کی طرح خوب کہی اور آپ ان عورتوں کو نہیں دیکھتی ہیں، جو ہم لڑکوں کو تاڑتی ہیں۔ اپنی عمر کا بھی لحاظ نہیں، اب ہم یہ بھی نہ بولیں وہ کیا کر رہی ہیں۔'' آدم برا مان کے گویا ہوا۔ اسے اپنی ماں کی صلح جو عادت سے سخت اختلاف تھا۔

''طٰہٰ! ضمران کو بلا، وہ بھی چائے لے لے۔'' رضوانہ ان لڑکوں کی ہر وقت کی بحث سے سخت نالاں تھیں۔

''آپ تو پتہ نہیں کس طرح کی ہیں، کوئی آپ کے ساتھ برائی کرے اسے بھی کچھ نہیں کہتی ہیں۔''

''میرے کہنے سے کیا ہوگا، اللہ تو دیکھ رہا ہے۔'' وہ مطمئن رہتی تھیں اور اپنے بیٹوں کو بھی برا بولنے سے روکتی تھیں۔

''تم لوگ واقعی بہت فضول بولتے ہو۔''

''ہاں آ جائیے، دادا جان! آپ کی کمی تھی، بولیے بولیے کیا وچار ہیں آپ کے بینا آنٹی کے متعلق؟'' آدم نے طنزیہ کہا۔

''شٹ اپ!'' ضمران نے ڈانٹ دیا۔

''مجھے پتہ ہے امی کے سامنے یہ سارا ڈرامہ ہے، ورنہ بولنے میں تو آپ بھی ثانی نہیں رکھتے ہیں۔''

''چپ کرو بدتمیز! میں تمہارا بڑا بھائی ہوں ادب سے بات کیا کرو۔'' اس نے رضوانہ کو کن انکھیوں سے دیکھتے

ہوئے آدم کو بارعب آواز میں ڈانٹا۔
''خوب سمجھتی ہوں تم چاروں کو، مجھے بے وقوف بناتے ہو۔'' انہوں نے ضمران کا کان پکڑا۔
''امی! کیسی باتیں کرتی ہیں، میں کیوں آپ کو بے وقوف بناؤں گا۔'' وہ چہرہ سنجیدہ بنانے لگا۔ وہ تینوں بھائی قہقہہ لگا کے ہنسنے لگے تھے۔ اسی دوران ڈور بیل ہوئی آدم نے مزمل کو اشارے سے اٹھنے کو کہا۔
''السلام علیکم بھابی!'' راشدہ کی کھلکھلاتی آواز پر وہ چاروں ہی بدمزہ سے منہ بنانے لگے، مگر رضوانہ کی خشمگیں نگاہوں نے چاروں کو نارمل کیا۔ مزمل تو سائیڈ پر ہو گیا، ان کے پیچھے ان کی تینوں بیٹیاں بھی تھیں۔ ضمران تو کمرے میں چلا گیا، کیونکہ راشدہ اپنے چاروں بھتیجوں کو دیکھ کر کچھ زیادہ ہی چہکتی تھیں۔
''ارے بھابی! میں نے سوچا آپ کی طبیعت پوچھ آؤں، یہ تینوں بھی کہنے لگیں ہم بھی چلیں گی اور آج رکیں گی۔'' انہوں نے ساتھ ہی مژدہ بھی سنایا۔
طٰہٰ دل پر ہاتھ رکھ کر غش کھا کے بیڈ پر گرا، ضمران نے اس کے ٹھوکا مارا جو اس کے روم میں ہی آ گیا تھا۔
''بھائی جان! آج ہو گی بلکہ کل تک دماغ کی ہماری دہی، پھپھو کی بیٹیاں رکنے آ گئی ہیں۔''
''آہستہ بولو کہیں سن نہ لیں۔''
''ارے سنتی ہیں تو سن لیں۔'' وہ چاروں کسی سے اب دبتے نہیں تھے، مگر ضمران پھر بھی رضوانہ کی وجہ سے لحاظ کر لیتا تھا ورنہ وہ خود ان کی طبیعت صاف کرنا خوب جانتا تھا۔
''میں امی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں، وہ ناراض ہوتی ہیں ہم پر۔'' اس نے طٰہٰ کو گھورا۔
''یہ امی بھی ان کی خوب آؤ بھگت کرتی ہیں، ہاتھ پکڑ کے روانہ کیوں نہیں کرتی ہیں؟ شروع سے انہوں نے امی کو خوب تنگ کیا ہے اور ہمارے ابو پر الگ قبضہ جمائے رکھا۔''
''چپ کرو۔'' ضمران نے برش اٹھایا اور بالوں میں چلایا، وہ تو دوست کی طرف جا رہا تھا اور گیارہ سے پہلے اس کی واپسی کا ارادہ بھی نہیں تھا۔
''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''
''عمار کی طرف جا رہا ہوں۔'' بلیک پینٹ پر فان کلر کی شرٹ میں ہینڈسم سا ضمران نوشین کی توجہ کا مرکز رہتا تھا۔
''امی! جلدی آ جاؤں گا۔'' اس نے رضوانہ کو بتایا۔
''ارے ضمران! آج تو گھر پر ٹک جاؤ، ہم آئے ہیں۔'' راشدہ کو خوبرو ضمران بہت اچھا لگتا تھا۔
''پھپھو! مجھے کام ہے، پھر کبھی، آپ تو ویسے بھی آتی ہی رہتی ہیں۔'' اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی طنز سا کر دیا۔
''اے بیٹا! تمہاری محبتوں میں آ جاتی ہوں۔'' راشدہ لگتا ہے اس کا طنز سمجھی نہیں تھیں۔ رضوانہ نے سرزنش بھری نگاہوں سے ضمران کو گھورا، آدم الگ منہ بنا رہا تھا۔
''چپ کر کے چلے جاؤ، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ ان سب کے لیے بریانی بنانے لگی تھیں اور ان کے چاروں بیٹے بھی منہ بنا کے ہری جھنڈی دکھا رہے تھے۔

❖❖---O---❖❖

وہ باہر رکھے بڑے بڑے گملوں میں لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی، پنک دوپٹہ زمین کو سلامی دے رہا تھا، گھیر دار فراک اس پر ٹراؤزر، بالوں کو جکڑ کے چوٹی سے رکھا ہوا تھا، چہرے پر اس کے ہمیشہ کی طرح اداسی اور سنجیدگی ہی نظر آتی تھی اور نگاہوں میں غصہ، پتہ نہیں کیوں ہوتا تھا۔

''اے مسٹر! اپنا جوتا ہٹائیے۔'' حباب نے غرا کے ناگواری سے اس کی چوڑی پشت کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا تھا۔

''مجھ سے کچھ کہا؟'' وہ انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

''نہیں محلے والوں سے کہا ہے۔'' تپ کے مگ بالٹی میں زور سے ڈالا تو پانی کی چھینٹیں دونوں کے منہ تک آئی تھیں۔

''میرا دوپٹہ آپ کے جوتے کے نیچے ہے۔''

''اوہ... سوری ایسا بولیے نا۔'' ضمران کو جانے کیوں یہ پریشان اور غصے میں بھری لڑکی کچھ کچھ متاثر کرنے لگی تھی۔

''زیادہ میں کسی کو فری نہیں کرتی ہوں اور ہونا بھی پسند نہیں کرتی ہوں۔'' دوپٹہ شانوں پر برابر کیا بالٹی کو اٹھانے کے لیے جھکی۔

''حیرت ہے آپ نہیں کرتی ہیں۔'' ضمران طنز کرنے لگا اور وہ اس کا یہ طنز خوب اچھی طرح سمجھتی تھی۔

''اگر آپ کا اشارہ میری امی کی طرف ہے، تو کان کھول کے سن لیں، ان کی کوئی بات میں برداشت نہیں کروں گی۔''

''لگ بھی رہا ہے۔'' ضمران نے اپنے گھر کی بیل بجائی اسے گھر میں گھستے ہوئے ویسے ہی بہت کوفت ہو رہی تھی، راشدہ پھپھو کا اپنی بیٹیوں سمیت ابھی تک قیام گھر میں تھا۔

''اے ہے آپ ہیں۔'' نوشین نے گیٹ کھولا۔ سامنے حباب کو دیکھ کر اس کی تیوری پر ناگواری کے بل پڑ گئے۔ نوشین لمبی سی اسٹائلش لیلن کی شرٹ پر ٹائٹ پاجامہ پہنے ہوئے تھی۔ دوپٹے کے نام پر بلیک اسکارف گلے میں چپکا ہوا تھا۔ حباب کی فہمائشی نگاہوں نے اس لڑکی کا تفصیلی جائزہ لیا۔

''ضمران! آپ بھی کن کن لوگوں کو منہ لگاتے ہیں۔''

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میرا معیار ابھی اتنا گرا نہیں ہے۔'' حباب نے جھک کے اس کی طبیعت صاف کی۔

''کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا، ایسے کپڑے پہن کے کہ تم لڑکیاں پتہ نہیں خود کو ہیروئن سمجھنے لگتی ہو۔'' وہ کہاں کم تھی، نوشین کی طبیعت صاف کر دی۔

''اونہہ....!'' نوشین نے ہنکار کے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے جبکہ ضمران کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ در آئی، جو اس نے بڑی صفائی سے چھپالی تھی۔

''ویسے محترمہ! زبان تو آپ کی خاصی چلتی ہے۔''

''میرا ہاتھ بھی چلتا ہے۔'' مگ بھر کے پانی ضمران پر اچھال دیا، وہ تو حواس باختہ ہو گیا۔
''ارے، ارے حباب! کیا کر رہی ہو؟'' بینا نے اندر سے سارا منظر دیکھا تو وہ بھی چلی آئی تھیں۔ حباب نے جلدی سے بالٹی اٹھائی، کیونکہ اگر بینا باہر نکل کے آ گئیں تو ضرور ضمران کے سامنے اٹھلانا شروع کر دیتیں اور یہ اسے بالکل بھی گوارہ نہیں تھا۔
''ارے آپ تو گیلے ہو گئے۔'' بینا نے ہینڈسم سے ضمران کو دیکھ کر ذرا اٹھلا کے افسوس ظاہر کیا۔
''جی کوئی بات نہیں۔'' وہ پزل ہو گیا۔
''امی! آپ تو اندر چلیے۔'' کیا زمانہ آ گیا تھا بیٹی ماں کو کہہ رہی ہے اندر چلو۔
''تم اندر جاؤ بالٹی لے کے۔'' بینا نے برا سا منہ بنایا۔ ضمران نے ان کا چمکتا چہرہ بغور دیکھا، جو صاف لگ رہا تھا اسے دیکھ کر چمک رہا ہے۔
''آپ باہر کیوں کھڑی ہیں؟''
''چپ کرو ہر وقت اپنی ماں کی بے عزتی کرتی رہتی ہو۔'' بینا کو ضمران کے سامنے حباب کا یوں بولنا بہت برا لگا تھا، ضمران تو فوراً گیٹ کھول کے اندر چلا گیا تھا، وہ بینا سے ویسے بھی بچتا تھا، اور کل جب آدم ان کی باتیں بتا رہا تھا وہ اور محتاط ہو گیا تھا۔

''امی! کتنے دن کا قیام ہے؟'' آدم واقعی بے زار ہو گیا تھا۔
''ہر وقت فضول مت بولا کرو، چلی جائیں گی جب جانا ہوگا۔'' راشدہ کو یہاں تین دن ہو گئے تھے رہتے ہوئے اور ان کی بیٹیاں رضوانہ کے کام ایسے دوڑ دوڑ کے کر رہی تھیں، جو آدم کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔
''آپ انہیں روانہ کیوں نہیں کرتی ہیں؟ انہیں اپنی نانی اماں کے گھر جا کر....!''
''آدم! بس ایک لفظ نہ نکلے زبان سے۔'' انہوں نے درشت لہجے میں اسے سرزنش کی۔ وہ مشین لگائے سب کے کپڑے دھو رہی تھیں، اور نوین ان کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ نوشین نے کچن سنبھالا ہوا تھا، جبکہ کرن ٹی وی، کمپیوٹر کے آگے بیٹھی ہوئی تھی۔ مزمل اس سے بہت خار کھا رہا تھا جو کمپیوٹر پر قبضہ جمائے بیٹھی تھی۔
''ٹھیک ہے، ہم لوگ ہی اس گھر سے چلے جاتے ہیں، رکھیئے آپ ان کو۔''
''یار آدم بھائی! کیوں اتنا غصہ ہو رہے ہو؟'' طہٰ نے اسے جوبھڑ کتے دیکھا۔
''یار! سکون تباہ ہو گیا ہے، ہر جگہ یہ لوگ دندناتی رہتی ہیں۔ ذرا انہیں شرم لحاظ نہیں لڑکوں کے گھروں میں کوئی جوان بیٹیوں کو لے کے رہتا ہے؟''
''اب یہ پھپھو کو احساس نہیں تو ہم بھی کیا کریں، برداشت کریں کچھ دن میں چلی جائیں گی۔''
''یہ نہیں جائیں گی، ہمیں نکال کے جائیں گی۔'' وہ کلس کے بیڈ پر لیٹا۔ رضوانہ ان لوگوں کے میلے کپڑے جمع کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ اسے دبی دبی آواز میں کئی دفع ڈانٹ چکی تھیں، مگر آدم کسی طرح بھی چپ نہیں ہو رہا تھا۔

''ارے آدم! تم اسٹور تو جاؤ گے ہی میری دوائیاں لا دینا۔'' راشدہ ایک دم ہی کمرے میں چلی آئی تھیں۔ وہ تینوں ہی چونک گئے۔

''ہاں تم پرچہ دے دینا لا دے گا۔''

''پیسے ساتھ دے دیجئے گا۔'' آدم لگتا تھا لحاظ رکھنا ہی نہیں چاہتا تھا، رضوانہ نے اسے گھورا۔

''ارے لو بیٹا! پھپھو سے بھی پیسے لو گے؟'' راشدہ کو بڑا برا لگا۔

''کیا کروں حساب مجھے لکھنا ہوتا ہے۔''

''آدم! تم دوائی لا دینا پیسے میں دے دوں گی۔'' رضوانہ نے جھٹ بات بڑھنے سے پہلے ہی کہہ دیا۔

''گلوکوز بھی لے آنا۔'' راشدہ نے کہا۔

''آدم! وہ بھی لے آنا۔'' رضوانہ نے کھلے دل سے کہا۔ وہ ویسے بھی ہر آئے گئے کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

''گلوکوز آپ چڑھوالیں۔'' آدم نے طنزیہ کہا، جو بلاوجہ ہی ڈبے پر ڈبے ختم کرتی رہتی تھیں۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے، پھر ڈرپ لے آنا ساتھ ہی۔''

''اونہہ....!'' آدم نے بھنا کے دانت پیسے جبکہ مزمل کی ہنسی نکل گئی، رضوانہ کو بھی ہنسی آئی مگر وہ لب بھینچ کے چھپانے کی کوشش کرنے لگیں۔

''مامی! اب کون سے کپڑے ڈالنے ہیں مشین میں؟'' نوین اچھلتی کودتی اپنی تیز طرار آواز کے ساتھ اندر آئی تھی۔

''کپڑے رہنے دو ہمیں ڈال دو مشین میں۔'' وہ جلتا بھنتا کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

''مامی! آدم بھائی کو سمجھالیں، الٹا سیدھا بولتے رہتے ہیں۔'' وہ منہ بنانے لگی تھی۔

''چل برا نہیں مان، ایسے ہی مذاق کی عادت ہے۔'' راشدہ نے آدم کی سائیڈ لی۔ وہ ویسے بھی بھتیجوں پر بہت مہربان رہتی تھیں۔ مزمل بھی منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا واش روم میں گھس گیا، رضوانہ نے کپڑے اٹھائے اور باہر آ گئیں۔

❖❖---○---❖❖

''ہماری ماں تو ہماری ناک کٹوائے گی۔'' ارومہ نے دانت پیسے۔ بینا نے اپنے بالوں کو ڈارک براؤن کلر سے رنگا ہوا تھا، جو ارومہ کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

''ابھی امی نے سن لیا تمہاری شامت لے آئیں گی۔'' حباب نے اسے اشارہ کیا، بینا اپنے شولڈر کٹ بالوں کو لہراتی ہوئی وہیں آ رہی تھیں۔

''سن لیں میں نہیں ڈرتی ہوں۔'' وہ بہت منہ پھٹ اور کچھ بدتمیز بھی ہوگئی تھی۔ بینا نے اسے کڑی نظروں سے گھورا۔

''ہر وقت کیا بڑبڑاتی رہتی ہو۔''

''آپ سب جانتی ہیں پھر بھی کہہ رہی ہیں کیا بڑبڑاتی رہتی ہوں۔''

''ارومہ! میں آخری بار کہہ رہی ہوں، سدھر جاؤ ورنہ بہت برا ہوگا۔'' انہوں نے وارن کیا۔
''کیا بہت برا ہوگا۔ اس سے زیادہ اور کیا برا ہوگا۔ ہماری ماں زمانے میں پھرتی ہے اور لوگوں کی باتیں ہم سنتے ہیں۔''
''لوگوں کا تو دماغ خراب ہے، وہ جلتے ہیں کوئی خوش نظر آتا ہے تو۔'' انہوں نے اسے دیکھا جو ٹی وی پر نگاہ جمائے بیٹھی تھی۔
''امی! اگر میرا منہ کھل گیا تو آپ کو بہت برا لگے گا۔''
''ارومہ! ابھی تم بچی ہو، میری ماں بننے کی کوشش نہیں کرو۔'' بینا نے اسے درشت لہجے میں ڈانٹا۔ حباب تاسف سے لب بھینچ کے رہ گئی، ارومہ کی اور امی کی جنگ روزانہ کا معمول تھی۔ ارومہ ذرا لحاظ نہیں کرتی تھی۔ خودسر بھی بہت ہوگئی تھی، صرف ماں کی توجہ نہ ملنے پر۔
''تم نے اماں کے گھر جا کر کیا بدتمیزیاں کی تھیں؟'' بینا کو یاد آ گیا۔
''کوئی بدتمیزیاں نہیں کی تھیں۔ جو سچ تھا وہ آپ کی والدہ صاحبہ کو کہا تھا۔ اتنا سا پلاؤ پکاتی ہیں اور پورے ٹبر کو بلا لیتی ہیں۔ ان سے یہ تو بولیں کنجوسی کی حد ہوتی ہے، گلے میں اتنی موٹی چین پہن کے بیٹھی ہیں، ہاتھوں میں موٹے موٹے کنگن۔ خود پر تو خرچ کر لیتی ہیں، کبھی مہمانوں کو بھی خرچ کر کے کھلا دیا کریں۔ بس دعوت کر کے نام کرتی ہیں چاہے سب بھوکے اٹھ جائیں۔''
''ارومہ! کیسی زبان تمہاری چلنے لگی ہے۔'' بینا کو ارومہ کا چہرہ دیکھ کر فکر ہونے لگی جو ہر وقت تپا ہی رہتا تھا۔
''یہ سب آپ کی بدولت ہے میری زبان جو اتنی چلتی ہے۔''
''تمہارا تو دماغ خراب ہے۔'' وہ بزل تو بالکل بھی نہیں ہوتی تھیں صرف اپنا ہی سوچتی تھیں۔
''اگر ہماری ذمے داری اٹھائی نہیں جاتی ہے تو ہمارے باپ کے پاس کیوں چھوڑ کے نہیں نکلی تھیں؟''
''وہ تمہارا دو کوڑی کا باپ خود کو جانے سمجھتا کیا تھا۔ دوسری عورتوں کے چکر میں پڑا تھا۔'' ان کے تو پتنگے لگ گئے۔
''امی! آپ بھی تو دوسرے مردوں کے چکر میں پڑ کے دو شادیاں ان کے بعد کر چکی ہیں پورا خاندان کہتا ہے آپ چوتھی کے چکر میں ہیں۔''
''تمہارا تو دماغ خراب ہو جاتا ہے، جہاں تمہارے باپ کو میں برا کہتی ہوں۔'' وہ لاجواب ہی ہوگئی تھیں۔
''امی! کان کھول کر سن لیں، اگر آپ نے اب شادی کی تو یاد رکھیئے گا میں خودکشی کر لوں گی۔''
''حد سے زیادہ تمہاری زبان ہوگئی ہے، یہ سب میری چھوٹ کا نتیجہ ہے۔''
''یہ سب آپ کی حرکتوں کا نتیجہ ہے۔'' وہ تن فن کھڑی ہوگئی، حباب نے ٹی وی آف کر دیا۔ بینا پیر پٹخ کے اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ حباب نے ارومہ کو گھورنا شروع کیا، وہ بھی منہ بنا کے چلی گئی۔

❖❖---O---❖❖

''یہ میں نے آپ کی پسند پر بنایا ہے کھا کے دیکھئے۔'' نوشین نہاری کی ڈش دسترخوان پر رکھ کر بڑی خوش ہو رہی تھی کہ ضمران اس کی تعریفیں کرے۔

''بھائی جان نے نہاری کھانی چھوڑ دی ہے۔'' آدم نے ڈش اٹھا کے اپنے آگے رکھ لی۔ لاؤنج میں کارپٹ پر دسترخوان بچھا ہوا تھا اور سب ہی بیٹھے ہوئے تھے، ضمران نے ہونٹوں کا کونا دبا کے مسکراہٹ روکی تھی، جبکہ رضوانہ کی خشمگیں نگاہیں آدم پر تھیں۔ وہ ان کی طرف بالکل نہیں دیکھ رہا تھا۔

''ارے بیٹا! کھا کے تو دیکھو، نوشین نہاری بہت اچھی بناتی ہے اور جو کچھ تمہیں پسند ہو بتا دو یہ سیکھ لے گی پکانا۔'' راشدہ پھپھو کو آدم کی بات ناگوار گزری۔

''ارے راشدہ! تم پریشان نہیں ہو، سب کھاتا ہے یہ۔''

''مامی! میں نے اتنے دل سے بنائی ہے اور ضمران چکھ بھی نہیں رہے۔'' نوشین کا چہرہ اتر گیا تھا۔

''ضمران نے کب انکار کیا ہے بیٹا! یہ تو آدم تو مذاق کی عادت ہے۔'' رضوانہ نے آدم کی طرف خشمگیں نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''امی! آپ کیوں ضد کرتی ہیں؟''

''آدم! تم چپ کرو۔'' انہوں نے ڈانٹ دیا۔ ضمران نے بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ رضوانہ نے اس کی پلیٹ میں نہاری ڈال دی وہ چپ ہو گیا۔

''بھابی! یہ نوشین سب سیکھ لے گی، آپ اسے سکھا دیں۔''

''پھپھو! آپ نوشین کی جلدی شادی کریں۔'' آدم نے جھٹ کہا۔

''میری بھی مرضی ہے، مگر بھابی کی جو مرضی ہو۔'' وہ اپنی پلیٹ میں نہاری اور بوٹیاں نکالے بیٹھی تھیں۔

''آپ نے یہ کیسی بات کی بیٹی تو آپ کی ہے۔'' آدم ان کا اشارہ خوب سمجھ رہا تھا۔ نوشین تو شرمائی ہوئی جھینپی ہوئی ضمران کو کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی اور ضمران تو بالکل لاتعلق بیٹھا تھا جیسے سمجھ ہی نہیں رہا۔

''پھپھو! اس میں امی کی مرضی کا کیا تعلق، آپ کی بیٹی ہے جہاں دل چاہے آپ نوشین باجی کی شادی کریں۔'' مزمل نے جھٹ ان کو خوش فہمی سے نکال کے کلیئر کیا۔

''میرا مطلب جو ہے وہ بھابی سمجھ رہی ہیں۔'' راشدہ نے رضوانہ کی طرف دیکھا جو لب بھینچ کے رہ گئی تھیں، ان کی تو ابھی تک بھی ہمت نہیں تھی کہ راشدہ کو صاف جواب دیں مگر ان کے بیٹے یہ کام بہت آسانی سے کر لیتے تھے۔

''آپ کی بھابی کا تو بس نہیں چلتا کہ جتنی بھی دنیا کی غریب غرباء لڑکیاں ہیں انہیں گھر لے آئیں۔''

''مزمل! تمیز سے بات کیا کرو۔'' رضوانہ نے اسے سرزنش کی۔

''ہائے میری بیٹیاں غریب غرباء کیوں ہوئیں؟'' راشدہ کے تو دل کو لگ گئی۔ وہ لقمہ منہ میں رکھ کر موٹی آواز سے بولیں۔

''پھپھو! ہم تو غریب غرباء کی بات کر رہے ہیں۔'' ضمران جلدی جلدی کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ گیا۔ نوشین کی تو ہر وقت نگاہ ضمران کا ہی طواف کرتی رہتی تھی۔

''مزمل! جلدی سے کھانا کھا کے صبح کے ناشتے کا سامان لے آنا۔'' رضوانہ نے بات کو گھما دیا۔

''مامی! صبح میں پراٹھے بنا دوں گی رہنے دیں۔'' نوشین نے جھٹ اپنی خدمات پیش کیں۔

''ہم پراٹھے شوق سے نہیں کھاتے ہیں۔'' آدم بھی کھڑا ہوگیا۔

''ہم تو کھاتے ہیں۔'' نوین کو کڑوا سا آدم بہت پسند تھا، اس کی نوک جھونک بھی رہتی تھی۔

''پراٹھا کھا کھا کے جب ہی اتنی موٹی ہو، جہاں سے گزرتی ہو گڑھا پڑ جاتا ہے۔''

''مامی! دیکھیں آدم بھائی کو۔'' وہ برا مان کے روہانسی ہوگئی۔ رضوانہ نے اس کی بھی خبر اچھی طرح لی، راشدہ پھر بھی بھتیجوں کی حمایت لیتی تھیں ان کا مطلب جو تھا۔

❖❖---O---❖❖

''دنیا داری تو رکھنی پڑتی ہے۔'' نسرین نے اپنی تیاری پوری کر کے اپنا پرس اٹھایا۔

''امی! جب ان کا دل نہیں ملتا تو کیوں جاتی ہیں؟'' حسنیٰ نے اپنی بنائی ہوئی پینٹنگ پر دور سے ایک طائرانہ نگاہ ڈالی کہ کہیں کوئی کمی تو نہیں ہے۔ سرخ و سپید رنگت ہیئر کٹنگ شولڈر تک ٹراؤزر پر اسٹائلش سی لینن کی کالر والی شرٹ میں دلکش لگ رہی تھی۔

''جانا پڑتا ہے، سنو! شام کے لیے میں نے نہاری بنادی ہے، فراج سے کہنا وہ روٹیاں لے آئے گا۔''

''امی! روز روز بازار کی روٹی مجھ سے نہیں کھائی جاتی ہے۔'' حسنیٰ تو سدا کی کام چور تھی۔ کچھ نسرین نے بھی اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ گھر کے کاموں کے لیے اسے کچھ کہتی ہی نہیں تھیں۔

''ہوسکتا ہے بھابی کھانے پر روک لیں۔''

''ہاں روک ہی نہ لیں۔ عید کی دعوت یاد ہے، کم بریانی پر بھی پورا خاندان انہوں نے نمٹا دیا تھا اور بریانی پھر بھی بچی کی بچی رہی تھی۔'' حسنیٰ کو بھی وہ دعوت یاد آگئی۔

''یہ تو بھابی کی پرانی عادت ہے خاندان میں دعوت کا ڈھنڈورا خوب ہوتا ہے۔'' نسرین نے بھی لقمہ دیا۔

''امی! پلیز جلدی آیئے گا یہ فراج اور فیضان گھر اکیلا چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔''

''تم بھی کچھ دیر نیچے رہو اوپر جانے کی پڑی رہتی ہے۔''

''امی! مجھے مما آواز دیتی ہیں تو جاتی ہوں۔'' حسنیٰ نے برش اور کلر اپنے سارے سمیٹنے شروع کر دیئے۔

''مجھے تو آج بہت ہی یہ احساس مارے ڈالتا ہے تمہیں پیدا ہوتے ہی رفعت کو کیوں دے دیا۔''

''اب تو دے دیا کچھ نہیں ہوسکتا اور میں ان کے ساتھ بہت خوش ہوں۔'' وہ بھی ایک منہ پھٹ تھی۔

''یہ مت بھولو، سگی ماں تمہاری میں ہی ہوں، انہوں نے تو صرف پالا ہے۔ میں نے بھی ترس کھا کے دے دیا کہ ان کے اولاد کوئی نہیں ہے۔'' نسرین ہمیشہ اپنی نند کو یہ احسان جتاتی رہتی تھیں جنہوں نے شادی ہی نہیں کی تھی جیسے ہی حسنیٰ ہوئی رفعت نے اسے مانگ لیا۔ نسرین نے بھی زیادہ کچھ نہیں کہا اپنی پہلی اولاد دے دی کیونکہ انہیں بیٹی پسند ہی نہیں تھی کہ وہ ہو۔

''پالا تو انہوں نے مجھے ہے ان کا حق زیادہ بنتا ہے۔''

''بس، بس ان کا حق.... شادی تو تمہاری میں ہی اپنی مرضی سے کروں گی۔'' نسرین نے اسے یاد دلایا۔

''شادی میں اس سے کروں گی جو خوب پیسے والا اور گاڑیوں والا ہو، نوکر چاکر ہوں، میں نہیں کرنے کی مڈل

کلاس طبقے میں شادی۔'' اس نے ہاتھ نچاتے کہا۔

''رفعت نے زیادہ ہی دماغ خراب کردیا ہے، تمہاری ہر جائز اور ناجائز خواہش پوری کر کے۔''

''ان کے پاس جو کچھ بھی ہے سب میرا ہے۔'' حسنیٰ نے اترا کے بتایا، رفعت کی دو زمینیں تھیں اور خوب بینک بیلنس بھی تھا، ان کے والد جب فوت ہوئے اپنی جائیداد دونوں اولادوں میں تقسیم کردی تھی۔ حسنیٰ کے والد نے تو اپنی ساری جائیداد بیچ دی تھی۔ چند مکان تھے جو کرائے پر دیئے ہوئے تھے۔ حسنیٰ کے والد انوار کا گزشتہ سال ہی انتقال ہوا تھا۔ نسرین ہی سب کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ ان کی نند رفعت اوپر والے پورشن میں رہتی تھیں، ان کی نسرین سے کبھی نہیں بنی تھی، رفعت نے حسنیٰ کو شہزادیوں کی طرح رکھا ہوا تھا، اس کی تعلیم سے لے کر سارے شوق رفعت نے پورے کروائے تھے، پھر کچھ حسنیٰ میں مغروریت بھی آ گئی تھی، اتنے ٹھاٹ اور حسن پر نسرین اس سے گھر کے کام کرواتی تھیں۔ جب بھی وہ نیچے آتی تھی رفعت جلتی کلستی تھیں۔ ان کی کوشش ہوتی تھی وہ حسنیٰ کو نیچے ہی نہیں بھیجیں۔

❖❖---○---❖❖

ارومہ فرسٹ ایئر کے پیپرز میں رہ گئی تھی اور پھر بینا نے اس کی خوب کلاس لی تھی۔

''آپ سن لیں مجھ سے نہیں پڑھا جاتا۔'' وہ بدتمیزی سے گویا ہوئی۔

''ایک گھما کے دوں گی، پڑھا نہیں جاتا۔''

''آپ گھر میں ٹک کر تو بیٹھیں، جب ہی میری پڑھائی بھی ہوگی، ٹیوشن کی آئے دن چھٹیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ آپ گھر پر نہیں ہوتیں۔ میں کیسے جاؤں؟ حباب کیا اکیلی رہیں گی؟''

''حباب کو میں نے کہا ہے وہ اماں کے گھر چلی جایا کرے۔''

''حباب اماں کے گھر چلی جایا کرے، آپ گھر پر نہیں رکیں گی؟'' ارومہ کو تو غصہ آ رہا تھا۔ ان کی ماں دوسری ماؤں سے بہت مختلف تھی، جسے صرف اپنی فکر تھی، اولاد پر وہ توجہ دیتی ہی نہیں تھیں۔ ارومہ کا بھی دل چاہتا تھا ان کی ماں ان کے مسئلے مسائل سنے، مگر انہیں تو اپنی پڑی تھی۔

''تم حد سے زیادہ بدتمیزی سے بولنے لگی ہو۔'' بینا نے سرزنش کی۔

''سب آپ کی وجہ سے۔''

''ہاں کرلو بک بک..... ماں کی تمہاری نظر میں کوئی عزت وقعت ہی نہیں ہے۔''

''عزت وقعت آپ نے خود گرائی ہے، لڑکوں کی محفلوں میں کیوں گھومتی رہتی ہیں؟''

''ارومہ! اپنی بکواس بند کرو۔'' وہ لاجواب ہوگئی تھیں، ارومہ تو ذرا لحاظ اور پاس نہیں رکھتی تھی۔

''امی! پلیز کچھ ہم پر بھی توجہ دیں، خود پر توجہ دینا چھوڑ دیں۔''

''تم دونوں کیا چاہتی ہو، میں وقت سے پہلے بوڑھی ہو کر گھر میں بیٹھ جاؤں؟'' بینا تو تڑپ ہی گئیں۔

''امی! کچھ تو شرم کریں، آپ کی بیٹیاں جوان ہوگئی ہیں، ان کی فکر کرنے کے بجائے اپنی پڑی رہتی ہے۔ آپ کو حباب کا سب سے پہلے رشتہ کرنا چاہیے۔'' حباب نے حیرانی سے ارومہ کو دیکھا جو روز بینا سے لڑتی تھی اور آج تو اس کے لیے بات کر رہی تھی۔

''تمہیں حباب کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب ہونا ہوگا ہو جائے گا رشتہ۔'' وہ تو کہیں سے بھی ارومہ کی پکڑ میں نہیں آ رہی تھیں۔

''تم سیدھے سیدھے اپنی پڑھائی پر توجہ دو، کرتی ہوں تمہاری ٹیوشن کا انتظام۔''

''مجھے جب پڑھنا ہی نہیں تو نہیں پڑھنا، آپ کا کیا بھروسہ کہیں بھی اپنا چکر چلا لیں۔''

''ارومہ! تمہاری زبان چلے جا رہی ہے۔'' بینا، ارومہ کے بولنے سے بہت پریشان ہو جاتی تھیں جو ہمیشہ صاف اور سیدھی بات کرتی تھی۔

''یہ سب کی وجہ آپ ہیں۔'' وہ پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''تم اسے سمجھاتی نہیں ہو؟'' انہوں نے چپ بیٹھی حباب کو ذرا غصے سے کہا۔

''یہ مجھے کیا سمجھائے گی؟ یہ تو خود آپ کی حرکتوں سے نالاں ہے۔'' ارومہ پھر نکل آئی۔

''ارومہ! پلیز خاموش ہو جاؤ، ہر وقت کا تم نے یہی لگا رکھا ہے۔'' حباب روز روز کی لڑائی سے تنگ آ گئی تھی۔

''یہ تم کہہ رہی ہو؟'' ارومہ نے آنکھیں نکالیں۔

''تمہیں شہریار نے زیادہ سر چڑھایا ہوا ہے، جب ہی تمہاری زبان چلتی ہے۔''

''آپ شہریار ماموں کا نام نہیں لیں، وہ خود آپ کی وجہ سے شرمندہ رہتے ہیں۔ ان کے دوست تک کو نہیں چھوڑتی ہیں، بہانے بہانے سے باتیں کرتی ہیں۔''

''چپ کر جاؤ لڑکی! میرا دماغ پھٹ جائے گا۔'' وہ لاجواب ہو گئیں، سر ہاتھوں میں تھام کر وہ اندر چلی گئی تھیں، حباب نے اور ارومہ نے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، دونوں ہی بہنیں چڑچڑی ہو گئی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

''یار! ہو گیا تمہارا کام؟'' ضمران نے پوچھا۔

''کوشش میں لگا ہوا ہوں۔''

''تم سناؤ تمہاری پھپھو چلی گئیں اور ان کی بیٹیاں؟'' شہریار نے اس کے آگے کولڈ ڈرنک رکھی اور چپس اور بسکٹ کی پلیٹ آگے رکھی۔

''ابھی تک نہیں، پتہ نہیں کب جائیں گی۔'' ضمران سخت پریشان تھا ان کی وجہ سے، ہر طرح کی آزادی وغیرہ جو ختم ہو گئی تھی۔

''چاچو! آپ کو دادی جان بلا رہی ہیں۔'' اشعر اسے بلانے چلا آیا۔

''ان سے بولو چاچو کے دوست آئے ہیں کچھ دیر بعد آئیں گے۔''

''چل یار! تو جا، میں بھی چلتا ہوں، امی انتظار کر رہی ہوں گی، آفس سے ادھر ہی آ گیا تھا۔'' ضمران اپنا موبائل اٹھا کے میسج دیکھنے لگا جو نوشین کے میسجز تھے۔ وہ بھنبھنا کے رہ گیا۔ ضمران کو وہ گیٹ تک چھوڑنے گیا نیچے دیکھا تو نسرین آئی ہوئی تھیں۔

''السلام علیکم! شہریار نے سنجیدہ سے لہجے میں سلام کیا۔ وہ ویسے بھی کچھ تیز اور اکھڑ مزاج کا تھا، دور دور سے

ہی سب سے رکھتا تھا، مگر اپنی چچی سے ناپ تول کے ہی ملتا تھا کیونکہ جب سے حسنٰی نے بدتمیزی کی تھی اس کا کسی سے بھی بات کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

''کیسے ہو بیٹا؟''

''جی آپ کی دعائیں ہیں۔'' وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس وہ اور ہی سنجیدہ لگ رہا تھا۔

''شہریار! اسلام آباد گیا ہوا تھا، کل رات ہی تو آیا ہے۔'' حسین بیگم نے بتایا۔

''کینیڈا جانے کے چکر میں لگا ہوا ہے۔''

''اماں! پلیز آپ کیا ہر ایک کو بتانے بیٹھ جاتی ہیں۔'' شہریار نے جھنجھلا کے کہا۔

''اے بیٹا! میں ہر کسی تو نہیں ہوگئی۔'' نسرین کو اپنی بے عزتی ہی لگی۔

''چچی جان! ہر کسی میں آپ کو کہہ بھی نہیں رہا۔'' شہریار نے بھی نروٹھے انداز میں وضاحت دی جبکہ وہ کہہ انہی کو رہا تھا۔

''بیٹا! میں تو خیر خیریت کے لیے چلی آتی ہوں۔'' نسرین کو شہریار کی بات کا خاصا برا لگا تھا۔

''نسرین! شہریار مجھے کہہ رہا ہے، میں نے محلے کی عورتوں میں بھی کہہ دیا ہے۔''

''بھابی! اب آپ بات نہیں بنایئے۔''

''چچی جان! اگر آپ کو بات کا بتنگڑ بنانا ہے تو وہ الگ بات ہے، میں آپ کو نہیں کہہ رہا تھا۔'' شہریار کو فکر ہوئی کہ وہ ناراض ہو کر اٹھ کے نہ چلی جائیں، وہ اتنا بدتمیز بھی نہیں تھا۔

''بھابی بات تو مجھ سے ہی کر رہی تھیں۔'' شہریار کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے کیونکہ انہیں اور ان کی حور پری بیٹی کو اسی طرح بھڑکنا آتا تھا۔ حسنٰی سے تو اسے ویسے بھی چڑ ہوگئی تھی، حسین بیگم اس کا رشتہ لے کے گئی تھیں، جوان کی بیٹی نے انکار کر دیا تھا یہ کہہ کر۔

''ان کے سڑیل بیٹے سے شادی کرنے سے بہتر ہے، میں زہر کھالوں۔'' شہریار کو یہ بھی ارومہ نے بتایا تھا، وہ کسی شادی میں گئی تھی وہاں حسنٰی کسی سے کہہ رہی تھی جو ارومہ نے سن لیا تھا۔

''سوری چچی جان! اگر میری بات سے آپ ہرٹ ہوئی ہیں تو۔'' شہریار نے سوری بھی احسان کرنے کے انداز میں کہا تھا۔

''اچھا، اچھا ٹھیک ہے۔''

''بھابی! میں رابعہ باجی کی طرف جا رہی ہوں۔'' انہوں نے اپنی نند کا کہا جو قریب ہی رہتی تھیں۔

''نسرین! کھانا یہیں کھانا۔'' حسین بیگم نے کہا۔

''جی، جی۔'' وہ سر ہلا کے چلی گئی تھیں۔

''نسرین تو جان کو آجاتی ہے۔'' حسین بیگم تک ان سے ڈر اور دب کے رہ جاتی تھیں۔

''اماں! ہر ایک کے سامنے آپ میری باتیں نہیں کیا کریں اور کم از کم ان کے سامنے تو بالکل نہیں۔'' شہریار کو بہت غصہ آ رہا تھا۔

''ارے میں اسے جان کے بتاتی ہوں کیونکہ یہ ہمیں ایسے ہی سمجھتی ہے۔''

''سمجھتی رہیں اور ہاں اب بالکل بھی میرا رشتہ ان کی بد دماغ مغرور بیٹی کے لیے نہیں دیجئے گا۔'' شہر یار کو تو حسنیٰ سے اچھا خاصا بیر ہو گیا تھا۔

''چپ کرو، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔'' حسین بیگم کی آنکھوں پر تو لالچ کی پٹی بندھی تھی، کیونکہ حسنیٰ کو اس کی پھپھو نے بڑے لاڈوں سے پالا تھا اور ان کی اچھی خاصی جائیداد اور بینک بیلنس تھا۔ وہ جب بھی حسنیٰ کو رخصت کریں گی بہت کچھ دے کر ہی کریں گی اور وہ چاہتی تھیں کہ حسنیٰ کی شادی شہر یار سے ہی ہو۔

''دیکھا نہیں جائے گا جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کریں، اس لڑکی کو میں ایک منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتا، جو خود کو جانے کیا سمجھتی ہے۔'' اس نے غصے میں دانت پیسے۔

''تمہیں جہاں جانا ہے تم جاؤ، کیونکہ نسرین پھر یہیں آئے گی اور تمہارا پھر پارہ ہائی ہو جائے گا۔''

''اماں! مجھے تو یہ حیرانی ہے آپ کسی سے دبتی نہیں ہیں، یہ چچی جان سے کیسے دب گئیں؟''

''تمہیں نہیں پتہ۔''

''ٹھیک کہا آپ کے تو دماغ میں جو چلتا ہے وہ کسی کو پتہ چل بھی نہیں سکتا۔'' وہ طنز کرتا ہوا چلا گیا۔

''ذرا تمیز لحاظ نہیں ہے، اپنی ماں سے کیسے بات کر رہا ہے۔'' شہر یار اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا حسین بیگم نازیہ کے پاس کچن میں چلی گئی تھیں۔

❖❖---O---❖❖

راشدہ اپنی تینوں بیٹیوں کو یہیں چھوڑ گئی تھیں، جس پر طٰہٰ کو بہت غصہ آ رہا تھا، کرن مستقل کمپیوٹر پر بیٹھی رہتی تھی، اس کا نمبر ہی نہیں آتا تھا، نوشین کا زیادہ تر وقت کچن کے کاموں میں گزرتا، جو وہ زبردستی ہی کر رہی تھی۔ تاکہ کسی طرح بھی رضوانہ کو وہ اچھی لگنے لگے اور ضمران اس کے کھانوں کا دیوانہ ہو کر اس سے اپنی پسند کا اظہار کر دے۔

''انہیں کسی نے یہ نہیں بتایا جوان لڑکیوں کو یوں لڑکوں کے گھر میں چھوڑا نہیں جاتا۔'' طٰہٰ تو بہت ہی مشتعل ہو رہا تھا۔ گھر میں آزادی ختم ہو گئی تھی، ہر وقت ان لڑکیوں کا راج تھا۔

''ان کی ماں کو ہی اس بات کا احساس نہیں تو امی بھی کیا کر سکتی ہیں۔'' مزمل اور وہ رضوانہ کے کمرے میں بیٹھے تھے اور ضمران اپنی جاب سے اور آدم میڈیکل اسٹور سے واپس نہیں آیا تھا۔

''آہستہ بولا کرو، اگر سن لیا تو؟''

''کم بختیں سنتی بھی تو نہیں کہ برا مان کے چلی جائیں۔'' طٰہٰ نے برا سا منہ بنایا۔

''تمیز پکڑ لو، پتہ نہیں تم لوگوں کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔'' رضوانہ نے اسے سرزنش کرنے کے ساتھ اس کے سر پر تھپڑ لگایا۔

''امی! آپ بھی تو دیکھیں حد ہوتی ہے، ہفتے سے اوپر ہو گیا ہے جانے کا نام ہی نہیں ہے۔'' مزمل نے بھی کہا۔

''ہمارے کمرے کا باتھ روم یوز کرتی ہے کرن تو، اور اتنے بال پڑے ہوتے ہیں پورا گند مچا کے جاتی ہے، اسے پھپھو نے ذرا سلیقہ نہیں سکھایا۔''

''برداشت کر لو، چار چھ دن کی تو بات ہے۔''

''امی! رہنے دیں، پھپھو تو ہمیشہ کی کہانی کرنے کے چکر میں ہیں اور آپ آدم بھائی کو جانتی ہیں، وہ تو کسی طور

ایک کو بھی آنے نہیں دیں گے۔''

''اچھا، اچھا چپ کرو ابھی، یہ سب باتیں بعد کی ہیں، اور تم ان باتوں میں پڑو بھی نہیں۔ اتنے بڑے نہیں ہوئے ہو۔''

''آپ نے پتہ نہیں کیوں ہمیں ننھا بنا کے رکھا ہوا ہے۔'' مزمل کو غصہ آنے لگا۔

''کیا مطلب ہے تم سب کو سر پر بٹھالوں؟'' انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔

''آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہوتا ہے، سارے جہاں کی حمایت کرتی ہیں اگر نہیں کرتیں تو اپنے بیٹوں کی۔''

''مزمل! امی تو پھپھو کو بھی برا نہیں کہتی ہیں۔''

''امی، امی!'' ضمران کی تیز آواز پر سب چونک گئے۔

''کیا بات ہے؟'' نوشین پنک لائننگ کے پرنٹڈ کپڑوں میں اٹھلاتی ہوئی سامنے آ گئی، ضمران نے کڑوا سا ناگواری والا منہ بنایا۔

''تم امی ہو؟''

''ضمران! آپ تو ہر وقت ناراض ہی رہتے ہیں۔''

''یہ تمہارا وہم ہے۔'' وہ آگے بڑھ گیا، آفس سے واپسی پر وہ شہریار کی طرف چلا گیا تھا، وہاں سے پھر آدم کے اسٹور پر چلا گیا تھا، یہ بھی وہ نوشین سے بچنے کے لیے گیا تھا۔

''مجھ سے ٹھیک طرح تو بات کیا کریں۔''

''پلیز نوشین! میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں.... امی!'' اس نے پھر رضوانہ کو آواز دی، وہ دوڑی چلی آئی تھیں۔

''کیا ہو گیا؟''

''امی! مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، پلیز کھانا دے دیں۔'' ضمران بہت دنوں سے نوشین کو برداشت کر رہا تھا۔ راشدہ کے جاتے ہی اس نے نوشین کو لتاڑنا شروع کر دیا۔

''میں نے پلاؤ بنایا ہے۔''

''مجھے یہ بتا دو تم ہر وقت پکاتی ہی رہتی ہو؟'' ضمران نے گھورا۔

''کیوں آپ کو پسند نہیں آتا؟'' وہ پریشان ہو گئی۔

''ہمارے گھر کا راشن تم ختم کرنے کے چکر میں ہو؟''

''ضمران! تم نہا کر آؤ، میں کھانا نکالتی ہوں۔'' رضوانہ نے اسے اندر بھیجا۔ ضمران کا آج پہلی دفعہ موڈ خراب ہوا تھا۔ ورنہ وہ تو اتنے ٹھنڈے مزاج کا تھا، ابھی تک بھی راشدہ اور ان کی کسی بیٹی کو الٹا جواب نہیں دیا تھا۔

''امی! مجھے نہیں کھانا اس کے ہاتھ کا بنا کوئی بھی کھانا۔'' وہ نہا کر نکلا تھا اور تیز تیز بالوں میں برش چلا رہا تھا۔

''تم بھی آدم کی طرح کرنے لگے۔'' وہ ٹرے میں پلاؤ اور دیگر لوازمات سجائے لے آئی تھیں۔

''امی! میں صرف آپ کی وجہ سے لحاظ کرتا ہوں، ورنہ آپ جانتی ہیں اپنے بیٹوں کو۔'' برش ٹیبل پر رکھ کر وہ بیڈ پر بیٹھا، لوازمات دیکھ کر وہ بکھر گیا۔

''پلیز امی! ہماری عادتیں یہ روز مہنگے کھانے بنوا کے خراب نہیں کریں اور اگر پھپھو کی یہ بیٹیاں مہینہ بھر رہیں تو ہم دیوالیہ ہو جائیں گے۔''

''بری بات ہے بیٹا!'' انہوں نے آہستگی سے کہا۔

''مجھے نہیں کھانا یہ پلاؤ وغیرہ، کل سے آپ خود کھانا بنائیں۔'' وہ نوشین کی اتراہٹ سے اور اٹھلانے سے چڑنے لگا تھا۔

''میں زبردستی تو نکالنے سے رہی۔'' رضوانہ خود بھی ان لڑکیوں کا اپنے گھر قیام نہیں چاہتی تھیں، اور وہ محتاط رہنے والوں میں سے تھیں، بچے چھوٹے تھے، شوہر پاس نہیں ہوتا تھا وہ خود کو سنبھال کے رکھتی تھیں۔

''یہ پھپھو بھی پتہ نہیں کیسی ہیں۔'' وہ بری طرح بھنایا ہوا تھا۔

''اپنی جان نہیں جلاؤ، میں کرتی ہوں کچھ، تم چپ کر کے آرام سے کھانا کھاؤ۔'' انہوں نے ضمران کے سر پر ہاتھ پھیرا، انہوں نے اپنے بیٹوں کو بہت تمیزدار بنایا تھا۔ ان کی تربیت اچھی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

❖❖---○---❖❖
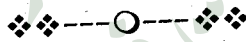
وہ سر پر دوپٹہ اوڑھے تیز تیز قدموں سے چلتی چلی آ رہی تھی، اگر ضمران ہارن نہیں دیتا تو ضرور ٹکر ہو جاتی۔

''اتنی تیزی میں محترمہ کدھر جا رہی ہیں، کہیں خودکشی کا ارادہ تو نہیں؟'' اس نے مسکرا کے اسے چھیڑا۔ وائٹ گھیردار فراک اور ٹراؤزر میں اس کی سادگی میں بھی اتنا حسن تھا، وہ چونک چونک جاتا تھا۔

''فضول بکواس کرنے کی بہت عادت ہے۔''

''کسے آپ کو یا مجھے؟'' وہ مضحکہ خیز لہجے میں اس کے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

''اونہہ....!'' اس نے قدم اٹھائے ہی تھے اس کی چپل سائیڈ سے نکل گئی، حباب کا شرمندگی سے سر نہیں اٹھا، وہ تو صرف چند منٹوں کے لیے نازیہ مامی کے پاس گئی تھی، انہیں اس سے کوئی کام تھا، ادھر اسے حسین بیگم کی باتوں نے زچ کر دیا تو بھنا کے اٹھ آئی تھی اور راستے میں اس کی ضمران سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی، جتنا وہ مردوں سے خائف تھی اتنا ہی ہر مرد اسے زچ کرنے کے چکر میں رہتا تھا۔

''کیا بات ہے آپ ہر وقت ناراض رہتی ہیں؟''

''مجھے آپ مردوں کی سمجھ نہیں آتی، جب لڑکی فری ہوتی ہے تو اسے خراب کریکٹر کا کہا جاتا ہے اور آپ مردوں کو کیوں چھوٹ حاصل ہے؟'' وہ تو آگ برسانے لگی، ضمران نے ہکا بکا ہو کر اس کی باتوں کو سنا جو دانت بھی پیس رہی تھی۔

''اے ہیلو میڈم! میں ایسا کچھ نہیں سمجھتا۔''

''اونہہ.... رہنے دیں۔'' وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتی آگے بڑھ گئی، کچھ ماں کی حرکتوں کی وجہ سے بھی، وہ بہت محتاط ہو گئی تھی۔ مردوں سے چڑنے لگی تھی جو ہر عورت کے پیچھے لگ جاتے ہیں، عمر کا بھی پاس نہیں رکھتے۔ اس کی ماں کے چکر میں کتنے ہی کم عمر مردوں کو دیکھا تھا، جب سے وہ خار کھاتی تھی۔

''دل کرتا ہے سب کو گولی سے اڑا دوں۔'' حباب گھر آ کر خوب تلملا رہی تھی، ضمران اسے کئی دفعہ مل چکا تھا

اور وہ اسے رخ بھی نہیں دیتی تھی، وہ پھر بھی اسے مخاطب ضرور کرتا تھا، حباب اپنی ماں کی وجہ سے بہت محتاط ہو کر رہتی تھی کہیں ماں کی طرح بیٹیوں کو بھی لوگ کہنے نہیں لگیں۔

''کسے اڑاؤ گی؟'' ارومہ اپنی پڑھائی پر آج کل توجہ دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

''یہ ساتھ والے لوگ.... ان کا بیٹا۔''

''ضمران بھائی؟'' ارومہ کو ان کے گھر کے ہر لڑکے کا نام پتہ تھا۔ وہ دو ایک دفعہ کسی کام سے گئی تھی۔

''تمہیں نام تک پتہ ہے؟'' حباب ہرا دھنیہ توڑنے میں مصروف تھی، وہ رات کے لیے قیمہ بنا رہی تھی۔ یہ امی نے اس سے کہا تھا اور خود پڑی ہوئی سو رہی تھیں۔

''بجلی کا بل ان کا ہمارے گھر ڈال دیا تھا، وہ دینے گئی تھی۔''

''ویسے حباب ایک بات بتاؤں ان کا گھر بہت صاف ستھرا اور پیارا ہے، ڈرائنگ روم بھی زبردست ہے، صوفہ سیٹ پڑے ہیں زیادہ کچھ پھیلاوا نہیں ہے، مگر اتنا سادہ سا بھی بہت اٹریکٹ کر رہا تھا۔'' ارومہ کو ان کا گھر بہت پسند آیا تھا۔

''تم بھی ہر ایک کے گھروں میں جھانکنے لگی ہو۔'' حباب نے ہرا دھنیہ اٹھا کے کچن میں کاؤنٹر پر رکھا۔

''ضمران بھائی کی امی بہت اچھی ہیں، ان کی پیاری عادت کی وجہ سے بیٹھ گئی تھی۔'' اس نے وضاحت دی۔

''آئندہ نہیں جانا ان کے گھر۔'' حباب نہیں چاہتی تھی کہ وہ آس پڑوس سے جان پہچان بھی رکھے۔

''میں کون سا ہر وقت جاتی ہوں۔'' اس نے بھی جھٹ کہا۔

''اگر ہماری امی ایسی نہیں ہوتیں تو ہم اتنا ڈر ڈر کے نہیں رہتے۔'' حباب نے افسردگی سے کہا، ارومہ نے تائیدی سر ہلایا۔ دونوں بہنیں جلتی اور کلستی ہی رہتی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

''کیوں جاتی ہو نیچے جب بھابی کام کر رہی ہوتی ہیں؟'' رفعت کو اس کا نیچے جانا برا لگتا تھا۔

''مما! آپ امی کو جانتی ہیں، وہ آوازیں کتنی دیتی ہیں اور پھر وہ مجھے ہر وقت یہی احساس دلاتی ہیں کہ میں ان کی بھی بیٹی ہوں۔'' حسنیٰ آرٹس کونسل کی تیاری کر رہی تھی، وہ پینٹنگ اور اسکیچ آرٹ بھی سیکھ رہی تھی، رفعت نے اس کے سارے ہی شوق پورے کیے تھے۔

''تمہارے ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں میری بچی!'' انہوں نے حسنیٰ کے بھرے بھرے سرخ و سپید ہاتھوں کو پیار سے چوما، ان کی نگاہیں اسے دیکھتے نہیں تھکتی تھیں، انہوں نے اسے دل سے لگا کے پالا تھا۔

''مجھے بھابی کی اسی بات پر غصہ آتا ہے، جب پیدا ہوئی تو پیار سے نہیں رکھا گیا، اور حق جتانے کے لیے آ جاتا ہے، وہ بھی ماں ہیں۔''

''مما! فضول بحث ہے اور آپ جانتی ہیں امی سے کوئی بھی خاندان کا فرد نہیں جیت سکتا حتیٰ کہ حسین بھائی تک۔'' وہ اسکائی بلیو کاٹن کا اسٹائلش سوٹ اور اس پر خوبصورت سا بیگ لٹکائے جانے کو تیار تھی، شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں جکڑا ہوا تھا، اس کے لیے رفعت نے ڈرائیور رکھا ہوا تھا۔

''مما! مجھے کچھ کلر وغیرہ لینا تھے پیسے چاہیے تھے۔''
''ارے تم اس وقت بول رہی ہو؟'' رفعت جھٹ الماری کی طرف بڑھی تھیں۔حسنٰی ان کا دھیان بٹانے میں کامیاب ہوگئی تھی، ورنہ رفعت امی کے پیچھے ہی پڑی رہتی۔
''دس ہزار روپے ہیں۔''
''ٹھیک ہیں؟'' حسنٰی نے لفافہ بیگ میں رکھا۔
''حسنٰی! کسی دن بیوٹی پارلر بھی چلی جاؤ، تمہاری آئی برو دیکھو کتنی بڑھ گئی ہیں۔'' رفعت اس کی ہر چیز کا بہت خیال رکھتی تھیں اور حسنٰی ان چیزوں کی طرف دھیان ہی نہیں دیتی تھی۔
''مما! آپ کو اسی بات کی فکر رہتی ہے۔'' وہ مسکرائی۔
''میں چاہتی ہوں تم سب سے پیاری لگو جبکہ تم ہو پیاری، مگر میں تمہیں ہر وقت ٹک سک سے تیار دیکھنا چاہتی ہوں۔'' حسنٰی کی سرخ وسپید رنگت دور سے ہی چمکتی تھی۔
''آپ جانتی ہیں میں پہلے ہی اتنی خوبصورت ہوں، خاندان کی ساری لڑکیاں مجھے دیکھ کر رشک کرتی ہیں اور آپ بینا باجی کو ہی دیکھ لیں، میری ہر چیز کی نقل کرتی ہیں۔'' حسنٰی کو تو فخر ہی ہوتا تھا جب بینا اس کی کوئی بھی چیز دیکھ کر اپناتی تھیں۔
''ان کا دل دیکھیں کتنا جوان ہے چوتھی شادی کے چکر میں ہیں۔''
''جیسی ماں ویسی بیٹی، حسین بیگم نے کم غضب ڈھائے ہیں، وہ تو بیٹے جوان ہوئے ہیں تو تھک کے بیٹھی ہیں۔'' رفعت کو ان کے سارے ہی گن پتہ تھے۔
''وہ ان کا نک چڑھا بھائی شہریار....وہ تو بہت دبا کے رکھنا چاہتا ہے، مگر بینا باجی کہاں کسی کے قابو آتی ہیں۔'' حسنٰی نے جانے کے لیے اپنا بیگ اٹھایا۔
''ویسے شہریار ٹھیک کرتا ہے۔''
''لیکن کوئی فائدہ نہیں، وہ کرتی اپنی ہی ہیں۔'' خوبصورت سی سینڈل کو اپنے نرم و نازک پاؤں میں ڈالا اور رفعت کو پیار کرتی ہوئی وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی۔ دو بجے سے چار بجے تک اس کی کلاس ہوتی تھی۔اس کا کورس بھی تقریباً پورا ہو ہی گیا تھا، آخری ٹیسٹ اس کے چل رہے تھے۔

❖❖---O---❖❖

''نوین کو آدم کی کوئی بات ایسی بری لگی کہ وہ تینوں بہنیں چلی گئی تھیں، مگر ان کے جانے کے بعد رضوانہ نے اسے خوب خوب ڈانٹا تھا۔آدم کو ان کی یہ ڈانٹ بھی برداشت تھی کم ازکم وہ بلائیں چلی تو گئی تھیں۔
''حد ہوتی ہے ہر بات کی، جم کے بیٹھ گئی تھیں۔'' آدم ایک بڑے صوفے پر سر رکھے لیٹا تھا چاروں بھائی لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔رضوانہ مغرب کی نماز پڑھ کے وہیں چلی آئی تھیں۔
''وہ گھر جا کر راشدہ سے بولی ہوں گی۔''
''امی! آپ بےفکر رہیں، پھپھو اور ان کی بیٹیوں کو برا بھی نہیں لگتا ہے۔ دیکھئے گا اگلے مہینے پھر آجائیں گی۔''

مزمل سب کے لیے چائے بنا کے لے آیا تھا، آج بہت دن بعد یوں سب جمع ہو کر بیٹھے تھے۔ آدم جلدی ہی اس
سے آ گیا تھا۔ ایک ورکر بھی اس نے ساتھ رکھ لیا تھا۔ رات بارہ بجے تک وہ بیٹھتا تھا۔

''امی! بہت دن سے ابو نے چکر نہیں لگایا؟'' طٰہٰ کو یکدم یاد آیا۔

''پھپھو کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ہے۔'' مزمل نے بھی لقمہ دیا۔

''تم سب عزت سے بات کیا کرو، تمہارے باپ ہیں۔'' رضوانہ نے سرزنش کی۔

''امی! ابو نے کبھی آپ کو اہمیت نہیں دی، محنت مزدوری آپ نے کی اور عزت سے بات کریں۔'' طٰہٰ نے کہا

''امی! ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' ضمران نے بھی تائید کی۔

''پھر وہ یہاں کیوں نہیں رہتے ہیں؟'' طٰہٰ جز بز ہو گیا۔

''ان کی مرضی جہاں بھی رہیں۔'' رضوانہ کے دل میں ہوک سی اُٹھی تھی۔ ان کے شوہر نے کبھی اہمیت ہی نہ
دی تھی۔ رضوانہ نے محنت مزدوری میں وقت گزارا اور ان کے شوہر نے سوائے ادھر ادھر پھرنے کے کچھ نہیں کیا
رضوانہ نے پھر بھی اپنے بچوں سے ان کی عزت ہی کروائی تھی۔

''امی! آپ کسی دن خود بات کریں ابو سے کہ وہ یہاں آ کر رہیں۔'' ضمران نے کہا۔

''کئی دفعہ کہہ چکی ہوں، ہر دفعہ یہی جواب، میری مرضی جہاں بھی رہوں۔'' انہوں نے افسردگی سے سر
بھری۔ جب سے شادی ہوئی تھی، صرف ایک سال ہی سکون کا گزرا ہوگا، شکیل احمد کی قلعی کھل کر سامنے آ گئی
رضوانہ کو ان کے بھائی نے شادی پر بہت کچھ دیا تھا، وہ سب شکیل احمد نے ایک ایک کر کے بیچ دیا تھا، صرف
چھپانے کے لیے جگہ ساس نے دے رکھی تھی۔ اس پر بھی وہ بجلی گیس وغیرہ کا بل رضوانہ سے لیتی تھیں۔ شکیل
ان تمام ذمے داریوں سے بری الذمہ تھے، انہیں تو بیٹوں کی پیدائش نے بھی بالکل نہیں بدلا تھا۔

''پتہ نہیں ابو، امی سے جھڑک کے بات کیوں کرتے ہیں؟'' مزمل کو بہت افسوس ہوتا تھا۔

''یہ سب راشدہ پھپھو کی مہربانی ہے، شروع سے ابو کے کان بھرتی رہی ہیں اور انہیں گھر پر بھی رکھا ہوا
اسی لیے کہ ان کی بیٹیاں اس گھر میں آ جائیں۔'' طٰہٰ نے کہا۔

''اچھا، اچھا بس کرو، تم لوگ تو گھوم پھر کے راشدہ کی طرف آ جاتے ہو۔'' رضوانہ کو وہی روز کی باتیں بے
کرنے لگی تھیں۔

''کیا کریں ان کی باتیں ہی ایسی ہیں، آنا تو پڑتا ہے۔'' مزمل گویا ہوا۔

''ضمران! تمہارا بھی ذرا ان بھائیوں پر رعب نہیں ہے۔'' رضوانہ نے چائے کے خالی کپ سمیٹنا شروع کے

''مجھ سے رعب رکھا بھی نہیں جا سکتا۔'' وہ مسکرایا۔

''سارا رعب اور اکڑ آدم میں آ گئی ہے۔'' رضوانہ نے آدم کو دیکھا جو راشدہ کے ذکر میں بہت بگڑتا تھا۔

''کہاں امی!'' آدم جھینپ گیا۔

''امی! ایسا نہیں کریں، نوین کی اور آدم کی بات طے کر دیں؟''

''بھائی! کیوں مجھے جلتے توے پر بٹھاتے ہیں، منہ سے میرے پھر نکلے گا۔'' آدم نے ضمران کی شرارت
مان کے کہا۔

''ویسے آدم بھائی! پھپھو سے ایسے ہی بدلے لیے جاسکتے ہیں۔'' مزمل کے دماغ نے نیا ہی سوچا۔
''زیادہ فضول گوئی نہیں۔'' رضوانہ نے ان لوگوں کو ڈانٹا۔
''امی! مزمل ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔'' آدم تو ویسے ہی راشدہ سے سب سے زیادہ خار کھاتا تھا۔
''ایسا سوچتے اور بولتے ہوئے شرم تو بالکل نہیں آتی؟''
''جب انہیں اپنی بیٹیاں یہاں چھوڑتے ہوئے شرم نہیں آتی، ہمیں بھی ایسی بات کرتے ہوئے بالکل بھی شرم نہیں آتی۔'' اس نے پھر کہا۔
''میں تو تم سب کی عقلوں اور باتوں سے پریشان ہوگئی ہوں۔'' رضوانہ تاسف سے گویا ہوئیں۔ وہ جانتی تھیں ان کے بیٹے فرمانبردار ہیں، وہ جس سے چاہیں گی نکاح پڑھوا دیں وہ منع بھی نہیں کریں گے مگر وہ اپنی ممتا کا ناجائز فائدہ بھی نہیں اٹھانا چاہتی تھیں۔ اپنے بیٹوں کی اچھی تربیت میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔
''امی! نوین کے لیے کب بات کریں گی؟'' آدم نے شوخی سے انہیں چھیڑنے کے لیے ہی کہا۔
''مجھ سے زیادہ مذاق کرنے کی کوشش نہیں کرنا ورنہ سچ مچ ہی بات کرلوں گی۔'' انہوں نے گویا وارننگ دی، وہ سنجیدہ بھی لگ رہی تھیں۔
''آدم! چپ کر جاؤ، مجھے امی سنجیدہ ہی لگ رہی ہیں۔'' ضمران نے اسے ڈرایا۔ وہ سر ہلا کر رہ گیا، رضوانہ نے اپنی ہنسی کو لب بھینچ کے دبایا۔ وہ اپنے بچوں کی دوست بھی تھیں اور ماں بھی تھیں، بچے ان کی عزت وقدر جان سے بڑھ کر کرتے تھے۔

❖❖---O---❖❖

وہ جلدی جلدی تیار ہوکر کمرے سے نکلا۔ بینا کو دیکھ کر تو اس کے دماغ میں آگ ہی لگ گئی۔ فٹنگ کے کپڑے اس پر گلے میں پڑا دوپٹہ اور شانے میں پھنسا ہوا پرس، میک اپ سے تو عاری ان کا چہرہ کبھی ہوتا ہی نہیں تھا۔
''بینا باجی! کچھ تو شرم لحاظ کرلیا کرو بھائیوں کو دیکھ کر۔'' شہریار اسے ٹوکے بغیر کبھی نہیں رہتا تھا۔ بینا نے برا سا منہ بنایا، وہ حسین بیگم کو کمیٹی کے پیسے دینے آئی تھیں۔
''تم بھی شرم لحاظ کرلیا کرو، تمہاری بڑی بہن ہوں۔'' انہوں نے غصے میں تیز لہجے میں احساس دلایا۔
''آپ کے یہ انداز، ہماری تو نگاہ شرم سے جھک جاتی ہے اور ہاں! آپ اس دن آدم کو روک کے کیا کہہ رہی تھیں؟'' شہریار کو یاد آیا، جب آدم ان کے اوپری پورشن میں مقیم ارشد سے ملنے آیا تھا۔ اس نے سیڑھیوں پر دونوں کو دیکھ لیا تھا۔
''کون آدم؟'' وہ انجان بننے لگیں۔
''بینا باجی! انجان نہیں بنا کریں۔'' وائٹ کاٹن کے قمیض شلوار میں ملبوس شہریار کا اونچا لمبا قد نمایاں ہورہا تھا۔
''اماں! اسے کبھی تو سمجھا لیا کریں، ہر وقت روک ٹوک کرتا رہتا ہے۔'' انہوں نے شکایت کی۔
''آپ صرف اماں کی شہہ کی وجہ سے اتنا بگڑی ہیں، جو بیٹیوں تک پر ذرا توجہ نہیں دیتی ہیں، پورے خاندان میں ناک کٹوا کے رکھی ہوئی ہے۔'' شہریار کو اپنی اس بہن کی دل پھینک عادت سے سخت چڑ تھی۔

''تم ماموں ہو، تم ہی توجہ دے لیا کرو۔'' وہ جھٹ ٹکا سا جواب دے کر جانے لگیں۔
''بینا باجی! دوپٹہ تو کھول کر اوڑھ لیا کریں۔'' اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔
''مجھے کبھی ابا جی نے ٹوکا نہیں تم کون ہوتے ہو؟'' انہوں نے تیز لہجے میں ناگواری سے مڑ کے کہا۔
''آپ نے کبھی کسی کی سنی ہی کب ہے۔''
''شہریار! کیا پیچھے پڑ گیا ہے، چھوڑ بھی دے جانے دے۔'' حسین بیگم ان دونوں کی تکرار سے گھبرا گئیں کہ کہیں دونوں میں دوبارہ جھگڑا نہ ہو جائے۔
''اماں! آپ پتہ نہیں کیوں انہیں کچھ نہیں کہتی ہیں۔ واہی تباہی ادھر ادھر پھرتی رہتی ہیں۔ گھر میں جوان بچیاں ہیں ان پر توجہ دیا کریں۔'' اسے تو بہت ہی غصہ آ رہا تھا۔
''نہیں سنتی تو کیا کروں، کمیٹی کے پیسے دینے آئی تھی۔'' انہوں نے ساتھ توجیہہ پیش کی۔
''آپ دیکھ لیجئے گا سیدھی گھر تھوڑی گئی ہوں گی۔'' شہریار، بینا کو اچھی طرح جانتا تھا، وہ گھر میں کم ہی ٹکتی تھیں۔
''اسے چھوڑ اپنے کام سے جا رہا تھا تُو جا۔''
''باتیں تو لوگ آپ کے متعلق بھی کرتے ہیں۔''
''ہاں ماں کے پیچھے پڑ جا، سنی سنائی باتوں پر کان دھر لیا کرو، اور ماں بہن کو برا بھلا کہہ دیا کرو۔'' حسین بیگم کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔ وہ شہریار کے غصے سے بہت پریشان تھیں، چاہتی بھی یہی تھیں وہ جلد سے جلد کینیڈا چلا جائے۔
''میں کب کہتا ہوں لوگوں کی کہہ رہا ہوں۔'' اس نے فریج سے بائیک کی چابی اٹھائی۔
''لوگوں کو تو بکنے کی عادت ہے۔'' وہ تو سلگ کے رہ گئی تھیں۔ شہریار تیزی سے نکل گیا تھا، وہ پہلے بینا کے گھر جانا چاہتا تھا کہ دیکھے تو بینا گھر پر ہے بھی یا نہیں۔
''او... واؤ! شہریار ماموں آئے ہیں۔'' ارومہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی۔
''تمہاری ماں کدھر ہے؟'' شہریار کی متلاشی اور تفتیشی نگاہیں پورے گھر کا جائزہ لینے لگی تھیں۔
''امی تو اندر ہیں۔'' حباب نے بتایا۔
''اوہ.... امیزنگ''۔ وہ حیران رہ گیا۔ یا تو بینا خود بڑی ہوشیار تھیں، وہ جانتی تھیں شہریار گھر سے نکلنے کے بعد اس کی طرف ضرور چکر لگائے گا۔
''آ گئے میری خبر لینے؟'' بینا کو شہریار کا یوں پوچھنا آگ لگا گیا۔
''آپ سیدھی طرح گھر میں رہا کریں، ان بچیوں کو دیکھیں سارا دن اکیلی رہتی تھیں۔ حباب تو پڑھائی چھوڑ کے بیٹھ گئی ہے اور یہ ارومہ بھی پڑھائی سے بھاگ رہی ہے۔'' اس نے نرم لہجے میں بینا کو سمجھانے کی کوشش کی۔
''یہ دونوں خود نکمی ہیں میں تو چاہتی ہوں یہ پڑھ لیں۔'' بینا نے برے برے منہ بناتی ارومہ کو دیکھا۔
''شہریار ماموں! امی خود گھر سے چلی جاتی ہیں۔'' ارومہ کو موقع ملا تھا بینا کی شکایت کرنے کا۔
''چھوٹی چپ کر۔''
''بینا باجی! کیا ہو گیا ہے، یہ ٹھیک کہہ رہی ہے، آپ کم ہی ہوتی ہیں گھر پر، یہ خاک کالج جائیں گی؟'' اس

بھی ارومہ کی بات کی تائید کی۔

''دونوں ماموں کی چچیاں ہیں۔'' وہ تو بدمزا ہی ہوگئی تھیں۔

''حباب! تم پھر سے اپنی پڑھائی اسٹارٹ کرو۔''

''مجھ سے نہیں پڑھا جاتا۔'' حباب نے بے زاری سے معذوری ظاہر کی۔

''بینا باجی! یہ سب آپ کی وجہ سے بے زار ہیں، کچھ توجہ دے لیں۔'' بینا نے ہمیشہ کی طرح اس کی باتوں کو ذرا بھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ وہ بھی اکتا کے بے زاری سے چلا گیا، جبکہ ارومہ اور حباب نے اسے بہت روکا تھا۔

❖❖---O---❖❖

حسین بیگم اپنا جیولری باکس کھولے بیٹھی تھیں، ان کے پاس سونے کی جیولری بہت تھی۔ ہر وقت ہاتھوں میں دو موٹے کنگن پڑے رہتے تھے، گلے میں بڑا سا لاکٹ جس کی چین تک کافی موٹی اور بڑی تھی۔ اکرام جب دبئ میں تھا وہ آتی جاتی رہتی تھیں۔ کام بھی کیا تھا وہاں کی جیولری یہاں لاکر بیچتی تھیں اور پھر ہر سال بمبئی بھی جانا ہوتا رہتا تھا، یہاں سے ڈھیروں کاٹن کے سوٹ لے جا کر وہاں بیچتی تھیں، ان کا میکہ ممبئی کا تھا، ماموں، خالاؤں کے پاس چلی جاتی تھیں۔ دو بہنیں تھیں وہ بھی پاکستان میں تھیں، بھائی ایک تھا جو ان سے ملتا نہیں تھا۔ ان کے والد نے دوسری شادی کی تھی، جس سے ایک بیٹا ہوا تھا۔ حسین بیگم بہت خوش ہوئی تھیں، مگر سوتیلی ماں نے کبھی حسین بیگم اور ان سے چھوٹی بہن رانی کو بیٹی سمجھا ہی نہیں یا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہایت کم عمر تھیں، رانی سے بھی چھوٹی پھر وہ بیٹے کی پیدائش کے بعد ہی چل بسی تھیں۔ حسین بیگم کو اپنی خوبصورتی پر بہت زعم تھا، جب ہی تو ممبئی میں فلم لائن جوائن کرنے چلی تھیں اور جانے کے لیے اسمٰعیل سے ٹکرا گئیں۔ وہ ان دنوں انڈیا گئے ہوئے تھے، حسین بیگم کو تو ویسے بھی دولت ہی اٹریکٹ کرتی تھی۔ پھر فلم میں جانے کا جنون سوار تھا، اسمٰعیل احمد کی فلم انڈسٹری میں کچھ واقفیت تھی۔ حسین بیگم نے ایسا کچھ کیا کہ وہ ان کے دیوانے ہوگئے۔ شادی ہوکر حسین بیگم پاکستان آ گئیں، اسمٰعیل احمد نے انہیں فلم لائن تو کیا باہر تک نکلنے نہیں دیا اور پھر جب بچے جوان ہوئے، اکرام کی شادی کے دو سال بعد اسمٰعیل احمد کا انتقال ہوگیا، پھر کیا حسین بیگم کو موقع مل گیا اور وہ سارے جہان میں گھومتی پھرتی تھیں، حسن بھی بہت تھا، اور پیسہ بھی انہیں اسی بات کا زعم زیادہ تھا۔

''اماں! اس عمر میں اتنا زیور پہننا اچھا تو نہیں لگتا۔'' شہریار جانے کہاں سے یکدم ہی وارد ہوگیا۔ وہ تو ہڑبڑا ہی گئیں، لکڑی کا خوبصورت سا جیولری باکس پھسل گیا۔

''شہریار! کبھی تو اپنی ماں کو بخش دیا کر۔'' وہ تو غصے میں آ گئیں، باکس اٹھا کے الماری میں رکھنے چلی گئیں۔

''آپ خود سوچیئے اتنی جیولری اس عمر میں کوئی اچھی لگتی ہے؟ سارا زیور بانٹ کر اپنی جان عذاب سے نکالیں۔'' وہ ان کے بیڈ پر ڈھیلے سے انداز میں دراز ہوگیا۔

''کیا مطلب.... بانٹ کر، کسے بانٹ دوں؟'' انہوں نے تیوریاں سکیڑیں اور اسے گھورنے لگیں۔ شہریار کی ہر وقت کی روکا ٹوکی اور ہر معاملے میں بولنے کی عادت سے انہیں سخت چڑ ہونے لگی تھی۔

''مطلب بینا باجی اور اکرام بھائی کی بچیوں کو دے دیں، ان کے کام آ جائیں۔''

''تُو تو اپنی ماں کا پتہ نہیں کیوں دشمن بنا رہتا ہے۔''
''اس میں دشمن کی کیا بات ہے، یہ نہیں سوچتیں سارا خاندان کیسی باتیں کرتا ہے، مجھے بہت غصہ آتا ہے۔''
''اس خاندان نے ہمیں دیا ہی کیا ہے، سوائے باتیں بنانے کے آتا ہی کیا ہے؟'' حسین بیگم کی خاندان کے لوگوں سے کبھی بنی ہی نہیں تھی، کچھ حسین کا رعب تھا یا پھر اسمٰعیل احمد نے ان سے پسند سے شادی کی تھی تو وہ دبی ہی رہتی تھیں۔ ان کی ساس تک نے تو بہو کو قبول نہیں کیا تھا، ساس سے وہ ڈرتی بھی بہت تھیں۔
''خاندان کے لوگ باتیں بھی جب ہی بناتے ہیں جب دیکھتے ہیں کچھ۔'' اس نے ان پر طنز کیا۔
''پتہ نہیں کیسا میرا بیٹا ہے، ماں پر طنز ہی کرتا رہتا ہے۔'' وہ ناراضی سے پیچھے ہو کر بیٹھ گئی تھیں، شہریار کو کسی کی پرواہ نہیں تھی وہ ان کی ہر غلط بات پر روکا ٹوکی کرتا رہتا تھا۔
''آپ یہ اپنی تصویر کمرے سے ہٹائیے، اچھا نہیں لگتا ہے لوگوں کی نگاہیں پڑتی ہیں۔''
''شہریار! مجھے یہ بتا دے تیری ماں اتنی بری ہے کہ تجھے اس کی تصویر تک بری لگتی ہے؟''
''مجھے آپ بری نہیں لگتی ہیں، مجھے آپ کی یہ تصویر یہاں اچھی نہیں لگتی ہے۔'' وہ ذرا سنبھل کے گویا ہوا۔
''تم زیادہ گھریلو جھگڑوں میں نہیں پڑو، کون کیا کر رہا ہے، کیسا لگ رہا ہے؟'' انہوں نے شہریار کو سرزنش کی۔
''میں ہر غلط بات پر ضرور بولوں گا، پتہ نہیں اماں! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔
''میں بالکل ٹھیک باتیں کرتی ہوں۔ دماغ تمہارا ہر وقت خراب رہتا ہے۔'' انہیں اس پر کبھی کبھی بہت غصہ آتا۔
''دعا کریں کینیڈا چلا جاؤں، پھر آپ کو اور بینا باجی کو بالکل آزادی ہوگی۔'' اس نے طنزیہ کہا۔
''شہریار! میں تیری ماں ہوں۔ میں ڈر کے نہیں رہتی، تم اولادوں سے۔'' وہ تیز لہجے میں گویا ہوئیں۔
''کون کہہ رہا ہے آپ ڈر کے رہیں، مگر کوئی بھی غلط اور فضول باتوں کو میں برداشت نہیں کروں گا، کیونکہ آپ کو تو اطراف کا ذرا بھی خیال نہیں۔'' شہریار کو اکثر ان کی وجہ سے شرمندگی سی ہوتی تھی۔
''تجھ میں تو تیری دادی کی روح آگئی ہے۔ انہوں نے بھی ساری زندگی مجھے سکھ سے نہیں رہنے دیا۔'' وہ بے زاری سے گویا ہوئیں۔
''دادی جان بالکل صحیح خاتون تھیں، کم از کم سب ان سے ڈر کے تو رہتے تھے۔'' شہریار کو اپنی دادی کا اس دنیا سے جانے کا سب سے زیادہ غم ہوا تھا جبکہ حسین بیگم کی تو جان میں جان آئی تھی۔ ان کی ساس نے کبھی ان سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کی۔ ایک شہریار ہی تھا جو ان سے لگا رہتا تھا، حتیٰ کہ ان کی ساس نے اسمٰعیل احمد کو بھی معاف نہیں کیا تھا جو اپنی مرضی اور پسند سے حسین بیگم سے شادی کر کے لے آئے تھے۔

❖❖---○---❖❖

رضوانہ نے صبح سے واشنگ مشین لگائی ہوئی تھی، مگر اس لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ان کے سارے کپڑے ایسے ہی پڑے تھے۔ کھانا وغیرہ انہوں نے تیار کر لیا تھا، مگر لائٹ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ دوپہر میں طٰہٰ اور مزمل ہی ہوتے تھے، ضمران اور آدم مغرب کے بعد آتے تھے۔ سالن وہ دن میں ہی تیار کر لیتی تھیں۔

''مزمل! تم میرے ساتھ امی کی طرف چلو۔'' انہوں نے کپڑے ادھورے چھوڑتے جانے کی تیاری کرنی شروع کردی، ان کی ساس نے بلوایا تھا جانے کیا کام تھا جوان کی یاد آ گئی تھی۔
''مجھے نہیں لے کے جایا کریں۔'' وہ سخت چڑتا تھا۔
''میں کیا پھر اکیلی چلی جاؤں؟'' وہ سنجیدہ سے لہجے میں بولی تھیں اکیلی جانے پر ضمران بہت ناراض ہوتا تھا۔
''آپ کو ایک دم سے جانے کا کیوں خیال آ گیا؟'' وہ اپنے لیے کھانا ٹرے میں لے کے لاؤنج میں آ گیا تھا۔
''انہیں کچھ کام ہے۔''
''ان کے کام سب پتہ ہیں، یہ تائی امی اور پھپھو دونوں ملی رہتی ہیں۔''
''میں نے تم سے جو کہا ہے وہ سنو! کھانا کھا کے تیار ہو جاؤ، مجھے ضروری جانا ہے۔'' انہوں نے ذرا ڈپٹ کے کہا۔
''آپ آدم بھائی کو لے کے چلی جایئے گا۔''
''تم بھائیوں کو جانے کیوں اتنی ضد سوار ہو جاتی ہے۔'' رضوانہ نے اسے ذرا درشت لہجے میں کہا۔
''امی! آپ جانتی ہیں ہم ان کے گھر جانا ذرا پسند نہیں کرتے ہیں۔''
''تم سے پسند ناپسند کوئی نہیں پوچھ رہا۔ سیدھی طرح تیار ہو جاؤ، میں مشین دھو کر تیار ہوتی ہوں۔'' وہ اسے حکمیہ انداز میں کہہ کر کوریڈور کی سمت بڑھ گئیں جہاں مشین رکھی تھی۔
مزمل منہ بناتا ہوا تیار ہوا تھا۔ اس وقت طٰہٰ آ گیا تھا، اسے گھر میں رکنے کا کہا تھا۔ رضوانہ اپنی ساس کو بڑے ادب واحترام سے سلام دعا کرتی تھیں، حالانکہ ان کا سلوک شروع سے رضوانہ کے ساتھ ذرا اچھا نہیں تھا، ہر وقت اپنے بیٹے کی خوبصورتی کے ہی قصیدے پڑھتی رہتی تھیں، اور انہیں ہمیشہ یہی کہتی تھیں۔
''شکر کرو تمہارا شوہر خوبصورت ہے ورنہ تو لوگ خوبصورت بیٹے کے لیے خوبصورت بہو تلاش کرتے ہیں۔'' ان کی ساس احسان کرنے والے انداز میں انہیں جتاتی تھیں۔ انہیں ہمیشہ اسی کا گھمنڈ تھا ان سے، بیٹا خوبصورت تھا تو کیا ہوا، نکما بھی تو تھا، ہر وقت گھر میں ہی پڑا رہتا تھا۔
''رضوانہ! تم نے ضمران کے لیے کچھ کیا بھی ہے یا نہیں؟'' وہ ان سے تیز لہجے میں مخاطب تھیں۔ رضوانہ کی جیٹھانی اپنے لیے ناشتہ وغیرہ لے کے آئی تھیں، جو مزمل [illegible] بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا، جیٹھانی کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔
''جی میں سمجھی نہیں۔'' وہ انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگیں۔ مزمل کی استفہامیہ نگاہیں اٹھی تھیں وہ موبائل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے کان اپنی دادی اور امی کی باتوں پر بھی لگے تھے۔
''ارے میں اس کی شادی کی بات کر رہی ہوں۔ ماشاء اللہ برسر روزگار ہے کہیں بات وات تو نہیں چلائی ہے؟'' رضوانہ پہلو بدل کے رہ گئیں وہ انہیں کیا جواب دیتیں؟
''اگر تمہارا کچھ ایسا ویسا ارادہ ہو تو ترک کردو، راشدہ کی نوشین اور نوین کے لیے میں نے اس سے بات کر لی ہے، ضمران اور آدم کے لیے یہ لڑکیاں ٹھیک رہیں گی۔'' انہوں نے گویا اپنا فیصلہ دے دیا۔
''ضمران اور آدم ابھی شادی وغیرہ کو منع کر رہے ہیں، میں نے کہیں بات وات اسی لیے نہیں چلائی ہے۔''

انہوں نے اپنی ساس کو صاف جواب دیا۔
''اچھا کیا نہیں چلائی، شادی اتنی جلدی راشدہ بھی نہیں کرے گی، دو سال تک کا کہہ دو جب تک لڑکوں کا ذ
بھی بن جائے گا، تم کوئی اچھا سا دن دیکھ کر دونوں کی بات پکی کرنے کا دن رکھ لو۔'' وہ تو مکمل تیاری کیے بیٹھی تھیں
''امی! میں پہلے ان دونوں کو پوچھ لوں؟''
''ان سے کیوں پوچھتی ہو، بتا دو، اتنا اختیار تو ہے تمہارا، ان کے رشتے پکے کر دو۔'' وہ ابھی بھی رضوانہ اور
کے بچوں کو کوئی اہمیت نہیں دے رہی تھیں۔
''ان کے رشتے ان کی مرضی سے پوچھ کے کروں گی، اپنی مرضی سے کوئی بھی جواب نہیں دے سکتی۔'' آ
پہلی دفعہ ہمت کر کے انہوں نے اپنی ساس کو جواب دیا تھا۔
''رضوانہ! تم کچھ اپنے بیٹوں پر گھمنڈ نہیں کرنے لگی ہو؟'' انہیں جیسے رضوانہ کا جواب پسند نہیں آیا تھا۔ مزمل
پیچ و تاب کھا رہا تھا، اس کا دل کر رہا تھا اپنی دادی کو اچھی طرح سنا کے واضح جواب دے مگر رضوانہ کے ڈر کی
سے چپ تھا۔
''امی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ جز بز ہو گئیں۔
''مجھے ایسی ہی بات لگ رہی ہے۔ میں تو بھلے کے لیے ہی کہہ رہی ہوں۔ گھر کی لڑکیاں ہیں گھر کے لڑ
نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ پھر گھر کی لڑکیاں ہی تمہارے ساتھ گزارہ بھی کر سکتی ہیں۔'' وہ ان سے ایسے ب
رہی تھیں جیسے رضوانہ بہت تیز و طرار ہوں۔
''آپ کی بات بھی ٹھیک ہے۔''
''رضوانہ! امی بات بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، نوشین اور نوین سگھڑ لڑکیاں ہیں۔'' جیٹھانی بھی طرف دا
کرنے بیٹھ گئی تھیں، اور وہ سر جھکائے سنتی رہی تھیں۔
''میں ضمران سے پوچھ کر ہی جواب دوں گی۔'' اس دفعہ وہ دب کے بات کرنا نہیں چاہ رہی تھیں مگر وہ سا
تھیں ان کا لحاظ و ادب وہ شروع سے ہی کرتی تھیں۔

❖❖---○---❖❖
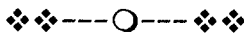
وہ لیٹی ہوئی ٹی وی دیکھ رہی تھی اور رفعت لقمے اس کے منہ میں دے رہی تھیں، حسنیٰ کی ساری عادتیں انہو
نے ہی بگاڑی تھیں۔
''مما! بس بھی کریں میرا پیٹ بھر گیا ہے۔'' وہ بے زاری سے بولی تھی، چینلز سرچ کیے جا رہی تھی۔
''تھوڑا سا سالن رہ گیا ہے اسے ختم کرو۔'' وہ تو بالکل اسے بچوں کی طرح ہی رکھے ہوئے تھیں۔
''پلیز مما! نہیں کھایا جا رہا۔'' اٹھ کر بیٹھ گئی۔ لان کے ریڈ پرنٹڈ سوٹ میں اس کی سرخ و سپید رنگت دمک ر
تھی، بڑی بڑی گرین آنکھیں یہ بھی اس کے ابو کی تھیں، تینوں بہن بھائیوں کی آنکھیں گرین تھیں۔
''حسنی! نسرین بھابی تمہیں کئی دفعہ بلا چکی ہیں تم سو رہی تھیں۔''
''امی کیوں بلا رہی ہیں؟'' وہ کھڑی ہوئی۔

''دیکھو! کوئی کام بھی نہیں کرنا تمہارے ہاتھ پھر خراب ہو جائیں گے۔'' رفعت اس کے لیے ہر وقت فکرمند رہتی تھیں۔

''آپ جانتی ہیں امی کو اگر میں کسی کام کو منع کروں گی وہ بہت غصہ ہوتی ہیں۔ مجھے باتیں بھی بہت سناتی ہیں۔'' دوپٹہ سائیڈ پر کیے وہ نیچے جانے لگی۔

''مجھے اچھا نہیں لگتا ہے۔''

''آپ کو اچھا نہیں لگتا لیکن امی کو اچھا لگتا ہے۔'' مسکرائی نیچے آئی تو نسرین کچن میں تھیں۔

''کتنی دفعہ بلا چکی ہوں اب آئی ہو۔'' وہ تو غصے میں آ گئیں۔

''سو رہی تھی۔'' منہ بنا کے گویا ہوئی۔

''مما تو منع کر رہی تھیں۔''

''ہاں تمہاری تو سگی ماں وہی ہے، میرا تو لگتا ہے حق ہی تقسیم ہو گیا ہے۔'' وہ دال کو تڑکا لگا کے کچن سے نکلی تھیں۔ وہ آج پھر عثمانیہ جا رہی تھیں، انہیں سن گن لینے کی بہت پڑی رہتی تھی۔

''سنک میں برتن پڑے ہیں دھو دینا اور ہاں! گیلری بھی پائپ لگا کے دھو دینا۔'' وہ اسے ہدایتیں دینے لگیں۔

''آپ کہاں جا رہی ہیں؟'' حسنیٰ نے اپنے بال کھولتے استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

''حسین بھابی کی طرف جا رہی ہوں۔''

''یہ آپ کی حسین بھابی بھی خوب ہیں۔ خود تو وہ آتی جاتی نہیں آپ ہر دوسرے دن جانے کے لیے نکل پڑتی ہیں۔'' حسنیٰ کو اتنے کام بتائے جانے پر بہت غصہ آنے لگا۔

''زیادہ ٹرٹر مت کیا کرو، میں تمہاری ماں ہوں۔'' نسرین کے تو پتنگے لگ گئے حسنیٰ کے اس طرح بولنے پر۔

''رفعت نے بہت تمہاری عادتیں خراب کر دی ہیں۔''

''امی! آپ مما کے پیچھے کیوں پڑ جاتی ہیں؟'' وہ رفعت کی شان میں گستاخی ذرا برداشت نہیں کرتی تھی۔

''میں جو سچ ہے وہ تو کہوں گی، رفعت تمہیں خوب بگاڑ رہی ہے۔''

''وہ اپنی بیٹی کے لاڈ اٹھاتی ہیں یہ بگاڑنا ہوا؟'' وہ منہ بنا کے کچن میں آ گئی۔ برتنوں کا ڈھیر سنک میں پڑا تھا، پتیلیاں نیچے گندی پڑی تھیں۔

''ہاں! طنز کر لو اپنی ماں پر، میں تمہارے لاڈ جو نہیں اٹھاتی۔'' نسرین تو ہر وقت ہی انگارے چباتی رہتی تھیں۔

''امی! آپ فضول میں اتنا غصہ کر رہی ہیں، میں نے ایک بات کی تھی۔'' برتنوں کو پٹخ پٹخ کے دھونا شروع کر دیا تھا۔ نسرین اس سے سارے کام لیتی تھیں۔ وہ ان کی بیٹی تھی اس لیے اپنا حق پورا رکھتی تھیں۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے طنز کرنے کی۔'' دھڑ سے پلیٹیں سنک میں ڈالیں۔

''یہ برتن اتنے کیوں پٹخ رہی ہو؟''

''آپ نے بھی تو سارے اس میں بھر دیئے ہیں اور لگتا ہے پورے ہفتے کے برتن گندے پڑے ہیں۔'' وہ بھنا رہی تھی۔

''عادت ڈالو کام کی، سسرال میں یہ سب نہیں چلے گا۔''

''میں ایسی سسرال ہی کیوں جاؤں گی، جہاں مجھے کام کرنے پڑیں۔ میں تو ایسی جگہ شادی کروں گی جہاں
چاکر ہوں۔'' وہ برتن دھونے سے بہت چڑتی تھی۔

''آئی بڑی نوکر چاکر.....ہونہہ....آنکھیں نیچی رکھو۔'' نسرین تو اس کی شہر یار سے کرنے کے چکر میں تھیں
''آپ کو جانا تھا جایئے خواہ مخواہ ناراض ہی ہوتی رہیں گی۔'' نل پورا کھولا ہوا تھا اور پانی کا شور ہو رہا تھا۔

''حسنٰی.....حسنٰی!'' رفعت کی آواز آئی۔

''حسنٰی برتن دھو رہی ہے، کام کر کے آئے گی۔'' نسرین نے اوپر دیکھ کر ہانک لگائی۔ وہ اپنا سا منہ لے
گئیں۔

''بھابی! حسنٰی کی طبیعت خراب ہے۔''

''رہنے دو طبیعت خراب ہے، کچھ ہاتھ پیر بھی چلانے دیا کرو اسے، نکمی ہوتی جا رہی ہے۔'' انہوں نے
کی بات کو اگنور کیا۔

''آپ کو تو میرا ذرا خیال نہیں ہے۔'' حسنٰی نے روہانسی ہو کر شکوہ ہی کیا۔

''ہاں کہہ دو ظالم ہوں، سگی ماں تو تمہاری وہ ہے۔'' نسرین تو جب شروع ہوتی تھیں رکتی ہی نہیں تھیں۔

''اگر یہ سارے کام کروانے تھے تو مجھے گود دیا ہی کیوں تھا؟'' وہ بھی تڑخ کے گویا ہوئی۔

''اگر ذرا بھی مجھے پہلے اندازہ ہوتا اتنی نکمی ہوگی تو کبھی نہیں دیتی۔'' وہ تیار ہو کر اپنا بیگ لینے کمرے میں
گئی تھیں۔

''اونہہ.....اندازہ ہوتا، اپنے آرام کی وجہ سے ہی تو مجھے دیا تھا۔'' حسنٰی منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی، برتن
نے پٹخ پٹخ کے دھوئے تھے ابھی گیلری بھی دھونی تھی۔

❖❖---○---❖❖

حباب کو لائبریری جانا تھا۔ وہ کب سے ارومہ کی منتیں کر رہی تھی ساتھ چلے۔

''ٹھیک ہے میں خود اکیلی جا رہی ہوں۔'' وہ بھی غصے میں آ گئی۔

''دیکھ کے جانا، شہر یار ماموں راستے میں مل گئے تو بہت ناراض ہوں گے۔'' ارومہ بیڈ پر لیٹی موبائل
کھیل رہی تھی۔

''ملنے دو، میں بھی کہہ دوں گی تم ساتھ نہیں آئیں۔'' وہ سر پر اپنا پنک دوپٹہ قرینے سے کھول کے باہر آ گ
تیز تیز فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ لائبریری تھوڑی دور جا کر ہی تھی۔ حباب کو ڈر بھی لگ رہا تھا، شہر یار راستے میں
آ گیا تو بہت ناراض ہوگا۔

چھوٹی سی لائبریری تھی۔ اس نے وہاں سے چند کتابیں لی تھیں اور نکل آئی تھی۔ ابھی اس نے موڑ مڑا
کونے پر ایک بڑا سا بنگلہ نما گھر تھا اس گھر میں چند بطخیں تھیں جو آج شام کے وقت گھر سے باہر تھیں حباب
چلنے لگی تھی کہ وہ بطخیں جس کی تھیں وہ دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔

''اوئی!'' وہ پاؤں مڑنے کی وجہ سے منہ کے بل ہی گری تھی، کتابیں اطراف میں بکھر گئی تھیں۔ حبا

سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ سڑک پر گرنے کی وجہ سے شرمندگی الگ تھی چوٹ وغیرہ کی طرف وہ دھیان ہی نہیں دے رہی تھی۔

''لائیے ہاتھ!'' دو توانا مضبوط ہاتھ اسے اٹھانے کے لیے بڑھے۔ حباب اسے دیکھ کر سٹپٹا ہی گئی۔

''کتے پیچھے لگتے تو دیکھا اور سنا تھا بطخیں پیچھے لگتے آج پہلی دفعہ دیکھا۔'' اس کے لب گھنی مونچھوں تلے مسکرا رہے تھے۔ حباب نے اس کے ہاتھوں کو نظرانداز کیا اور کپڑے جھاڑتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔

''ایک تو میں آپ کی مدد کر رہا تھا آپ تو بہت ال مینرڈ ہیں۔'' وہ مصنوعی خفگی سے گویا ہوا۔

''میں غیر مردوں کی مدد پسند بھی نہیں کرتی۔'' نخوت سے جواب دے کے وہ آگے بڑھ گئی، ضمران نے اس ناراض سی لڑکی کو جاتے ہوئے بغور دیکھا، پنک کپڑوں میں وہ نازک سی گڑیا ہی لگ رہی تھی۔

''اتفاق دیکھئے میری بائیک کا پنکچر ہوگیا ہے، مجھے بھی پیدل ہی چلنا پڑ رہا ہے۔''

''یہ آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟'' حباب نے کتابوں پر لگی گرد ہاتھوں سے صاف کی۔

''اس لیے کہ آپ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ آپ کو دیکھ کر جان بوجھ کے آپ کے ساتھ چل رہا ہوں۔'' وہ مسکرا کے اسے دیکھنے لگا۔

''پلیز آپ اپنے راستے پر چلیئے۔'' وہ ضمران کے ساتھ چلنے پر گھبرا بھی رہی تھی، اگر محلے کے کسی شخص نے انہیں یوں ساتھ دیکھ لیا تو فضول کی باتیں ہی بنائیں گے۔

''میں اپنے راستے پر ہی چل رہا ہوں اور اتفاق دیکھئے آپ کا اور میرا راستہ ایک ہی ہے۔'' اس نے ذومعنی لہجے میں کہا۔

''جی...؟'' اس نے چتون تیکھے کیے۔

''مطلب کے آپ کا گھر بھی تو میرے گھر کے ساتھ ہی ہے۔'' ضمران نے گڑبڑا کے وضاحت دی۔

''سنیئے مسٹر! مجھ سے بلاوجہ کی باتیں نہیں کیا کریں۔''

''میں نے ایسی کیا بات کہہ دی؟'' ضمران کو یہ ناراض سی لڑکی جانے کیوں اچھی لگنے لگی تھی۔

''آپ مرد اسی طرح کی بلاوجہ کی باتیں کرتے ہیں اور پھر لڑکیوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ مگر میں بے وقوف نہیں ہوں۔'' حباب نے گھر آتے ہی ڈپٹ کے اسے گھورا۔

''آپ سمجھ رہی ہیں میں آپ کو بے وقوف بنا رہا ہوں؟'' ضمران نے بائیک کھڑی کردی اور اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

''کہاں گئی تھیں؟'' بینا گھر سے ہی نکل رہی تھیں حباب کو دیکھ کر وہ پوچھنے لگیں۔ ضمران نے سر کے اشارے سے انہیں سلام کیا، بینا کی تو اسے دیکھ کر آنکھیں چمک گئی تھیں۔

''تم شہریار کے دوست ہو؟'' وہ اس سے تائیدی پوچھنے لگیں۔

''جی!'' ضمران نے سر ہلایا۔ حباب کو بینا کا یوں ضمران سے مخاطب ہونا سخت ناگوار گزرا۔

''شہریار کو سمجھایا کرو، اتنا غصہ نہیں کیا کرے۔'' وہ اس سے باتوں میں لگ گئیں۔

''امی! گھر چل رہی ہیں؟''

''تم اندر جاؤ میں آتی ہوں۔'' بینا کی عادت تو ایسی تھی جہاں لڑکے دیکھے باتیں کرنے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ حباب پھر بھی وہاں جمی رہی، ضمران کو اندازہ تھا اسے برا لگ رہا ہے۔

''اچھا آنٹی! چلتا ہوں۔

''کیا....آنٹی؟'' وہ تو برا مان گئیں۔

''شہریار کے دوست ہو تو مجھے آنٹی کیوں کہہ رہے ہو؟''

''پھر کیا کہوں آپ کو؟'' وہ بھی زچ ہو گیا۔

''بینا کہہ سکتے ہو۔'' وہ شرما کے بولیں۔ حباب تو تلملا کے ہی رہ گئی، بینا کو جانے کیوں چھوٹا بننے کا اتنا شوق کیوں تھا۔

''امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟''

''تُو چپ کر۔'' انہوں نے اسے ہاتھ سے چپ کروایا۔

''امی! شہریار ماموں کو جانتی ہیں۔''

''دیکھ لوں گی شہریار کو، مجھے سمجھتا کیا ہے۔'' وہ ہاتھ نچا کے جوش میں بولیں۔

''آنٹی! گھر سے باہر عورتوں کو اتنی اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہیے اور ایک بات اور، برا نہیں مانیئے گا، گھر سے باہر دوپٹہ کھول کے اوڑھ لیا کریں۔'' ضمران نے انہیں اچھی طرح شرمندہ کر دیا، بینا دانت پیس کے رہ گئیں اور حباب، اس کا تو شرمندگی سے سر ہی جھک گیا، اس کی ماں کو ذرا احساس نہیں تھا۔

❖❖---○---❖❖

رضوانہ کو ہی جب وہ نہیں پسند تو وہ کیسے زبردستی اپنے بیٹوں کے رشتے وہاں کر دیں، مزمل نے تو آتے ہی سب کچھ ضمران کو اور آدم کو بتا دیا تھا۔

''آپ بات کلیئر کر کے آتیں۔'' ضمران نے ان کا فکرمند چہرہ دیکھا وہ باہر بینا سے الجھنے کے بعد ذہنی طور پر ڈسٹرب ہو گیا تھا اور گھر آ کر جو اس نے رضوانہ کا اداس چہرہ دیکھا تو بولا۔

''کلیئر ہی بات کی تھی، تمہاری دادی بضد ہیں نوشین اور نوین سے تم دونوں کا رشتہ کر دیا جائے۔''

''امی! آپ کیوں اتنا ڈرتی ہیں، آپ کے بیٹے آپ کے ساتھ ہیں، کوئی کچھ بولے گا تو ہم سے سنے گا بھی۔''

''میں تم لوگوں کو بیچ میں نہیں ڈالنا چاہتی، ورنہ وہ کہیں گی میں نہیں چاہتی۔''

''آپ کیا سب سے پہلے ہم خود نہیں چاہتے آپ صاف صاف منع کر دیں کسی بھی دن جا کر۔'' ضمران کو ان کا پریشان ہونا فکرمند کر رہا تھا۔

''میں اگر منع کروں گی تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔'' رضوانہ تذبذب کا شکار تھیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کریں۔

''شروع سے ان لوگوں نے آپ پر اپنی مرضی ہی ٹھونسی ہے، اب تو آپ انہیں صاف جواب دیں دیکھتا ہوں

میں بھی کیا بولتی ہیں۔''ضمران کو کبھی اتنا غصہ نہیں آتا تھا، جتنا رشتے کی بات سن کر آ رہا تھا۔

''تم کچھ نہیں بولو گے ابھی تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتی ہوں اگر تمہاری دادی نے پھر بلایا تو تمہیں ہی آگے کر دوں گی۔'' رضوانہ نے گہری سوچ سے سر اٹھایا۔

''ہوں...!''ضمران کو اپنی دادی، پھپھو پر اسی وجہ سے غصہ آتا تھا۔ جب ان کی ماں محنت مزدوری کرتی تھی کوئی بھی مدد کو آگے نہیں بڑھا تھا، پھپھو تو جھڑک کے بات کرتی تھیں، آج وہ اس قابل ہو گئے تھے تو اپنا حق رکھتی ہوئی رشتہ کرنا چاہتی تھیں۔

''میں نوین کے لیے سوچ بھی رہی تھی، مگر آدم بالکل نہیں مانے گا۔''

''امی! ایسا تو بھول کے بھی نہیں سوچئے گا، آپ آدم کے مزاج کو جانتی ہی ہیں وہ بالکل بھی نوین کو پسند نہیں کرتا ہے۔''ضمران نے انہیں آگہی دی جبکہ وہ بھی یہ سب جانتی تھیں۔

''ضمران! کوئی حرج تو نہیں ہے اگر تم نوشین کے بارے میں سوچ لو، تو راشدہ کی تین بیٹیاں ہیں اور کسی کی بیٹیوں کو اپنے گھر بیاہ کے لاؤ تو ثواب بھی ہے۔'' رضوانہ آج بھی اپنی ساس سے ڈرتی تھیں، اگر انہوں نے زبردستی کسی بھی لڑکی کا رشتہ کرنے کو کہا تو وہ تو کچھ بھی نہیں کر سکیں گی۔

''امی! کیا ہو گیا ہے، ثواب ہم ہی کیوں لیں؟ اور بھی ہیں ان کے رشتے دار، ان کے گھر سے آ جائے گا، ان کی بیٹیوں کا رشتہ۔''

''بری بات ہے ضمران! ایسے نہیں کہتے۔'' رضوانہ نے اسے سرزنش کی۔

''پلیز امی! آپ ایسا بالکل بھی نہیں سوچئے گا، آپ جانتی ہی ہیں نوشین اور نوین کو فیشن اور میک اپ سے فرصت نہیں ہے، آپ خود دیکھتی ہیں کچن کا کوئی کام بھی کرتی ہیں، کتنا پھیلاتی ہیں، صفائی ستھرائی کا ذرا خیال نہیں کہ کام سمیٹ کے اور صفائی سے کریں۔''ضمران کی نفاست پسند طبیعت تھی اسے پھیلاوا اور گند ذرا برداشت نہیں تھا۔

''سب سیکھ جاتی ہیں لڑکیاں تھوڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔'' رضوانہ اسے ہر طرح سے کنونس کرنا چاہ رہی تھیں۔

''امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے ان دونوں بہنوں میں اتفاق تک نہیں ہے نوین کو پتہ نہیں کس نے خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے، بہت خوبصورت ہے۔''ضمران کبھی اتنا بولتا نہیں تھا، جتنا آج نکتہ اعتراض اٹھا رہا تھا۔

''تم بھی آدم کی طرح باتیں کرنے لگے۔'' انہوں نے تیز لہجے میں کہا ضمران کو غصہ ہی بہت آ رہا تھا۔

''چپ کر جاؤ اور جاؤ کمرے میں۔'' انہوں نے اسے کمرے میں بھیجا وہ سر ہلاتا ہوا اٹھا۔

شہریار کی کینیڈا جانے کی ساری کارروائی ہو گئی تھی، وہ بہت خوش تھا، سامنے نسرین کو دیکھ کر وہ منہ بنا کے رہ گیا۔

''السلام علیکم!'' شہریار نے بڑی سنجیدگی سے سلام کیا، جواب میں نسرین نے بڑے پرجوش انداز میں سلام کا جواب دیا اور ساتھ ہی دعائیں بھی دیں۔

''ارے بیٹا! کیا بنا؟'' حسین بیگم اسے دیکھتے ہی پوچھے بنا نہیں رہ سکیں۔

''اماں! آپ تو شروع ہو جاتی ہیں۔''

''بھابی! شہریار کا کینیڈا جانے کا ہو گیا۔'' نسرین بھی شروع ہو گئیں، وہ تو ویسے ہی سن گن لینے آتی تھیں، بچ
ان کی کوشش بھی تھی شہریار کینیڈا جائے گا، تو وہ حسنیٰ کے لیے شہریار سے رشتہ ہونے کی کوشش کریں گی۔

''جی ہو گیا ہے۔'' شہریار نے جواب دیا۔

''نسرین! یہ جو پرسوں اتوار آ رہا ہے میں نے قرآن خوانی اور میلاد رکھا ہے تم سب آ جانا، رفعت کو بھی کہ
دینا۔'' حسین بیگم نے جھٹ دعوت دے ڈالی۔ شہریار کو اپنی اماں کی یہی باتیں بری لگتی تھیں، فوراً شو آف کر
شروع کر دیتی تھیں۔

''جی کہہ دوں گی، رفعت کا مشکل ہے جو وہ آئے۔''

''آئے یا نہیں آئے تم کہہ دینا اور ہاں! حسنیٰ کو ضرور لانا، بہت دن سے آئی بھی نہیں۔'' حسین بیگم کو حسنیٰ
دولت کی کان نظر آتی تھی۔

''وہ آرٹس کونسل جاتی ہے پینٹنگ وغیرہ سیکھ رہی ہے۔'' نسرین نے بھی شہریار کو جتایا۔

''رفعت بھی اس کے سارے شوق پورے کرواتی ہے۔''

''لو بھابی! آپ نے یہ کیا بات کی، شوق تو میں بھی پورا کرواتی ہوں، جو کہتی ہے بنا کے دیتی ہوں۔'' نسرین کو
رفعت کی تعریف سلگا گئی۔

''لے کے تو اس نے پالا ہے خوب حق ادا کر رہی ہے وہ ماں بن کے دکھا رہی ہے۔'' حسین بیگم نے ان پر ط
ہی کیا، کیونکہ نسرین کو حسنیٰ سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، اسی لیے نند کو دے دیا تھا نند نے شادی ہی نہیں کی اس کی بھی و
تھی، رفعت جسے پسند کرتی تھی اسے حسین بیگم نے اپنی بیٹا کے لیے پسند کیا تھا، مگر وہ رفعت کو پسند کرتا تھا، حسین
بیگم نے ایسی غلط فہمی ڈالی کہ رفعت کی شادی اعجاز سے نہیں ہو سکی۔

''مجھ سے بہت عاجزی سے اس نے حسنیٰ کو مانگا تھا، اس کے ابو نے بھی کچھ نہیں کہا، کیونکہ حسنیٰ کو کون سا کہیں
اور جانا تھا اوپر ہی کے پورشن میں تھی۔'' نسرین نے بھی احسان ہی جتایا کہ نند کا وہ کتنا خیال کرتی ہیں۔ شہریار ا
دونوں خواتین کی باتیں بے زاری سے سننے کے بعد کچن میں چلا آیا، نازیہ رات کے لیے پلاؤ بنا رہی تھیں۔

''بھابی! دوپہر کیا بنایا تھا؟'' اس نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا بھوک کا زیادہ احساس ہونے لگا۔

''مچھلی بنائی تھی اماں خود لے کے آئی تھیں۔'' وہ یخنی بنانے رکھ چکی تھیں، چاول چن کے باؤل میں رکھے
ہوئے تھے۔

''اماں خود گئی تھیں؟'' وہ حیران ہوا کیونکہ حسین بیگم کی ٹانگوں میں درد ہی اتنا تھا، وہ کہیں آتی جاتی کم ہی تھیں
گھر میں بھی ایک جگہ بیٹھی رہتی تھیں وزن ہی اتنا بڑھ گیا تھا۔

''ارے بازار نہیں گئی تھیں مچھلی بیچنے والا آتا ہے، نیچے جا کر خود لائی تھیں۔''

''اتنی گرمی میں بھی اماں کو مچھلی کی پڑی رہتی ہے۔'' شہریار کو مچھلی سے ہی چڑ ہو گئی تھی، ہر دوسرے تیسرے دن
پکتی جو رہتی تھی۔

''کچھ اور سالن ہو تو دے دیں۔'' وہ چیئر کھسکا کے بیٹھا۔

''کچھ اور میں تو رات کی چنے کی دال پڑی ہے، کہو تو وہ گرم کر کے دے دوں؟'' انہوں نے فریج کھولا۔

''جو بھی ہے گرم کر دیں۔''

''بھابی! یہ چچی جان آئے دن آتی رہتی ہیں، انہیں کوئی اور کام نہیں ہوتا ہر ایک کے گھروں میں جھانکتی پھرتی ہیں۔'' اسے نسرین کی ہر وقت آمد پر اکتاہٹ اور بے زاری ہونے لگی تھی۔

''آہستہ بولو کبھی ادھر ہی آ جائیں۔'' فرائی پین میں دال ڈال کے گرم کرنے لگی تھیں۔

''آتی ہیں تو آ جائیں میں نہیں ڈرتا۔'' وہ تو ہر ایک کو سنانے والوں میں سے تھا، پھر جب سے یہاں سے چچی جان گئی تھیں اسے ان پر اور غصہ آنے لگا تھا۔

''وہ ان کی بیٹی حسنیٰ، وہ بھی خود کو بہت اپسرا سمجھتی ہے، ہر وقت اسی کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔''

''خیر شہریار! حسنیٰ اپسرا ہی لگتی ہے۔'' نازیہ نے تائیدی انداز میں مسکرا کے کہا۔

''آپ لوگوں نے ہی لگتا ہے اس کا دماغ خراب کیا ہے، مجھ سے تو وہ الجھنے کی باتیں کرتی ہے۔'' ٹرے کھسکا کے وہ کھانے لگا تھا۔

''شہریار بیٹا! مجھے گھر چھوڑ آنا، مجھ سے آج بس میں نہیں جایا جائے گا۔'' نسرین اچانک سے وارد ہوئی تھیں۔

''جی اچھا۔'' وہ ایک دم ہڑبڑا ہی گیا تھا، نگاہ اس نے جھکائی ہوئی تھی کیونکہ وہ حسنیٰ کی اور ان کی باتیں جو کر رہا تھا، کہیں سن تو نہیں لی تھیں نازیہ اپنے کام میں لگ گئی تھیں، انہیں بھی شرمندگی سی ہو رہی تھی۔

❖❖---O---❖❖

بینا نے اپنے بالوں کی شولڈر کٹنگ کروالی تھی، حباب اور ارومہ کلس کے رہ گئی تھیں، ارومہ تو باقاعدہ ان سے بحث کرنے لگی تھی، حباب اندر ہی اندر بھنا رہی تھی۔

''ان کو تو ذرا بھی احساس نہیں ہے کیا سے کیا بنتی جا رہی ہیں۔'' ارومہ دھڑ سے کارپٹ پر فلور کشن ڈال کے بیٹھی۔

''کیوں روزانہ وہی سبق دہراتی ہو، نہیں بولا کرو سوائے بحث اور تکرار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔'' حباب بک پڑھنے میں مصروف تھی اس نے سر اٹھایا۔

''تم بھی تو دیکھو تمہاری شادی کی عمر ہے، ابھی بھی اپنے چکر میں لگی ہوئی ہیں۔''

''ارومہ! سوچ سمجھ کے بولا کرو، وہ ہماری ماں ہیں۔'' حباب اسے سرزنش ضرور کرتی تھی۔

''یہ ہماری ماں ہیں انہیں نظر ہی نہیں آ رہا ہے، رات کا ٹائم ہے لائٹ جانے والی ہے اور ہم دونوں گھر میں ہیں، ماحول دیکھو آج کل کا کیسا ہو رہا ہے۔'' ارومہ کو تو غصہ آئے جا رہا تھا۔

''میں شہریار ماموں سے شکایت کروں گی۔''

''رہنے دو کوئی فائدہ نہیں، امی ان کی بھی نہیں سنتی ہیں۔'' حباب نے بک سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی، لائٹ جانے میں دس منٹ تھے وہ ایمرجنسی لائٹ لینے کچن میں چلی گئی۔

''پھر بھی شہریار ماموں کو بتایا تو جائے، نانی اماں سے کہنے کا کوئی فائدہ نہیں وہ کچھ نہیں کہتی ہیں۔'' وہ اپنی نانی

سے بھی بے زار تھی۔
''ارے ارومہ! پرسوں قرآن خوانی اور میلاد ہے کوئی سوٹ ہی سلوا لو'' حباب نے اس کا دھیان بٹایا۔
''ہماری ماں کو ہماری فکر ہی نہیں ہے، خود کو بنانے اور سنوارنے کی پڑی رہتی ہے، خود ہی دیکھ لو بال کٹوا کے خود کو کم عمر سمجھنے لگی ہیں۔''
''ان کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے کم عمر ہو تو نہیں جائیں گی ناں؟'' لائٹ چلی گئی تھی، حباب نے ایمرجنسی لائٹ آن کر لی تھی۔
''مجھے پتہ ہے اپنے کپڑے انہوں نے سلوا بھی لیے ہوں گی۔''
''تم کیوں پریشان ہوتی ہو، جو ابھی لان کے سوٹ ہمارے شہریار ماموں نے بنائے ہیں وہی پہن لیں گے۔'' حباب نے اسے تسلی دی۔ ارومہ افسردہ سا چہرہ بنا کے رہ گئی، دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی تھیں لائٹ دو گھنٹے میں آتی تھی۔
''یا اللہ! یہ جو نئی حکومت آئی ہے ہماری لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ حل کر دے۔'' ارومہ نے دل سے دعا کی۔ ایمرجنسی لائٹ بھی ایک دم بجھ گئی، اس کی چارجنگ ہی کم تھی، حباب رات کو اسے چارج پر لگانا بھول گئی تھی، دونوں کو ڈر بھی لگنے لگا، موبائل کی لائٹ بھی ناکافی تھی۔
''حباب! مجھے ڈر لگ رہا ہے، نانی اماں کے چلتے ہیں۔'' ارومہ تو تھی ہی سدا کی ڈرپوک۔
''ہوں...لگ تو مجھے بھی رہا ہے۔'' وہ بھی کھڑی ہوگئی، دونوں ہمت کر کے گھر کو لاک لگا کے باہر نکلی تھیں ایریے میں سناٹا ہو رہا تھا، روڈ پر عجیب سے پراسرار لوگ بیٹھے لگ رہے تھے۔
''ارومہ! واپس چلو مجھے یہ لوگ ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں، دیکھو ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔'' حباب مس لان کے پرنٹڈ کپڑوں کے دوپٹے کو پھیلائے اچھی طرح اوڑھے ہوئے تھی دونوں نے تیز تیز چلنا شروع کر دیا تھا دونوں حواس باختہ ہی اتنی ہوئی تھیں کہ ضمران کے گھر کا دروازہ پیٹ ڈالا۔
''ارے بھئی! کیا دروازہ توڑنا ہے؟'' آدم کی تیز آواز آئی دونوں ہراساں ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں اندھیرا ہی پھیلا تھا۔
''آ...آنٹی ہیں؟'' حباب کی تو ڈر کی وجہ سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی، اتنی جلدی میں تو گھر سے نکلی تھیں موبائل تک اٹھانا بھول گئی تھیں۔
''جی ہاں آپ...؟'' آدم حیرانگی سے پوچھ رہا تھا۔
''ارے کھولیے ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔'' ارومہ دروازہ دھکیل کے حباب کا ہاتھ پکڑے اندر آ گئی، دونوں نے گہرے گہرے سانس لیے۔
آدم تو جانتا ہی تھا شہریار کی بھانجیاں اور ان کی دل پھینک بہن بینا کی بیٹیاں تھیں، دونوں کو اس نے آج تک دروازے پر کھڑے نہیں دیکھا تھا، مگر ان کی ماں ایسی تھیں، جہاں لڑکا دیکھا وہیں مخاطب ہونا شروع ہو جاتی تھیں ''آ جاؤ اندر۔'' آدم نے دونوں کو اندر ہی بلایا، رضوانہ کو دیکھ کر دونوں سلام کرنے لگیں، اتفاق سے چاروں لڑکے گھر میں موجود تھے، ان کے گھر جنریٹر تھا پورے گھر کی لائٹس آن تھیں، ضمران نے چونک کر حواس با

حباب کو گہری نگاہوں سے دیکھا، وہ تو پزل ہی ہوگئی۔

''وہ ہم اپنی نانی اماں کے جارہے تھے، راستے میں اندھیرا ہورہا تھا، ہمیں ڈر لگا تو واپس آگئے، گھر میں امی نہیں ہیں اس لیے ہم ادھر آگئے۔'' ارومہ نے سادگی سے ساری بات بتائی۔

''کوئی بات نہیں بیٹھو۔'' رضوانہ نے دونوں کو مسکرا کے بیٹھنے کو کہا۔ ضمران سامنے والے صوفے پر تھا، حباب جھجک رہی تھی رضوانہ سمجھ گئیں آدم اندر ٹی وی والے روم میں چلا گیا تھا۔

''ضمران! تم بھی اندر جاؤ۔''

''امی! یہ شہریار کی بھانجیاں ہیں۔'' ضمران نے تعارف میں بتایا، رضوانہ اتنا تو جانتی تھیں یہ ساتھ والے گھر میں ہی رہتی تھیں۔

''اچھا...!''

''آپ کی والدہ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی؟''

''وہ گھر میں ہوں تو ملاقات ہو۔'' ارومہ دل میں سوچ کہ رہ گئی۔

''آپ کبھی گھر آیئے امی سے ملاقات ہوجائے گی۔'' حباب کو ضمران کے وہاں جمے رہنے پر گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

''امی! اس دن ان ہی کے پیچھے بطخیں لگی تھیں۔'' ضمران نے یہ بھی بتایا ہوا تھا۔ حباب کو شرمندگی سی ہونے لگی، ارومہ جو اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔

''حباب! تم نے تو مجھے نہیں بتایا۔'' ارومہ نے حیرانگی سے کہا۔

''وہ اسی دن کی بات ہے جب میں لائبریری گئی تھی۔''

''اتنی بڑی باتیں تم ان سے کرنے لگی ہو؟'' وہ الٹا اس سے شکوہ کرنے لگی تھی۔

''میں کوئی ان سے باتیں نہیں کرتی۔'' حباب کو اس کے بگڑنے پر غصہ آگیا۔

''ارے آپ دونوں تو لڑنے لگیں۔'' ضمران نے ہونٹ دبا کے مسکراہٹ روکی۔

''آپ نے کہا کیوں؟'' حباب تیز لہجے میں غصے میں آگئی۔

''ضمران! کیوں تم ایسی بات کرتے ہو؟'' رضوانہ کو بھی اچھا نہیں لگا، دونوں بہنوں میں لڑائی جو کروادی تھی، آدم کے ساتھ طٰہٰ اور مزمل بھی نکل آئے۔

''اچھا آنٹی! ہم چلتے ہیں پلیز آپ ہمیں ہماری نانو کے گھر چھوڑ دیں۔'' ارومہ ایک دم ہی کھڑی ہوگئی۔

''آیئے میں چھوڑ آتا ہوں۔'' ضمران کھڑا ہوگیا۔

''آپ تو بالکل بھی نہیں، بات کو بگاڑ کے پیش کرتے ہیں۔'' حباب کے تو آگ لگی ہوئی تھی، رضوانہ نے ضمران کو اشارے سے منع کیا اور خود مزمل کو ساتھ لے کے انہیں چھوڑنے چلی گئی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

نسرین کو حسین بیگم نے کھانا کھا کے ہی آنے دیا تھا، گھر آتے آتے بھی نو بج گئے تھے، فراج اور فیضان نہاری

لے آئے تھے دونوں تندور کی روٹیوں کے ساتھ مزے لے کے کھا رہے تھے۔
''تم لوگوں کا دل نہیں بھرتا ہر وقت نہاری روٹی، وہ بھی بازار کی کھا کھا کے۔'' شہریار، نسرین کو چھوڑنے آیا تو
زبردستی فراج اور فیضان نے اسے بٹھالیا تھا۔
''یار! کیا کریں ہماری ماں کو ادھر ادھر جانے سے فرصت ہی نہیں جو ہمارے لیے پکا کے رکھیں۔'' فراج کی
نسرین سے اکثر اسی بات پر بحث بھی ہو جاتی تھی۔
''آہستہ بولو بھائی! امی اندر ہی ہیں۔'' فیضان نے سرگوشی میں کہہ کر اسے الرٹ کیا۔
''تم لوگ روک کے کیوں نہیں بٹھاتے؟'' شہریار کو تو موقع ملنا تھا نسرین کے متعلق بولنے کا۔
''کیا کریں یار! دو ہی عورتوں کو پورے جہان میں پھرنے کا شوق ہے ایک ہماری ماں کو دوسری بینا باجی ک
فراج نے سرد آہ بھر کے کہا۔ شہریار جز بز ہو گیا، بینا کی کارگزاریاں تو پورے خاندان میں ہی مشہور تھیں۔
''حسنیٰ آئی نہیں روٹیاں ہی پکا دیتی۔'' نسرین نے ان دونوں کو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے دیکھ کر کہا۔
''پھپھو! آپ کے پیچھے تو بالکل بھی اسے نیچے آنے نہیں دیتی ہیں۔'' فیضان ٹرے اٹھا کے کچن میں
جانے لگا۔
''حسنیٰ....او حسنیٰ!'' وہ صحن میں آ کے زور زور سے آوازیں دینے لگیں۔ شہریار کو رات کے پہر ان کی اتن
آواز سے پکارنا گراں گزر رہا تھا۔
''حسنیٰ سو گئی ہے۔'' رفعت کی دبی دبی آواز آئی۔
''اچھا سو گئی ہے۔'' انہوں نے طنزیہ کہا۔
''چل فیضان! دیکھ کے آ، سو گئی ہے یا یہ اسے سلانے کی کوشش کر رہی ہے۔'' اندر آ کر فیضان کو اوپر جا
حکم دیا۔
''امی! چھوڑیئے بھی کیا پتہ سو گئی ہو۔'' فراج کو ہر وقت حسنیٰ کے پیچھے لگے رہنے پر اچھا نہیں لگتا تھا، ان ک
اکلوتی بہن تھی، دونوں بھائی اس سے محبت بھی بہت کرتے تھے۔
''یہ کچن اتنا پھیلا ہوا ہے مجھ سے نہیں سمٹے گا۔'' وہ لمبی ہو کر لاؤنج میں بچھے تخت پر لیٹ گئیں۔
''دوپہر میں وہ سارے برتن دھو کر گئی ہے، گیلری بھی دھوئی تھی۔'' فیضان نے بھی حمایت میں کہا۔
''مجھے زیادہ بہلاؤ نہیں، بلا کے لاؤ بیٹی ہے میری بھی۔'' انہوں نے جتایا۔ شہریار کو نسرین کا یہ روپ جاہ و
والا ہی لگ رہا تھا، ورنہ تو اس نے انہیں ایسے تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔
''چچی جان! میں چلتا ہوں۔'' اسے اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔
''بیٹھو بیٹا! حسنیٰ کو آنے دو، وہ آم کا جوس بنائے گی پی کے جانا۔'' فریج سے آم نکالنے لگی تھیں۔
''میں کھانا کھائے ہوئے ہوں، جوس کی گنجائش نہیں ہے۔'' اس نے جھٹ منع کیا۔
''ہضم بھی ہو گیا ہو گا، پی کے جانا بیٹھو۔'' وہ بضد تھیں۔
''یار! بیٹھ جاؤ، ہمیں بھی تمہارے طفیل مل جائے گا۔'' فراج نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔
''کیوں تم لوگوں کو ویسے نہیں ملتا؟'' شہریار نے حیرانگی کے ساتھ طنز کیا۔

''کہاں یار! آم اٹھا کے کھاتے رہتے ہیں امی کو فرصت نہیں اور حسنیٰ مجال ہے جو امی کے کہے بغیر ہمارا کام کردے۔''

''جی امی! آپ نے بلایا تھا؟'' حسنیٰ واقعی سو رہی تھی اس کی آنکھوں اور چہرے سے بھی لگ رہا تھا۔

''بھائیوں کو روٹی پکا کے نہیں دے سکتی تھیں؟'' نسرین وہیں تخت پر بیٹھ کے آم کے چھلکے اتارنے لگی تھیں۔ شہریار نے میرون پلین شلوار دوپٹے پر پرنٹڈ ستاروں کی شرٹ میں ملبوس حسنیٰ کو دیکھا اس میں اس کی سرخ و سپید رنگت اور ہی کھل رہی تھی۔

''انہوں نے مجھ سے کہا ہی کب؟'' حسنیٰ نے شہریار کو مکمل نظر انداز کیا۔

''ضروری ہے یہ بولیں گے تو جب ہی روٹی بناؤں گی؟''

''امی! آپ روز ہی تو حسین محل چلی جاتی ہیں۔'' اس نے شہریار کو طنزیہ جتایا۔ وہ پہلو بدل کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کے رہ گیا۔

''زیادہ بک بک نہیں کیا کرو، شہریار کو دو ہاتھ کا سلام تک نہیں کیا۔'' انہیں حسنیٰ کا یوں زبان چلانا وہ بھی شہریار کے سامنے شرمندہ کرنے لگا۔

''میں نے دیکھا نہیں۔'' وہ منہ بنانے لگی۔

''اتنا لمبا چوڑا شخص نظر نہیں آیا حیرت ہے۔'' وہ بھی کہاں بخشنے والوں میں سے تھا، جب سے اس نے دو دفعہ رشتے سے منع کیا تھا، شہریار کو غصہ ہی آنے لگا تھا۔

''خوش فہمی کتنی ہے لوگوں کو۔''

''اچھا یہ آم لو اور جوس بنا کے شہریار کو دو۔'' انہوں نے جلدی جلدی آم کاٹ لیے تھے۔

''رات کے دس بجے آم کے جوس کی کیا تک بنتی ہے؟''

''کیوں تم رات کو نہیں پیتی ہو؟'' شہریار سلگ گیا۔

''زیادہ فضول نہیں بولا کرو۔'' نسرین نے حسنیٰ کو سرزنش کی۔

''چچی جان! آپ کی بیٹی کی زبان بہت ہے۔'' حسنیٰ اسے گھورتی ہوئی کچن میں چلی گئی، اس نے جگ بھر کے جوس بنایا کچن بھی بہت گندہ ہو گیا تھا۔

''سوری چچی جان! میں کھانا کھایا ہوا ہوں جوس نہیں پی سکتا، فراج اور فیضان کو دیں، میں چلتا ہوں۔'' وہ حسنیٰ کو جان بوجھ کے تپانے کو بولا، نسرین نے بہت کہا وہ بنا بنایا جوس چھوڑ کے چلا گیا حسنیٰ لے کے جو آ گئی تھی۔

❖❖---○---❖❖

نہا کے اس نے سب سے پہلے نماز پڑھی پھر جانے کی تیاری کرنے لگی، اورمہ بھی تیار ہو رہی تھی، بینا کی تیاریاں تو ایسی تھیں جیسے کسی شادی کے فنکشن میں جا رہی ہوں۔ حباب نے پنک اور سی گرین کنٹراسٹ کا پرنٹڈ لان کا سوٹ پہنا، میک اپ وغیرہ کو تو وہ بالکل چھوتی ہی نہیں تھی اورمہ پھر بھی لپ اسٹک وہ بھی لائٹ سی لگا لیتی تھی۔

''اورمہ! لپ اسٹک تو چھڑا دو قرآن خوانی اور میلاد ہے۔'' حباب نے جان بوجھ کے اسے ٹوکا، بینا اپنے

بالوں کو ہاتھوں سے بار بار سیٹ کیے جا رہی تھیں، میک اپ ان کا پورا تھا۔

''میلاد بھی تو ہے اگر اس نے کرلیا میک اپ تو کیا ہوا۔'' بینا نے حباب کو دیکھا جو سر پر دوپٹے میں بالکل معصوم سی کلی ہی لگ رہی تھی۔

''امی! میں نے تو پھر بھی لائٹ لپ اسٹک لگائی ہے، آپ نے تو پورا میک اپ ہی کیا ہے۔'' ارومہ نے انہیں دیکھا جو شاکنگ پنک فینسی سوٹ میں بالکل نوخیز کلی ہی خود کو سمجھ رہی تھیں۔

''زیادہ بک بک نہیں کیا کرو، تمہاری ماں ہوں، کوئی تمہاری بیٹی نہیں، جو ہر وقت مجھے ٹوکتی رہتی ہو۔'' انہوں نے جھڑک دیا۔

''چلو جلدی دیر ہو رہی ہے۔'' حباب پہلے ہی تیار تھی۔

''لائٹ سی لپ اسٹک لگالو۔'' بینا کو اس کا یوں سادہ سا سراپا بھی عجیب لگ رہا تھا وہ بھی اس لیے کہ لوگ ان پر انگلیاں جو اٹھائیں گے ماں کو دیکھو اور بیٹی کو دیکھو۔

''مجھ سے نہیں لگائی جاتی۔'' اس نے صاف انکار کیا اور باہر آ گئی، ارومہ نے بھی لپ اسٹک ہٹادی تھی، حسین بیگم کے گھر خاندان کے خاص خاص لوگ جمع تھے، حسنیٰ نے حباب کو جو دیکھا فوراً لپٹ گئی۔

''کتنی پیاری لگ رہی ہو۔'' حسنیٰ ہمیشہ ہر ایک کی کھلے دل سے تعریف کرتی تھی۔

''حسنیٰ آنٹی! پیاری تو آپ لگ رہی ہیں۔'' حباب اور حسنیٰ میں تین سال کا فرق تھا اس لیے حباب پھر بھی اسے آنٹی ہی کہتی تھی۔

''آپ کا سوٹ بہت پیارا ہے۔'' قدرے توقف کے بعد حباب نے اس کے پنک ایمبرائیڈری کے اسٹائلش سوٹ کو سراہا۔

''یہ ممالائی تھیں مجھے تو اچھا ہی نہیں لگا تھا۔'' حسنیٰ سراہے جانے پر ذرا اترا کے گویا ہوئی۔

''چلو لڑکیو! سپارے پڑھ لو، باتیں کیے جا رہی ہو۔'' حسین بیگم بھی لان کے پرنٹڈ بلیو سوٹ میں سونے کی جیولری میں چمک رہی تھیں۔

''تائی امی! ابھی پڑھ لیں گے۔'' حسنیٰ نے انہیں ذرا روکھا ہی جواب دیا۔

''حباب! چلو ارومہ کہاں ہے؟ تم لوگ پڑھنے بیٹھ جاؤ۔'' انہوں نے حسنیٰ کو اگنور کیا اور ان دونوں کو بولنے لگیں، قرآن خوانی اور میلاد کا اہتمام ہال کمرے میں کیا گیا تھا، سب ہی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ حسنیٰ انہیں دیکھتی ہوئی اندر چلی گئی، ویسے ہی وہ آ نہیں رہی تھی نسرین کی ڈانٹ کی وجہ سے چلی آئی تھی، رفعت بھی نہیں آئی تھیں ان کی کمر میں بہت درد تھا۔ قرآن خوانی ختم ہوئی تو میلاد پڑھا گیا۔ ایک گہما گہمی ہو گئی تھی۔

کھانا لگا تو حسنیٰ اور حباب باتیں کرنے لگی تھیں، دونوں لاؤنج میں بیٹھی تھیں، پستئی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس شہریار گلاس لیے کچن میں جا رہا تھا، حسنیٰ کو دیکھ کر وہ چونکا، لائٹ سے میک اپ میں حسنیٰ دلکش لگ رہی تھی، شہریار کی رگ ظرافت پھڑکی۔

''حباب! قرآن خوانی اور میلاد پر بھی لوگ اچھی خاصی ماڈلنگ کر لیتے ہیں۔'' اس نے حسنیٰ کو دیکھ کر طنز کیا۔

''مجھ سے ڈائریکٹ بولیے حباب سے کیوں بول رہے ہیں؟'' حسنیٰ کی شہریار سے تو بالکل نہیں بنتی تھی۔

''میں تمہیں کہہ ہی نہیں رہا۔'' شہریار کو اس کے چڑنے پر مزا آیا۔
''زیادہ بات بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔''
''بات تو تمہاری اماں نے بننے ہی نہیں دی۔'' شہریار کو طنز کرنے کا موقع مل گیا۔ حسین بیگم نے اس کا دو دفعہ رشتہ دیا تھا جو نسرین نے ہر دفعہ منع ہی کر دیا تھا، کیونکہ حسنیٰ کو شہریار پسند ہی نہیں تھا۔
''فضول بات نہیں کریں۔'' وہ خفیف سی ہوگئی۔
''حسنیٰ آنٹی! ہمارے ماموں برے تو نہیں ہیں جو آپ نے منع کر دیا۔'' حباب کو بھی احساس ہوا۔
''حباب! یہ ایسی اپسرا نہیں ہیں جن کے لیے میں مرا جا رہا تھا۔'' شہریار نے بھی حساب برابر کیا۔
''تم تو یہاں جم ہی گئے سارے لوگ بیٹھے ہیں گلاس چاہیے۔'' اکرام غصہ کرتا ہوا آیا، شہریار جھٹ گلاس ٹرے میں سجے اٹھا کے ہال میں لے جانے لگا۔
''پتہ نہیں گھمنڈ کس بات کا ہے؟'' شہریار کے تو آگ لگی ہوئی تھی، وہ اس سے کسی طرح بھی بدلہ لینا چاہتا تھا، اسے بھی ضد سوار تھی حسنیٰ کو اتنا زچ کرے گا کہ وہ ہاتھ جوڑے گی۔
''کھانا تو کھالو۔'' اکرام نے اسے سوچوں سے نکالا۔ وہ سر ہلاتا ہوا اندر چلا گیا سارے مہمان چلے گئے بینا، نسرین سے باتوں میں لگی ہوئی تھیں حسنیٰ کو سخت کوفت ہو رہی تھی۔
''امی! چلیے...!''
''ارے چلی جانا بیٹھ جاؤ۔'' حسین بیگم کی نگاہ اس پر تھی انہیں حسنیٰ سونے کی چڑیا لگ رہی تھی، کسی طرح بھی وہ شہریار سے اس کی شادی کرنا چاہتی تھیں۔
''تائی امی! مجھے ڈھیروں کام ہیں۔'' وہ منہ بنا کے سائیڈ پر بیٹھ گئی، گیارہ بجے نسرین جانے کے لیے اٹھی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

رضوانہ کو پھران کی ساس نے بلوایا تھا، مگر وہ کسی وجہ سے جا نہیں سکی تھیں اس لیے پھران کی ساس خود چلی آئی تھیں، آدم کو تو رہ رہ کے غصہ آئے جا رہا تھا، رضوانہ نے اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ کے چپ کروایا تھا۔
''کتنا تم سوچنے کا ٹائم لوگی، پھر گھر کی بچیوں کے لیے اتنا سوچا نہیں جاتا۔'' وہ تو لگتا تھا رضوانہ سے ہاں کروا کے ہی جائیں گی۔
''ضمران ابھی شادی کو منع کر رہا ہے اور اس کا ارادہ خاندان میں کرنے کا نہیں ہے۔'' انہوں نے ڈرتے جھجکتے ہوئے پہلی دفعہ اپنی ساس کی بات سے اختلاف کیا۔
''آدم ابھی کرے گا نہیں۔''
''لو یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی، نوشین، نوین میں برائی کیا ہے، ضمران نے کیا کوئی پسند کر رکھی ہے؟''
''امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ ذرا سنبھل کے گویا ہوئیں۔
''بلاؤ ان دونوں کو، میں خود بات کرتی ہوں۔'' انہیں تو غصہ آ گیا۔
''امی! میں نے ان سے خود پوچھا ہے۔'' رضوانہ نہیں چاہتی تھیں وہ ضمران اور آدم سے خود بات کریں اگر

آدم نے انہیں تلخ جواب دے دیا وہ تو ویسے ہی منہ پھٹ بھی تھا۔
''رضوانہ! تم کیا ظاہر کر رہی ہو ان بچوں پر تمہارا ہی حق رہ گیا ہے، میں بھی ان کی دادی ہوں۔'' انہیں رضوانہ کا یہ کہنا ناگوار گزرا۔
''ایسی بات نہیں ہے آپ غلط نہیں سوچیئے۔'' انہوں نے جھٹ جلدی سے وضاحت دی۔
ان کی ساس بھی خوب تھیں، اپنے سارے مطلب پتہ تھے، کب کہاں کیا کرنا ہے۔ ویسے پوتوں کو کبھی پوچھا تک نہیں، آج رشتوں کی بات آئی تو دادی پوتے کا رشتہ یاد آ گیا، رضوانہ نے غریبی کے دن کیسے کاٹے یہ وہی جانتی تھیں۔ نیچے کے پورشن میں وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ رہتی تھیں، کھانے پینے تک کا نہیں ہوتا تھا، فاقے تک ہوتے تھے، ساس کبھی نہیں کہتی تھیں، بچوں کو اوپر بھیج دو کچھ کھا پی لیں گے۔ رات کو کھانے کے بعد انہوں نے ضمران اور آدم سے بات کرنے کے لیے انہیں بلایا۔

❖❖---○---❖❖

حباب کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا، وہ تیار ہو، مہمانوں میں دو خواتین اور ایک لڑکی آئی تھی۔ بینا بھی بڑی ہنستی مسکراتی مہمانوں کو لوازمات سرو کر رہی تھیں، حسین بیگم بھی آئی ہوئی تھیں۔ بینا نے ارومہ کو سختی سے منع کر دیا تھا، وہ بالکل بھی اپنے کمرے سے باہر نہیں آئے۔ حباب کو ان خواتین کا یوں غور سے دیکھنا، عجیب گھبراہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔
''آپ تو بالکل بھی ان کی مدر لگتی ہی نہیں ہیں، اتنی کم عمر اور اسمارٹ لگ رہی ہیں۔'' مہمان لڑکی حباب کو چھوڑ کے بینا کا جائزہ لینے کے بعد مسکرا کے گویا ہوئی۔ جانے وہ سراہ رہی تھی یا طنز کر رہی تھی، مگر حباب اس کا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا چکی تھی وہ خاصی چاپلوس بھی تھی۔
''اچھا یہ تو سب ہی کہتے ہیں۔'' بینا کھلکھلا کے گویا ہوئیں۔
''کیا کرتی ہیں آپ اپنی فٹنس کے لیے؟'' وہ تو باقاعدہ ان کا انٹرویو لینے لگی۔ حسین بیگم کو بینا کا آج یوں اترانا بہت برا لگا، جبکہ وہ حباب کے رشتے کے لیے آئی تھیں، حباب تو پہلے ان خواتین سے خوش نہیں تھی وہ جلبلا کے اٹھ گئی۔
''آپ بیٹی کے رشتے کے لیے آئی ہیں۔'' حسین بیگم نے ٹوکا۔
''اوہ.... ہاں!'' وہ لڑکی ہنسی۔
''کیسی لگی آپ کو حباب؟''
''یہ تو ہم آپ کو جواب جلد دیں گے، حباب اچھی تو لگی ہے کچھ اپنے آپ کو سجا بنا کے رکھا کرے، دیکھیں ان کی ماں کتنی جوان اور فریش لگ رہی ہیں۔'' خواتین میں سے ایک لڑکے کی ماں تھی وہ صاف گو لہجے میں بولیں۔
''اسے زیادہ ان چیزوں کا شوق نہیں ہے۔'' بینا نے کہا۔
''ایسے تو بالکل نہیں چلے گا، ہمیں لڑکی تھوڑی فیشن ایبل سی چاہیے، ہمارا بیٹا امریکا میں ہوتا ہے۔''
''حباب کچھ سادہ طبیعت کی ہے۔'' حسین بیگم کو ان کی یہ بات جیسے زیادہ پسند نہیں آئی۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر زمانے کے ساتھ چلنا ہوتا ہے، بینا کو دیکھیے کتنی پیاری اور فریش لگ رہی ہیں۔'' بینا تو اور ہی چوڑی ہو گئیں، انہیں ویسے ہی اپنی تعریفیں سننے کا بہت شوق تھا۔

''ایسا کریں آپ اپنے بیٹے کو ایک نظر حباب کو دکھالیں اس کی رائے اور جان لیں۔''

''بیٹے نے تو ہم پر چھوڑا ہوا ہے۔'' لڑکے کی ماں لگتا تھا بیٹے کو جان کے ساتھ نہیں لائی تھیں، جبکہ حسین بیگم نے تو خاصا زور دے کے کہا تھا۔

''نفیسہ! میں چاہ رہی تھی تم اپنے بیٹے کو لے آؤ تو اچھا ہے۔''

''باجی! ایاز کو اپنے کاموں سے فرصت ہی نہیں ہے، اس نے تو ہم ماں بیٹی پر چھوڑا ہوا ہے۔'' وہ بولیں۔

''اچھا... پھر ارادہ کیا ہے؟''

''یہ میں گھر جا کر ہی بات کروں گی، حباب کی تصویر دے دیں۔'' وہ بضد ہوئیں۔

''حباب کی تصویر تو حالیہ کوئی بھی نہیں ہے۔'' بینا نے کہا۔

''نفیسہ! تم نے خود حباب کے لیے بات کی، اب ہوا کیا ہے؟''

''باجی! ایسی کوئی بات نہیں ہے، حباب مجھے تو بہت پسند ہے، مگر میں اتنی بھی سادہ اور کم گو لڑکی نہیں چاہ رہی تھی۔'' نفیسہ، بینا کو دیکھ کر بات کو یہیں ختم کرنا چاہ رہی تھیں، کیونکہ بینا کے متعلق انہیں کچھ سن گن مل گئی تھی، مگر وہ بات نبھانے کی وجہ سے آ گئی تھیں۔

حسین بیگم نے ان کے جانے کے بعد پہلی دفعہ بینا کو خوب سنائی تھیں، جو اپنا آپ ہی سجاتی رہتی تھیں، رشتہ بیٹی کے لیے آیا اور خود اپنی تعریفوں میں لگ گئی تھیں۔ حباب نے معاملہ ختم ہونے پر تشکر بھرا سانس لیا تھا۔

❖❖---O---❖❖

وہ سو کر دس بجے اٹھی تھی، رفعت پہلے اس کے لیے کسی بھی پھل کا تازہ جوس ناشتے سے پہلے دیتی تھیں، پھر آدھے گھنٹے بعد انڈہ اور توس کا ناشتہ دیتی تھیں۔

''مما! آج میری کلاس ہے۔'' لانبے دراز بالوں کو اونچا کر کے کیچر لگایا ہوا تھا۔

''اتنی تیز دھوپ ہو رہی ہے، آج کلاس لینے نہیں فعت کو اس کے سرخ و سپید رنگ کی بہت فکر رہتی تھی، وہ اس کی اسکن کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔

''کلاس لینے جاتی ہوں تو بچت ہو جاتی ہے، ورنہ آپ امی کو جانتی ہیں دس کام کروا لیتی ہیں۔'' حسنیٰ ویسے ہی کام چور تھی، پھر کچھ رفعت نے اسے شہزادیوں کی طرح رکھا ہوا تھا اور وہ زندگی بھی بالکل ویسی ہی گزار رہی تھی۔

''تم ناشتے سے فارغ ہو، پھر میں تمہارے بالوں میں تیل لگا کے مالش کر دیتی ہوں بعد میں نہا لینا۔''

''اوکے مام!'' وہ ناشتہ کرنے لگی۔

ابھی وہ تیل وغیرہ لگوا کے فارغ ہوئی تھی، نسرین کی زوردار آواز نے اسے ڈرا دیا۔

''اری او حسنیٰ! ابھی تک پڑی سو رہی ہے؟''

''صبح صبح بھابی کو کیا مار پڑ گئی۔'' رفعت نے ناگواری سے منہ بنایا۔

''پتہ نہیں۔'' وہ پاؤں میں چپل اڑس کے تیزی سے کوریڈور میں آئی اور نیچے جھانک کے پوچھنے لگی۔
''امی! صبح صبح کیوں چیخ رہی ہیں؟''
''گیارہ بجے یہ صبح صبح ہے؟'' وہ منہ اوپر کیے تڑخ کے گویا ہوئیں۔
''آپ کے ہاں تو گیارہ بارہ بجے ہی صبح ہوتی ہے، اسی لیے صبح کہہ رہی ہوں۔'' حسنیٰ بھی انہی کی بیٹی تھی، انہی کی طرح تڑ سے جواب بھی دیا۔
''زیادہ بکواس نہیں کیا کرو، جلدی نیچے آؤ، لہسن کی چٹنی پیسو آ کر۔''
''امی! یہ کیا تک ہے، لہسن کی چٹنی کی؟'' اسے تو ویسے ہی سل پر پیسنے سے غصہ آتا تھا اور نسرین کو بھی جیسے ضد ہو جاتی تھی، اس سے تین چار قسم کی چٹنیاں وہ بھی سل پر پسوا کے فریز کر لیتی تھیں۔
''مجھے نہانے جانا ہے۔'' وہ چڑ گئی۔
''بعد میں جانا نہانے۔''
''امی! میری کلاس بھی ہے۔'' اس نے پھر عذر پیش کیا۔
''زیادہ ہی آرام طلب بنا دیا ہے تمہیں رفعت نے، کل کو بیاہ کے بھی جانا ہے۔''
''میں جہاں بیاہ کے جاؤں گی، وہاں نوکر چاکر ہوں گے۔'' حسنیٰ بھی انہی کی طرح تھی، ترکی بہ ترکی جواب دیتی رہی تھی۔
''زیادہ بک بک نہیں کرو، جلدی آؤ، فراج اور فیضان کو کھانا دینا ہے، میں بیسن کے پراٹھے بنا رہی ہوں، آٹا بھی آ کر گوندھنا۔'' حسنیٰ پیر پٹختی بھناتی ہوئی نیچے آ گئی، اسی وقت شہریار کی انٹری ہوئی، اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا، سلام تک اس نے نہیں کیا۔
شہریار کو بدتمیز اور خودسری حسنیٰ بری لگنے لگی تھی، جب سے اس کے پرپوزل کو ریجیکٹ کیا تھا۔
''ارے شہریار! کب تک جا رہے ہو؟'' نسرین نے خوش ہو کر پوچھا۔
''پھپھو! اگلے منگل کی فلائٹ ہے۔'' اس نے حسنیٰ کو جتایا، وہ کچن میں تھی جبکہ وہ صحن میں ہی بچھی فولڈنگ چیئر پر بیٹھ گیا، حسنیٰ کے بڑبڑاتے ہونٹوں کی جنبش اسے واضح نظر آ رہی تھی، ایک اچٹتی ناگوار نگاہ بھی ڈالی تھی۔
''اتراہٹ دیکھو، دبو کی، جا رہا ہے تو جائے، سنا کیا رہا ہے۔'' حسنیٰ نے چٹنی کے لیے لوازمات نکالے۔
''پہلے شہریار کے لیے جوس لے آؤ، فریج میں کینو پڑے ہیں ان کا جوس نکال لو۔'' نسرین نے ایک اور مشکل کام اس کے سر ڈالا، وہ دانت پیسنے لگی، ثابت لال مرچوں کا ڈبہ زور سے ریک پر پٹخا۔
''زیادہ مجھے غصہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہے، میں رفعت نہیں ہوں جو سر پر بٹھالوں۔'' وہ کوئی موقع اسے جھاڑنے کا ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔
''یہ صبح صبح جوس کی کیا تک ہے؟'' شہریار کو اس کی آواز کانوں میں آ رہی تھی، شہریار کو اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا وہ ضرورت سے زیادہ کام چور اور آرام طلب ہے۔
''پھپھو! تازہ جوس پینے کا بہت دل کر رہا ہے۔''
''نوکر نہیں بیٹھے ہیں آپ کے یہاں جو جوس نکال نکال کے آپ کو پلائیں۔'' تڑخ کے اسے جواب دیا۔

نسرین نے ایک تھپڑ حسنٰی کے سر پر رسید کیا۔
''یہی تمیز سکھا رہی ہے تمہیں رفعت، آئے گئے کا ذرا لحاظ نہیں۔'' وہ تو شروع ہو گئی تھیں۔
''آپ ہر بات میں ماما کو کیوں گھسیٹتی ہیں؟'' وہ چڑ گئی۔
''تیری ماما کو اس لیے گھسیٹتی ہوں، اس نے تجھے موم کا بنا دیا ہے، جہاں کوئی کام کا بولو پگھلنے لگتی ہے۔'' نسرین، شہریار کا بھی تو خیال نہیں کر رہی تھیں۔ شہریار کی دبی دبی مسکراہٹ حسنٰی سے مخفی نہیں رہ سکی۔
''ٹکے ٹکے کے لوگوں کے لیے میں کام نہیں کرتی۔''
''اپنی ماں کو ٹکے ٹکے کا بول رہی ہے۔'' نسرین تو اس کا پیچھا ہی لے لیتی تھیں، حسنٰی کھسیا گئی، وہ ٹکے ٹکے کا شہریار کو کہہ رہی تھی۔ شہریار جتنی دیر وہاں بیٹھا رہا، حسنٰی کی عزت افزائی سنتا اور دیکھتا رہا تھا۔

❖❖---○---❖❖

وہ جب سے آئی تھی کمرہ بند کیے پڑی ہوئی تھی۔ رمنا اور ایمن نے کتنی دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا تھا، مگر اس پر کوئی اثر نہیں تھا، امی کا الگ فکر کے مارے بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا، اور ابو پہلے ہی بیمار تھے وہ اور ہی نحیف سے لگ رہے تھے۔
''آپی پلیز! دروازہ کھولیے، بتائیے تو کیا ہوا ہے؟'' ایمن کو اپنی بہن بہت عزیز تھی۔ مرتضٰی علی خاموش اور شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے صرف اتنا کہا تھا ہیثم کہیں چلا گیا ہے اور وہ کچھ دیر بیٹھ کے چلے گئے تھے۔
''میں نے آپ سے کہا تھا جلد بازی میں کوئی بھی فیصلہ نہیں کریں، مجھے ہیثم ویسے بھی اس رشتے سے خوش دکھائی نہیں دے رہا تھا۔'' ثمینہ احمد نے روہانسی لہجے میں جاوید احمد کو ان کی غلطی کا احساس دلایا۔
''پتہ تو کرو ہیثم گیا کہاں ہے، مرتضٰی صاحب بھی کچھ بتا کے نہیں گئے۔''
''ان کا منہ ہی کہاں تھا، ان کا نواسہ کہاں گیا ہے مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا ان کا نواسہ کسی اور کو پسند کرتا ہوگا، انھوں نے زبردستی یہ شادی کی ہے۔''
''ثمینہ! تم انہیں پھر بھی برا نہیں کہو، مرتضٰی صاحب نے میرا ہی خیال کیا ہے جو ہماری بیٹی کو اپنی بہو بنایا۔''
''بہو بنا کے احسان نہیں کیا ہے، ان کا نواسہ دو کوڑ[illegible]ت کر کے چلا گیا۔'' ثمینہ احمد کو غصہ ہی آئے جا رہا تھا۔
''اچھا، اچھا چپ کرو، خوشنما سے جب تک بات نہیں ہوگی، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' جاوید احمد نے ہاتھ اٹھا کے بے زاری سے ہی کہا۔
''اپنی بیٹیوں کو اسی طرح راہ چلتے لوگوں سے ٹھکانے لگاتے جایئے۔ بیٹیاں نہیں بھیڑ بکریاں ہیں، منہ سے تو کچھ بولیں گی نہیں۔'' وہ بھی جل کے گویا ہوئیں، انہیں ہیثم کے موڈ کا پہلے ہی اندازہ ہو رہا تھا، وہ کیسا ہے۔
رمنا اور ایمن نے زبردستی پیٹ پیٹ کے دروازہ کھلوا ہی لیا تھا۔
''بجو! آپ کی ہم سے کیا ناراضی ہے جو دروازہ بند کر کے ہم سے بھی بائیکاٹ کر کے اندر بند ہو گئی ہیں؟''
''میرا کسی سے بھی بات کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔'' اس کی رو رو کے آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی ہو گئی

تھیں۔ ہاتھوں پر حنائی رنگ ایسا آیا تھا، بہنیں اسے چھیڑتی ہی رہی تھیں۔

''بجو! دیکھنا ہیثم بھائی آپ کو بہت چاہیں گے۔'' وہ اس وقت شرم وحجاب اور خوش رنگ خوابوں کے حوالے
اسے تو یہ بھی خبر نہیں تھی انجانے میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

''یہ کیا بات ہوئی، ہم سے تو باتیں کریں۔'' ایمن نے اس کی بکھرتی ہوئی زلفوں کو ہاتھوں سے سمیٹنا شر
کر دیا، تینوں بہنوں میں پیار اور اتفاق بہت تھا۔

''ایمن! میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو دبایا سوچ کر اس
اعصاب شل ہو گئے تھے۔

''میں آپ کے سر میں تیل کی مالش کر دیتی ہوں۔'' رمنا نے بھی کہا۔

ثمینہ احمد دروازے کی چوکھٹ پر کھڑیں اسے غمگین اور افسردہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں، چند دن میں ہی
کی بیٹی کملا گئی تھی۔

''دیکھنا بجو! ہیثم بھائی کو کہیں بھی سکون نہیں ملے گا، آپ کا صبر پڑے گا۔'' رمنا کو ہیثم پر بہت غصہ تھا کہ
سے بھی وہ مل جائے اور گریبان پکڑ کے اس کے منہ پر طمانچوں کی بارش کر دے۔

''میرے سامنے اس شخص کا نام بھی نہیں لو۔'' خوشنما کو اپنی بے عزتی نہیں بھولی تھی، وہ بھی تو حساب براب
آئی تھی، مگر دل کو سکون نہیں آ رہا تھا۔

''چلیے نہیں کہتی، آپ اٹھیے، فریش ہوئیے، یوں رونے دھونے سے کیا حاصل ہوگا۔'' ایمن نے سمجھایا۔

''ہاں مجھے اس دھوکے باز انسان کے لیے رونا بھی نہیں ہے، مگر میرے ساتھ یہ جلد بازی کا فیصلہ بہت
ہوا ہے۔''

''ابو کو نہیں پتہ تھا، ان کے باس کا نواسہ راضی نہیں ہے۔''

''ہم غریب لوگوں میں اونچے لوگ رشتے نہیں کرتے۔'' اس کے لہجے میں حسرت و یاس اور محرومی ٹپک ر
تھی۔ ثمینہ احمد آنکھوں میں نمی لیے پلٹ گئی تھیں، وہ تو سمجھتی تھیں ان کی بیٹی کو سب اتنی چاہتوں سے لے کر
رہے ہیں، تو وہ خوش ہی رہے گی، پورا گھرانہ ہی اسے رخصت کرانے آیا تھا، انہیں اگر اندازہ ہوا تھا تو ہیثم کی
مامی اس رشتے سے خاص خوش نہیں لگ رہی تھیں۔

''بجو! ضروری نہیں غریب لوگوں کے رشتے اونچے لوگوں میں نہیں ہو سکتے، کتنے ہمارے جاننے والے ہیں
کی بیٹیاں امیر گھرانوں میں بیاہی گئی ہیں۔'' رمنا نے اس کی سوچ کی نفی کی۔

''تمہیں اندازہ نہیں تم اس لیے یہ سب بول رہی ہو۔'' خوشنما کو کسی پل قرار اور سکون نہیں مل رہا تھا۔ کسی ط
ہیثم اس کے سامنے ہو اور اس کی طبیعت صاف کر دے مگر وہ اسے کانٹوں پر ڈال کر رات کی تاریکی میں جا
کہاں نکل گیا تھا۔ خوشنما نے اپنے سسرال والوں کو منع کر دیا تھا، وہ اس سے ہمدردیاں جھاڑنے قطعی نہیں آئی
بے مروتی کی اس نے بھی حد کر دی تھی، جبکہ اس میں ان کا تو کوئی قصور ہی نہیں تھا۔

''ہیثم احمد! تم سکون کے لیے ترسو گے۔'' اس نے گویا اسے بددعا ہی دی تھی۔

❖❖---○---❖❖

حباب کا رشتہ ختم ہوا تو اس نے سکھ کا سانس لیا تھا، مگر حسین بیگم نے بینا کی تو خوب کھنچائی کی تھی، وہ کھسیا سی گئی تھیں، اور اپنا سارا غصہ حباب پر ہی اتار دیا۔
''میں تم لوگوں سے خوبصورت ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟'' وہ خفگی سے رونی صورت بنا کے بولی تھیں۔
''بینا! بس کر، بیٹیوں کی فکر کرو۔'' حسین بیگم کو آج جانے کیا ہو گیا تھا، بینا کے لتے لے لیے تھے۔
''اماں! مجھے پتہ ہے آپ کو شہریار نے ہی چڑھایا ہے۔'' وہ ویسے بھی شہریار سے تو خائف ہی رہتی تھیں۔
''بینا باجی! کچھ تو عمر کا خیال کریں۔ بیٹیاں بیاہنی ہیں آپ نے، میں امی کو کیوں چڑھاؤں گا؟'' شہریار موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا، بینا کی آواز سنی تو وہ حسین بیگم کے کمرے میں آ گیا۔
''تم تو بات ہی نہیں کرو، تم نے ہی ارومہ کو سر چڑھا کر اسے اتنا زبان دراز کر دیا ہے۔''
''لو اب یہ کہانی بھی مجھ پر ڈال دیں، بینا باجی! زبان آپ کی بھی کچھ کم نہیں ہے، بیٹی ماں ہی سے سیکھتی ہے۔'' پورے گھر میں شہریار ہی صاف گو اور کھرا انسان تھا، وہ کسی کو بھی نہیں بخشتا تھا اور بینا تو اس کی بہن تھیں۔ ان کی غلط بات تو اسے ذرا بھی برداشت نہیں ہوتی تھی۔
''دیکھ رہی ہیں آپ، کیسے منہ پر بولتا ہے۔'' وہ روہانسی لہجے میں گویا ہوئیں۔
''میں سچی اور کھری بات کر رہا ہوں، سیدھی طرح اپنی بیٹیوں کی فکر کریں۔''
''میں آؤں گی ہی نہیں گھر اس وقت تک جب تم گھر پر ہو گے۔'' وہ بری طرح کلس کے گویا ہوئیں۔
''اگلے ہفتے روانگی ہے میری کینیڈا کی۔'' اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔ حسین بیگم سر پکڑے بیٹھی تھیں، ان دونوں کی بنتی جو نہیں تھی۔
''شہریار.... شہریار! کچھ تو خیال کیا کرو۔''
''میں تو ان کا خیال کرتا ہی ہوں، ان سے بھی بولیئے یہ بھی خیال کر لیا کریں۔'' اس کے لہجے میں طنز تھا اور وہ بینا کو سنانے لگا۔
''اماں! وہ حسنیٰ آئی ہے۔'' نازیہ انہیں اطلاع دینے آئی تھیں۔
''خیریت تو ہے؟'' وہ بیڈ سے تیزی سے اترنے لگیں۔
''آپ کہاں چلیں؟ بیٹھیئے وہ خود آئے گی یہاں چل کر، آپ کیوں جائیں گی؟'' شہریار نے انہیں پکڑ کے واپس بیڈ پر بٹھا دیا اس کی تو ویسے ہی حسنیٰ سے بہت لگتی تھی۔
''ارے جانے تو دے۔'' وہ برہم ہونے لگیں۔
''بھابی! حسنیٰ سے بولیئے ادھر ہی آ جائے۔'' وہ تو بضد تھا حسنیٰ خود آئے، حسین بیگم کو شہریار کی ضدی طبیعت سے بہت الجھن ہوتی تھی۔
''السلام علیکم! ممانی جان!'' اس نے مودب ہو کر سلام کیا، شہریار نے وائٹ پرنٹڈ سوٹ میں اس کی تیاری دیکھی، شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں جکڑا ہوا تھا، سرخ و سپید رخسار پر سرخی چھلک رہی تھی، مگر اس کی نگاہوں میں شہریار کے لیے ناگواری ہی ہوتی تھی۔
''آج ادھر کا رستہ کیسے بھول گئیں؟'' حسین بیگم کو حیرانی بھی ہو رہی تھی وہ عموماً چار بجے تک آرٹس کونسل میں

ہوتی تھی اور آج اس وقت یہاں...!

''اصل میں ممانی جان! گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوگیا اور اتفاق سے آپ کے گھر کے قریب ہی ہوا، میں نے سوچا جب تک ڈرائیور پنکچر ٹھیک کرواتا ہے، میں یہاں بیٹھ جاتی ہوں۔'' اس نے خاصے واضح الفاظ میں وضاحت دی۔

''وقت پڑنے پر تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔'' شہریار نے زیرلب بڑبڑا کے کہا مگر حسنیٰ کے کان خاصے تیز تھے اس نے بخوبی سن لیا۔

''پھر گدھا کون ہوا؟'' اس نے شہریار کو سلگایا۔

''اونہہ....!'' وہ تو اس پر خونخوار نگاہ ڈال کے رہ گیا، چپ وہ حسین بیگم کی وجہ سے ہی رہا تھا، ورنہ حسنیٰ کی تو وہ طبیعت صاف کرنے کو تیار ہی رہتا تھا، جب سے رشتے سے انکار کیا وہ سلگتا ہی رہتا تھا۔

''ممانی جان! یاد آیا...امی پوچھ رہی تھیں شہریار کینیڈا جا بھی رہا ہے یا نہیں؟'' اس نے پھر طنزیہ کہا۔

''کیوں میرے کینیڈا جانے سے تم لوگوں کو کیا فرق پڑے گا؟''

''ارے مطلب یہ ہے کہ ایویں ہی لوگ خاندان میں اڑا دیتے ہیں اہمیت حاصل کرنے کے لیے۔''

''ارے حسنیٰ! کیسی لڑکی ہو، ذرا لحاظ نہیں کر رہی ہو، میں اس کی ماں سامنے بیٹھی ہوں اور تم اسے بولے جا رہی ہو۔'' حسین بیگم کو اس کی باتیں اچھی نہیں لگی تھیں۔

''اتفاق سے ممانی جان! یہ بھی میری ماں کے سامنے ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔'' اس نے تپے ہوئے شہریار پر طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

''تو یہ بولو تم بدلہ اتارنے آئی ہو۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، میری سچ میں گاڑی خراب ہوگئی ہے۔'' اس نے بڑی اتراہٹ سے ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔

نازیہ اس کے لیے کولڈ ڈرنک کے ساتھ کچھ لوازمات بھی لے آئی تھیں، مگر لوازمات کی تعداد زیادہ تھی لگتا تھا حسین بیگم سے چھپ کے نکال کے لائی تھیں۔

''ارے نازیہ! ایک بندے کے لیے اتنا زیادہ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ ہوا لگنے سے سب سیل جاتا ہے۔'' حسین بیگم کی اس کنجوسی کی عادت سے سب نالاں تھے۔

''ارے بھابی! آپ کیوں لے آئیں، میں سب کچھ کھا کے نکلی تھی۔'' حسنیٰ نے تکلف دکھایا۔

''ارے حسنیٰ! میرا یہ مطلب تھوڑا ہی تھا کہ تمہارے آگے ہم کچھ کھانے کو نہیں رکھیں، تم اپنی تھیں میں نے کہہ دیا۔'' وہ بھی اپنی غلطی کو کبھی مانتی ہی نہیں تھیں۔ شہریار اکتا کے باہر چلا گیا، وہ لاؤنج میں ہی بیٹھا تھا، حسنیٰ کا ڈرائیور اسے بلانے آ گیا تھا۔

''آپ جا بھی رہے ہیں یا نہیں؟'' وہ جاتے جاتے بھی اسے چھیڑنے سے باز نہیں آئی۔

''میں جا تو واقعی رہا ہوں، مگر یہ یاد رکھنا تمہیں آنا میرے ہی پاس ہوگا۔''

''کیا بکواس ہے۔'' وہ جاتے جاتے رکی۔

''یہ بکواس نہیں ہے تم نے مجھے ریجیکٹ کیا سوچ کر کیا؟'' وہ تو تپا ہوا تھا۔

''اوہو....ابھی تک اسی بات کا سوگ منا رہے ہیں۔'' اس نے تمسخر اڑایا۔
''ایسا کچھ نہیں، خاندان کی لڑکیوں کو خاندان سے باہر نہیں دیا جاتا، اور پھر تم سے ویسے بھی کرے گا کون، زبان تمہاری اتنی گز بھر کی ہے۔'' وہ نخوت سے اس پر اٹیک پر اٹیک کیے جا رہا تھا۔
''زبان آپ کی بھی کم گز بھر کی نہیں ہے، ہمارے ہی گھر آ کر ہم پر غراتے ہیں۔'' وہ بولی۔
''تم جاؤ اس ٹائم، تمہارا ٹائم ہو رہا ہے۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کے باہر کی جانب اشارہ کیا، نازیہ کچن سے سب دیکھ اور سن رہی تھیں۔
''شہریار! کبھی تو اسے چھوڑ دیا کرو۔''
''بھابی! میں اس سے بات بھی کرنا پسند نہیں کرتا، آپ نے نہیں سنا اندر کیا بکواس کر رہی تھی؟'' وہ خاصا غصہ ہو رہا تھا، شہریار کو بھی ضد ہو گئی تھی حسنیٰ کو ایسے بخشے گا نہیں۔

❖❖❖---○---❖❖

رضوانہ کی ساس کا اصرار اور زور بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ نوشین کے لیے جواب دے دیں، ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا بولیں، ان کے بیٹوں کی مرضی بالکل نہیں تھی۔
''لو خود ہی آ گئی ہیں پھپھو جواب لینے۔'' آدم کو سخت چڑ ہونے لگی۔
''بھابی! پھر کیا سوچا؟''
''راشدہ! ابھی ضمران کی مرضی نہیں ہے۔'' رضوانہ جھجکتے ہوئے بول رہی تھیں۔
''بھابی! میں کون سا ابھی کرنے کو کہہ رہی ہوں، سال دو سال میں کر لینا۔'' راشدہ کسی طرح بھی یہ رشتہ ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتی تھیں، حالانکہ اس دن رضوانہ نے ساس کو واضح الفاظ میں جواب دے دیا تھا، پھر بھی راشدہ مصر تھیں کسی طرح بھی ہو جائے۔
''پھپھو! جب امی آپ کو کہہ چکی ہیں کہ بھائی کی مرضی نہیں ہے تو ضد کرنا تو آپ کا بے کار ہے۔'' آدم اس وقت گھر آتا نہیں تھا، یہ ٹائم وہ میڈیکل پر گزارتا تھا۔ اسے دیکھ کر دونوں ہی گڑبڑا گئیں۔
''آدم! تمہیں بولنے کی ضرورت نہیں ہے، میں بات کر رہی ہوں۔'' رضوانہ کی خشمگیں اور سرزنش بھری نگاہوں نے اسے ٹوکا۔ راشدہ لب بھینچ کے رہ گئیں، وہ اچھی طرح واقف تھیں ان کے بھتیجے خاصے منہ پھٹ ہیں، وہ لحاظ وغیرہ بالکل نہیں کرتے تھے، مگر وہ پھر بھی مسکہ چاپلوسی سے کام لے کر ہنستی مسکراتی آتی رہتی تھیں۔
''امی! آپ کیوں دادی جان کو اور ان کو ٹھیک سے جواب نہیں دیتی ہیں؟'' وہ برہم ہونے لگا۔
''بھابی! تمہارے لڑکے تو حد سے زیادہ ہی بدلحاظ ہو گئے ہیں۔'' وہ ناگواری کا اظہار کرنے لگیں۔
''یہ سب آپ سب کی وجہ سے ہے، ورنہ ہم ایسے نہیں ہیں اور خواہ مخواہ آپ کوشش میں لگی ہیں، نوشین کی شادی بھائی سے ہو جائے۔''
''تو ایسا غلط بھی نہیں ہے، باہر کی لڑکی دیکھنے سے بہتر ہے گھر کی ہی لے آؤ۔'' وہ بدمزہ سی ہو گئیں۔
''بھائی کا ارادہ باہر کی ہی کرنے کا ہے اور ہم نے لڑکی دیکھ لی ہے۔'' آدم نے نیا ہی پینترا بدلا۔ راشدہ کو

حیرت کا جھٹکا ہی لگا وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔

''بھابی! آپ نے تو ایسا کچھ نہیں بتایا۔'' وہ الٹا ناراض ہونے لگیں۔ رضوانہ کو آدم پر بہت غصہ آ رہا تھا، جو جھوٹ بول کے انہیں پھنسا گیا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے، یہ آدم اپنی طرف سے بول رہا ہے۔'' وہ سٹپٹا کے رہ گئیں۔

''یہ اب تم مجھ سے چھپا رہی ہو، ایسا بھی کیا بیٹوں کے رشتوں کو چھپا کے رکھ رہی ہو۔ امی کو تو بتا ہی دیتیں، وہ تو دادی ہیں۔'' وہ خاصا برا مان کے رہ گئیں۔

''یہ تم اچھا نہیں کر رہی ہو بھابی! گھر کی لڑکیوں کو چھوڑ کے باہر کر رہی ہو۔'' انہیں تو ضمران کے ہاتھ سے نکل جانے کا بہت ہی دکھ تھا، مگر انہوں نے سوچ لیا تھا یہ رشتہ ہونے نہیں دیں گی۔ آدم تو اندر چلا گیا تھا، مزمل اور طٰہٰ ٹی وی پر نیشنل جغرافک دیکھ رہے تھے، آدم کے زور دار قہقہے سے دونوں اس کی دماغی حالت پر شک کرنے لگے۔

''خیریت تو ہے؟''

''میں نے بھائی کے رشتے کا شوشہ چھوڑ دیا ہے، پھپھو امی سے لڑ رہی ہیں۔''

''صبح سے آ کر بیٹھی ہیں، امی کا دماغ کھائے جا رہی ہیں، امی کسی طرح بھی ہاں کر دیں۔'' طٰہٰ کو ان کا آئے دن کا آنا سخت بے زاری میں مبتلا کرتا تھا۔

''میں نے بھی سوچ لیا ہے اپنے خاندان کی ایک بھی لڑکی اپنے گھر آنے نہیں دوں گا۔'' آدم کو تو اپنے ددھیال والوں سے چڑ ہی تھی۔

''آدم بھائی! بڑے بول نہیں بولیے، پھپھو کی تین بیٹیاں ہیں، کیا پتہ کسی کا نصیب یہاں ہو۔'' مزمل گویا ہوا۔

''اللہ نہ کرے۔'' وہ کچن میں چلا گیا۔ رضوانہ بھی کچن میں ہی تھیں، ان کا چہرہ غصے کی وجہ سے خاصا برہم ہو رہا تھا۔

''کیا ہوا آپ کی نند صاحبہ چلی گئیں؟''

''آدم! یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے، راشدہ پورے خاندان میں اڑا دیں گی جبکہ میں نے بہت کہا وہ مذاق کر رہا ہے۔''

''اچھا ہے اڑا دیں، آپ ایسا کریں کوئی لڑکی جلدی سے دیکھیں، اور بھائی کی منگنی یا نکاح کر دیں، کم از کم پھپھو کی آنکھیں تو نہیں لگی رہیں گی۔'' وہ پتیلی میں سے سالن نکالنے لگا۔ رضوانہ چائے وغیرہ کے برتن دھونے لگیں، انہوں نے راشدہ کے آگے کافی ناشتہ رکھا تھا، سسرال والوں کی وہ خاطر مدارات میں کوئی کمی نہیں کرتی تھیں۔

''ایسے کہہ رہے ہو جیسے بہت آسان ہو۔'' رضوانہ کو تو اپنی ساس کی بھی فکر سوار ہو گئی تھی، وہ اتنا انہیں سنائیں گی۔

''کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔'' وہ ٹرے میں سالن کی پلیٹ اور روٹی رکھ کر باہر آ گیا۔ رضوانہ کا دماغ سوچ سوچ کے پریشان تھا۔ رات میں ضمران آیا تو انہوں نے آدم کا کارنامہ بتا دیا، وہ مگر مطمئن ہی رہا اور انہیں بھی اطمینان دلایا۔

''امی! آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے بیٹے آپ کا دفاع کریں گے۔'' اس نے رضوانہ کو تسلی

ہی دی۔

❖❖---○---❖❖
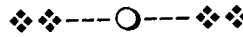
شہر یار چلا گیا تھا، گھر میں سناٹے ہو گئے تھے۔ حباب اور ارومہ کو اپنے ماموں کی ہر وقت یاد آتی تھی۔ وہ ان دونوں کا خیال بھی تو بہت رکھتا تھا۔ ارومہ کو اکیلا پن سا لگتا تھا۔

''کاش شہر یار ماموں مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔'' اس نے سرد آہ بھری۔

''تم وہاں جا کر کیا کرتیں؟'' حباب بالوں میں تیل لگا رہی تھی۔ وہ نہانے سے دو گھنٹے پہلے بالوں میں تیل کا مساج ضرور کرتی تھی، پھر اس کے بال تھے بھی سلکی اور دراز۔

''کم از کم امی کی باتیں تو نہیں سننی پڑتیں۔'' وہ منہ بنا کے گویا ہوئی۔

''حقیقت سے منہ چھپا کے بیٹھنا تو فضول ہے۔''

''کیا بے تکی ہانکتی رہتی ہو۔'' بینا نے ان دونوں کی باتیں سنیں تو وہ دونوں کو ٹوکنے چلی آئی تھیں۔

''جو سچ ہے وہ سچ ہے، حباب نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔'' وہ بینا کو زچ کرنے کا موقع تو جانے ہی نہیں دیتی تھی۔

''پتہ نہیں کیسی بیٹی ہے جو ماں کا ذرا خیال نہیں کرتی ہے، ٹکا سا جواب دیتی رہتی ہے۔'' انہیں اسی بات کا دکھ و افسوس بھی رہتا تھا۔

''یہ سب آپ کی وجہ سے ہے۔ آپ کیوں لوگوں سے بلاوجہ فری ہوتی ہیں، گھر میں رہا کریں۔''

''زیادہ میری اماں نہیں بنا کرو۔'' وہ تو تپ گئیں۔

''دیکھا حباب! اس وجہ سے میں کہہ رہی تھی، شہر یار ماموں مجھے ساتھ لے جاتے تو لوگوں کی مجھ سے جان چھوٹ جاتی۔'' اس نے طنز کر کے جتایا۔ بینا اسے گھورتی ہوئی تلملا کے اندر چلی گئی تھیں، حباب نے تاسف سے سانس بھری۔

''ہر وقت بدتمیزی سے بات نہیں کیا کرو۔'' حباب نے سرزنش کی۔

''تم تو رہنے ہی دو، پتہ نہیں کیسی ہو گئی ہو، کتابیں پڑھ پڑھ کے۔'' ارومہ نے چڑ کے کہا۔

''میں کتابیں اسی لیے پڑھتی ہوں کہ فضول خیالوں اور سوچوں سے بچی رہوں۔'' تیل کی بوتل بند کی اور الماری میں رکھ آئی، ارومہ چینلز سرچ کر کے دیکھے جا رہی تھی۔

''یہ تمہیں لگتا ہو گا۔''

''اچھا چھوڑو، تم ایسا کرو شہر یار ماموں کو آن لائن کرو، ان سے باتیں کرتے ہیں۔'' حباب نے اس کا ذہن بدلنے کو کہا۔

''سروس نہیں آ رہی ہے، میں پہلے ہی چیک کر چکی ہوں۔'' وہ افسردہ چہرہ بنا کے گویا ہوئی۔

''کچھ پڑھائی پر بھی توجہ دے لیا کرو۔'' بینا پھر نصیحت کرنے آ گئی تھیں۔

''جس دن آپ نے گھر پر توجہ دی، میں بھی پڑھائی پر توجہ دے لوں گی۔'' ارومہ ترکی بہ ترکی انہیں جواب

دے کر اطمینان سے لیٹ گئی۔

''پتہ نہیں یہ لڑکی کس پر چلی گئی ہے۔'' وہ سر پیٹ کے رہ گئیں۔

''کوئی تو ہوگا ہمارے ددھیال میں۔''

''بکواس نہیں کیا کرو۔'' بینا اپنی سابقہ سسرال کا ذکر تک سننا پسند نہیں کرتی تھیں۔ حباب نہانے چلی گئی تھی، وہ جانتی تھی ارومہ اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتی تھی۔

حباب نہا کے فارغ ہوئی تو کچن کو جا کر سمیٹا، ارومہ تو لمبی تان کے سو گئی تھی۔ بینا بڑی فرصت میں تھی، اپنے فیشل اور کلینزنگ میں مصروف تھی، حباب کو لائبریری کی کتابیں واپس کرنی تھیں، ارومہ کا جانے کا موڈ نہیں تھا۔

''امی! مجھے لائبریری کی کتابیں واپس کرنی ہیں۔''

''کل چلی جانا مجھے ابھی کہیں جانا ہے۔'' وہ جھٹ بولیں۔

''کتابیں آج ہی دینی ہیں، ورنہ چار جز لگ جائیں گے۔'' وہ منمنائی۔

''ارومہ کو دیکھ رہی ہو، وہ تو بالکل بھی نہیں جائے گی، پھول کے پڑی ہوئی ہے۔''

''اسی وجہ سے تو آپ سے کہہ رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے، میں جاتے ہوئے تمہیں چھوڑ جاؤں گی، تم امی کے گھر سے کسی کے ساتھ آ جانا۔'' وہ کلینزنگ سے فارغ ہو کر غسل کرنے کے لیے واش روم میں جانے لگیں۔ حباب کو بینا کی اتنی تیاری دیکھ کر بے زاری ہوتی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی دیکھنے بیٹھ گئی۔ بینا نے اسے لائبریری تک چھوڑا اور خود رکشہ پکڑ کر جانے کہاں نکل گئیں۔

حباب نے چند کتابیں اور لی تھیں، واپسی میں اس کا حسین بیگم کی طرف جانے کا قطعی موڈ نہیں تھا، وہ تیز تیز قدموں سے گھر کی جانب روانہ ہو گئی تھی۔ گھر پہنچتے ہی دیکھا ضمران کے گھر کے آگے ٹیکسی رکی تھی، اس میں سے وہی فیشن ایبل لڑکی نکلی، جس کی حباب سے منہ ماری ہوئی تھی۔

''توبہ ہے، ان لڑکیوں کو کتنا شوق ہے نمونہ بن کے لوگوں کے سامنے جانے کا۔'' زوردار بڑبڑاہٹ تھی، جو نوشین کے کانوں تک پہنچ گئی، چتون تیکھے کیے اور حباب کو گھورنے لگی، وہ سادے سے کاٹن کے سوٹ میں تھی۔

''تمہیں کیا تکلیف ہے؟'' وہ بھی کب حساب رکھتی فوراً برابر کیا۔ حباب ایسی ہو گئی جیسے سنا ہی نہیں، پیچھے سے راشدہ بھی چلی آئیں۔ حباب کا اس وقت ان کے منہ لگنے کا قطعی موڈ نہیں تھا، وہ دروازہ کھلتے ہی اندر گھس گئی۔

''آئے دن یہ لڑکی ان کے گھر کیوں آتی رہتی ہے؟'' حباب کو تشویش بھی ہوئی۔

❖❖---○---❖❖
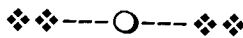
''پھپھو نے سوچا ایسے تو دال گل نہیں رہی، اپنی بیٹیوں کو لے جاؤں۔'' آدم کو ان کی آمد سخت گراں گزر رہی تھی۔

''آدم بھائی! آپ پھپھو کی کسی بھی بیٹی سے شادی کر لیں اور امی کے سارے بدلے لے لیں۔'' مزمل کے دماغ میں آیا تو وہ بولا۔

''اے لڑکے! کیا بک رہا ہے۔'' رضوانہ نے اندر آتے ہوئے پھر بھی سن لیا۔ وہ تینوں ہی خفیف سے ہو گئے

مزمل، ضمران کے پیچھے ہو گیا۔ وہ ان تینوں کی باتوں میں شامل نہیں تھا۔

''وہ تو میرے دماغ میں ایسے ہی آ گیا۔''

''میں تم سب کا دماغ ٹھکانے لگا سکتی ہوں، اگر کسی نے کوئی بھی فضول خرافات بکی تو۔'' رضوانہ اپنے بیٹوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتی رہتی تھیں، وہ لوگ بدتمیز نہیں تھے مگر اپنے ددھیال والوں کے ساتھ ان کا رویہ سرد اور تلخ ہو جاتا تھا۔

''پتہ نہیں آپ کیوں کسی کو برا نہیں کہنے دیتی ہیں۔'' طٰہٰ نے خاصے خفگی بھرے لہجے میں شکوہ کیا۔

''کچھ اچھی بات بھی سوچ لیا کرو، ضروری ہے ہم برا بول کے گناہ گار ہوتے رہیں۔''

''آج کل کوئی نہیں سوچتا کیا بول رہے ہیں اور کیا بولنے سے گناہ گار ہو رہے ہیں؟ جسے کچھ کہنا ہوتا ہے، کہہ دیتا ہے۔'' طٰہٰ پر رضوانہ کی تنقیدی اور خشمگیں نگاہیں تھیں، وہ نگاہ چرا کے اٹھنے لگا۔

''جو یہ سب نہیں سوچتے ان کا انجام بھی برا ہوتا ہے، اپنے اعمالوں کی فکر کرو۔'' راشدہ چلتی ہوئی اندر آ گئی تھیں، چاروں ہی کوفت زدہ نگاہوں سے دیکھ کر رہ گئے۔

''رضوانہ! کسے کہہ رہی ہو؟''

''ہمیں ہی کہہ رہی ہیں، جانے کیوں امی کو لوگوں کی غلطیاں نظر نہیں آتی ہیں، ہر وقت ہم پر ڈانٹ ڈپٹ کرتی رہتی ہیں۔'' مزمل نے دانت پیسے۔

''ارے بیٹا! یہ زمانہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی غلطی ہو اسے احساس دلاؤ، بلکہ الٹا ہی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔'' وہ ایسے بول رہی تھیں جیسے تمام غلطیوں اور خامیوں سے مبرا ہوں۔

''بجا فرمایا آپ نے۔ یہ زمانہ ایسا نہیں، مگر کچھ لوگ پھر بھی اندھے بہرے بن جاتے ہیں۔'' لہجہ خاصا طنزیہ اور تلخ ہو گیا تھا۔ ضمران نے انہیں بغور دیکھا، راشدہ کے چہرے پر اطمینان ہی جھلک رہا تھا، وہ مزمل کا طنز ہی نہیں سمجھی تھیں۔

''چلو تم لوگ سونے کی تیاری کرو، صبح پھر اٹھنے میں اتنی دیر لگاتے ہو۔'' رضوانہ نے ان سب کو اٹھایا۔

''ارے رضوانہ! ذرا دو گھڑی میرے ساتھ بھی بیٹھنے دیا کرو۔'' وہ تیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

''راشدہ! یہ لوگ صبح اٹھنے میں دیر کرتے ہیں۔''

''تم چھوڑو، سب اٹھ جائیں گے۔'' وہ آدم کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھنے لگیں، کمرہ آدم کا ہی تھا، چاروں ادھر ہی کر بیٹھ گئے تھے۔

''امی! میں دیر سے آؤں گا، آج نیٹ پر شہریار سے بات کرنی ہے۔'' ضمران نے جھٹ اٹھنے کے لیے پر لے۔

''ضمران! تو ایسے بھاگتا ہے جیسے میں پتہ نہیں کیا ہوں۔'' وہ برا مان کے گویا ہوئیں۔

''امی! ابو کا فون آیا ہے۔'' نوشین لچکتی مچکتی انہیں بلانے آ گئی تھی۔

''پتہ نہیں بھائی جان کو دیکھ کر یہ اتنا لچکتی مچکتی کیوں ہیں؟'' طٰہٰ کو وہ سخت زہر لگتی تھی۔ ضمران سائیڈ سے ہو کر نکل گیا تھا، وہ تینوں بھی اٹھ گئے تھے، راشدہ بدمزہ سی ہو گئی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

وہ آنا نہیں چاہ رہی تھی، مگر جب دیکھا کہ بینا اتنی دیر تک وہیں رہیں گی وہ چپکے سے اٹھ آئی تھی۔ روڈ پر آتے ہی لائٹ چلی گئی تھی، اسے ڈر بھی لگا حالانکہ حسین بیگم کا گھر دو گلیاں چھوڑ کے تھا، درمیان میں لمبی سی سڑک کا فاصلہ تھا، اسی وقت کتے بھونکنے لگے، وہ تیزی سے بھاگنے لگی۔ پاؤں ایسا مڑا کہ بائیک کا ہینڈل اس کے سر پر لگا وہ چکرا کر رہ گئی۔

بائیک رکی تو وہ حباب کو دیکھ کر حیران رہ گیا، جو اپنا ماتھا سہلا رہی تھی۔

''آخر آپ مجھ سے ہی کیوں ٹکراتی ہیں؟'' بائیک اسٹینڈ پر کھڑی کر کے وہ اس کے پاس چلا آیا، وہ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ضمران نے اسے سہارا دینے کی کوشش کی۔ اس نے ہاتھ ہی جھٹک دیا، یہ کیا وہ گرتے گرتے بچی۔ ضمران نے اسے تھاما وہ اس کے سینے سے آ لگی، حباب حواس باختہ ہوگئی، خود کو اس کے بازوؤں کے حصار سے نکالا۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز پر وہ اور ہی سہم گئی، آنکھیں وحشت زدہ سی ہوگئیں۔

''ریلیکس!'' ضمران اسے تھپتھپانے لگا، اسی وقت چندا میاں کی بلڈنگ سے کوئی اترا تھا، اور اس نے یہ سارا منظر دیکھ لیا، ضمران نے حباب کو پیچھے کیا اور وہ ڈگمگا گئی۔

''ہشت... دیکھا بھی کس نے۔'' وہ خاور کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

''واہ... کیا زمانہ آ گیا ہے، ماں تو ہے ہی ایسی، بیٹی نے بھی شرم کو دفن کر دیا اور بیچ چوراہے پر گلی کے ہی لڑکے کے گلے لگی ہوئی ہے۔''

''خاور بھائی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''میاں! آنکھوں دیکھا بھی جھٹلا دیتے ہو۔'' ان کی تنقیدی اور فہمائشی نگاہیں حباب پر تھیں۔ وہ بھاگتی چلی گئی رکی نہیں مگر دل بہت دھڑ دھڑ کر رہا تھا اور اسے سارے محلے میں خبر ہو جانے پر اور ہی وحشت ہو رہی تھی۔ ارومہ نے اس کا زرد چہرہ دیکھا۔

''حباب! کیا ہوا؟''

''آں... ہاں.... وہ بہت برا ہوگیا۔'' حباب کا تو لگتا تھا اب دل ہی بند ہو جائے گا۔

''ہوا کیا ہے؟'' ارومہ دوڑ کے اس کے لیے پانی بھی لے آئی۔ فوراً ہی اس نے ایک سانس میں چڑھا لیا اور ارومہ کو ساری کہانی سنا دی۔

''اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔''

''تمہارے لیے نہیں ہے، مگر میرے لیے تو ہے۔'' وہ لب کچلنے لگی۔

''شہریار ماموں کو بتا دیتے ہیں۔''

''دماغ خراب ہے، انہیں بالکل نہیں بتانا۔'' حباب نے اسے ٹوکا۔

''ارومہ! کبھی ان سے بک بھی نہیں دینا، وہ پہلے ہی امی سے اتنا خائف ہیں وہ پھر ہمیں بھی ایسا ہی سمجھیں گے۔''

''دماغ خراب تمہارا ہے، وہ ہمیں کیوں سمجھیں گے؟ شہریار ماموں ہمیں جانتے ہیں۔'' وہ تو بھڑک ہی گئی۔

''پلیز اردمہ! اس وقت میرا دماغ نہیں پکاؤ، امی آ گئیں تو الگ ہنگامہ کریں گی۔'' وہ سر تھام کے بیٹھ گئی، دل دھک دھک کیے جا رہا تھا۔ ضمران اگر نہیں ہوتا تو وہ کتوں کے خوف سے بے ہوش ہو کر وہیں گر گرا جاتی، پھر کیا ہوتا؟ مگر یہ دنیا کے لوگ ان کے ذہن اتنے گندے ہو گئے ہیں، ہر بات غلط ہی سمجھتے ہیں۔

وہ خاور کو خوب جانتی تھی، گلی محلے کی لڑکیوں کو ہر وقت تکتا رہتا تھا، بیوی بغل میں ہوتی تھی پھر بھی وہ تکنے سے باز نہیں آتا تھا، خود حباب کو دیکھ کر آہیں بھرتا تھا۔

''کمینہ کہیں کا۔'' وہ اپنے کمرے میں اٹھ کر چلی گئی تھی۔

❖❖---○---❖❖
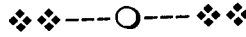
سعدیہ وقاص اور عائزہ کے آنے سے گھر میں رونق ہی لگ گئی تھی، مگر حسنیٰ کی آئے دن شامت آتی رہتی تھی، نسرین نے اسے بالکل ہی کچن کا کر دیا تھا، آرٹس کونسل تک اس کا جانا رہ جاتا تھا۔

''مامی جی! آج پلاؤ بنوا لیں۔'' وقاص کو بہت ذائقے کے پڑے رہتے تھے۔

''چپ کرو، ہر وقت کھانے پینے کی ہی تم لوگوں کو لگی رہتی ہے۔'' حسنیٰ نے برا سا منہ بنا کے اسے ڈانٹ دیا وہ اس لیے کہ سارے فرمائشی کھانے نسرین اس سے ہی پکواتی تھیں۔

''کیا ہوا اگر وہ کہہ رہا ہے تو بنا لو پلاؤ، سب ہی شوق سے کھا لیں گے۔'' وہ حسنیٰ کا تلملانا دیکھ رہی تھیں۔

''امی! مجھے بھی کام ہوتے ہیں، میری پڑھائی رہ جاتی ہے، آرٹس کونسل بھی نہیں جا رہی میں کتنے دن ہو گئے ہیں۔'' اس نے دہائی دی۔

''حسنیٰ! جب بھی آرٹس کونسل جاؤ مجھے بھی لے چلنا۔'' سعدیہ کو گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا، وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

''میرے پاس ٹائم ہی نہیں بچ رہا، جو آرٹس کونسل تمہیں بھی لے کے جاؤں۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں ہنا کے کہا۔

''میں جا رہی ہوں، میری ٹانگوں میں بہت درد ہو رہا ہے۔'' حسنیٰ نے اپنا بڑا سا فان کلر کا کلف لگا دوپٹہ شانوں پر سمیٹا اور جانے لگی۔

''کہاں چلیں..... بیٹھو۔''

''پلیز امی! کچھ ان لڑکیوں سے بھی کروا لیں، ہفتہ دس دن ہو گئے ہیں ان لوگوں کو آئے ہوئے۔'' حسنیٰ نے تھ اٹھا کے کہا۔

''توبہ، توبہ! کیا زمانہ آ گیا ہے، مہمانوں سے کام کرانے کا کہا جا رہا ہے۔'' وقاص نے کانوں کو ہاتھ لگا کے کہا۔

''مہمان تین دن کے ہوتے ہیں، پھر وہ بلائے جان ہوتے ہیں۔''

''اے حسنیٰ! تُو کتنی بدتمیز ہو گئی ہے، خوب تربیت کی ہے رفعت نے تیری۔'' وہ پھر رفعت کو برا بھلا کہنے لگیں۔

''امی! آپ مما کو بالکل بھی کچھ نہیں کہیے گا، وہ بہت اچھی طرح سے میری تربیت کر چکی ہیں۔''

''ہاں بہت اچھی طرح سے نظر بھی آ رہا ہے۔'' نسرین نے فہمائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے طنز کیا۔

''آپ تو ہر بات کے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔''

''زیادہ مجھ سے بڑ بڑ نہیں کرنا، ذرا لحاظ نہیں کروں گی۔'' وہ تو جیسے کسی سے دبنا جانتی ہی نہیں تھیں۔

''مامی! آپ تو بحث میں الجھ گئیں، یہ بتا دیں پلاؤ بنائے گا کون؟'' وقاص نے جھگڑے کا رخ موڑنے کو دوبا پلاؤ کا ذکر نکالا۔

''تمہاری جورو ہے تو لاؤ اور بنوالو۔'' حسنیٰ دانت پیستی ہوئی پیر پٹختی نکل گئی۔

''مامی! حسنیٰ بہت غصے میں گئی ہے۔'' وہ تو کبھی اس بات کی پرواہ ہی نہیں کرتی تھیں اور حسنیٰ کی بھی کو پرواہ نہیں تھی، اپنی آزادی اور گھومنے پھرنے کی خاطر اسے اپنی نند کو دے دیا تھا، رفعت نے اسے نازوں سے ہی پالا تھا۔

''میں نہاری منگوا دوں گی، اس سے کھا لینا۔''

''مامی! کب سے نہاری روٹی ہی کھا رہے ہیں، اب تو ہر جگہ سے اسی کی ہی خوشبو آتی رہتی ہے۔'' عائزہ کا دل اوب گیا تھا۔

''تمہاری بھی بڑی زبان ہے۔'' نسرین لاجواب تو ہو گئی تھیں۔

''کیا کریں زمانے نے سکھا دیا۔'' اس نے سرد آہ بھر کے کہا۔

''یہ آج کل کی لڑکیوں کو Star Plus لگ گیا ہے، اسی کی ایکٹنگ کرنے لگتی ہیں۔''

''مامی! یہ ایکٹنگ نہیں تھی۔'' وہ تو تڑپ گئی۔ سعدیہ کو ہنسی آنے لگی۔

''چپ کر کے یہی نہاری کھا لینا، فراج لے آئے گا روٹیاں، سعدیہ! تم بنا لینا۔''

''مامی! آپ کیا آج پھر کہیں جا رہی ہیں؟'' وقاص کو ان کے آئے دن جانے سے سخت چڑ ہونے لگی تھی۔

''میں بھائی صاحب کی طرف جا رہی ہوں، شہر یار کینیڈا گیا ہے، کوئی خیر خبر ہی نہیں ملی ہے۔'' نسرین جا کے زیادہ معلوم کرنا چاہ رہی تھیں شہر یار کی وہاں نوکری کس نوعیت کی لگی ہے، کتنا کما رہا ہے؟ وہ حسنیٰ کے چکر میں گ ہوئی تھیں۔

''پھپھو! آج کل کون کسی کی خیر خبر رکھتا ہے، جو آپ جا جا کے سب کا پوچھتی ہیں؟'' وہ طنز ہی کرنے لگا۔

''تم اور تمہاری ماں نہیں رکھتیں تو ضروری ہے میں بھی نہیں رکھوں؟'' ان کے تو پتنگے لگ گئے۔

''وقاص! کیا فضول بول رہے ہو۔'' سعدیہ نے نسرین کا موڈ بگڑتا دیکھا تو جھٹ وقاص کو ڈانٹ دیا۔

''سعدیہ! مجھے جلدی ہے۔ نہانا بھی ہے، پھر یہ لائٹ چلی جائے گی تو کپڑوں پر استری بھی نہیں ہو سکے گی۔ وہ بولتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ فراج جاب پر گیا ہوا تھا، فیضان جاب ڈھونڈنے میں لگا ہوا تھا۔

''میرا دل نہیں لگ رہا، میں واپس جاؤں گی۔'' عائزہ کو یہاں بند پڑے رہنے پر بہت غصہ آ رہا تھا، وہ ویسے ہی کہیں ٹک کے نہیں بیٹھتی تھی۔

❖❖---○---❖❖

خوشنما جاب تلاش کر رہی تھی۔ ڈھیر سارے انگلش اور اردو اخبارات سامنے پھیلائے ہوئے بیٹھی تھی۔ ایک

جاب اسے اپنے مطلب کی نظر آ ہی گئی۔
''تم اپنے سسر سے تو پوچھ لیتیں۔''
''امی! ان کا نواسہ اپنے نانا سے پوچھ کے گھر سے بھاگا تھا، جو میں بھی ان سے پوچھ کے ہر کام کروں، میری مرضی جو کروں۔'' خوشنما کا لب ولہجہ بہت تلخ اور کڑوا ہو گیا تھا۔
''پھر بھی وہ ہیثم کے نانا ہیں تمہیں اجازت لینی چاہیے۔''
''امی! آپ بھی کیا باتیں لے کے بیٹھ گئیں، ان کا نواسہ ہی تعلق توڑ کے چلا گیا تو پھر یہ کیوں پوچھیں۔'' رمنا کو بھی ان کی یہ بات پسند نہیں آئی تو اس نے مداخلت کی۔
''اس کے توڑنے سے ایسے ہی تعلق نہیں ٹوٹ جاتا ہے۔'' انھیں غصہ آ گیا۔
''مگر میں اب اس انسان سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتی۔'' خوشنما تیار ہونے چلی گئی تھی، ابو تو اس سے شرمندگی کی وجہ سے کچھ بول نہیں رہے تھے۔
گیارہ بجے وہ اس بلڈنگ میں پہنچ گئی تھی جس کا اشتہار تھا۔ وہ سنبھل سنبھل کے دھڑکتے دل کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہاں پہلے ہی اتنے لوگوں کو دیکھ کر اس کا دل ہی افسردہ ہو گیا، اسے یہاں جاب ملنا مشکل تھا، اپنے ڈاکومنٹس اندر پہنچا دیئے تھے۔ پتہ نہیں کب باری آئے گی۔ انتظار کرتے کرتے ایک بجے اس کی باری آئی، لائٹ گرین پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس وہ اپنے اندر اعتماد بحال کر کے اندر چلی آئی تھی۔ سامنے بیٹھے سائیڈ والی چیئر پر جس شخص پر نگاہ پڑی وہ سکتے میں آ گئی۔
''یار! میں چلتا ہوں۔'' وہ بے زاری سے اٹھا۔ خوشنما نے تو اسے دیکھا ہوا تھا، البتہ اس نے خوشنما کو نہیں دیکھا تھا۔
''یار! انٹرویوز پورے کروا کے جاؤ مجھ سے سوالات نہیں پوچھے جاتے کیا پوچھوں؟'' اشعر نے اسے زبردستی ہاتھ پکڑ کے بٹھایا۔ خوشنما کا سکتہ ٹوٹ چکا تھا، خشک لبوں پر زبان پھیر کے وہ چیئر پر بیٹھ چکی تھی۔ اس شخص نے بھرپور نگاہ خوشنما پر ڈالی جو نگاہ جھکا کے بیٹھی ہوئی تھی، خوبصورت سا سراپا کچھ کچھ افسردہ لگ رہا تھا۔
''اشعر یار! میں بہت تھک گیا ہوں۔''
''پھر واپس چلے جاؤ گھر۔'' اس نے جھٹ کہا۔
''کبھی نہیں۔'' اس کے لب ولہجے میں قطعیت تھی۔
''اچھا یہ چند انٹرویوز اور پورے کر لو۔'' وہ چیئر پر بیٹھ گیا تھا، خوشنما کا اندر ہی اندر خون کھول رہا تھا۔ دل کر رہا تھا طبیعت صاف کر دے، مگر خود کو باز رکھا اور لمحوں میں اس نے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ ایسا بدلہ جو ساری زندگی سکون کے لیے ترسے گا، وہ دانت پیس رہی تھی۔
''آپ کو یہ جاب کیوں چاہیے؟'' قدرے توقف کے بعد اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔
''مجھے میرے ہسبنڈ نے گھر سے نکال دیا ہے اور خود بھی کہیں چلے گئے ہیں، میری گزر بسر مشکل سے ہو رہی تھی۔ مطلب پیسوں کی تنگی آن پڑی ہے، مجھے ضرورت ہے۔'' خوشنما نے جان بوجھ کے ایسا جواب دیا کہ ہیثم کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

''وہ گھر سے نکال کے خود کہاں گئے؟''

''آپ ذاتیات پر اتر رہے ہیں۔'' خوشنما نے برا مان کے اسے گھورا۔اشعر نے ہیثم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔

''ٹھیک ہے آپ جا سکتی ہیں، ہم آپ کو تین دن کے اندر انفارم کر دیں گے، اگر آپ کی سلیکشن ہوگئی تو۔'' اشعر نے اس کی فائل مسکرا کے اس کے ہاتھ میں دی، ہیثم کو جانے کیوں آواز جانی پہچانی لگی۔

''مگر نہیں وہ نہیں ہو سکتی، دبی دبی گلیوں میں رہنے والی بیک ورڈ سی لڑکی کہاں جاب کر سکتی ہے۔'' اس نے خود ہی اپنی سوچ کی نفی بھی کی۔

''اسے تو میں نانی یاد کرا دوں گی۔'' خوشنما یہ جاب کسی طرح بھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

''پلیز! مجھے یہ جاب دے دیں میں بہت مجبور ہوں۔'' اس نے آواز کو بھی مجبور و بے کس بنا لیا۔

''اوکے، اوکے محترمہ! آپ پریشان نہ ہوں۔'' ہیثم کو جیسے اس پر ترس ہی آ رہا ہو۔

''میرے ہسبنڈ کو میرا ذرا احساس نہیں اس نے مجھے پلٹ کے پوچھا تک نہیں۔'' وہ رونے ہی لگی۔

''یہ باتیں آپ یہاں بیٹھ کے نہیں کریں۔'' اشعر ایسی گھریلو باتوں سے بہت گھبراتا تھا۔

''مجھے وہ مل جائے میں اسے بخشوں گی۔ نہیں بددعائیں ہیں میری اسے۔''

''اشعر! میں چلتا ہوں کافی ٹائم ہو گیا ہے۔'' ہیثم کو اس کی باتوں سے گھبراہٹ ہونے لگی، وہ فوراً ہی جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔خوشنما کے ہونٹوں پر دبی دبی طنزیہ مسکراہٹ در آئی تھی، لمبا چوڑا ہیثم دیکھنے میں بھی مغرور ہی نظر آتا تھا۔

''تم کھانا کھا کے سو جانا میں جلدی آؤں گا۔'' اشعر نے ہانک لگائی، خوشنما بھی فائل اٹھا کر نکل گئی تھی۔

❖❖---O---❖❖
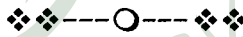
حباب کو ڈر و خوف سے بخار ہو گیا تھا، اس نے اس بات کا اتنا اثر لیا تھا۔ارومہ کو اپنی ڈرپوک سی بہن پر بہت غصہ آ رہا تھا۔حباب کا یہی سوچ سوچ کے برا حال تھا، لوگ کیا کہیں گے جیسی ماں بیٹی بھی ویسی اور وہ یہ بات تو بالکل بھی برداشت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ بینا الگ اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئی تھیں، مگر وہ مان ہی نہیں رہی تھی، وہ آنکھیں بالکل بھی نہیں کھول رہی تھی، سب ہی پریشان تھے۔

''آپ لوگ سوچ کیا رہے ہیں، اسے اسپتال لے کے جائیں۔'' ارومہ کو فکر کے مارے ہول اٹھ رہے تھے۔ اکرام بغور حباب کی کنڈیشن دیکھ رہے تھے، انھیں کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا، حباب نے کچھ کھایا ہے، وہ جلدی سے گاڑی لے آئے اور اسے اٹھا کے گاڑی میں ڈالا، وہ اور بینا، نازیہ تینوں اسپتال میں ساتھ تھے، ایمرجنسی روم میں اسے رکھا ہوا تھا، وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔

''بچی نے کوئی ایسی چیز لی ہے جو اسے بے ہوش کر گئی ہے۔'' سینئر ڈاکٹر نے بس اتنا ہی بتایا تھا۔ بینا متوحش زدہ فکرمند سی اپنے لمبے لمبے ناخن دانتوں سے کتر رہی تھیں، ان کی بیٹی نے یہ بات اتنی دل پر لے لی تھی۔ دو گھنٹے بعد ڈاکٹر نے اس کی حالت خطرے سے باہر بتائی تھی، مگر وہ ابھی بھی بے ہوش ہی تھی۔

''میری بچی نے اتنی سی بات کو اتنا دل پر لے لیا۔'' بینا لب کچل رہی تھیں۔

''اونہہ....تمہاری نظر میں اتنی سی بات ہوگی، وہ حالات کو جانتی ہے۔'' اکرام بھی طنز کرنے سے باز نہیں آئے۔

''کیا مطلب ہے؟'' وہ ناسمجھی کی کیفیت میں ان کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

''مطلب واضح ہے۔'' ڈاکٹر نے دوائی کا پرچہ ہاتھ میں تھمایا جو انھوں نے تھام لیا۔

''آپ بھی اس وقت کیا باتیں لے کر بیٹھ رہے ہیں۔'' نازیہ ان کی بات کا مفہوم واضح سمجھ رہی تھیں۔ انھیں بینا پر حیرت ہوتی تھی، جو کسی بھی بات کو سیریس لیتی ہی نہیں تھیں۔

''بھابی! اس میں میرا تو قصور نہیں ہے۔'' معصوم صورت بنانے لگیں۔

''چپ کرو اسپتال میں تماشا نہیں بناؤ۔'' وہ دوائیاں لینے چلے گئے تھے۔ حباب کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا، وہ ابھی تک روئے جارہی تھی۔

''بیٹا! اتنا کیوں پریشان ہو رہی ہو؟'' اکرام نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ یہی رشتے تو اس کی ہمت بندھائے ہوئے تھے ورنہ بینا کے جیسے کرتوت تھے پھر بھی بھائی بہن خیال رکھتے تھے۔

''ماموں! مجھے گھر جانا ہے، یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔'' حباب کی نگاہ بینا پر پڑی تو اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔ بینا جانچتی نگاہوں سے بیٹی کو دیکھے جارہی تھیں، جو کل سے ان سے بات بھی نہیں کررہی تھی۔

''ہاں بیٹا! چلیں گے۔'' اکرام جیسے اس کی ناگواریت محسوس کر گئے تھے وہ تاسف سے اسے دیکھنے لگے۔ ایک دن تو ڈاکٹر نے اسے یہاں رکنے کا کہا تھا، کیونکہ ڈرپس کے ذریعے اس کے جسم سے زہر کے اثرات ختم کرنے تھے۔

''ماموں! مجھے یہاں بہت گھبراہٹ بھی ہو رہی ہے۔''

''تم چپ کر کے لیٹی رہو، زیادہ بولوگی تو اور گھبراہٹ ہوگی۔'' بینا کو اس کا اگنور کیے جانا بہت برا لگ رہا تھا۔

''بینا! تم بھی حد کرتی ہو، بچی ویسے ہی ٹھیک نہیں ہے اور تم اسے ڈانٹ رہی ہو۔'' اکرام کو بہت برا لگا تھا۔

''بھائی جان! اسے آپ اتنا سر پر نہیں چڑھائیں، اور یہ اتنی بڑی بات بھی نہیں ہے۔''

''چپ کرو، اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں ہوگی۔'' انھوں نے ڈانٹ دیا، بینا لب بھینچ کے رہ گئی تھیں۔ حباب اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی، اسے ایسی ذلت کی زندگی نہیں [illegible]، لوگ اسے بری نظروں سے دیکھیں موت کو گلے لگانے چلی تھی، مگر موت نے بھی ساتھ نہیں دیا۔

اکرام رات تک اس کے پاس رہے تھے، پھر وہ صبح ڈیوٹی کی وجہ سے گھر چلے گئے تھے، اس کے پاس نازیہ کو چھوڑا تھا وہ جانتے تھے بینا، حباب سے ڈانٹ ڈپٹ ہی کریں گی۔

''مامی! ماموں کیوں چلے گئے؟'' حباب کی آنکھوں سے آنسو تو رک ہی نہیں رہے تھے۔

''صبح پھر آجائیں گے، وہ ڈیوٹی پر انھیں جانا ضروری تھا۔'' وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

''حباب! تم کچھ بھی الٹا سیدھا نہیں سوچو، سب کچھ ٹھیک ہے، تم نارمل طریقے سے رہنا۔'' نازیہ اسے سمجھا رہی ہیں۔ سب اپنی اپنی زبان میں اسے سمجھا رہے تھے، مگر کسی طرح بھی اسے تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں اس سے کہاں غلطی ہوئی تھی، زندگی اسے اپنی زندگی بری لگنے لگی تھی، پتہ نہیں آگے کیا ہونے والا تھا، اسے جیسے کوئی آ گہی

دے رہا تھا، اس کی عمر اتنی تو نہیں تھی اس میں سنجیدگی حد سے زیادہ تھی، ہر بات کو بہت محسوس کرتی تھی جبکہ ارومہ چیخ چلا کے اپنا غصہ نکال لیتی تھی، وہ تو ایسا کچھ نہیں کرتی تھی، اندر ہی اندر گھلتی جا رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖
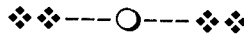
اسے خبر ہوگئی تھی حباب اسپتال میں ایڈمٹ ہے، اس کے دل کی بے کلی بڑھتی جا رہی تھی، اس نے رضوانہ سے کچھ نہیں چھپایا تھا، ساری بات انھیں بتا دی تھی مگر رضوانہ کو یہ دکھ بہت ہو رہا تھا، پورے محلے میں یہ بات اڑ گئی تھی اور یہ کسی لڑکی کے لیے ڈوب مرنے کے لیے کافی تھی، حباب نے اس بات کا اتنا اثر لیا تھا کہ وہ اپنی جان دینے کے درپے ہوگئی تھی۔

''میں بچی کو دیکھ آتی ہوں۔''

''امی! آپ دیکھنے جائیں گی تو کہیں بات کچھ اور نہ ہو جائے۔''ضمران کو یہ ڈر ہو رہا تھا، کہیں حباب کے گھر والے ان پر چڑھائی نہ کردیں۔

''کچھ نہیں ہوگا، میں سنبھال لوں گی سب کچھ۔'' انھوں نے اپنے پریشان بیٹے کو اطمینان دلایا۔ رضوانہ اسے اسپتال دیکھنے جانے کی تیاری کرنے لگی تھیں۔ وہ بہت کھلے اور صاف دل کی خاتون تھیں۔ مزمل کو ساتھ لے گئی تھیں، پتہ چلا حباب ڈسچارج ہوکر اپنی نانی کے گھر چلی گئی ہے، وہ پھر آ گئی تھیں، نانی کے گھر جانے کی ان میں ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

''امی! یہ کیا بات ہوئی؟ آپ تو حالات سے بھاگ رہی ہیں۔'' مزمل تیز لہجے میں گویا ہوا۔

''میں کوئی حالات سے نہیں بھاگ رہی، کبھی ان کے گھر گئی نہیں ہوں، جاتے ہوئے جھجک آ رہی ہے۔'' وہ گہری سوچ میں مستغرق تھیں۔

''جھجک کی کوئی بات نہیں ہے، میں آپ کے ساتھ ہوں چلیے۔'' مزمل انھیں زبردستی لے آیا، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ بہت کچھ سوچ رہی تھیں۔ بیل بجائی تو اکرام نے ہی دروازہ کھولا۔ مزمل نے جھٹ سلام کیا، رضوانہ کو اکرام نے سلام کیا۔

''کیا بات ہے، ضمران نظر نہیں آ رہا آج کل؟'' وہ انھیں اندر لے آئے تھے۔

''ضمران کی بھی وہی حالت ہے جو حباب بیٹی کی ہے۔'' رضوانہ کو وہ سامنے ہی نظر آ گئی جو بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ حسین بیگم، نازیہ اور ارومہ انہیں یہاں دیکھ کر حیران و پریشان ہی ہوگئی تھیں۔

''آپ لوگ پریشان کیوں ہو رہے ہیں، میں حباب کو دیکھنے آئی ہوں، کیسی ہو بیٹا؟'' حباب انھیں دیکھ کر اٹھ کر بیٹھنے لگی، رضوانہ نے اسے اشارے سے اٹھنے سے منع کیا۔

''کہتے ہیں ہر دیکھنے والی آنکھ کا قصور ہے اور سوچنے والے دماغ کا، کون کیا دیکھ کر کیا سمجھ رہا ہے۔'' وہ اتنی گہرائی سے ذومعنی بات کر رہی تھیں، تینوں ہی چونک گئیں۔

''ہمیں کیا پتہ تھا لوگ اس طرح باتیں کریں گے۔''حسین بیگم کے لہجے میں دکھ و تاسف تھا۔

''خیر لوگوں کا کام ہے باتیں بنانا، آپ لوگوں سے یہ مجھے کہنا ہے، مجھے حباب بیٹی کا رشتہ اپنے بیٹے ضمران کا

کے لیے چاہیے۔''
''جی...؟'' حسین بیگم اور نازیہ حیران رہ گئیں۔ یہ تو انھوں نے بھی کبھی نہیں سوچا تھا۔
''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' بینا قدرے توقف کے بعد مدھم لہجے میں گویا ہوئیں۔
''میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں اور دل سے کہہ رہی ہوں۔'' رضوانہ نے حباب کو ساتھ لگالیا، وہ جھینپ گئی۔
ال عجیب سا ہونے لگا بلکہ اسے جھنجھلاہٹ اور بےزاری ہونے لگی، ابھی وہ اس شاک سے نکلی نہیں تھی اس پر یہ مستزاد بات۔
''میں دو دن بعد آؤں گی اور ہاں کا جواب لے کر ہی جاؤں گی۔'' وہ ان لوگوں سے ایسے مخاطب تھیں جیسے پرانی شناسائی ہو۔ اکرام تو سن کے خوش ہوگئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد انھوں نے ہاں کا فیصلہ دیا تھا۔

❖❖---○---❖❖

''کیا بوریت پھیلا رکھی ہے، تم لوگ کہیں آتے جاتے نہیں ہو؟'' سعدیہ گھر میں رہ رہ کے بور ہوگئی تھی۔
''اگر تمھیں کہیں آنا جانا ہو تو امی کے ساتھ صبح نکل جایا کرو، کراچی کا چپہ چپہ گھما دیں گی۔'' حسنیٰ نے اس کی بےزار صورت دیکھی۔
''میں باز آئی مامی کے ساتھ جانے سے، دو دفعہ ہی گئی ہوں۔ ٹانگیں درد کرنے لگی تھیں، اوپر سے مامی بسوں میں لٹکا کے لے گئی تھیں۔'' سعدیہ کو رشتے داروں کے جانے کا شوق چڑھا تھا، نسرین اسے لے گئی تھیں، اس دن کے بعد سے سعدیہ نے توبہ ہی کر لی تھی۔
''آؤ میرے ساتھ چلو، میں تمھیں گھما پھرا کے لاتا ہوں۔'' فراج کو بھولی سی سعدیہ شروع سے ہی پسند تھی۔
''تمھارے ساتھ...؟'' وہ حیران ہوئی۔
''کیوں میرے ساتھ جانے میں کیا قباحت ہے؟'' فراج نے چتون تیکھے کیے۔
''مجھے اسکوٹر پر بیٹھنے کی عادت نہیں ہے، گاڑی پر لے کر چلتے ہو تو چلوں گی۔'' وہ جھٹ بولی۔
''تمھارے لیے گاڑی خریدنے سے رہا۔'' وہ چڑ گیا۔
''حسنیٰ کی لے لو۔'' جھٹ جواب آیا۔
''میں اپنی گاڑی کسی کو نہیں دیتی ہوں۔'' حسنیٰ نے صاف انکار کر دیا۔
عائزہ آج کل جانے کس سے موبائل پر لگی ہوئی تھی، اور وقاص... وہ خود ہی سیر سپاٹوں کے لیے صبح نکل جاتا تھا۔
''ایک دن کے لیے بھی نہیں دے سکتی ہو؟''
''نہیں سوری۔'' حسنیٰ نے صاف انکار کر کے کاندھے اچکائے۔
''بہت ہی کنجوس ہو۔''
''یہ تمھیں آج پتہ چلا ہے، ہم تو اسے پہلے سے ہی جانتے ہیں۔'' فراج نے بھی تائیدی کلمات ادا کیے۔
''میں آپ کو فضول کام کے لیے اپنی گاڑی نہیں دے سکتی اور ویسے بھی آپ بہت تیز بھگاتے ہیں۔'' وہ فراج

کو بھی اچھی طرح جانتی تھی۔

''پتہ نہیں کیوں میں کراچی آ گئی۔'' سعدیہ کو افسوس ہونے لگا۔

''یہ تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔'' حسنیٰ، فراج کو اس لیے بھی جانتی تھی کہ وہ سیر سپاٹوں کا ویسے ہی شوقین تھا، سعدیہ کی آڑ میں خود گاڑی اڑائے پھرے گا۔

''میں تو اب بالکل نہیں رکنے کی۔'' وہ بدمزہ سی ہو کر اندر چلی گئی۔ فراج بھی اس کے پیچھے ہی دوڑا۔

حسنیٰ ویسے بھی چاہتی تھی، یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں تو اچھا ہی ہے، امی نے اس سے کھانے پکوا پکوا کے تھکا ڈالا تھا۔

''ارے تم حسنیٰ کی بات کا برا ماننے لگیں۔'' فراج نے سرخ و سپید سعدیہ کے ہاتھوں کو پکڑا۔ وہ رونے میں جو مشغول تھی، جھٹ اپنے ہاتھ چھڑائے اور عائزہ سے جانے کیا پشتو میں بولنے لگی۔ کوئٹہ میں وہ لوگ پشتو بھی بولتے تھے۔

''اے تم لوگ اردو میں بات کرو۔'' فراج کو کوفت ہونے لگی۔

''ہمارا اردو بول بول کے منہ دکھنے لگا ہے۔'' سعدیہ نے منہ بنایا۔

''چلو تمہیں میں گھما کے لاتا ہوں۔'' اسے خود بھی ڈر تھا سعدیہ سچ میں ہی واپس کوئٹہ نہ لوٹ جائے۔

''سچ...تم لے چلو گے؟'' وہ خوش ہو گئی۔ عائزہ منہ بنا کے دوبارہ موبائل پر مصروف ہو چکی تھی۔

❖❖---O---❖❖

اسے اپوائنٹ کر لیا گیا تھا، وہ تو حیران تھی، جیسی کہانی وہ وہاں سنا کے آئی تھی، لگتا نہیں تھا اسے جاب ملے گی، اس نے یہ بات سب سے چھپا کے رکھی، ہیثم اس فرم کے باس کا دوست تھا۔

''بہت خوش نظر آ رہی ہیں۔'' رمنا نے اسے بلیک پرنٹڈ کاٹن کے کپڑوں میں سادہ سا تیار دیکھا، وہ اپنی سادگی میں بھی منفرد ہی نظر آتی تھی۔

''ظاہر ہے جاب جو مل گئی ہے، اس لیے خوش نظر آ رہی ہوں۔'' بیگ تیار کر کے باہر چیئر پر ڈالا امی ناشتہ بنا کے لگا چکی تھیں، سب ساتھ ہی ناشتہ کرتے تھے، ابو تو بیمار تھے وہ اپنے روم میں کرتے تھے۔

''خوشنما! مجھے تمہاری جاب سے خوشی نہیں ہوئی ہے۔'' امی کا چہرہ اداس و مغموم نظر آ رہا تھا۔

''امی! میں بہت خوش ہوں کیونکہ ابو کے علاج کے لیے ہمارے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے اور ان کا علاج بہت ضروری ہے۔'' خوشنما پہلے بھی اپنی ذمے داری اسی طرح سمجھتی تھی، اور آج بھی وہ ویسا ہی سمجھ رہی تھی۔

''پہلے کی بات اور تھی تمہاری شادی ہو گئی ہے، اگر تمہارے سسرال میں پتہ چلے گا تو مرتضیٰ صاحب بہت ناراض ہوں گے۔''

''پلیز امی! آپ بجو کو ان کا ڈراوا نہیں دیا کریں۔ ان کے نواسے نے ان کے ساتھ کیا کیا، یہ ان کی پابند نہیں ہیں اپنی مرضی کی مالک ہیں۔'' رمنا کو ہر وقت سسرال کی گردان پر بہت غصہ آتا تھا۔

''تم چپ کرو!'' انھوں نے رمنا کو ڈانٹ دیا۔

''اس وقت تو مجھے جانے دیں، کیونکہ پہلا دن ہے، وقت پر پہنچنا ضروری ہے۔'' جلدی جلدی اس نے ناشتہ تھا۔

''بجو! خیال رکھیے گا اپنا۔'' ایمن نے بڑے بزرگانہ لہجے میں اسے کہا تھا، وہ سر ہلاتی ہوئی خدا حافظ کہہ کر نکل ۔

پہلا دن تھا گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی، جاب وہ پہلے بھی کرتی تھی، مگر شادی کی وجہ سے مرتضٰی علی نے اس کی ب چھڑوادی تھی، مگر اسے کیا خبر تھی قسمت اسے دوبارہ وہیں لے آئے گی۔ وہ وقت سے پہلے ہی آ گئی تھی، ابھی صفائی والا عملہ آیا تھا اور پورے آفس میں صفائی ہو رہی تھی۔

''پتہ نہیں وہ بھی آئے گا یا نہیں۔'' خوشنما کو تو اس کا انتظار تھا کسی طرح بھی وہ اس تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ۔ نو بجے تک سارے لوگ آ گئے تھے، جناب باس صاحب کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا، وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی، پر دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا، کئی لوگوں کی اس پر نگاہیں بھی تھیں۔

''کتنی کمینی دنیا ہے آنکھیں پھاڑ کے دیکھے جا رہے ہیں۔'' خوشنما کو بہت غصہ آ گیا۔

''چاچا جی! آپ نے کبھی کوئی لڑکی نہیں دیکھی یا میں عجوبہ لگ رہی ہوں؟'' اس سے برداشت نہیں ہوا تو منے بیٹھے شخص کو تلملا کے خونخوار لہجے میں چاچا جی کہہ کر بے عزت ہی کر دیا۔

''جی جی...!'' وہ تو گڑبڑا گیا۔

''کیا جی جی؟ اپنے کام سے کام رکھیں، ادھر ادھر دیکھنے سے بہتر ہے۔'' وہ زیادہ ہی منہ پھٹ اور جنگ جو ہو تھی، حالانکہ یہ تو اس کی شخصیت کا حصہ نہیں تھا۔

''اکیلی لڑکی کو جہاں دیکھا آنکھیں ٹکا کے بیٹھ جاتے ہیں سارے بوڑھے خبیث ایک نمبر کے آوارہ۔'' وہ واز بلند بڑبڑا رہی تھی۔ سارے ہی اپنے منہ نیچے کر کے کاموں میں لگ گئے، اور اس کی جانب دیکھنے سے گریز رہے تھے۔

''خوشنما! یہ تو تم نہیں تھیں تم بدمزاج اور بدتمیز کب سے ہو گئیں؟ تم تو لوگوں کو ایسے رویوں پر ٹوکا کرتی تھیں، تمہیں کیا ہوا؟'' اندر سے اس کا ضمیر اسے ہلا رہا تھا وہ پریشان ہو گئی، مگر اسے یہ سب کرنا ضروری تھا ورنہ یہ کی دنیا کے لوگ چیر پھاڑ کے کھا جائیں گے اسے، پہلے اتنی خاموش سی تھی، ایک اسکول میں جاب لگی ہوئی تھی، ی جب شادی ہو رہی تھی ابو نے چھڑوادی تھی۔

''مس خوشنما! آپ کو اندر سر بلا رہے ہیں۔'' اس کا بلاوا آ گیا تھا اور وہ سوچوں سے بھی باہر آ گئی تھی۔ اشعر اسے بغور دیکھا، جو آج خاموش لگ رہی تھی۔

''آپ کو آپ کی نئی جاب مبارک ہو، عنایت صاحب آپ کو سارا کام سمجھا دیں گے، آپ کو کمپیوٹر تو چلانا آتا ہوگا۔'' اشعر کو اس خوبصورت نرم ونازک سی لڑکی کو دیکھ کر حیرانی تھی، اس کا شوہر آخر چھوڑ کے کیوں چلا گیا؟

''جی...!'' سر ہلایا۔

''اوکے آپ کو تین بجے میں بلاؤں گا، کچھ ای میلز آپ کو یہاں چیک کرنی ہوں گی۔'' اشعر نے اس کے میں ایک لفافہ بھی دیا۔

''یہ کیا؟'' خوشنما کی استفہامیہ نگاہ اٹھی۔

''یہ آپ کی ایڈوانس سیلری ہے۔''

''نہیں سر! مجھے ایسی ضرورت نہیں ہے کہ ایڈوانس لوں، جب سیلری دی جائے گی میں لوں گی۔'' اس نے لفافہ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''جیسی آپ کی مرضی۔''

''اگر کوئی پرابلم ہو تو پلیز کہہ سکتی ہیں۔'' اشعر کو اس کی یہ ادا بھی پسند آئی تھی۔

''جی مجھے پرابلم یہاں کے لوگوں سے ہے، انھوں نے کبھی لڑکی نہیں دیکھی جو آنکھیں نکال کے بیٹھ گئے ہیں۔'' وہ غصے میں تھی۔

''اوہ...سوری میں ان سب کو ابھی وارن کرتا ہوں۔'' وہ شرمندہ ہو گیا۔ خوشنما نے زیادہ کچھ نہیں کہا، اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی، اسے ہیثم کا انتظار تھا، کسی طرح بھی اس تک پہنچنا تھا، اسے یہ سوچنا تھا کس طرح سے۔

عنایت صاحب نے اسے سارا کام سمجھا دیا تھا۔ لنچ ٹائم ہوا تو ہیثم کو آفس میں دیکھ کر چونک گئی، اسکن کلر کی پینٹ پر لائٹ شرٹ میں اونچا لمبا توانا چہرے پر بے زاری لیے اندر گھس رہا تھا۔

''بندے کی شکل اچھی ہے، مگر مزاج کریلے جیسا ہے۔'' خوشنما کو انتظار تھا کب اشعر اسے ای میلز دیکھنے اندر بلاتا ہے۔

''کیا بات ہے سر کے دوست کی شخصیت میں کھو گئی ہیں؟'' وہیں کی ایک ایمپلائی مونا نے اسے مسکراتے دیکھا، وہ جھینپ گئی۔

''جی نہیں، میں لنگوروں کی شخصیت میں نہیں کھوتی۔''

''کیا کہہ رہی ہو، اتنے ہینڈسم تو ہیں، میں تو ان کے چکر میں ہوں۔ کسی طرح ان کا نمبر مل جائے۔'' مونا نے آہ بھر کے کہا۔

''سوچ لیں کیا پتہ کہیں شادی شدہ ہی نہ ہوں۔''

''ہشت....ایسا کچھ نہیں ہے۔'' مونا نے جھٹ نفی کی، خوشنما کو اس کی باتوں سے کوفت ہونے لگی، جو بات ہیثم کے متعلق کر رہی تھی۔

''پلیز کچھ کام بھی کرلیں۔'' طنز ہی کیا۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔'' مونا خفیف سی ہو گئی، خوشنما منہ ہی منہ میں بدبدائی، کیونکہ مونا کا ہیثم کے لیے بات کرنا ناگوار گزرا تھا۔

❖❖---O---❖❖

ضمران پر تو شادی مرگ طاری ہو گئی تھی، رضوانہ اتنی بڑی بات کتنی آسانی سے کر آئی تھیں۔

''واہ امی! آپ نے کوئی تو دادی جان اور پھپھو کے خلاف کام کیا۔'' طٰہٰ خوش ہونے لگا۔

''فضول مت ہانکا کرو، ان میں سے کسی کے سامنے بولنا بھی نہیں۔'' رضوانہ رشتے کی بات کر تو آئی تھیں، مگر

راشدہ اور اپنی ساس سے سامنا کرتے ہوئے جھجک آ رہی تھی، وہ دونوں ہی انھیں خوب سنائیں گی۔
''بگ برادر! آپ اس سلسلے میں کچھ کیوں نہیں بول رہے؟'' آدم کو ضمران کے خاموش رہنے پر بھی
لی تھی۔
''یہ امی کا کام ہے میں کیا بولوں؟'' وہ چہرے کو سپاٹ رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، حالانکہ دل میں تو اس
لڈو ہی پھوٹ رہے تھے۔ اس نے ابھی تو حباب کے متعلق سوچنا شروع کیا تھا، اسے کیا خبر تھی قسمت ایسی
ن ہو گی کہ وہ بن مانگے اسے مل رہی تھی۔
''بس، بس زیادہ سنجیدہ ہونے کی ایکٹنگ نہیں کریں۔'' مزمل اسے شوخی سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ ضمران
تینوں بھائیوں کو دیکھا، جو اسے مسکراتی اور معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔
''امی! جواب کب تک دیں گے وہ لوگ؟'' آدم نے یکدم ہی مدبرانہ لہجے میں پوچھا۔
''انھوں نے کہا ہے ضمران کے باپ تو ہیں نہیں، اس کے چھوٹے بھائی کو دادا ابا بنا کے جواب لینے
میں۔'' ضمران نے بھی اسی کے لہجے میں کہا۔ سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔
''بے فکر رہیں جواب لینے میں ہی جاؤں گا۔'' آدم نے اپنی جھینپ مٹائی۔
''آدم! میرا بچہ تُو بھی نوین کے لیے ہامی بھر لے، کم از کم کچھ تو تمہاری دادی پھپھی کا منہ بند ہو۔''
''امی! آپ نے یہ کیا بات کی؟'' ضمران کو ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔
''آپ ڈرتی ہیں ان لوگوں سے؟''
''بات ڈرنے کی نہیں ہے۔'' رضوانہ نے آدم کی بات پر کہا۔
''پھر...؟'' وہ سوالیہ انداز میں انھیں دیکھنے لگا۔
''پہلے خاندان والوں کا ہی حق بنتا ہے، وہ بولے گی جب گھر میں ہی لڑکیاں موجود ہیں، باہر دیکھنے کی کیا
رت ہے؟''
''امی! آپ ابھی تک پرانے دور کی باتیں کرتی ہیں، یہ کوئی کہیں لکھا ہوا نہیں کہ خاندان کی لڑکیوں سے ہی
ی کی جائے۔'' آدم جرح کرنے میں ماہر تھا اور اسے ویسے بھی دقیانوسی فیصلے اور باتیں سخت ناگوار گزرتی
ا۔
''امی! رشتہ دینے سے پہلے یہ سب سوچتیں آپ، اب سوچنا بے کار ہے۔'' مزمل کو ان کی بات اچھی نہیں لگی
۔
''میں نے رشتہ سوچ سمجھ کے ہی دیا ہے، میں چاہتی ہوں ایک لڑکی راشدہ باجی کی آ جائے۔''
''کوئی ضروری نہیں ہے اور میں تو بالکل بھی نہیں، فیشن اور میک اپ کی دوکان ہے، ساری کمائی میری اسی میں
ہو گی۔''
''یار آدم! کیوں اپنا دماغ خراب کرتے ہو، کوئی نہیں کر رہا تمہاری شادی نوین سے۔'' ضمران نے ہی اس کا
ٹھنڈا کیا۔
''پھپھو اور دادی جان کو جواب میں خود دوں گا۔''

''نہیں ضمران! تم بالکل بھی کچھ نہیں کہنا، پھر وہ مجھے کہیں گی بیٹوں کو تمیز نہیں سکھائی۔'' رضوانہ شروع سے ڈرتی آ رہی تھیں۔

''امی! ہم اپنا کھاتے ہیں ان سے لے کے نہیں کھاتے جو ابھی بھی ہم ڈرتے رہیں۔''ضمران بھی چراغ ہونے لگا۔

''یار! کیا ہے اتنی خوشی کی بات ہونے جا رہی ہے اور آپ سب فضول باتوں میں الجھ رہے ہیں۔'' طٰہٰ کو۔ زاریت ہونے لگی۔

''خواہ مخواہ امی نے ہی منحوس باتیں نکالی ہیں۔'' آدم کو اپنی دادی، پھپھی کا ذکر تک زہر لگتا تھا۔

''ہوش میں رہ کر بات کرو۔''رضوانہ نے اسے ٹوکا۔

''کم آن...آپ اتنا کیوں ان لوگوں سے ڈرتی ہیں؟ آپ کے بیٹے ہیں، آپ کی مرضی ان کی کسی سے بھی شادی کریں۔''

''آدم! میری مرضی یہی ہے کہ نوین کے لیے تم ہامی بھر لو۔'' رضوانہ اسی بات پر اٹکی ہوئی تھیں۔

''یہ کبھی بھی میں نہیں مانوں گا، وہ سب مجھے زہر لگتے ہیں۔''ضمران نے رضوانہ کو اشارے سے چپ کرایا۔ آدم پیر پٹختا ہوا اندر چلا گیا۔

''آپ کیوں اس بات کو لے کر بیٹھی ہیں، جانتی ہیں آدم کو...وہ تو کسی طور راضی نہیں ہوگا۔''

''بیٹا! اسے راضی کرو، جانے کیوں مجھے تمہاری دادی اور پھپھی سے آج بھی ڈر لگتا ہے۔'' وہ بہت پریشان اور فکرمند تھیں۔

''بالکل نہیں، آدم کی مرضی کے بغیر بالکل نہیں، آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''ضمران نے انھیں تسلی دی۔ مزمل اور طٰہٰ نے تاسف سے انھیں دیکھا، آدم کا غصہ دو تین دن تک تو اترنے والا نہیں تھا۔ رضوانہ کو اس کی بھی فکر ہو رہی تھی، ان کا یہ بیٹا سب سے الگ طبیعت کا تھا، کسی رشتے دار سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا تھا۔

❖❖---○---❖❖

نسرین کو گھر میں کچھ خبر نہیں تھی، کیا چل رہا ہے، جوان جہان لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی تھیں اور فراج...اسے تو فلرٹ کرنے سے فرصت نہیں تھی، سعدیہ اسے جانتی بھی تھی، مگر پھر بھی اس کی باتوں میں آ جاتی تھی، حسنیٰ تو اپنے شغل میں مصروف رہتی تھی۔

''ارے فراج! تُو کیا لڑکیوں میں گھس کے بیٹھ جاتا ہے، کوئی کام وغیرہ نہیں ہے؟'' نسرین نے اسے گھورا، جو اپنے بالوں کو چمکا کے گنگناتے ہوئے سعدیہ کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''ارے امی! جاب آٹھ بجے تک کی ہوتی ہے، اس کے بعد مجھے کوئی کام ہوتا بھی نہیں ہے۔'' وہ چڑ گیا۔

''سعدیہ یار! دو آملیٹ تو بنا دو۔'' وہ بڑے فری انداز میں اس سے مخاطب ہوا۔

''آملیٹ تو خود بھی بنا سکتے ہو بنا لو۔'' نسرین کو فراج کی لگاوٹ نظر آ رہی تھی، اور وہ ایسا کچھ ہونے نہیں دینا چاہتی تھی۔

''تم اپنے کام سے کام رکھا کرو۔'' انھوں نے سعدیہ کو بھی جھاڑ دیا۔ وہ جز بز ہوگئی۔ ان سے وہ بحث وغیرہ تو
کل کرتی ہی نہیں تھی، کیونکہ نسرین طبیعت بھی صاف کر دیتی تھیں۔
''پھپھو! میں تو کچھ بھی نہیں بولی ہوں۔'' وہ منمنائی۔
''یہاں گھومنے پھرنے آئی ہو، یہی کرو، الٹے سیدھے چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔''
''امی! آپ تو بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہیں۔'' فراج چڑ کے گویا ہوا۔ حسنٰی چوکھٹ پر کھڑی سب سن رہی تھی، وہ تو
دکئی روز سے فراج کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔
''تم وہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟'' نسرین کی نگاہ یکدم اس پر پڑی حسنٰی گڑبڑا گئی۔
''وہ... وہ میں ابھی آئی ہوں۔''
''تمہیں بھی خوب سمجھتی ہوں۔'' ان کا نزلہ حسنٰی پر گرنے لگا۔
''فراج کو آملیٹ بنادو، اور ہاں اسے پکا کر تم ہی دیا کرو۔'' انھوں نے سعدیہ پر کڑی تنقیدی نگاہ ڈالتے ہوئے
نی سے حکمیہ لہجے میں کہا۔
''مجھے کبھی تو چھوڑ دیا کریں۔'' وہ جھنجلائی، کھسیائی گویا ہوئی۔
''دماغ خراب کر دیا ہے رفعت نے، تمہاری آنکھوں پر زیادہ ہی چربی چڑھ گئی ہے۔''
''بات میری ہوتی ہے اور آپ مما کو کیوں گھسیٹ لیتی ہیں؟''
''ہاں تیری میں ہوں وہ نہیں، جس کے اشاروں پر چلتی ہے، زیادہ ہی اسے پیسے کا گھمنڈ ہے۔'' نسرین کوئی
رخالی نہیں جانے دیتی تھیں۔
''فراج کو آملیٹ بنا کے دو، اس کے لچھن بھی میں دیکھ رہی ہوں۔''
''امی! خدا کو مانیے... میں نے صرف سعدیہ سے آملیٹ بنانے کا ایسا کیا کہہ دیا آپ تو فسانے گھڑ لیتی ہیں۔''
ج تو بھنا ہی گیا۔
''زیادہ مجھے چلانے کی کوشش نہیں کرو، آنکھیں کھلی رکھتی ہوں۔'' وہ تو آنکھیں نکالے اس پر چڑھ دوڑیں۔
ٰی ہڑبڑا کے رہ گئی، مرتی کیا نہ کرتی کہ مصداق فریج سے انڈے لے آئی۔
''تمہارا بھی اسی سال بندوبست کرتی ہوں۔''
''کیا بندوبست کریں گی؟'' وہ دانت پیسنے لگی۔
''شہریار آئے گا تو میں بھابی سے بات کرتی ہوں۔''
''خودکشی کرلوں گی اس آدمی سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔'' وہ انڈے سنک میں پھینک کے چیخنے لگی تھی۔

❖❖---O---❖❖

''یار! میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے، ہر وقت اس لڑکی کے الفاظ کان میں گونجتے ہیں، سکون کے لیے ترسو
ں۔'' ہیثم بہت بے کل اور بے چین تھا۔
''واپس چلے جاؤ منالو اسے۔'' اشعر اسے اکثر سمجھاتا رہتا تھا۔

''میں واپس تو کبھی نہیں جاؤں گا اور اس لڑکی کو کبھی نہیں اپناؤں گا، نانا جان نے مجھ سے پوچھے بغیر زندگی کا فیصلہ کیسے کیا؟'' اسے تو ان پر یہی بات سوچ سوچ کے غصہ آتا رہتا تھا۔

''تم یہ بھی تو سوچو نانا جان نے تمہیں شروع سے پالا ہے، اتنا تو حق رکھتے ہیں۔''

''حق رکھتے ہیں تو یہ کیا کسی بھی چلتی پھرتی لڑکی سے میرا نکاح ہی پڑھوا دیا۔'' وہ دکھ و تاسف سے گویا ہو

''تم ہر بات کو غلط اینگل سے کیوں لیتے ہو؟'' وہ دونوں لنچ آج باہر کرنے گئے تھے، دونوں باتیں کرتے ہوئے آفس میں آئے تھے، خوشنما اسے اتنے عرصے بعد دیکھ کر چونک گئی، لمبا چوڑا ہیشم گرے پینٹ پر پنک شرٹ میں ہینڈسم لگ رہا تھا۔ خوشنما نے کن انکھیوں سے اسے اندر روم میں جاتا ہوا دیکھا۔

''تم اپنا آفس جوائن کرلو۔''

''آفس... ہاں سوچ تو رہا ہوں۔'' اس نے پرسوچ انداز میں سر اٹھایا۔

''مجھے پھر واپس گھر جانا پڑے گا۔''

''یہ تو بہت ضروری ہے۔'' اشعر نے شکر ادا کیا، اس نے کچھ تو سوچا۔

''ایکسکیوزمی سر! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' خوشنما دستک دے کر آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوئی۔ دونوں نے ہی چونک کے فہمائشی نگاہوں سے اس کی بوکھلاہٹ بھی دیکھی۔

''جی مس! کہیے...!''

''سر! میں مس نہیں مسز ہوں۔'' جھٹ اسے یاد دلایا۔

''اوکے، اوکے جی بولیے؟'' اشعر اس کی بے وقت کی آمد سے کچھ بے زاریت محسوس کر رہا تھا۔ ہیشم نے اس طوفان کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھا، ملکوتی حسن لیے وہ کاسنی کپڑوں میں بہت دلکش لگ رہی تھی۔

''سر! چھٹی میں آپ مجھے گھر ڈراپ کر دیں گے، مجھے ذرا جلدی پہنچنا ہے، بس سے دیر ہو جاتی ہے۔'' وہ اسٹاپ شروع ہو گئی تھی۔

''خیریت...؟'' سوالیہ نگاہ اٹھائی اور حیرانی بھی ظاہر کی، جو کتنے فرینک انداز میں اس سے مخاطب تھی۔

''سر! میری بہن کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آرہے ہیں۔'' اس نے نگاہ سامنے جمائی ہوئی تھی، کیونکہ ہیشم اس کی طرف متوجہ تھا۔

''یہ لڑکی تو بالکل طوفان میل ہے، کیسے اپنی منواتی ہے۔'' وہ بغور اسے ہی دیکھنے لگا۔

''آپ رکشہ ٹیکسی سے بھی جا سکتی ہیں۔''

''سر! آپ کو نہیں پتہ یہ رکشہ ٹیکسی والے بہت کمینے بدمعاش ہوتے ہیں، لڑکیوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔'' اس وقت اس نے سنانے کو ہیشم کو ہی کہا، جو اسے ہی دیکھ رہا تھا، جھٹ خفیف سا ہو کر نگاہ دوسری طرف کرلی۔ مسکراہٹ روک کے لب کچلنے لگی۔

''اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' اشعر کو یہ سادہ سی لڑکی جانے کیوں متوجہ کرتی ہوئی لگ رہی تھی۔

''کیا پتہ میں بھی بدمعاش ہوں۔''

''نہیں سر! آپ ایسا تو بالکل کر ہی نہیں سکتے، وہ کمینے لوگ الگ ہی ہوتے ہیں، جو بیوی رکھتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو تکتے ہیں۔'' اس نے پھر جتایا۔ ہیثم کو اچانک سے اچھو لگ گیا، ٹیبل پر رکھی منرل واٹر بوتل ہونٹوں سے لگائی۔

''اس لڑکی کو لگتا ہے نہ صرف آنکھیں بلکہ دل کے اندر کا بھی پتہ ہوتا ہے۔'' اس کا ذہن بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے، چار بجے میں نکلوں گا، آپ ریڈی رہیے گا۔'' اشعر نے اسے جلدی ہی فارغ کیا کیونکہ وہ دماغ کی چٹنی کرنے میں ماہر تھی۔

''سر! برا نہیں مانیے گا، مجھے آپ کے ان دوست کی نگاہ ٹھیک نہیں لگتی ہے، شرم نہیں آتی دوسروں کی بیوی کو یوں گھور گھور کے دیکھتے۔'' لہجہ بڑا ذومعنی اور طنزیہ تھا، وہ تو اچھا خاصا گڑبڑا ہی گیا۔ خوشنما جا چکی تھی۔

''یار! یہ کیا چیز ہے؟'' وہ تو حواس باختہ ہی ہو رہا تھا۔

''یہ جملے ایسے بول رہی تھی جیسے اسے پتہ ہو تمہاری شادی ہو گئی ہو۔'' اشعر کے لب مسکرا رہے تھے۔

''بکواس نہیں کرو۔'' وہ جھینپ گیا۔

'ویسے یار! لڑکی پیاری ہے، مگر اس کا شوہر بہت بدنصیب ہے جو اتنی سادہ لڑکی کو چھوڑ کے چلا گیا۔''

''مجھے بڑی ہمدردی ہو رہی ہے۔'' ہیثم خود کو عجیب سا فیل کر رہا تھا۔

''ظاہر ہے انسانیت کے ناطے تو ہونی بھی چاہیے۔'' وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ ہیثم کو یہ لڑکی ہر دفعہ چونکا ہی رہی تھی، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سوچنے لگا۔

❖❖---O---❖❖
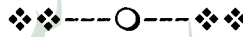
رضوانہ، آدم کے ساتھ حسین بیگم کے گھر چلی آئی تھیں، پندرہ دن سے زیادہ ہو گئے، تو سوچا ان کا عندیہ ہی لے آئیں، اس رشتے پر ان کا کیا ارادہ ہے۔

''ارے رضوانہ! آپ تو اتنی جلدی کر رہی ہیں۔'' حسین بیگم کچھ جھجک رہی تھیں، اتنی جلدی جواب دیتے ہوئے۔ کینیڈا میں شہریار سے بھی بات کر کے پوچھ لیا تھا، اس کا جواب یہی تھا دیر نہیں کرنا، فوراً یہ رشتہ قبول کر لیں۔

''دیکھیے ہر لڑکے کی ماں کو جلدی ہوتی ہے، وہ بیٹے کے سر پر سہرا دیکھ لے۔'' رضوانہ مسکرا کے بڑے طریقے سے گویا ہوئیں۔

''ارے بینا! آپ بھی تو کچھ بولیں۔''

''میری تو خود سمجھ نہیں آ رہا ہے، کچھ تھوڑا اور ٹائم دے دیں۔''

''ارے بینا! یہ کیا بات کر رہی ہو، شہریار نے کہہ دیا ہے جواب ہاں میں ہی دینا۔'' حسین بیگم، بینا کو پھسلتے دیکھ کر جھٹ گویا ہوئیں، انھیں ڈر تھا یہ رشتہ بھی حباب کا ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

''اماں! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟'' وہ خفگی دکھانے لگیں۔

''ہماری طرف سے ہاں ہے، آپ کب آ رہی ہیں بات پکی کرنے؟'' اکرام نے ہی انھیں مکمل جواب دیا، وہ اپنی بہن کو خوب جانتے تھے، ان کے ارادے کیا ہیں۔

''اکرام بھائی! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟'' بینا کو برا لگا تو جھٹ گویا ہوئیں۔

''جب جواب ہاں میں دینا ہی ہے تو دیر لگانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟'' وہ اپنی بہن کو تو خوب سمجھتے تھے، ان کی حرکتیں کیا ہیں۔ رضوانہ تو سارے انتظام کر کے لائی تھیں۔ جھٹ سب کا منہ میٹھا کروادیا، حباب کو ہزار روپے دیئے وہ بالکل ڈمی کی طرح ہر جذبات سے عاری سب کو حواس باختہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک ہوگا، گناہ نہ ہوتے ہوئے بھی اسے ایسے نکالا جا رہا تھا، اس کا آخر قصور ہی کیا تھا؟ اس پر کیا عیب لگ گیا تھا؟ محلے کے کسی شخص نے دیکھ لیا تو کیا ہوا، وہ غلط تو نہیں کر رہی تھی، اپنی جان بچانے کے لیے اچانک ہی وہ بے سمت دوڑی تھی، اسے کیا خبر تھی سامنے سے آنے والا شخص ضمران ہی ہوگا۔ اس کی آنکھوں سے خاموش موتی پھسل رہے تھے، آخر اس کے ساتھ بھی وہی ہونے جا رہا تھا، سب یہی کہیں گے جیسی ماں ویسی بیٹی۔ اس نے بھی افیئرز چلائے ہوں گے، اسی لیے تو محلے کے لڑکے سے ہی شادی ہوگئی۔

''کاش! شہر یار ماموں! آپ یہاں ہوتے، آپ تو میری بات سمجھتے، یہ لوگ کوئی بھی مجھے نہیں سمجھ رہا۔'' وہ اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔

''آخر سب دنیا والوں سے ہی کیوں ڈرتے ہیں، ایک لڑکی کا قصور نہیں ہوتے ہوئے بھی اسے کسی شخص کے ساتھ رخصت کر دیں گے، کیونکہ لوگ باتیں بنائیں گی اور کوئی رشتہ بھی نہیں کرے گا۔'' اسے کچھ خبر نہیں تھی باہر کیا مذاکرات طے ہوئے تھے، کب شادی رکھی گئی تھی، نازیہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''حباب! تم ایسے کیوں رو رہی ہو؟''

''کیوں... رو بھی نہیں سکتی؟'' لہجے میں طنز یہ بھیگی ہوئی، آواز میں، وہ لب بھینچ کے رہ گئیں۔

''ضمران کی امی بہت اچھی ہیں، تمہارا بہت خیال رکھیں گی۔'' وہ اسے سمجھانے لگیں، اسے تو ان سب باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا، اسے تو یہی غم تھا اس کا قصور کیا تھا جو ایسا فیصلہ کیا گیا؟

❖❖---○---❖❖
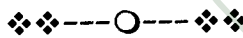
وہ کب سے اوندھی لیٹی ہوئی اپنی بنائی پینٹنگ کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، کہاں کہاں اس میں کمی تھی۔

''حسنیٰ میری جان! کب تک کام کرنا ہے؟'' رفعت کے لب و لہجے میں ہر وقت ہی اس کے لیے شہد ٹپکتا رہتا تھا۔

''ممی! تھوڑی دیر اور۔'' وہ جب بھی موڈ میں ہوتی رفعت کو کبھی مما، کبھی ممی کہتی اور اپنی سگی ماں کو وہ امی ہی کہتی تھی۔

''بیٹا! کچھ دیر سو جاؤ، صبح کی اٹھی ہوئی ہو۔''

''مما! آپ جانتی ہیں، میں جب تک پینٹنگ پر کچھ دیر کام نہیں کرلوں، اس وقت تک سوتی نہیں ہوں۔'' وہ خفگی سے تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''میری جان! تمہاری آنکھیں سوج جائیں گی۔''

''ایک میری ماں ہیں آپ اور ایک میری سگی ماں ہیں، جنہیں میرا ذرا احساس نہیں۔ سل پر چٹنی پسواتی ہیں، بھی یہ نہیں کہتی ہیں ہاتھوں پر مرچیں لگ جائیں گی، گرائنڈر میں پیس لو، مگر انھیں تو چٹخارے چاہئیں، سل پر پسی لہسن کی چٹنی کا الگ مزہ ہوتا ہے۔'' وہ منہ بنا کے بولی تھی۔

''تم نیچے جاتی ہی کیوں ہو، تم جانتی ہو بھابی جان بوجھ کے مجھے جلانے کو تم سے ایسے کام کرواتی ہیں۔''

''سسرال تم جاؤ گی، اس کے ساتھ ایسے کام کرنے کے لیے۔'' نسرین جانے کب اوپر چلی آئی تھیں۔ وہ دونوں ہی بوکھلا گئی تھیں، رفعت کی تو ویسے ہی انھیں دیکھ کر ہوا سرکتی تھی، حسنیٰ بھی ان سے بہت ڈرتی تھی، حالانکہ ان سے زبان درازی تک کر لیتی تھی۔ ایک دن تو نسرین نے حد کر دی، اس کے دو تھپڑ تک لگا دیئے تھے۔ حسنیٰ کو کچھ رفعت نے لاڈ پیار میں بگاڑ کے بدتمیز اور خودسر کر دیا تھا، خود کو بہت اپسرا بھی سمجھتی تھی، شہریار کا دو دفعہ رشتہ رفعت کے کہنے پر ہی حسنیٰ نے واویلا مچا کے ختم کروایا تھا۔

''بھابی! آپ بھی تو ایسے ایسے کام بچی سے کرواتی ہیں۔'' وہ منمنائی۔

''ایسے ایسے کام سسرالوں میں کرنے پڑتے ہیں، اور یہ بچی نہیں رہی ہے، بائیس سال کی ہوگئی ہے، تمہیں تو اس کی شادی کی ذرا فکر نہیں ہے۔'' انھوں نے رفعت کو آڑے ہاتھوں ہی لیا۔

''ابھی اتنی جلدی بھی کیا ہے، اور پھر حسنیٰ کی شادی میں کسی امیر گھرانے میں ہی کروں گی، جہاں اسے کوئی کام کاج نہیں کرنا پڑے۔''

''کیا... تم کرو گی بس رہنے دو، کر دی... ارے تم تو خود نہیں چاہتی ہو کہ اس کی شادی ہو۔ شہریار کا رشتہ تم نے ہی ختم کروا دیا تھا۔''

''امی! شہریار دودھ والے کا رشتہ مما نے نہیں میں نے ختم کروایا تھا، ہے ہی کیا اس میں؟ اماں کو دیکھو ابھی تک ہیروئن بنی رہتی ہیں اور بیٹی کا بھی یہی حال ہے۔'' حسنیٰ کی بھی زبان نان اسٹاپ چلنے لگی۔

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' نسرین نے اسے کڑے تیوروں کے ساتھ گھورا۔ رفعت تو کلس رہی تھیں، حسنیٰ کو وہ اتنی سنانے جو لگی تھیں۔

''ساری یہ فضول بکواس بند کرو، اور سیدھی سیدھی گھر داری پر توجہ دو، میں جلد ہی تمہارا کروں گی۔'' وہ اپنا فیصلہ سنا چکی تھیں۔

''بھابی! آپ میری مرضی کے بغیر نہیں کر سکتیں۔''

''رفعت! تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، حسنیٰ جوان ہو گئی ہے، اس کی شادی کی فکر کرو، میں اور تم تو مر کھپ جائیں گے، اس کی فکر کرنے باہر والے نہیں آئیں گے، اس کے بھائیوں کے لچھن بھی کچھ اچھے نہیں ہیں، اپنی کر کے بیٹھ جائیں گے، اس کی طرف توجہ تک نہیں دیں گے۔'' انھیں رفعت کی دماغی حالت پر کبھی کبھی بہت شک ہوتا تھا، کیونکہ وہمی بھی بہت تھیں۔

''میرے پاس اتنا ہے حسنیٰ کو بعد میں پریشانی نہیں ہوگی۔'' حسنیٰ نے حیرانگی سے رفعت کو دیکھا، یہ کیا بول رہی تھیں، یعنی یہ بھی نہیں چاہتیں اس کی شادی ہو، خیر اس کو بھی کیا، اگر سب کچھ ایسے ہی مل رہا ہے تو شادی کی

ضرورت بھی کیا ہے، ایک اس کی باہر جانے کی خواہش ہے، کسی طرح وہ چلی جائے اور رفعت اسے باہر تو کبھی اکیلی بھیجیں گی ہی نہیں اور اس کی یہ خواہش اندر ہی دبی ہوئی تھی۔

''بس بس اپنی دولت اپنے پاس رکھو، حسنیٰ تمہاری ہی نہیں میری بھی اولاد ہے، مجھے اس کی فکر ہے۔'' وہ ہاتھ اٹھا کے روک کے گویا ہوئیں۔

''جو بھی کام کر رہی ہو ختم کر کے نیچے آؤ، ڈرائنگ روم کی صفائی کرواؤ، سعدیہ کو بھی میں نے کہا وہ ساتھ لگ جائے گی۔'' نسرین نے آواز کو نرم بنالیا۔

''امی! مجھے یہ پینٹنگ پوری کر کے آج لے جانی ہے۔'' وہ کھسیا کے رہ گئی۔

''اپنے شوق کے ساتھ گھر داری پر بھی توجہ دو، یہ سسرال میں کام نہیں آئے گا، کام ہی کام آئے گا اور دماغ سے امیر محلوں کے خواب چھوڑو۔'' وہ اسے اچھی طرح سنا کے واضح کرنے لگیں۔

''مجھے پکارنا نہیں پڑے، آدھے گھنٹے میں آجانا۔'' وہ حکم صادر کر کے جانے لگیں۔

''اور ہاں رفعت! میرے معاملے میں ٹانگ کبھی نہیں اڑانا، ورنہ حسنیٰ کو میں نیچے ہی رکھ لوں گی۔'' وہ یہ دھمکی دے کر تیزی سے نکل گئیں، رفعت کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، کیونکہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔

❖❖---○---❖❖
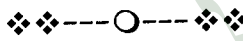
جاب پر وہ سیٹ ہوگئی تھی۔ امی اور ابو دونوں کو ہی مطمئن کر دیا تھا۔ مگر اس نے یہ بات گھر میں کسی کو بھی نہیں بتائی تھی۔

''کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟'' جاوید احمد کو اس کا جاب کرنا اچھا نہیں لگا تھا اس لیے کہ وہ شادی شدہ اور کسی کی امانت تھی۔

''ابو! پریشانی کیسی؟ جاب میں پہلے بھی کرتی تھی، آج بھی کروں گی۔'' لہجہ اس کا اندر سے بہت دکھی ہو رہا تھا۔

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔''

''ابو! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں آپ کی بیٹی اسی طرح آج بھی ہوں۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ پھر آپ کیوں مجھ سے شرمندہ ہیں؟''

''دیکھو! مرتضیٰ صاحب کو تمہاری جاب کا سن کر خوشی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اُلٹا ناراض ہو رہے تھے۔''

''ان سے بولیے ان کا نواسہ سارے رشتے توڑ کر چلا گیا۔ اب وہ کس رشتے کی بنا پر ایسی بات کر رہے ہیں؟'' رمنا اور ایمن دستر خوان لگا رہی تھی۔ اس کے آنے کے بعد ہی سب کھانا ساتھ ہی کھاتے تھے۔

''خدانخواستہ ان کا نواسہ رشتہ ختم کر کے نہیں گیا ہے، جو تم ایسی بات کہہ رہی ہو بیٹا!'' جاوید احمد مغموم سے لہجے میں گویا ہوئے۔

''ابو! پلیز ان فضول باتوں کو ڈسکس نہیں کریں تو بہتر ہے۔'' وہ دستر خوان پر ایمن سے پلیٹیں وغیرہ لے کر لگانے لگی۔

''بیٹا! تم گھر چلی جاؤ۔ مرتضیٰ صاحب بہت منتیں کر کے گئے تھے۔ آج انہیں ہوئے ہوئے بھی دس دن ہو گئے ہیں۔''

''ابو! آپ واپس جانے کی بات کر رہے ہیں، ان کے گھر کی خواتین کے چہروں اور لہجوں سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا، وہ لوگ بھی اس شادی سے قطعی خوش نہیں۔'' خوشنما کو ہیثم کی بڑی مامی کا طنزیہ لب ولہجہ بھولتا ہی نہیں تھا۔

''ابا جی کو پتہ نہیں کیا عادت ہو گئی ہے، ہر ایک پر ترس کھانے لگتے ہیں۔ لے کے ہیثم کی زندگی ہی خراب کر دی۔''

وہ کتنا روئی تھی ان کے ایسے کٹیلے اور حقارت بھرے الفاظ سن کر۔ اوروں نے تو اسے کچھ نہیں کہا تھا۔ نوجوان پارٹی بھی نارمل تھی۔ اس نے صرف ایک رات گزاری تھی۔ صبح ہی اسے سب کے رویوں سے پتہ چل گیا تھا کون کتنا خوش ہے۔

''ان کے گھر کے لوگوں کی پروا نہیں کرو۔ مرتضیٰ صاحب کا خیال کرو۔''

''ابو! پلیز۔'' وہ خفگی اور افسردگی سے کہتی ہوئی اندر چلی گئی۔ امی، رمنا اور ایمن اسے بلاتی ہی رہ گئیں مگر اس نے کھانا ہی نہیں کھایا۔

مرتضیٰ صاحب پھر چلے آئے۔ اس دفعہ اکیلے نہیں آئے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے ارتضیٰ علی بھی ساتھ تھے۔ ان کی اچانک غیر متوقع آمد پر وہ سب ہی گھبرا گئے۔ خوشنما اندر بیٹھی ہوئی تھی۔

''آپی! آ بھی جاؤ۔ وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔''

''مجھے نہیں آنا تو نہیں آنا۔'' وہ قطعیت بھرے لہجے میں اسے ڈپٹ کے بولی۔ ''ان سے بولو آرام سے بیٹھیں۔ کیا فائدہ مجھے لے جانے کا؟''

''بیٹا! اندر آ سکتا ہوں؟'' مرتضیٰ علی چوکھٹ پر کھڑے اجازت لے رہے تھے۔ دونوں مؤدب ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ خوشنما تو گڑبڑا ہی گئی۔

''بیٹا! میں آپ کو لینے آیا ہوں۔''

''سوری۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔'' اس نے جھٹ درشت لہجے میں جواب دیا۔

''بیٹا! ہیثم واپس آ گیا ہے۔''

''واپس......؟'' وہ چونک کے رہ گئی۔ 'اتنی جلدی وہ کیسے واپس چلا گیا؟' وہ گہری سوچ میں پڑ گئی۔

''سوری۔ میں پھر آپ سے کہتی ہوں، جس گھر میں میری عزت نہیں، میں وہاں کا رخ بھی نہیں کرنا چاہتی۔''

''بیٹا! آپ ہماری بیٹی ہو، ہماری عزت ہو۔ ہم خوشی سے رخصت کروا کے لے کے گئے ہیں۔''

''خوشی سے رخصت کروا کے صرف آپ لے گئے۔ باقی آپ کے نواسے اور کسی بھی فرد کی کوئی خوشی نہیں تھی۔'' خوشنما بہت صاف گو تھی۔

مرتضیٰ علی شرمندہ ہو گئے۔ وہ اپنی بڑی بہو کی ترش روی کو بھی بخوبی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہی سب سے زیادہ ناک بھوں بھی چڑھا رہی تھیں۔

''خوشنما بیٹی! ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں ہے۔'' وہ افسردہ اور مایوس چہرے

کے ساتھ اس کے سامنے آ گئے۔

''یہی میں آپ سے کہنے والی ہوں۔ شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ پلیز مجھے مجبور نہیں کریں کہ میں انتہائی قدم اٹھالوں اور آپ کے نواسے کے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہ ہو۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔'' وہ بہت ضدی ہو گئی تھی۔ پشت پھیر کے کھڑی ہو گئی تھی۔ مرتضٰی علی لب کچلتے ہوئے اس کے روم سے نکل گئے۔ خوشنما کو انہیں ایسے جواب دیتے ہوئے دکھ بھی ہو رہا تھا۔ مگر وہ اپنی اور بے عزتی اس گھر میں نہیں کروانا چاہتی تھی۔

❖❖---○---❖❖

اس دن وہ اچانک ہی آ گیا تھا۔ نزہت تو اسے دیکھتے ہی چہکنے لگی تھیں۔ ہیثم جیسا لائق فائق اور لاکھوں کی جائیداد کا مالک، وہ نہیں چاہتی تھیں کوئی بھی باہر کی لڑکی آ کر ہیثم کے باپ کی جائیداد پر عیش کرے۔ خوشنما کے جانے سے وہ سب سے زیادہ خوش تھیں۔

''اے بیٹا! کمزور کتنے ہو گئے ہو۔ کچھ خیر خبر تک نہیں دی تم نے۔'' صبح وہ ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ مرتضٰی علی اس سے سخت ناراض تھے اور وہ ان سے بھی زیادہ سخت ناراض تھا۔

''مامی! یہی کافی ہے میں آ گیا ہوں۔ کمزور کا کہنا فضول ہے۔'' شاہدہ مامی نے اس کے لیے ناشتہ لگایا تھا۔ باقی کے لوگ تو صبح ہی ناشتہ کر کے اپنے کاموں پر چلے گئے تھے۔

''وہ تمہاری بیوی...... وہ تو صبح ہی چلی گئی تھی۔ ارے اس کے تیور تو ایسے تھے جیسے محلوں سے آئی ہے۔'' نزہت اپنے طور پر شروع ہو گئی تھیں۔

''رات نانا جان اسے لینے گئے تھے۔'' وہ سمجھ گیا تھا جب وہ ارتضٰی علی کو ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہے تھے۔

''وہ آئی نہیں ہے، اکڑ کر بیٹھی ہے۔ تم منانے آؤ۔'' وہ نگاہیں اِدھر اُدھر کر کے بولنے لگیں۔

''واٹ...... میں منانے آؤں؟ مائی فٹ...... میں اگر واپس آیا ہوں تو اس لیے کہ میں کیوں گھر سے اس کی وجہ سے جاؤں۔ جائے گی تو وہ جسے میں پسند تک نہیں کرتا۔'' ہیثم کے لہجے میں ناگواریت تھی۔

''میں تو کہتی ہوں بیٹا! فارغ کرو اور اپنی مرضی سے شادی کر لو۔''

''بڑی مامی! میں کروں گا بھی ایسے ہی۔'' وہ بھی ان کی بات سن کر مشتعل ہی ہو گیا تھا۔ اسے یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اس لڑکی کو منا کے لائے جسے اس کے نانا بیاہ کے لائے تھے۔

''ہیثم! ناشتے سے فارغ ہو کر میرے روم میں آ جانا۔'' جانے کب وہاں مرتضٰی علی آ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی بہو کی باتیں سن لی تھیں۔

نزہت تو بوکھلا ہی گئیں۔ فوراً ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھسکا کر اُٹھ گئیں۔ شاہدہ انہیں اشارے سے بتا بھی رہی تھیں۔ مگر وہ تو دائیں بائیں دیکھے بغیر مصروف ھیں۔ ہیثم لب بھینچ کے رہ گیا۔

''اے بیٹا! میرا نام تو بالکل نہیں لینا۔ میرے پیچھے پہلے ہی پڑے رہتے ہیں، تمہاری بیوی میری وجہ سے گئی ہے۔'' نزہت جاتے جاتے بھی چنگاری دینے سے باز نہیں آئی تھیں۔

''بڑی مامی! آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں؟ میں تو وہی کروں گا، جو میں چاہوں گا۔'' اس نے ان کے شانے

تھپکی دے کر تسلی دی۔ وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس سوبرسا ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

''تم نے جتنی حماقتیں کر لی تھیں، اور مزید تم کرو، یہ میں چاہتا نہیں ہوں۔'' انہوں نے کڑے تیوروں سے گھورنے کے بعد سخت لہجے میں کہا۔

''نانا جان! میں اگر واپس آیا ہوں تو اس لیے کہ میں اپنے لوگوں کو اس کی وجہ سے کیوں چھوڑوں۔ چھوڑے تو وہ چھوڑ کے جائے۔''

''زیادہ فضول گوئی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے نزہت کی ساری باتیں سن لی ہیں۔ وہ ایک نمبر کی حاسد عورت ہے، عقل سے پیدل، اس کے کہنے پر چل کر اپنے گھر کو برباد کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔'' انہوں نے ساتھ ہی تنبیہہ بھی کی تھی۔

''سیدھی طرح شرافت سے جا کر خوشی کو لے آؤ۔''

''خوشی؟ یہ کون ہے؟ اور کس کی خوشی؟'' وہ کچھ سمجھا نہیں تھا یا جان کے انجان بن رہا تھا۔

''مجھے زیادہ باتیں کرنے کی عادت نہیں ہے۔ یہ تم بھی جانتے ہو، خوشی تمہاری بیوی ہے۔'' انہوں نے جتایا۔

''اونہہ...... بیوی!'' وہ ہنکار کے رہ گیا۔

''اونہہ...... کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سیدھی طرح انسانوں کی طرح جا کر اسے لے آؤ۔''

''نانا جان! اسے آپ اپنی پسند سے لائے ہیں اور خود ہی لائیے گا۔ مجھے اسے لانے کی ایسی کوئی خوشی نہیں ہے۔'' وہ بھی ان کا نواسہ تھا، ترکی بہ ترکی بولا۔

''ہیثم! تم کیا سمجھ رہے ہو، میں تم سے اتنے دن بے خبر تھا؟ یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ تم اشعر کے گھر تھے۔ مجھے سب پتہ تھا۔''

''مجھے بھی پتہ ہے۔ اشعر ہے ہی آپ کا چمچہ۔'' وہ ان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگا۔

''نانا جان! آپ مجھ سے ضد نہیں کریں۔ مجھے یہ لڑکی قطعی پسند نہیں ہے۔ اگر میں شادی کروں گا تو اپنی پسند کی۔ ایسی بیک ورڈ لڑکی میرے ساتھ نہیں چل سکتی۔'' وہ ملکوں ملکوں گھومتا تھا، ایک سے ایک لڑکی سے اس کی دوستی بھی تھی۔ اس لیے اس کی نظریں کہیں ٹھہرتی ہی نہیں تھیں۔

''دوسری کرو یا تیسری، میری بلا سے۔ مگر اسے تمہیں   نا ہے۔ اُلٹا سیدھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم میری بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئے ہو۔'' انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ نزہت جو اس کی برین واشنگ میں لگی ہوئی تھی۔

❖❖---○---❖❖
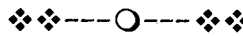
''پیارے پیارے بھائیوں کے بڑے بھیا، آج بنیں گے کسی کے سیاں ہے۔ ہے اے ہے ہے......'' مزمل گیٹ سے ہی کودتا پھاندتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا۔

''ہیں، ہیں...... یہ تمہیں کیا ہوا؟'' طٰہٰ سب کے لیے ناشتہ لگا رہا تھا۔ سنڈے تھا۔ سب ہی گھر پر تھے۔

''وہ مجھے امی نے صبح بتایا ہے، اپنے بڑے بھیا کی نسبت طے ہونے والی ہے۔'' وہ بہت خوش تھا۔ ضمران

اخبار پڑھ رہا تھا۔ رضوانہ مسکرا رہی تھیں۔

''تمہیں اتنی دیر میں پتہ چلا ہے۔ تم نے کل کا دن کھو دیا۔ ہم نے بہت مزے کیے تھے۔'' طٰہٰ نے اسے چڑایا۔

''کیوں، کیا حباب بھابی صاحبہ خود چل کے آئی تھیں؟'' ضمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ تینوں بھائی بہت خوش ہو رہے تھے۔ خوشی تو رضوانہ کے چہرے سے بھی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ مگر انہیں اپنی ساس اور نند کا ہوّا سوار تھا۔

''کچھ عرصے کی بات ہے، وہ بھی چلی آئیں گی۔''

''امی! سب کا رات میں کچن میں گھسنا بند کریں۔'' طٰہٰ نے سب سے پہلے دہائی دی۔ کیونکہ سارے گندے برتن اسی سے ہی دھلوائے جاتے تھے۔

''کیوں، کیا ہنٹر والی آ رہی ہے؟'' آدم نے حیرانگی کی ایکٹنگ کی۔

''ہنٹر والی تو آپ کی ہیں۔'' مزمل نے اسے چھیڑا۔ کیونکہ نوین کا ذکر بھی اس کے کانوں میں پڑ چکا تھا۔

''مزمل! زوردار ہاتھ پڑ جائے گا، اگر فضول بکواس کی تو۔'' آدم نے اسے تیکھے چتون کر کے دیکھا۔

''کیوں، نوین کا رشتہ قبول نہیں کیا؟''

''مزمل!'' وہ اسے مارنے کے لیے دوڑا۔ ضمران نے اسے پکڑ لیا۔

''یار! چھوڑو، بچہ ہے۔''

''سن لیں آپ سب۔ میں مذاق میں بھی اس کا نام اپنے ساتھ پسند نہیں کرتا۔'' وہ درشت لہجے میں بولا۔

''اچھا بس، زیادہ اپنے دماغ پر سوار نہیں کرو۔ کیونکہ جس سے سب جتنا چڑتے ہیں، وہ اتنا ہی سوار ہوتی ہے۔'' ضمران نے اسے سنجیدگی سے سمجھایا۔

''آپ سب کیا صبح صبح ایسی فضول باتیں نکال کے صبح خراب کر دیتے ہیں۔'' آدم نے جھٹ ماحول کی تلخی کو دُور کیا۔

''امی! آپ ساری باتیں طے کر آئی ہیں۔ کب تک ان کا شادی کا ارادہ ہے؟''

''میں تو کہہ آئی ہوں، ان تین ماہ میں مجھے کرنی ہے۔'' انہوں نے آدم کے ساتھ سب کو ہی تفصیل سنائی۔

''شہریار اگلے مہینے آ رہا ہے۔ حسین بیگم کہہ رہی تھیں، باقی کی تمام باتیں اس کے آنے پر طے کی جائیں گی۔''

''واہ...... نام دیکھو، حسین بیگم۔ امی! کیا سچ میں وہ حسین ہیں؟'' طٰہٰ کو تجسس ہوا۔

''ہاں۔ اس عمر میں بھی وہ اتنی ہی دلکش ہیں۔'' رضوانہ نے بتایا۔

''شہریار بھی تو دیکھیں کتنا ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔'' ضمران کو شہریار کی پرسنیلٹی بہت اچھی لگتی تھی۔

''امی! ان سے فضول رسومات کو منع کر دیجیے گا۔''

''میں بالکل منع نہیں کروں گی۔ اور میں ساری رسمیں کروں گی۔ کیونکہ جو لوگ ایسا بولتے ہیں، سمجھو وہ کنجوسی کر رہے ہوتے ہیں۔'' رضوانہ نے ضمران کی بات سے اختلاف کیا۔

''امی! یہ بات آپ نے ٹھیک ہی کہی ہے۔'' آدم نے بھی تائید کی۔

''یاد ہے دادی جان نے کیسے کہا تھا، گھر کی لڑکی ہے گھر ہی میں رہے گی۔ زیادہ خرچہ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ ...ول رسومات میں پیسہ بالکل برباد نہیں کرنا۔'' مزمل کو اپنی دادی کی باتیں یاد آ گئیں۔

''ویسے بھی یہ لوگوں نے خوب ٹرینڈ نکالا ہے کنجوسی کرنے کا۔ فضول رسم کوئی نہیں کریں گے، ویسے ساری ...ں گی۔''

''چلو چھوڑو، کیا لوگوں کی باتیں لے کے بیٹھ گئے۔'' رضوانہ نے جھٹ موضوع ہی بدل دیا۔

''تم لوگ ناشتہ کرو، میں چائے کی کیتلی لے آؤں۔ چائے بن گئی ہوگی۔'' چاروں ہی ناشتہ کرنے لگے تھے۔ ...ڈے کو گھر میں صبح سب ہی ساتھ ناشتہ کرتے تھے۔ آدم شام میں میڈیکل اسٹور کھولتا تھا مگر اس نے ایک ملازم ...ار کھا ہوا تھا دیکھ بھال کے لیے۔

''امی! جلدی سے تیاریاں شروع کر دیں۔ سچ میں ہمارے گھر میں ابھی تک کبھی کوئی بھی خوشی کا فنکشن نہیں ...ا۔'' مزمل زیادہ ہی ایکسائیٹڈ ہو رہا تھا۔

''اِن شاء اللہ تعالیٰ، وہ سب بھی ہوں گی۔'' وہ مسکرا رہی تھیں۔ ضمران کے لب مسکرا رہے تھے۔ حباب کی ...ں من موہنی صورت نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔ ڈری ڈری سی سانسیں لیتی وہ بالکل گڑیا ہی لگتی تھی۔

''لو جی، بڑے بھیا تو پہنچ گئے خیالوں میں۔ بھائی جان! ویسے یہ بتا دیں ابھی ہنی مون پر ہیں یا اس کے بھی ...عد کا سوچ رہے ہیں؟'' مزمل نے معنی خیزی سے چھیڑتے ہوئے کہا۔

''سدھر جاؤ...... ورنہ ایک اُلٹا ہاتھ پڑے گا۔ زیادہ ہی بکواس آ گئی ہے۔'' وہ جھینپ گیا۔

وہ سب ہی ہنسنے لگے تھے۔ ضمران اپنا چائے کا کپ اٹھا کر اندر چلا گیا۔ کیونکہ اسے پتہ تھا بھائی اسے چھیڑ ...یڑ کر ناک میں دم کر دیں گے۔

آدم کو یہ دھڑکا تھا، اس کی پھپھو یا دادی جان ہی نہ چلی آئیں۔ ان کا سنڈے اسی طرح غارت ہو جاتا تھا۔

❖❖---○---❖❖

''رات شہریار سے انٹرنیٹ پر باتیں ہوئی تھیں۔ اگلے مہینے آ رہا ہے۔ کیونکہ یہ بینا تو حباب کی شادی ہونے ...یں دے گی۔'' حسین بیگم اچھی طرح جانتی تھیں۔

حباب ابھی تک یہیں رہ رہی تھی۔ حسین بیگم نے اسے جانے ہی نہیں دیا تھا۔ ابھی خاندان میں کسی کو بھی نہیں ...تھا، حباب کا رشتہ طے کر دیا گیا۔

''اماں! یہ شہریار تو شادی آرام سے کروا دے گا۔'' اکرام نے بھی تائید کی۔ بینا ان سے جو کہہ چکی تھیں، اتنی ...دی بھی کیا ہے۔

حباب چاہ رہی تھی کسی طرح ضمران سے بات کرے۔ مگر کیسے؟ وہ زبردستی کے رشتوں کی قائل ہی نہیں تھی۔ ...س نے کبھی ضمران کے متعلق سوچا ہی نہیں تھا۔

حسین بیگم اور اکرام نے اسے یہیں رکھا ہوا تھا۔ ساری شادی کی رسمیں ادھر ہی سے ہونا تھیں۔ ارومہ کو تو ...ت خوشی ہوئی اور یہ فکر بھی دور ہوئی کہ حباب کی شادی ہو رہی ہے۔ ورنہ بینا تو اس کی ہونے ہی نہیں دیتیں۔

پچھلی دفعہ کا رشتہ بھی بینا کی وجہ سے ہاتھوں سے گیا تھا۔
''کیا بات ہے حباب؟'' نازیہ نے اسے یوں سوچوں میں گم دیکھا۔
''جی کچھ نہیں۔'' وہ پاؤں سمیٹ کے بیٹھ گئی۔ اس دن کے واقعے کے بعد سے وہ اور ہی چپ ہو گئی تھی۔
''اگر کوئی کتاب وغیرہ پڑھنے کا موڈ ہے تو شہریار کے کمرے سے لے آؤ۔ تمہیں تو وہ کبھی منع ہی نہیں کرتا ہے کچھ بھی لینے سے۔'' نازیہ کو حباب پر ترس بھی آ رہا تھا، جو کچھ نہیں بول رہی تھی۔
''مامی! شادی کیا بہت ضروری ہے؟ جبکہ میرا تو کوئی قصور بھی نہیں ہے۔''
''یہ سب ہم جانتے ہیں۔ شادی تو تمہاری ویسے بھی کرنی تھی، ابھی ہو جائے گی تو اچھا ہے۔ سب لوگ بہت اچھے ہیں، بہت خوش رہو گی۔ ضمران کو سب ہی جانتے ہیں، شہریار کا دوست ہے۔'' انہوں نے حباب کو ریلیکس کیا۔
''شہریار ماموں کو ایک دفعہ آنے تو دیں۔ ان سے بات کر کے ہی پھر یہ سب کیا جاتا۔''
''شہریار کی بھی یہی مرضی ہے، تمہاری شادی ضمران سے ہی ہو۔'' حباب لب کچل کے رہ گئی۔ کوئی بھی اس کے دل کی کوئی بات سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔
''تم اُلٹی سیدھی سوچوں میں نہیں پڑو۔ مغرب کے بعد رضوانہ آئیں گی تمہارے کپڑوں اور جوتے کا ناپ لینے۔ وہ پہلے منگنی کریں گی، پھر ہی آگے کی رسمیں کریں گی۔'' نازیہ نے اس کے گلابی رخسار تھپتھپائے۔ ارومہ بھی آ گئی تھی۔ بلیک ٹراؤزر پر پنک شرٹ میں ملبوس وہ مسکرا رہی تھی۔
''مجھے پتہ تھا تم منہ بنا کے بیٹھی ہو گی۔'' وہ بیڈ پر ہی اس کے قریب چڑھ کے بیٹھ گئی۔
''اپنی بکواس کرنے آ گئیں۔'' حباب نے اسے گھورا۔
''وہ تو مجھے آنا تھا۔ آج رضوانہ آنٹی آئیں گی۔ میں تو اپنی بہن کی شادی کی ہر تقریب میں آگے آگے رہوں گی۔'' وہ بہت خوش تھی۔
''حباب! شہریار ماموں کہہ رہے تھے، میں تم لوگوں کے لیے وہاں سے کافی چیزیں لا رہا ہوں۔ حباب سے کہنا جو کچھ چاہئے مجھے بتا دینا۔''
''مجھے کیا چاہئے، امی سے کہیں؟''
''امی نے تو لمبی چوڑی میک اپ کی لسٹ بتا دی تھی۔ شہریار ماموں نے ڈانٹ دیا۔'' وہ بتانے لگی۔ نازیہ دونوں کو باتیں کرتی ہوئی چھوڑ کے چلی گئیں۔
''شکر ادا کرو تمہاری اچھی جگہ شادی ہو رہی ہے۔'' ارومہ نے اس کی رونی صورت دیکھ کر پھر کہا۔

❖❖---○---❖❖
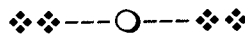
وہ پنک کاٹن کے ایمبرائیڈری والے سوٹ میں سمپل سی سر پر آنچل جمائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ہیثم بھی کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مگر اشعر اسے دیکھ کر زیادہ خوش ہوتا تھا۔
''مس خوشنما! آپ کی کارکردگی بہت اچھی جا رہی ہے۔ ویل ڈن!'' اشعر نے اسے خلوصِ دل سے سراہا تھا۔

''تھینکس سر!'' اس نے مسکرا کے اتنا ہی کہا۔
''آپ دوسرا آفس جوائن کرنا چاہیں گی؟'' اشعر نے قدرے توقف کے بعد کہا۔
''دوسرا آفس؟'' وہ کچھ سمجھی نہیں۔
ہیثم نے اسی وقت سر اٹھایا۔ اسے اپنے آفس کے لیے ایک عدد پرسنل سیکرٹری کی ضرورت تھی اور اسے خوشنما مناسب لگی تھی۔ کیونکہ وہ بہت ذمے دار اور سمجھ دار تھی۔ مگر ایک خرابی تھی، صاف گو اور منہ پھٹ بہت تھی۔ اس نے یہ بھی گوارا کیا تھا۔
''مطلب یہ کہ ہیثم کو اپنے آفس کے لیے ذمے دار ایمپلائی کی ضرورت ہے۔'' اشعر اس سے بات کرتے ہوئے بہت جھجکتا تھا کیونکہ وہ ذرا لحاظ جو نہیں کرتی تھی۔ اور اسے توقع تھی وہ ضرور کوئی ایسا ہی جواب دے گی، وہ دونوں ہی گڑبڑا جائیں گے۔
''انہیں میں ہی کیوں اپنے آفس کے لیے چاہیے ہوں؟ ان کے آفس میں کوئی اور ایمپلائی نہیں ہے؟'' وہ چونک تو گئی۔ ہیثم ایسے تاثر دے رہا تھا جیسے وہ اس پر توجہ ہی نہیں دے رہا تھا اور خوشنما کو اس کی یہ اکڑ ہی تو نکالنی تھی۔
''آپ کے دوست تو ایسے گونگے بہرے بنے بیٹھے ہیں جیسے انہیں آواز ہی نہیں آ رہی ہو۔ اگر انہیں ضرورت ہے تو خود کیوں نہیں بولتے؟'' ہیثم نے لب بھینچ لیے۔ اشعر جزبز ہو گیا۔ وہ خاصی سنجیدہ لگ رہی تھی۔
''یار اشعر! میں نے کہا بھی تھا تمہیں کم بولنا چاہیے۔''
''مسٹر ہیثم صاحب! آفس میں کم بولنے والی کا گزارہ بھی نہیں۔ اور آفس والے رکھتے بھی نہیں ہیں۔ یہ آپ بھی بہتر جانتے ہیں۔'' اس نے طنز کے ساتھ جتایا۔
''مس خوشنما! ایسا میں چاہ رہا ہوں۔ آپ ہیثم کا آفس جوائن کر لیں کیونکہ یہ اپنا آفس اسٹارٹ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے اسٹاف میں اور بھی لڑکیاں ہیں۔ جب ان کے آفس کا کام چلنے لگے تو آپ واپس یہیں اپنی سیٹ جوائن کر لیجیے گا۔'' اشعر نے ہی دفاع کے لیے وضاحت بھی دی۔
''جی اچھا، سوچ کے بتاؤں گی۔''
''یار! تم مجھے کیا فضول لوگوں کے چکر میں اُلجھا رہے ہو؟ کوئی اور ہو، اسے بھیج دو۔'' ہیثم کو اس کا جواب ہی سلگا گیا۔ اسے کوئی اگنور کرے یہ تو وہ برداشت ہی نہیں کرتا تھا۔ جبکہ وہ خود لوگوں کو اگنور کرتا رہتا تھا۔
خوشنما اس کا مشتعل ہونا دیکھ رہی تھی۔ اشعر نے اسے اشارے سے جانے کو کہا جبکہ خوشنما کا تو دل کر رہا تھا، اس کی طبیعت صاف کر دے۔ اس دن کے سارے بدلے لے۔ مگر قدرت اسے خود موقع دے رہی تھی۔ وہ خود حیران تھی اس غیر متوقع بات پر۔ ہیثم کو اپنے آفس کے لیے ایمپلائی کی ضرورت تھی۔
''یار! منہ تو بند کر لیا کرو۔''
''تم نے دیکھا نہیں کیسے کہہ رہی ہے، سوچ کے جواب دوں گی۔ اس سے بولو اوقات میں رہے۔'' اسے تو پتنگے ہی لگ گئے۔
''تم اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو یار؟ لڑکی ہے۔ ذرا آرام سے بات کی جاتی ہے۔'' اشعر اسے سمجھانے لگا۔

''لڑکی ہے تو کیا مطلب؟ میں نے تو ایک رات کی دُلہن کا خیال نہیں کیا، یہ کیا میرے سامنے حیثیت رکھتی ہے۔'' وہ تو غصے کے مارے اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔

''شرم کر۔ عزت کر صنفِ نازک کی۔''

''ارے صنفِ نازک کی عزت...... ساری لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ لڑکوں کے پاس دولت دیکھ کر ان کے پاس آتی ہیں۔'' وہ بہت بدگمان ہو رہا تھا۔ اسے کئی لڑکیوں نے دھوکا دیا تھا۔ اس دن سے سوچ لیا تھا، شادی نہیں کرے گا۔ مگر نانا جان کو یہ کہا ہوا تھا، اپنی پسند سے شادی کرے گا، تاکہ وہ اسے بار بار شادی کا نہیں بولیں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے زبردستی اپنے ایمپلائی کی بیٹی سے اس کی شادی کر دی۔ اس دن سے وہ اور ہی نفرت کرنے لگا تھا۔ ایمپائی بھی اپنے مطلب کے ہوتے ہیں۔

''بس رہنے دے عزت۔ بتاؤں کتنی ایسی ہیں جو عزت کے قابل نہیں ہیں۔'' وہ دانت پیسنے لگا۔

''یار! ہر لڑکی تو ایسی نہیں ہوتی ہے۔''

''تجھے بڑی ہمدردی جاگ رہی ہے اس لڑکی سے۔'' اس نے بغور دیکھا۔

''بکواس نہیں کیا کرو۔'' اشعر جھینپ گیا۔ اسے خوشنما اچھی لگی تھی۔ مگر شادی کا سن کر اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ مگر پسند پر تو اس کا بس نہیں۔ اس لیے وہ خوشنما کو پسند کرتا تھا۔

''سن...... مجھے اس لڑکی کو ہی رکھنا ہے۔'' ہیثم کو پھر ضد ہی ہو گئی۔ وہ اپنی بات پر اَڑ گیا۔

''ہوں...... کوشش کروں گا۔ کیونکہ تم جو سلوک کرتے ہو میرا ابھی دل نہیں کر رہا اسے تمہارے پاس بھیجوں۔''

''یہ کہو تمہارا خود اس پر دل آ گیا ہے۔'' ہیثم نے سگریٹ سلگایا اور ہونٹوں سے لگا لیا۔ اشعر نے اسے جواب میں کڑی نظروں سے گھورا تھا۔

❖❖---○---❖❖
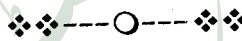
فراج اُسے سی ویو بائیک پر لے آیا تھا۔ جان بوجھ کر سارے راستے جھٹکے ہی دیتا رہا تھا۔ واپسی میں سعدیہ کی حالت خراب ہی ہو گئی تھی۔ حسنیٰ نے اسے بغور جانچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

''تمہیں اگر امی نے فراج بھائی کے ساتھ دیکھ لیا، فوراً تمہیں پشاور روانہ کریں گی۔'' اس نے سعدیہ کو دیکھا جو واش روم میں گھس گئی تھی۔ فراج اپنے روم میں تھا۔

''تم سب ہی ڈل ہو۔ اگر ذرا سا گھوم پھر آئی ہوں تو ایسا کیا کر دیا؟'' وہ پاؤں دھو کر آ گئی تھی اور فلور کشن پر بیٹھ گئی۔

''امی بہت برا مناتی ہیں، یوں لڑکا لڑکی ایسے گھومیں تو۔''

''پتہ نہیں تم لوگ کیا کیا سوچتے رہتے ہو؟'' وہ اپنے بالوں کو لپیٹ کے کیچر میں قید کرنے لگی تھی۔

''اری او حسنیٰ!'' نسرین کی کڑک دار آواز پر دونوں ہی اُچھل گئی تھیں۔

''یہ اتنی جلدی کیسے آ گئیں؟'' حسنیٰ جلدی سے باہر آئی۔ نسرین برآمدے میں بڑے تخت پر بیٹھ گئی تھیں۔

''مجھے سر درد کی کوئی ٹیبلٹ دے اور پھر کڑک سی چائے بنا کے دے۔ بہت سر میں درد ہو رہا ہے۔'' وہ حسین

ام کی طرف گئی تھیں، وہاں جو سن کے آئی تھیں، انہیں حسنیٰ کی اور ہی فکر ہونے لگی تھی۔
حسنیٰ نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی تھی اور خود ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔
''حباب کا رشتہ طے کر دیا ہے بھائی نے۔''
''حباب کا......؟'' حسنیٰ تو اُچھل ہی گئی۔
''مجھے ساری تفصیل خود بھابی نے بتائی ہے۔ شہریار بھی چھٹی لے کے آ رہا ہے۔ اس کے دوست سے رشتہ طے ہوا ہے۔''
''چلو یہ تو خوشی کی بات ہے۔ میں خود جا کر حباب کو مبارکباد دوں گی۔'' حسنیٰ نے کھلے دل سے کہا۔
''کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی۔ مجھے تو تمہاری فکر کھائے جا رہی ہے۔ حباب تو تم سے کتنی چھوٹی ہے، ں کی شادی ہونے والی ہے۔''
''امی! وہ مجھ سے تین سال چھوٹی ہے۔ کوئی زیادہ چھوٹی نہیں ہے۔ اور آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت بھی ں۔'' وہ تو برا سا منہ بنا کے رہ گئی۔
''زیادہ بک بک نہیں کرو۔ رفعت نے کچھ زیادہ ہی دماغ خراب کر دیا ہے۔'' وہ چائے کے سپ لینے لگیں۔
''آپ ہر بات میں مما کا نام کیوں لیتی ہیں؟''
''کیونکہ مہارانی بنا کے تیرا دماغ خراب کر رہی ہے۔ اسے تو تمہاری فکر ہے نہیں، سگی ماں میں ہوں۔ مجھے ہو ہے فکر تمہاری۔'' ان کے تو دل پر گھونسے پڑ رہے تھے۔ حباب کی حسنیٰ سے پہلے شادی ہو رہی تھی۔
''لیں، یہ آپ نے کیا بات کی؟''
''میں نے ٹھیک بات کی ہے۔ چل جا کر شام کی ہنڈیا کی فکر کر۔ میرا سر دُکھ رہا ہے، مجھ سے کچھ نہیں ہوگا۔'' ر پکڑ کر تخت پر ہی لیٹ گئی تھیں۔
'پتہ نہیں، امی دوسروں کو خوش دیکھ کر خوش کیوں نہیں ہوتی ہیں۔' اس نے حیرانگی اور تاسف سے سوچا۔ حباب مبارک باد دینے تو وہ ضرور جائے گی اور اس سے پوچھے گی بھی، یہ شادی وغیرہ اتنی جلدی کیوں ہو رہی ہے؟ وہ ن بنانے میں لگ گئی تھی۔ سعدیہ کو روٹی بنانے کا کہہ دیا تھا، کیونکہ روٹی بنانے کی وہ بہت چور تھی۔ اسے چڑ بھی ہوتی تھی۔ رفعت نے اسے رانی بنا کے رکھا ہوا تھا اور نسرین نے اسے نوکرانی۔ وہ بہت خائف ہوگئی تھی ین سے۔

❖❖---O---❖❖

اس دن تو راشدہ آ گئی تھیں، نوشین ان کے ساتھ ہی تھی۔ گھر میں تیاریاں دیکھ کر وہ دونوں ہی چونک گئی ں۔ پھر بڑے بڑے گولڈن خوب صورت سے ڈبے سائیڈ ٹیبل پر رکھے تھے۔
''مامی! یہ ڈبے کس کے ہیں؟'' اس نے لپک کے خوش ہو کر کھولا جس میں جھلملاتا ہوا لائٹ پنک سوٹ ا۔
رضوانہ تو گڑبڑا ہی رہی تھیں۔ گھر میں اس وقت مزمل اور طٰہٰ تھے۔ ضمران اپنی جاب پر سے نہیں آیا تھا اور

آدم اس وقت میڈیکل اسٹور پر ہوتا تھا۔

''اچھا ہوا راشدہ! تم آ گئیں۔ ویسے میں تمہاری طرف آنے والی تھی۔''

''اچھا...... اچھا......!'' راشدہ خوش ہو کر غلط فہمی کا شکار ہونے لگی تھیں۔ رضوانہ گھبرا گئیں، وہ بات کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیں۔

''مامی! آپ نے سائز بھی نہیں لیا۔'' روشین خوامخواہ شرما رہی تھی۔

''راشدہ! میں نے ضمران کی بات طے کر دی ہے۔'' انہوں نے ہمت کر کے بلاتمہید کے کہہ دیا۔

''کیا......؟'' دونوں ماں بیٹی بیک وقت چیخی تھیں۔

''ہاں وہ ضمران کے دوست کی بھانجی ہے، بہت پیاری بچی ہے۔''

''بھابی! رشتہ کرنے سے پہلے آپ گھر کی لڑکیاں تو دیکھ لیتیں۔ آپ سے امی بھی کہہ کر گئی تھیں۔'' ان کے چہرے کا تو رنگ ہی اُڑ گیا تھا۔ نوشین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے یہ امید نہیں، ضمران کی کہیں اور ہو۔

''آج کل بچوں کی بھی مرضی دیکھنی پڑتی ہے۔'' انہوں نے لوازمات کی ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھی۔

''مامی! آپ نے ایسا کیوں کیا؟'' اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

''تم کیوں اپنا دل اُداس کرتی ہو؟ ضمران سے بہت اچھا لڑکا دیکھ کر تمہاری شادی کریں گے۔''

''بس...... بس بھابی! رہنے دو۔ تم نے یہاں دکھا دیا بلکہ بدلہ ہی لیا ہے۔'' وہ تو اُلٹا سیدھا ہی بولنے لگی تھیں۔

''تم غلط نہیں سمجھو راشدہ! دیکھو اولاد کی مرضی بھی دیکھنی پڑتی ہے۔'' وہ انہیں سمجھانے لگیں۔

''بھائی جان نے تم سے واسطہ ختم کر دیا ہے، جب ہی اولاد کے فیصلے تم خود کرنے لگی ہو۔'' وہ تو تلملا رہی تھیں۔ اسی دوران ضمران آ گیا تھا۔ گھر میں ان کی بحث چھڑی دیکھ کر وہ کوفت میں مبتلا ہو گیا۔

''ضمران! آخر مجھ میں کیا کمی تھی جو تم نے کہیں اور سوچا بھی؟'' نوشین اس کے روم میں چلی آئی تھی۔ نفاست سے وہ بیڈ پر تکیوں کو ڈبل کر کے لیٹا ہوا تھا۔

''نوشین! کمرے میں آنے سے پہلے ناک تو کر لیا کرو۔'' وہ بے زاری اور ناگواری سے گویا ہوا۔

''ضمران! تم اتنے اجنبی نہیں بن سکتے۔'' وہ اس کے پیروں میں ہی آ کر بیٹھ گئی۔

''یہ کیا حرکت ہے؟'' وہ اُٹھ کر بیٹھا۔

''ضمران! میں نے تم سے محبت کی ہے، تم پلیز میرے ساتھ ایسا تو نہیں کرو۔''

''نوشین! پلیز کیا بچوں والی حرکت ہے؟'' وہ تو غصے میں آ گیا۔

''ضروری ہے میں بھی محبت کروں، میں نے تمہیں کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔'' وہ اس کے رونے سے کوفت محسوس کر رہا تھا۔ وہ تیزی سے روم سے ہی نکل گیا۔

راشدہ، رضوانہ کو سنانے میں لگی ہوئی تھیں۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''واہ بیٹا! واہ...... خوب کیا...... تم نے میری بیٹی کو اٹکا کے رکھا۔''

''پھپھو! غلط بیانی سے بات نہیں کریں۔ میں نے کوئی آپ کی بیٹی کو اٹکا کے نہیں رکھا۔'' وہ تو چیخ ہی پڑا۔

''ہر بات کی حد ہوتی ہے۔ میری ماں نے اپنی مرضی سے میرا رشتہ طے کیا اور مجھے اپنی ماں کی بے عزتی بالکل برداشت نہیں جو آپ لوگ مسلسل کیے جاتے ہیں۔'' وہ اشتعال میں آ گیا۔

نوشین نے رو رو کے اپنا حشر کیا ہوا تھا۔ اور ادھر رضوانہ گم صم خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔

''زبردستی رشتے نہیں کیے جاتے۔ یہ دل کی خوشی سے کیے جاتے ہیں۔''

''ہاں بیٹا! ہاں۔ ہمیں ہی بھاشن دو۔'' وہ طنز کرنے لگیں۔

''پھپھو! آپ ہر بات کا غلط مطلب نہیں لیا کریں۔'' اسے اپنے روّیے کا احساس ہوا تو لہجہ نرم بنایا۔

''بس رہنے دو۔'' وہ چادر سر پر جما کے جانے ہی لگی تھیں۔

''راشدہ! رُکو تو......!''

''بھابی! کس لیے رُکوں؟ جب تم نے بات ہی ختم کر دی۔'' وہ بہت غمزدہ ہو رہی تھیں۔

''نوشین! میری ایک بات یاد رکھنا۔ رشتے دل سے کیے جاتے ہیں۔ زبردستی ایک فریق کی مرضی پر نہیں کیے جاتے ہیں۔'' ضمران نے اسے سمجھایا۔

''اونہہ......!'' کر کے وہ چلی گئی تھی۔ راشدہ بھی بڑبڑاتی ہوئی نکل گئی تھیں۔

''دیکھنا تمہاری دادی کا طوفان۔''

''امی! پلیز آپ ڈرنا چھوڑ دیں۔'' ضمران اُنہیں ریلیکس کرنے، ان کے پاس بیٹھ گیا۔

''کمبخت! اس چپل کو بھی ابھی ٹوٹنا تھا۔'' وہ چپل ہاتھ میں لے کر تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ ٹریف
میں کچھ افراتفری بھی مچی ہوئی تھی۔ جانے کہاں آج بم بلاسٹ ہونا تھا جو ناگن کا روڈ ہی بند کر دیا تھا، اور ا
سے چنگ چی میں بیٹھا نہیں جاتا تھا۔

''میں کچھ مدد کروں؟'' ہیثم کی گاڑی اُس کے قریب رُکی۔ خوشنما کے قدم رُک گئے۔ وہ حیرانی سے اُ
دیکھنے لگی۔ شہر کے حالات کی وجہ سے وہ کچھ ڈر رہی تھی۔ سامنے اسے دیکھ کر خوشنما کی جان میں جان آئی۔

''کیا مدد کریں گے؟ یہ جوتی ٹوٹ گئی ہے، جوڑ دیں گے؟'' وہ پُر اعتماد اور نڈر لہجے میں گویا ہوئی۔

''واٹ نان سینس۔'' وہ اُس کی بے تکی بات پر زِچ ہو گیا۔ بلیک پینٹ پر اسکائی بلیو شرٹ میں وہ بہ
ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

'اس شخص میں خوب صورتی بھی ہے، اسمارٹنس بھی ہے۔ مگر لب ولہجہ اور سوچیں کتنی بری ہیں۔' وہ سوچ ک
گئی۔

''ارے جو بات ہے، میں نے آپ کو بتا دی۔'' وہ پن سوٹ میں پنک ہی ہو رہی تھی۔ خوب صورتی اس
بلا کی تھی۔ وہ سوچنے لگا، اسے یوں تنہا نکلتے ہوئے ڈر نہیں لگتا؟

''دیکھئے! شہر کے حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں۔ کہیے تو میں ڈراپ کر دوں؟'' ہیثم کو ہی اسے واضح کرنا پڑا۔

''جی...... جی نہیں۔ بالکل نہیں۔'' خوشنما گڑبڑا گئی۔ اگر اس نے گھر دیکھ لیا تو وہ سمجھ جائے گا، وہ کون
اور اتنی جلدی وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''دیکھو! میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ اور جلدی بیٹھو۔ حالات ویسے ہی ٹھیک نہیں ہیں۔ بہت تمہاری ز
چلتی ہے۔'' وہ بے زاری سے گویا ہوا۔

''آپ کو روکا کس نے ہے؟ جائیے۔'' خوشنما نے اکڑ دکھائی۔ مگر اسے ڈر بھی ہوا، وہ واقعی چھوڑ کے نہ
جائے۔

''تم واقعی بے وقوف ہو، یا پھر تم مجھے جان بوجھ کر غصہ دلا رہی ہو؟'' ہیثم گاڑی سے نیچے اُتر آیا۔ سڑک
ٹریفک کا بہت شور تھا۔ سب کو اپنی پڑی تھی۔

''بیٹھو اندر۔ کہاں دھکے کھاؤ گی؟ اُلٹے سیدھے راستوں پر چلی گئیں تو گھر والے پریشان ہوں گے۔''

''آپ کو کیوں اتنی فکر ہو رہی ہے؟'' وہ حیران بھی ہوئی، ہیثم آخر اس کی اتنی فکر کیوں کر رہا ہے؟
''مجھے اس لیے فکر ہو رہی ہے کہ تم میرے دوست کے آفس میں کام کرتی ہو۔ ذمے داری ہو اس کی۔ میری اگر تم پر نگاہ نہیں پڑتی تو الگ بات تھی۔'' اس نے خوشنما کو زبردستی فرنٹ سیٹ پر بٹھایا۔ خوشنما نے پھر زیادہ بحث بھی نہیں کی۔

''جانا کہاں ہے؟'' وہ ڈرائیونگ کے دوران پوچھنے لگا۔
''کے ڈی اے کی چورنگی پر اُتار دیجئے گا۔'' اس نے گھر سے دُور بتایا۔
''سرجانی ٹاؤن سے آتی ہو؟'' ہیثم کچھ چونکا اور ہلکی سی یاد در آئی۔ ان راستوں پر ایک دفعہ نانا جان کے ساتھ آیا تھا۔
''سرجانی تو آگے ہے، میں پہلے رہتی ہوں۔'' اس نے گہری سوچ اس کے چہرے پر دیکھ لی تھی۔
''جاب کیوں کر رہی ہو؟'' اس نے پھر پوچھا۔
''ظاہر ہے مجبوری ہے۔ اس لیے کر رہی ہوں۔ کیوں آپ کو تو پتہ ہے پھر دوبارہ یہ سوال کیوں؟'' خوشنما نے اس دن انٹرویو کے دوران جو کچھ اس نے ہیثم کو ہی سنانے کو اشعر کو بتایا تھا، وہ یہ بھولا تو نہیں ہوگا۔
''تمہارا شوہر تمہیں چھوڑ کے کیوں گیا؟'' اس نے پھر ذاتی سوال کیا۔
''اس کے عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ بہت اپنی امارت کا زعم تھا۔ میں خود ہی چھوڑ کے آ گئی۔'' اس نے طنز میں بھرا تیر اُچھالا۔
''ہوں...... خیر!'' وہ چپ ہو گیا۔ اس کا گھر آ گیا تھا۔ ہیثم نے کچھ دُور ہی اُتارا تھا۔ خوشنما نے مڑ کے تک نہیں دیکھا تھا۔
''اُف یہ لڑکی...... بولتی کتنی ہے؟'' ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا۔
خوشنما اپنے نام کی طرح ہی خوشنما تھی۔ ایک وہ تھی جس سے اس کی شادی ہوئی تھی، جس کا نام خوشی تھا، مگر اس کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔
''لڑکیوں کو تو ان کی اوقات پر رکھنا چاہئے۔ ورنہ ہر امیر لڑکے کو دیکھ کر پاگل ہونے لگتی ہیں۔'' ہیثم کا دل بہت برا ہو گیا تھا لڑکیوں کی طرف سے۔ دو لڑکیوں سے محبت کی تھی، دونوں ہی اسے لوٹ کے چلی گئی تھیں۔ انہیں صرف پیسہ چاہئے تھا۔
''اگر یہ لڑکی اس کا آفس جوائن کر لے تو اسٹاف بھی ٹھیک رہے گا۔ ہر ایک کو یہ سیدھا ہی رکھے گی۔'' ہیثم اس لیے بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ اس کا آفس جوائن کر لے۔ اسے آفس میں سنجیدہ ماحول پسند تھا۔ سب اپنے کام سے کام رکھیں۔
''اگر یہ منع کرے گی آنے سے، میں بھی مجبور کر دوں گا۔'' پورے راستے وہ خوشنما کے بارے میں ہی سوچتا رہا تھا۔ کبھی ذہن اُلجھ کے خوشی کی طرف بھی چلا جاتا تھا۔ دل پتہ نہیں بے کل اور پریشان کیوں ہو جاتا ہے۔ اس کا نہ گھر میں نہ آفس میں دل لگتا تھا۔

❖❖---○---❖❖

ادھر رضوانہ ساری باتیں طے کر کے چلی گئی تھیں۔ شہریار بھی ایک دن اچانک ہی آ گیا۔ دو مہینے ایسے گزر۔
تھے کہ پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ شہریار کی وہاں جاب بہت اچھی تھی۔ رہنے کو فلیٹ بھی مل گیا تھا۔ سب کچھ اس کی تو
سے بڑھ کے ہی تھا۔ نسرین کو پتہ چلا تو وہ سب سے پہلے ملنے چلی آئی تھیں۔

''انہیں کون خبر دے کے آیا ہے؟'' شہریار حباب کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

''حباب! حسنیٰ آنٹی بھی آئی ہیں۔'' ارومہ نے آ کر اطلاع دی۔

''اچھا تو دونوں ماں بیٹی میری ٹوہ میں آئی ہیں۔ میری وہاں جاب کیسی ہے؟'' وہ بولا۔

''شہریار ماموں! حسنیٰ آنٹی، حباب سے ملنے آئی ہیں۔ ان کی شادی کے چرچے پورے خاندان میں ہو
گئے ہیں۔ ہر کوئی حیران بھی ہے۔'' اس نے بتایا۔

''ارے آ جائیں حسنیٰ آنٹی!'' ارومہ نے اسے کمرے سے باہر دیکھا۔ وہ جھجک کے رُک گئی۔ شہریار فان کا
کے قمیض شلوار میں ملبوس نکھرا نکھرا بیٹھا تھا، اس کی وجاہت دیکھ کر تو سب ہی چونک جاتے تھے۔

''حباب! لوگوں کو چین نہیں پڑا، خبریں لینے آ گئے ہیں۔'' اس نے طنز کیا۔

''جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ امی نے مجھے بتایا ہی نہیں آپ بھی آ گئے ہیں۔ ورنہ میں کبھی نہیں آتی۔
حسنیٰ کاسنی کپڑوں میں خاصی دلکش اور پیاری لگ رہی تھی۔

''جھوٹ بھی بولنا نہیں آتا، جب ہی تو دن بہ دن وزن میں اضافہ ہو رہا ہے۔'' شہریار نے اس کے موٹاپے
استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

''آپ کو کیا فکر ہے؟ اپنا کھاتی ہوں۔'' اس کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔

''جب ہی یہ حال ہے جو آج تک کسی نے پوچھا نہیں۔'' شہریار نے زِچ کرنے کے ساتھ سلگا دیا۔

''حباب! شکر کرو جو تمہاری شادی جلدی ہو رہی ہے۔ ورنہ لوگ تو ابھی تک شہزادے کے انتظار میں بیٹھے
ہیں۔'' وہ دل کھول کے اسے تپا رہا تھا۔

حسنیٰ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا، دوسرا جا رہا تھا۔ شہریار نے بات ہی ایسی کر دی تھی۔ حباب، شہریار
منع کیے جا رہی تھی، مگر وہ تو شروع ہی ہو گیا تھا۔

''انسان کو کسی کی اتنی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔''

''اچھا، یہ تم کہہ رہی ہو، جو پتہ نہیں کیا کیا بول دیتی ہے۔'' اس نے پھر طنز کے ساتھ جتایا۔

''میری شادی کی آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میں کیوں فکر کرنے لگا؟ تم دیکھنا، ایسے ہی موٹی اور بوڑھی ہوتی جاؤ گی۔ کوئی نہیں کرے گا تم سے شادی۔
شہریار نے اسے نفسیاتی طور پر ٹارچر کیا۔

حسنیٰ کو عجیب اُلجھن ہونے لگی۔ وہ تو بولے جا رہا تھا، اور وہ دفاع میں کچھ نہیں بول رہی تھی۔

''میں رشتہ آپ کا پھر بھی قبول نہیں کروں گی۔ خودکشی کر لوں گی، مگر شہریار احمد! تم سے شادی کبھی نہیں کروا
گی۔'' وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''حسنیٰ آنٹی! آپ شہریار ماموں کی باتوں کو اتنا سیریس نہیں لیا کریں۔'' حباب نے ماحول کی تلخی کو دور کر۔

کو کہا۔
''ارے حباب! انہیں میری باتوں کو سیریس لینا چاہئے۔ کیونکہ کبھی وقت ایک سا نہیں رہتا ہے۔'' لہجے میں تمسخر تھا۔
''آپ کو بہت گھمنڈ ہو گیا ہے اپنی باہر کی جاب کا۔''
''گھمنڈ...... ارے یہ مجھ پر نہیں ہوتا ہے، البتہ آپ جیسے لوگوں کو ہوتا ہے۔'' وہ حسنیٰ کو دل کھول کے تپا رہا تھا۔
''لو...... شہریار تو یہاں بیٹھا ہے۔'' نسرین ہنستی مسکراتی شہریار کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔
''السلام علیکم!'' اس نے جھٹ سلام جھاڑا۔ حسنیٰ کی صورت رونی جیسی ہو رہی تھی۔
''کیسے ہو؟...... جاب تو اچھی ہے؟ کتنے دن کی چھٹی پر آئے ہو؟'' اس کے لب و لہجے میں شہد ٹپک رہا تھا۔
''آپ نے تو اتنے سارے سوال کر ڈالے۔'' وہ مسکرایا۔ حسنیٰ اس وقت خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔
''حباب کی شادی کر کے جائے گا۔'' حسین بیگم نے ہی خوش ہو کر بتایا۔
''بھابی! شہریار کی بھی بات وغیرہ کہیں لگا دیں۔'' نسرین نے خود سے کہا۔
''ہاں سوچ رہی ہوں۔'' وہ ذرا اِترا کے بولیں۔
''جاب بھی اچھی ہے۔ فلیٹ، گاڑی سب ملا ہوا ہے۔''
''چلو یہ اچھی بات ہے۔'' نسرین کا ذہن تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔
حسنیٰ، حباب کے پاس ہی بیٹھی رہی۔ شہریار باہر چلا گیا تھا۔ نسرین، حسین بیگم سے جانے کن باتوں میں الجھی ہوئی تھی۔
حباب کا ذہن بھی سوچ رہا تھا حسنیٰ اور شہریار کی بھی شادی کروا دے۔ کیونکہ ان دونوں کی لڑائی اسی طرح ہی ختم ہو سکتی ہے۔ اسے خود سے حسنیٰ سے بھی بات کرنی تھی۔ مگر اس نے کسی مناسب وقت کے لیے چھوڑ دیا۔

❖❖---O---❖❖

وہ صبح دن چڑھے تک نہیں سوتا تھا۔ مگر آج اسے اتنی تھکن ہو رہی تھی، اس سے اُٹھا نہیں جا رہا تھا۔ پھر رات بھر نیٹ پر بھی بیٹھا رہا تھا۔
''کب تک سونا ہے؟'' مرتضیٰ علی نے اس کی گلاس ونڈو کے سارے پردے ہٹا دیئے۔ تیز روشنی سیدھی اس کے بیڈ پر پڑی۔
''کیا ہے نانا جان! سونے بھی نہیں دیتے ہیں۔'' وہ خفگی سے بولا۔
''گیارہ بج رہے ہیں، ابھی بھی نہیں اُٹھنا؟''
''اُٹھ کر کیا کروں؟'' وہ چڑ گیا۔
''کیوں، اپنے آفس کا بھوت اُتر گیا؟'' وہ اس کے بیڈ پر سرے پر ہی بیٹھے۔
''رات بھر اسی پر کام کر رہا تھا۔ اسٹاف جمع کر لیا ہے۔'' اس نے بتایا۔
''ہوں...... تو گڈ! پھر خوشی کے بارے میں بھی سوچا؟'' وہ پھر اپنی بات پر آ گئے۔ اس کا پورا کمرہ کھلا ہوا تھا،

وسیع و عریض بیڈ، دبیز اور جدید طرز پر ڈیکوریٹ کروایا تھا۔
''نانا جان! میں اسے کبھی نہیں لاؤں گا۔ اور ہاں، ڈائیوورس دے رہا ہوں۔''
''فضول حرکت کرنے کی قطعی ضروری نہیں ہے۔ تمہیں نزہت چڑھاتی ہے۔ اس عورت کی باتوں میں نہیں آؤ۔''
''مجھے کوئی نہیں چڑھا رہا۔ مجھے وہ لڑکی پسند ہی نہیں ہے۔'' اُلجھے بکھرے بالوں کے ساتھ وہ بے زار سا اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔
''تم نے اس کا گھونگھٹ اٹھا کے دیکھا تھا؟''
''یہ اور آپ لوگوں نے فضول بیک ورڈ رسم نکالی تھی، لمبے گھونگھٹ کی۔'' وہ منہ بنا کے بولا۔
''جو چلا آ رہا ہے، وہ تو ہونا تھا اور یہ نزہت نے ہی رسم نکالی تھی۔ اور میں بھی اسے خوب جانتا ہوں، کیوں نکالی تھی تاکہ تم اپنا دل نہیں ہار دو۔''
''واٹ ربش...... نانا جان!'' وہ جھینپ گیا۔
''مرتضیٰ علی، ہیثم سے بہت فرینک تھے۔ دونوں کی بالکل دوستوں کی طرح بنتی تھی۔ مگر یہ شادی کروا کے مرتضیٰ نے اسے خود سے بدظن کر دیا تھا۔
''خوشی بہت خوبصورت اور بالکل نئے دور کی ہے۔ تم اسے سمجھو، پرکھو۔ دیکھنا تمہارے معیار پر پوری اُترے گی۔'' وہ اسے سمجھانے لگے۔
''نانا جان! لڑکیاں سب ایک سی ہوتی ہیں، اپنے آپ کو سمجھنے والی۔ اور میں کہتا ہوں شادی اپنی مرضی اور پسند سے کروں گا۔'' وہ پھر انہیں ٹالنے لگا۔
''ہیثم! تمہیں میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں، کسی کو بھی پسند نہیں کرو گے۔ اور تمہاری پچھلی دو کہانیاں مجھے پتہ ہیں۔'' انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ہیثم نے بیڈ سے اُتر کر کمبل اوپر ڈالا، لب بھینچ کے وہ رہ گیا۔
''تمہیں کوئی شادی نہیں کرنی ہے، یہ تو مجھے پتہ ہے۔'' وہ بھی اس کے نانا تھے، بچپن سے جانتے تھے وہ کیا ہے۔ جب ایک چیز دل سے اُتر جائے دوبارہ چھوتا بھی نہیں تھا۔
''ہیثم بیٹا! بے وقوفی نہیں کرو۔ تمہارے لیے جیسی لڑکی ہونی چاہئے، میں نے اس سے ہی تمہاری شادی کروائی ہے۔ غریب ہے مگر سب کی عزت کرنا جانتی ہے۔''
''نانا جان! غریب لوگوں کے ہی تو دماغ ہوتے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں اگر غریب گھر کی لڑکی بیاہ کے لائیں تو وہی سب سے زیادہ نخرے دکھاتی ہے۔'' اس نے یہ بات اشعر کی امی کے منہ سے سنی تھی، اور ان کے سامنے دہرا دی۔
''تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو؟'' وہ جرح کرنے لگے۔
''اشعر کے بڑے بھائی کی بیوی ان سے کم حیثیت کے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ سنیے! وہ پہلے سال ہی اسفر بھائی کو لے کے الگ ہوگئی۔'' اس نے تفصیل بتائی۔
''ساری لڑکیاں ایسی نہیں ہوتی ہیں۔'' وہ پھر بھی اس کی بات ماننے سے انکاری تھے۔

''نانا جان! آپ مجھے اس خوشی کو آزاد کرنے دیں۔ خوامخواہ میرے ساتھ بندھی رہے گی۔''

''خبردار! جو تم نے دوبارہ یہ بات کی تو۔ ہم خاندانی لوگ ہیں، ہمارے گھروں میں عورتوں کی عزت کی جاتی ہے، انہیں دربدر نہیں کیا جاتا ہے۔'' انہیں ہیثم کی ضد پر افسوس ہو رہا تھا۔

''تم اسے یہاں لے آتے۔ کم از کم وہ یہاں رہتی تو تمہارا دل خود بخود اس کی طرف مائل ہو جاتا۔

''میرا دل اتنا پاگل نہیں ہے۔'' وہ یہ کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔

مرتضٰی علی کو دکھ وافسوس ہو رہا تھا، انہیں جاوید احمد کے سامنے بہت شرمندگی ہوتی تھی۔ وہ تو ان کا خیال کرنے گئے تھے، ان پر اُلٹی پڑ گئی تھی۔

''ہیثم! تم کتنے بند باندھ لو، یاد رکھنا خوشی تمہاری بیوی ہی رہے گی۔ اور تمہیں اسے لے کے آنا ہو گا۔''

''یہ کبھی نہیں ہو گا۔'' اس نے اندر سے ہی ہانک لگائی۔

''ابا جی! آپ ادھر ہیں؟'' نزہت انہیں دیکھ کر خفیف سی ہو گئیں۔

''نزہت! تم اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ ہیثم کو چڑھانے کی کوشش میں نہیں رہو۔'' وہ انہیں کہہ کر رُکے نہیں، چلے گئے۔ نزہت پر تو پانی پڑ گیا۔ مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھیں۔ سوچ لیا تھا، خوشی کو آنے نہیں دیں گی۔

❖❖---○---❖❖
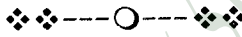
حسنٰی کو شہریار کی کٹیلی باتیں چیر کے رکھ گئی تھیں۔ رفعت نے اسے یوں خاموش دیکھا تو پریشان ہو گئیں۔

''کیا بات ہے؟ اتنی چپ کیوں ہو؟''

''مما! میں آپ سے ایک بات بولوں؟'' وہ روہانسے لہجے میں ان سے گویا ہوئی۔

''ہاں بولو میری جان!'' ان کا لب ولہجہ شہد جیسا ہو جاتا تھا۔

''حباب مجھ سے تین سال چھوٹی ہے۔ اس کی شادی ہو رہی ہے۔ میری اب تک کیوں نہیں ہوئی؟''

''ہیں...... یہ تم ایسا کب سے سوچنے لگیں؟'' رفعت تو حیرت وانبساط سے گویا ہوئیں۔

''مما! بتایئے تو۔ کیا ابھی تک میرے لیے کوئی پرپوزل نہیں آیا؟'' وہ بچوں کی طرح ضد کرنے لگی۔

''حسنٰی! تم ہمارے لیے بوجھ نہیں ہو، جو میں تمہیں ایسے ہی ہاتھ پکڑ کے نکال دوں۔'' وہ نگاہیں چراتے ہوئے گویا ہوئیں۔ حسنٰی انہیں بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''میں تمہاری اچھے، بڑی حیثیت والے گھرانے میں شادی کروں گی، جہاں تمہیں چٹنیاں سل پر نہیں پیسنی پڑیں گی۔'' وہ اور اس کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیتی تھیں۔

''اتنی خوب صورت موم کی گڑیا جیسی تو میری بچی ہے۔ اسے ایسے ہی کسی راہ چلتے سے تو بیاہنے سے رہی۔'' رفعت نے کھلا واضح طنز حباب پر ہی کیا۔

''پلیز مما! آپ حباب کو کچھ نہیں کہیے۔ وہ بہت اچھی ہے۔ اور کون سا اس شادی سے خوش ہے۔'' حسنٰی اس کی ساری باتیں سن کے جو آئی تھی۔ مگر شہریار کی باتیں بھی اس کے دل پر لگ گئی تھیں۔ خاندان والوں کو جانتی تھی جس میں حسین بیگم ہی سب میں ڈھنڈورا پیٹتی تھیں اس کی شادی نہ ہونے پر۔ وہ بھی امی سے باتیں بناتیں۔

''میں تو ایک بات کہہ رہی ہوں۔'' وہ خفیف سی ہوگئیں۔

''اچھا چلو اُٹھو، کچھ کھا پی لو۔'' انہوں نے اس کے سلکی دراز بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

''کیا بات ہے، سعدیہ وغیرہ یوں اچانک سے کیسے جانے لگیں؟''

''امی کی باتیں ہی ایسی ہیں۔ وہ بے زار ہوگئی ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''فراج کے ساتھ گھومنے بھی بہت جانے لگی تھی۔ بھابی نے خود کئی دفعہ دونوں کی خبر لی ہے۔''

''مما! سعدیہ کو فراج بھائی زبردستی لے کے جاتے ہیں۔ پتہ نہیں یہ ایسے کیوں ہیں۔'' حسنیٰ اپنے بھائی کی فلرٹی طبیعت سے بہت نالاں تھی۔ ہر لڑکی کے پیچھے لگ جاتا تھا۔ خاندان کی کسی لڑکی کو نہیں چھوڑا تھا۔

''اگر ایسی کوئی بات ہے تو بھابی کو چاہئے فراج کی اور سعدیہ کی شادی ہی کروا دیں۔''

''ایسا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ امی کو سعدیہ پھوہڑ لگتی ہے۔ پتہ نہیں کہاں سے۔ مجھ سے اچھا کام تو وہی کرتی ہے۔ سارے کام آتے ہیں۔ مجھے کیا آتا ہے؟ زبردستی امی کروا لیتی ہیں تو کر لیتی ہوں۔'' وہ سعدیہ پر رشک بھی کرتی تھی۔ وہ کسی بھی کام سے دل نہیں چراتی تھی۔ نسرین کتنا اس سے ڈانٹ ڈپٹ کے کام لیتی تھی، جبکہ عائزہ نہایت منہ پھٹ اور کچھ بدتمیز بھی تھی۔ نسرین اس کے منہ ہی نہیں لگتی تھیں۔

''تم ان کے معاملات میں بالکل نہیں پڑنا۔ اور اُلٹا سیدھا سوچو بھی نہیں۔ تمہاری شادی جہاں ہوگی، ہو جائے گی۔'' رفعت تو چاہتی ہی نہیں تھیں، اس کی شادی ایسی جگہ ہو۔ وہ ایسا رشتہ تلاش کر رہی تھیں جو گھر داماد بن جائے۔

❖❖---O---❖❖

ضمران کی دادی نے تو خوب ہی فساد اُٹھایا تھا اور عتیق بھی رضوانہ پر برسنے آ گئے تھے۔ آدم کو تو غصہ آئے جا رہا تھا۔ ضمران نے اسے قابو کیا ہوا تھا۔

''تجھے خاندان کی لڑکی سے کرتے ہوئے کیا ہو رہا تھا؟'' عتیق کا لب ولہجہ نہایت بدصورت تھا، شکل پر بھی زعم تھا مگر فطرت اور لہجہ بالکل اچھا نہیں تھا۔

''بچوں کی خوشی بھی دیکھی جاتی ہے۔'' رضوانہ نے آواز کو مضبوط بنا کے کا۔

''بچوں کی خوشی نہیں، تمہیں اپنی خوشی چاہئے تھی۔ بچوں کے دماغوں میں تو فتور تُو نے ہی بھرا ہے۔'' عتیق چیخ رہے تھے۔

''خدارا! آواز کو نیچا کر کے بولیے، جوان اولاد گھر میں موجود ہے۔'' رضوان کی آواز کانپ رہی تھی، شروع سے وہ عتیق کی جھڑکیاں ہی تو کھاتی آ رہی تھیں۔

''امی کو کتنا دُکھ ہوا ہے اور راشدہ کتنا آس لگائے ہوئے تھی۔''

''اس وقت آپ کی اماں بہن کہاں گئی تھیں جب ہم بھوکے بیٹھے ان کی آس لگائے بیٹھے تھے۔'' آدم سے برداشت نہیں ہوا تو اندر سے نکل آیا۔

''ابو! خوامخواہ آپ فساد نہیں پھیلائیے۔''

''ہاں بیٹا! یہی کمی رہ گئی۔ باپ پر چڑھ جاؤ۔'' عتیق نے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا۔
''میں آپ پر چڑھ نہیں رہا۔ آپ انصاف کی بات تو کریں۔ ہمیشہ اپنے بارے میں سوچا۔'' آدم دُکھ و افسردگی سے بولا۔
''میں نے کہہ دیا ہے، میں اس شادی میں بالکل نہیں بیٹھوں گا۔'' وہ تیز لہجے میں چیخے۔ رضوانہ نے آدم کو آنکھوں کے اشارے سے اندر جانے کو کہا۔ وہ گھر میں شور شرابا بالکل نہیں چاہتی تھیں۔
''ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کی مرضی۔''
''کیا...... یعنی میرے شرکت نہ کرنے پر تمہیں کچھ نہیں ہوگا؟'' وہ حیرانگی سے بولے۔
''ظاہر ہے جب آپ کو نہیں پسند تو نہیں کیجئے گا شرکت۔''
''اونہہ...... تم ماں بیٹوں کو زیادہ ہی اکڑ آ گئی ہے۔'' وہ ایک دم ہی کچھ ڈھیلے سے پڑ گئے۔
''ابو! اگر آپ آئیں گے تو ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ آپ ہم لوگوں کے متعلق منفی سوچنا چھوڑ دیں۔ آپ ادھر ہی آ کر رہیے۔ ہمیں بھی اچھا نہیں لگتا، آپ کے جوان بیٹے موجود ہیں اور آپ بہن کے گھر رہ رہے ہیں۔'' ضمران نے آہستگی سے نرم آواز میں کہا۔
''ہاں، یہاں آ کر رہنے لگوں تا کہ تم سب لوگ مجھے طعنے مارتے رہو کہ میں نے تمہارے لیے کبھی کچھ نہیں کیا۔'' عتیق کو یہ بھی ان کی بہن راشدہ نے کہا تھا، جب عتیق نے گھر جانے کا کہا۔
''ایسا کچھ نہیں۔ آپ خود سے بات اخذ کر رہے ہیں۔''
''رہنے دو۔ تمہاری ماں مجھ سے بدلے ہی لے گی۔ کیونکہ اسے ساری زندگی مجھ سے شکایت ہی رہی ہے، میری اس گھر میں کوئی عزت بھی نہیں ہوگی۔'' رضوانہ نے تاسف سے لب بھینچے، عتیق کو ان کی ماں اور بہن ہی چڑھاتی رہتی تھیں۔ وہ مزید ان کے آگے کیا کہتیں۔
''ابو! اچھا نہیں لگتا، آپ پھپھو کے گھر رہتے ہیں۔''
''وہاں رہتا ہوں تو سکون سے رہتا ہوں۔'' وہ جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔
''میں اس شادی میں بالکل نہیں بیٹھوں گا۔ دیکھتا ہوں کیسے ہوتی ہے شادی۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولتے ہوئے چلے گئے تھے۔ ضمران اور رضوانہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہ

❖❖---○---❖❖

وہ تیار ہو کر گنگناتا ہوا نیچے آیا۔ بلیک پینٹ اور اسکائی بلیو شرٹ میں نفاست سے سنورے بال، خاصا ڈیسنٹ لگ رہا تھا، نزہت کی تو کوشش تھی ان کی چھوٹی بہن سے ہو جائے اور وہ بھی تو آس لگائے ہوئے تھیں۔
''آج بڑی جلدی اُٹھ گئے۔'' مرتضیٰ علی نے اس کی تیاری دیکھی، بہت دن بعد وہ اپنے اسٹائل میں واپس آیا تھا۔
''آج سے آفس جا رہا ہوں، کچھ انٹرویوز ہیں، نیو اسٹاف اپائنٹ کر رہا ہوں۔'' نزہت نے ناشتہ ریڈی کر کے آگے کیا۔ وہ اسے مسکہ پالش کرتی رہتی تھیں۔ جبکہ ہیثم کا مزاج ایسا نہیں تھا، وہ ہر ایک کی نیچر کو خوب سمجھتا تھا

کہ کون کیا چاہتا ہے۔

''کیوں، پرانے کو نکال دیا؟'' مرتضیٰ علی نے استفہامیہ انداز میں تنقیدی پوچھا۔

''ان کی کارکردگی کچھ ٹھیک نہیں تھی، کچھ میں نے ان کی ایسی باتیں پکڑی ہیں جو کمپنی کو نقصان پہنچا رہی تھیں۔'' اس نے تفصیلی بتایا۔

''تم نے خوشی کو بھی لانے کا سوچا؟''

''آپ صبح صبح میرا موڈ خراب نہیں کیا کریں۔'' وہ منہ بگاڑ کے ناگواری سے بولا۔ نزہت اس وقت سسر کے سامنے خاموش تھیں۔ اتنے میں مرتضیٰ علی بھی آ گئے۔ فاران اور میران بھی آ گئے۔ عفان، ماہ رخ اور وشمہ صبح ہی اسکول کالج کے لیے نکل جاتے تھے۔

''اوہو..... آج تو آپ نظر آ رہے ہیں۔'' فاران نے اسے بہت دن بعد ناشتے کی ٹیبل پر دیکھا تھا۔

''روز ہی نظر آؤں گا۔'' وہ جھینپ کے مسکرایا۔

''اور سناؤ، تمہارا آفس بند ہے یا کھل گیا؟''

''وہیں جا رہا ہوں۔ ٹائم ملے تو آ جانا۔'' فاران کو وہ آفر کر کے چلا گیا۔ فاران اس سے تین سال چھوٹا تھا۔ وہ مرتضیٰ علی کی لاڈلی، اکلوتی بیٹی زیبا کا بیٹا تھا۔ کتنے چاؤ سے انہوں نے اس کی شادی کی تھی۔ زیبا کو وہاں سسرال میں بہت پیار ملا تھا۔ مگر یہ بہاران کی چار سال کی تھی۔ ہیثم کی پیدائش پر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں۔ شوہر بھی چند سال بعد کسی بیماری میں مبتلا ہو کر چل بسے تھے۔ سسرال میں ان کے جیٹھ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ بھی امریکہ میں سیٹل تھے۔ ساس سسر آگے پیچھے جلدی گزر گئے تھے، اس طرح چھ سال کا ہیثم، مرتضیٰ علی کے پاس آ گیا۔ ہیثم کے والد وقاص کی خاصی جائیداد تھی۔ ہیثم نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد بزنس شروع کیا تھا اور وہ اس پر ہی توجہ دے رہا تھا کہ مرتضیٰ علی نے اپنے ایمپلائی کی بیٹی سے اس کی شادی کروادی تھی۔

''ہوں..... دیکھ لو، ٹائم ملے تو آ جانا۔'' چائے کا آخری سپ لیا اور اُٹھ گیا۔

''ہیثم بھائی! مجھے یونیورسٹی تک چھوڑ دیجئے گا۔'' میران کھڑا ہو گیا۔

''آ جاؤ!'' وہ تیزی سے نکل گیا۔

''ابا جی! ہیثم کو بولیں، خوشی کو لے آئے۔'' ارتضیٰ علی گویا ہوئے۔

''نہیں لا رہا تو زبردستی تو نہیں ہے۔'' نزہت تڑخ کے بولیں۔

''تم چپ رہو۔ میں بات ابا جی سے کر رہا ہوں۔'' انہوں نے اپنی بیوی کو ڈانٹ دیا۔ وہ کلس کے ہی رہ گئیں۔ مرتضیٰ علی نے خاصی ناگواری سے انہیں گھورا اور چیئر کھسکا کے اُٹھ گئے۔

❖❖---○---❖❖
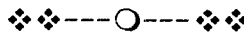
حباب کی شادی کی تیاریاں شہریار کروا رہا تھا۔ مستقل اسے اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ بینا سے بھی شہریار کی نوک جھونک ہوتی رہتی تھی۔

''بینا باجی! کبھی تو سادگی اپنا لیا کریں۔ ساس بننے جا رہی ہیں۔'' شہریار نے انہیں ٹوکا جو بلیک ریڈ کنٹراسٹ

ٹ میں میک اپ سے مزین تھیں۔ وہ سب گھر والے ضمران کا منہ میٹھا کروانے جارہے تھے۔ کیونکہ شہریار کے انے پر یہ رسم رکھی تھی۔ شادی تو تین ماہ میں ہو ہی جانی تھی۔

''تم ہر وقت مجھے ہی کیوں دیکھتے رہتے ہو؟'' وہ چڑ کے گویا ہوئیں۔

''اگر اتنا کچھ کرنا چھوڑ دیں گی تو دیکھنا بھی چھوڑ دوں گا۔ کیا ہو گیا ہے، آپ میری بہن ہیں۔ لوگ اُلٹی یدھی باتیں بناتے ہیں۔'' وہ انہیں سمجھانے لگا۔

''یہ دنیا تو ہے ہی ایسی۔ ہنسنے کے لیے آجاتی ہے۔ کبھی غم میں آتی ہے؟'' اُنہیں اپنا دُکھڑا یاد آیا، جب محسن ے ان کی طلاق ہوئی تھی، جب بھی لوگوں نے بہت باتیں بنائی تھیں۔

''ارے شہریار! کب تک چلنا ہے؟ دیر دیکھو کتنی ہو گئی ہے۔'' حسین بیگم بھی اپنا موٹا سا سونے کا ہار پہن کے یار ہو گئی تھیں۔ شہریار تو اُچھل ہی پڑا۔

''اماں! کیا ہو گیا ہے، یہ سونے کا ہار پہننے کی کیا ضرورت ہے؟ ڈاکے کم پڑ رہے ہیں؟''

''چل ہٹ...... اب ہمارے پاس سونا ہے تو پہنیں بھی نہیں؟'' انہوں نے اپنا شیفون جارجٹ کا کاسنی دوپٹہ ر پر جمایا۔ آنکھوں میں ان کے موٹا موٹا کاجل ہمیشہ ہی موجود رہتا تھا۔

''پتہ نہیں اماں! آپ کیوں اب تک نہیں بدلیں۔'' وہ کھسیا ہی گیا۔

''چل زیادہ بک بک نہیں کر۔'' انہوں نے کہا۔

''ساری پابندیاں اپنی بیوی پر لگانا۔'' بینا کو بھی موقع مل گیا اسے سنانے کا۔

''بیوی کو ایسا ٹائٹ رکھوں گا، میری آنکھ کے اشارے پر چلے گی۔''

''بس، بس...... رہنے دو۔ سارے مرد جب شادی نہیں ہوتی، ایسے ہی کہتے ہیں۔ تم بھی اپنی بیوی کے آگے یچھے پھرو گے۔''

''ہر کوئی محسن جیسا نہیں ہوتا۔'' انہوں نے تاک کے طنز کیا۔

''اماں! اسے دیکھ رہی ہیں، کیسے مجھ پر طنز کر رہا ہے۔'' وہ روہانسی ہو گئیں۔

''پتہ نہیں، آپ سب کب سدھریں گی؟'' وہ بڑبڑاتا ہوا نکل گیا۔

آٹھ بجے وہ لوگ رضوانہ کے گھر پہنچے۔ ان کے گھ تھا، اس لیے لائٹ کا مسئلہ نہیں ہوا۔ رضوانہ نے اور کے بیٹوں نے ان سب کا خاصا پُرتپاک استقبال کیا۔ ان کی سسرال سے کوئی نہیں تھا۔ ضمران کو شہریار نے لگا کر مبارکباد دی تھی۔

''یار! تم میرے داماد بننے جارہے ہو۔ اور ہاں آج سے میرا ادب کیا کرنا۔ کیونکہ سسر بھی تو لگتا ہوں رشتے ۔'' شہریار نے تضحیک آمیز لہجے میں مسکرا کے اسے چھیڑا۔ وہ ہنسنے لگا تھا۔

''ایک بات پوچھوں، شادی کے بعد آپ دونوں کی دوستی ایسے ہی رہے گی یا بلسر داماد والی ہو گی؟'' مزمل مسکرا کے پوچھا۔ سب ہی قہقہہ لگا کے رہ گئے۔ ضمران کے لیے کپڑے، پرفیوم اور دیگر تحائف لے کر وہ آئے تھے۔

''رضوانہ! آپ نے اپنی سسرال سے کسی کو نہیں بلایا؟'' حسین بیگم نے پوچھا۔

''وہ......بس کیا بتاؤں؟'' وہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔
''امی! آنٹی سے آپ کچھ بھی نہیں چھپائیے، سب واضح کر دیں۔'' آدم نے لب کشائی کی۔
''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ضمران نے نیٹ پر مجھے سب بتا دیا تھا۔ اور آنٹی! میں آپ سب کے رشتے داروں سے بھی واقف ہوں۔'' شہریار نے انہیں شرمندہ ہونے سے بچا لیا۔ بینا نے ضمران کو پیسوں کا لفافہ دیا، جو اس نے مؤدب انداز میں لیا۔ انہیں بہت عجیب لگ رہا تھا، ایک دو بار وہ ضمران کی طرف بھی تو متوجہ ہوئی تھیں۔
''ضمران! تم بینا باجی کو امی کہنا۔ کیونکہ حباب کی امی تمہاری امی۔''
''شہریار! کبھی تو مجھے کہیں بخش دیا کرو۔'' وہ اسے گھورنے لگیں۔ نازیہ کی دبی دبی ہنسی نکلی۔ مگر فوراً ہی قابو بھی پالیا۔ اگر بینا دیکھ لیتیں تو وہ خوامخواہ تنک ہی جاتیں۔
''ارومہ بھی آتی۔ وہ حباب کے پاس رک گئی ہے۔''
''اماں! شہریار کو دیکھئے کیسے دادا ابا بنا خود ہی سوال جواب کر رہا ہے، ہم تو جیسے کچھ ہیں ہی نہیں۔'' بینا نے حسین بیگم کے کان میں سرگوشی میں کہا۔
''تم یہاں تو چپ رہو۔'' اکرام نے اسے ٹوکا۔ شادی کے سارے معاملات آج ہی نمٹا لیے گئے تھے۔ حق مہر کتنا رکھنا ہے، بارات کب تک آئے گی، کتنے افراد ہوں گے، شہریار دونوں طرف سے ہی پیش پیش تھا۔

❖❖---O---❖❖

حباب کی ساری تیاری حسین بیگم خود کر رہی تھیں۔ انہیں بینا کی عادت کا پتہ تھا۔ اپنی تیاریوں پر زیادہ توجہ دیتیں تاکہ پوری محفل میں سب انہیں خوبصورت اور کم عمر کہیں۔
''ارے! آپ تو اپنی بیٹیوں کی بہن لگتی ہیں۔'' کتنی خوش ہوتی تھیں جب انہیں کوئی یہ کہتا۔ حسین بیگم کو ہر وقت کی ایسی باتیں پسند نہیں تھیں۔ جبکہ حسین بیگم نے بھی جوانی میں کم ستم نہیں ڈھائے تھے۔ بینا بالکل ان کے اوپر ہی گئی تھیں۔
''شہریار ماموں! آپ اپنا سیل دیں گے، مجھے کال کرنی ہے۔'' وہ پنک پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس بہت سادہ اور پُروقار لگ رہی تھی۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ ہی سنجیدہ اور بڑی لگتی تھی۔ جبکہ چھوٹی سے چھوٹی ہر چیز سے ڈرنے والی بھی تھی۔
''کیوں، میری گڑیا کو ایسی کیا ضرورت آن پڑی؟ کہیں ضمران کو تو کال نہیں کرنی؟'' اس نے معنی خیزی سے کہہ کر اسے مسکراتے لہجے میں چھیڑا۔
''ہر وقت یہ مذاق نہیں کیا کریں۔'' وہ چڑنے ہی لگی تھی۔ ایک تو یوں اچانک بے وقت کی شادی...... وہ ذرا بھی اندر سے خوش نہیں تھی۔ اور ضمران سے نفرت سی ہونے لگی تھی، جو اس سے اکثر ٹکراتا ہی رہتا تھا۔ اسے کیا خبر تھی اس کی زندگی ساری زندگی کے لیے اس سے ہی ٹکرائے گی۔
''تو اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟ تم نے آج تک بھی کسی کو کال تو نہیں کی ہوگی، اس کا مجھے اچھی طرح اندازہ ہے۔'' شہریار نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔

''یہ آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ میں نے آج تک کبھی کسی کو کال نہیں کی؟'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔
''وہ ایسے کہ تم نے آج تک میرا سیل کبھی مانگا بھی تو نہیں۔''
''کیا پتہ اور کسی کے سیل سے کر چکی ہوں۔'' وہ خود ہی اسے اُلجھانے لگی۔
''تم ایسی ہو ہی نہیں۔'' اس نے حباب کی ناک پکڑی۔
''لو سیل...... کرو کسے کال کرنی ہے؟''
''مجھے حسنیٰ آنٹی کو کال کرنی ہے۔ وہ تو آتی ہی نہیں ہیں۔'' سیل اٹھایا۔
''تمہیں وہی فضول لڑکی ہی کیوں یاد رہتی ہے؟'' شہریار نے اسے نمبر پریس کرتے دیکھا۔
''آپ کے پاس حسنیٰ آنٹی کا نمبر نہیں ہے؟'' پوری فون بک چیک کرنے کے بعد حیرانی سے پوچھنے لگی۔
''میں کام کے لوگوں کے نمبر اپنے پاس رکھتا ہوں، سمجھیں؟'' اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
''آپ حسنیٰ آنٹی سے اتنا بھی خائف نہیں رہا کریں۔''
''بس، بس یہ حسنیٰ نامہ بند کرو۔ تمہیں کال کرنی ہے تو کرو۔'' وہ ذرا تیز لہجے میں بولا۔
''شہریار ماموں! آپ دونوں ہی ایک سے مزاج کے ہیں۔ لیکن مجھے یہ حیرانی ہے، حسنیٰ آنٹی نے آپ کے پروپوزل سے انکار کیوں کر دیا؟''
''تمہارا ماموں اس کے لیے مرا نہیں جا رہا۔'' شہریار نے منہ دوسری طرف کر کے کہا، جبکہ وہ حسنیٰ کی تمام تر بدتمیزیوں کے باوجود اسے سوچنے لگا تھا، یا پھر اسے بھی ضد ہو گئی تھی۔ اس لڑکی کو وہ چھوڑ نہیں سکتا، اسے جھکا کے رہے گا۔
''ہاں، مجھے پتہ ہے۔'' وہ ہلکی سی استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئی۔ کال وہ ملا چکی تھی۔ شہریار وہیں اس کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام! کیسی ہو؟'' حسنیٰ کی خوب صورت سی متورم سی آواز اسپیکر سے آ رہی تھی۔ حباب نے اسپیکر آن کیا ہوا تھا، شہریار بھی سن رہا تھا۔
''کیا بات ہے، کتنے دن ہو گئے ہیں، آپ آئی ہی نہیں؟''
''میرا دل چاہتا ہے آنے کا۔ مگر وہ تمہارے چہیتے ماموں نے اس دن میری کیسی بے عزتی کی تھی۔'' وہ افسوس بھرے لہجے میں ذرا غصے سے بول رہی تھی۔
''ارے آپ شہریار ماموں کی عادت جانتی ہیں، پھر بھی ان کی باتوں کا برا منا رہی ہیں۔'' حباب نے اسے سمجھانا چاہا۔
''مجھے نہیں پتہ۔ یہ بتائیے کب آ رہی ہیں؟''
''تم ممانی جان کے گھر ہو۔ اپنے گھر ہوتیں تو میں آ جاتی۔''
''کیوں، یہاں تمہیں کس کا ڈر ہے؟'' شہریار سے برداشت نہیں ہوا تو وہ بول پڑا۔
''یہ...... یہ حباب! تم کس کے سیل سے بات کر رہی ہو؟''

''زیادہ بنو مت۔ یہ میرے سیل سے بات کر رہی ہے۔'' شہریار پھر شروع ہو گیا۔

''آپ ضرورت سے زیادہ بد دماغ اور بدتمیز ہیں۔'' حسنیٰ کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔

''ایسا ہی میرا بھی خیال تمہارے بارے میں ہے۔ پتہ نہیں کس بات کا گھمنڈ ہے۔'' وہ تو شروع ہو گیا تھا، اسے سنانے۔ حباب نے سر ہی پیٹ لیا۔ اس کے ہاتھ سے سیل لے کے خود بات کرنے لگی۔

''حسنیٰ آنٹی! آپ ناراض نہیں ہوں۔''

''حباب! اپنے ان ماموں کو سمجھا لو، اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہے؟ صاف پتہ چلتا ہے، میں نے ان کے پرپوزل سے انکار کر دیا ہے، تو احساسِ محرومی بولتا ہے۔'' شہریار نے پھر اسپیکر آن کر دیا تھا، اس کی باتیں سن لی تھیں۔

''بہت سمجھ دار اور عقل مند ہو، ٹھیک سمجھی ہو۔'' وہ تو طنز کرنے لگا۔

''بند کریں، مجھے آپ کے منہ نہیں لگنا۔''

''تمہیں لگا بھی کون رہا ہے؟'' وہ دانت پیسنے لگا۔ ''زیادہ خاص بن کے اپنی اہمیت جتانا بند کرو۔ تم ہو کیا پھوہڑ اور بے وقوف لڑکی ہو، تمہیں کوئی لینے آئے گا بھی نہیں۔ ساری عمر ایسے ہی بیٹھی رہو گی۔ تمہاری خوبصورتی کا کسی نے کیا اچار ڈالنا ہے؟'' اس نے اچھی طرح سنا کے کال کٹ کر دی۔

''شہریار ماموں! آپ نے یہ کیا کر دیا؟'' وہ تو پریشان ہو گئی۔

''زیادہ تمہیں پریشان ہونے کی اور اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے کار لوگوں کو یاد بھی نہیں کیا کرو۔'' وہ تو بہت برہم ہو رہا تھا، جب بھی سوچتا اس کے تو آگ ہی لگ جاتی تھی۔

''آپ نے تو انہیں اور ناراض کر دیا۔'' وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

''تمہیں اس کی ناراضی کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اور ضمران کے بارے میں سوچو۔'' اس نے سیل اپنے پاکٹ میں رکھا۔

''آپ دونوں پتہ نہیں کیوں اتنا ایک دوسرے سے ناراض اور غصہ رہتے ہیں۔''

''حباب بیٹا! کیا بات ہے، تم اس بات کو اتنا سیریس کیوں لیتی ہو؟ وہ بے وقوف لڑکی، اسے میں ایک منٹ میں ٹھیک کر سکتا ہوں، مگر میں لحاظ کرتا ہوں۔'' وہ حباب کو ریلیکس کرنے لگا، جبکہ حباب کا ذہن تو بہت کچھ سوچ رہا تھا جو شہریار ابھی نہیں جانتا تھا۔

❖❖---○---❖❖
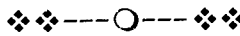
وہ آ تو گئی تھی، مگر خود کو بہت اکڑ اور غصے میں رکھا ہوا تھا۔ وہ تو اشعر کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر تیار ہوئی۔ اسے کچھ نخرے بھی تو دکھانے تھے۔ اگر وہ فوراً تیار ہو جاتی تو ہیثم پر اپنی اہمیت کیسے جتاتی؟

''آپ کو آج صرف کام سمجھنا ہو گا۔'' وہ چہرے پر سنجیدگی اور رعب رکھ کر اس سے مخاطب تھا۔ خوشنما کو اس دن کی ملاقات بھولی تو نہیں تھی، کتنا غصے میں اسے زبردستی گاڑی میں بٹھا کر گھر کے راستے پر چھوڑا تھا۔

''مجھے خود سے کیسے سمجھنا ہو گا؟'' وہ چڑ گئی۔

''محترمہ! کچھ عقل نام کی چیز بھی ہوتی ہے۔'' وہ ناگواری اور بے زاری سے گویا ہوا۔

کتنا سڑیل مزاج ہے یہ شخص۔' وہ سوچنے لگی۔ وہ آگے آگے چل رہا تھا، اور وہ پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ منہ ہی منہ بڑبڑا بھی رہی تھی۔

''جو کچھ بھی بولنا ہو، زور سے بولا کریں، یہ بڑبڑایا نہیں کریں۔'' اس نے رک کر خوشنما کو تیز لہجے میں کہا۔ وہ سنبھل۔ اگر بروقت خود کو کنٹرول نہیں کرتی، ضرور اس سے ٹکرا جاتی۔

''جی ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ خفیف سی ہو گئی۔

''یہ آپ کا کیبن ہے، ادھر بیٹھ کر آپ ساری فائلز چیک کر کے مجھ تک لائیے گا۔ جو بھی ٹیک کے سیمپل ہوں، ان پر وول ضرور اوپر رکھنی ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر جتا رہا تھا۔

''مجھے یہاں کتنے دن کام کرنا ہوگا؟'' خوشنما کو اس کا اکھڑ اور روکھا انداز پتنگے لگا رہا تھا، پہلی رات کی طرح اس کا لب ولہجہ اور رویہ لگ رہا تھا۔

''جب تک ہمارے ایمپلائی کا بندوبست نہیں ہو جاتا، جب تک آپ کو کام کرنا ہوگا۔''

''اگر مجھے یہاں کا ماحول اور کام پسند نہیں آیا تو میں چھوڑ دوں گی۔'' اس نے بھی اپنی اہمیت جتائی۔

''سوری، آپ ایگریمنٹ لیٹر پر سائن کر چکی ہیں۔''

''میں نے تو نہیں کیا۔'' خوشنما اُچھل پڑی۔

''ابھی کچھ دیر پہلے جو لیٹر تھا، وہ وہی تھا۔'' اس نے حواس باختہ چہرہ خوشنما کو دیکھا۔ جانے کیوں اسے یہ آواز آواز سے کیوں ملتی لگتی تھی۔

''آپ کو بتانا چاہئے تھا۔'' وہ برہم ہو گئی۔

''میں کیوں بتاتا؟ آپ تو پڑھی لکھی ہیں۔ پڑھنا تو آتا ہی ہے۔ پڑھا کیوں نہیں؟'' وہ اس کی بے وقوفی پر اور چڑا رہا تھا۔ خوشنما لب کچل کے رہ گئی۔ یہ اس سے اتنی بڑی بے وقوفی کیوں ہو گئی؟ اس نے لیٹر کو پڑھا نہیں۔ وہ بھی سمجھی کہ اس کے آفس جوائن کرنے کا لیٹر ہے، اسی لیے توجہ ہی نہیں دی۔

''اب افسوس کرنا اپنی بے وقوفی پر فضول ہے۔ کام پر زیادہ دھیان دیں اور زبان چلانے پر کم۔'' وہ اس پر طنز کرتا ہوا چلا گیا۔

'کتنا دھوکے باز ہے۔ مجھے بتایا بھی نہیں۔' وہ تلملاتی ہی رہی۔

ہیشم اپنے روم میں چلا گیا تھا۔ چند اسٹاف کے لوگ آ گئے تھے اور وہ بھنا رہی تھی۔ مگر اسے تو ہیشم کی عقل نے لگائی تھی۔ چلو یہ موقع اسے خود یہاں مل گیا۔

''مسٹر ہیشم! میں تم سے ناک سے لکیریں نکلوا لوں گی۔'' وہ گہری سوچ میں مستغرق دانت پیس رہی تھی۔ پورا دن اس کا ایک طرح سے خالی ہی گزرا۔ چند ایک فائلز کو وہ دیکھتی رہی، مگر ہیشم سے مدد نہیں لی۔

❖❖---○---❖❖
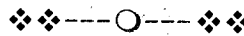
نسرین نے اسے یہ کہہ دیا، حباب کی شادی تک وہ وہیں رک جائے، وہ تو پھٹ پڑی تھی۔

''میں اس گھر میں قدم تک رکھنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ وہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ کینیڈا سے ہو کر آ گیا ہے

تو زیادہ ہی اتراہٹ آ گئی ہے۔"
"بڑے بول مت بول۔ کہیں وہیں بیاہ کر چلی گئی تو؟" نسرین نے پھر وہی بات دہرائی۔
"میں آپ کو کہہ چکی ہوں، خودکشی کر لوں گی مگر شہریار سے شادی کبھی نہیں کروں گی۔" اس دن سے
کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔
"آپ کیوں بار بار اس شخص کا نام لیتی ہیں؟" وہ کھسیا گئی۔
"آپ کو وہی کیوں نظر آتا ہے؟ میرے لیے لڑکوں کی کمی ہے؟"
"زیادہ اِترا اِترا کے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لینڈ لارڈ تجھے رفعت نے بنا کے رکھا ہے، دماغ اس
زیادہ آسمان پر رہتا ہے۔" وہ تو حسنیٰ کو جھاڑ کے رکھ دیتی تھیں۔
"ان کی بیٹی ہوں، ظاہر ہے وہ تو بنا کے رکھیں گی۔"
"اچھا، اچھا...... بکواس نہیں کر۔ کچن کو سمیٹو، مجھے بازار بھی جانا ہے۔" انہوں نے ساتھ ہی اسے ہدایت
کی۔
"آپ آخر مجھ سے کچن کے کام ہی کیوں کرواتی ہیں؟"
"اس لیے کرواتی ہوں، پرائے گھر جا کر ماں کو سننے کو نہ ملیں۔ اس نے کچھ نہیں سکھایا۔"
"امی! آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ممی خود میرا رشتہ میری مرضی کے مطابق ڈھونڈ لیں
اس نے پٹخ پٹخ کے کاؤنٹر سے گندے برتن سمیٹ کر سنک میں رکھے۔
"ہاں، بہت تیری خیرخواہ ہے وہ تیری ممی۔ ساری زندگی بھی تیری شادی نہیں کرے گی۔ بس محبت ہی
رہے گی۔" نسرین، رفعت کو بھی سناتی رہتی تھیں۔ حسنیٰ نے ناگواری سے منہ بنایا۔
"منہ سیدھا رکھ کے کام کرو۔ مشین لگا کے فراج اور فیضان کے کپڑے دھو دینا۔" دوسرا کام بھی بتایا۔
"اتنا کچھ پہلے ہی یہاں پھیلا ہوا ہے، آپ دیگچیوں میں پانی بھر کے کیوں رکھ دیتی ہیں؟" وہ دیگچیاں د
اور بھنائی۔ سنک کے نیچے تین دیگچیاں پڑی تھیں۔
"تا کہ آسانی سے دُھل جائیں۔" نسرین بالکل بھی کسی سے نہیں دبتی تھیں۔ نسرین کا بڑا سا کچن تھا،
وقت ہی پھیلا رہتا تھا۔ جب بھی صفائی کروانی ہوتی تھی، حسنیٰ کی شامت آ جاتی تھی۔
"آپ مجھ سے ہی کیوں دُھلواتی ہیں؟"
"حسنیٰ! زیادہ چخ چخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے بازار جانا ہے۔" وہ کپڑوں کا ڈھیر صحن میں بچھے
پر ڈال کے چلی گئیں۔
"اور ہاں...... سرف احتیاط سے ڈالنا۔ مہینے کا لاتی ہوں، پندرہ دن میں تمام ہو جاتا ہے۔" وہ پھر مڑ
آئیں۔
"خود ہی کیوں نہیں دھوتی ہیں؟" آہستگی سے بولی۔
"بیٹی کا ہے کو ہے؟" وہ اسے گھورنے لگیں۔ "کام چھوڑ کے اوپر نہیں نکل جانا۔"
حسنیٰ جلتی کلستی برتنوں کا ڈھیر دھونے لگی تھی۔ اسے اپنے خوبصورت ہاتھوں کے خراب ہونے کا بھی بہت

ہاتھ سرف اور صابن سے کھردرے ہو جاتے تھے۔ برتن رو رو کے دھوئے، پھر مشین لگانے کھڑی ہو گئی تھی۔

❖❖---O---❖❖

رضوانہ نے تیاریاں تو شروع کر ہی دی تھیں، راشدہ نے خوب ہی ہنگامہ کیا تھا۔ ان کی ساس نے بھی بائیکاٹ کیا تھا۔ آدم نے تو کہہ دیا تھا، کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں منانے کی۔ مگر راشدہ بھی ایک چالاک عورت تھیں، ہوا تھا مگر چپکی لگا کے بیٹھ گئی تھیں۔

"آپ دیکھ لیجئے گا، لاوا پھٹے گا ضرور۔" مزمل اپنی دادی، پھوپھی کو خوب جانتا تھا، سکون سے بیٹھتی تھیں نہ دیتی تھیں۔

"کوئی بھی ان سے کچھ نہیں کہے گا، ورنہ شادی کے گھر میں ہنگامہ ہو گا اور حباب کے گھر والوں پر اچھا تاثر پڑے گا۔" رضوانہ نے چاروں کو سرزنش کرنے کے ساتھ تنبیہہ بھی کی۔

"دادی جان اور راشدہ پھپھو شادی میں شرکت بھی کریں گی، مگر منہ بنا کے، دُور دُور رہ کے۔ امی! مجھے تو بے چاری نوشین کا خیال آ رہا ہے۔" آدم نے سرد آہ بھری۔

"آدم! فضول بکواس مجھے بالکل پسند نہیں ہے، لڑکے یا مرد عورتوں کی طرح باتیں کریں۔ جو تم لوگوں کے کام ہیں ان پر دھیان دو۔ گھریلو باتوں پر بالکل نہیں۔" انہوں نے چاروں کو ہی ڈانٹ دیا۔

"اور ہاں، نوشین کا کوئی ذکر نہیں ہوگا۔ وہ ہماری اپنی بچی ہے، ایسے مذاق اُڑانے کا تم میں سے کسی کا بھی حق نہیں ہے۔" چاروں ہی لب بھینچ کے رہ گئے۔ طٰہٰ نے انہیں بغور دیکھا تھا۔

"امی! لوگ ہمیں بھری محفل میں ڈی گریڈ کر دیں، ہم پھر بھی کچھ نہیں بولیں؟" اس نے دہائی دی۔

"تم لوگ ابھی چھوٹے ہو۔"

"اتنے بھی چھوٹے نہیں ہیں۔ ہر آنکھ کا اشارہ اور لہجہ ہم سب سمجھتے ہیں۔" وہ خفگی سے گویا ہوا۔

"بیٹا! تم لوگ میری باتوں کو سمجھ ہی نہیں رہے ہو۔ میں نہیں چاہتی میرے بیٹے کی شادی میں کوئی بھی ایسی بات تم لوگوں کی وجہ سے ہو، پھر وہ پکڑی جائے۔ یہ اچھا تاثر نہیں دے گا، حباب کے ننھیال والوں پر۔" انہوں نے تفصیل سے گہرائی میں جا کے انہیں سمجھایا۔

"امی! آپ بے فکر رہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں ان لوگوں کو بھی سمجھا دوں گا۔" ضمران نے انہیں تسلی دی۔ وہ حباب کی بَری کی پیکنگ کر رہی تھیں۔ انہوں نے کبھی یہ سب کیا ہی نہیں تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے یہ سب پیک کریں۔

"چلو بھئی! امی کا ہاتھ بٹاؤ۔" ضمران نے ماحول کو بدلا۔

"رہنے دو۔ میں لڑکوں سے یہ عورتوں والے کام نہیں کرواتی۔"

"امی! آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں۔ لوگ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیوں کی پیکنگ باہر سے پیسے دے کر کرواتے ہیں؟ کرنے والے پتہ ہے سارے مرد اور لڑکے ہی ہوتے ہیں۔ کپڑے بھی لڑکے سیتے ہیں، اچھے درزی بھی مرد ہوتے ہیں، گھروں کی سجاوٹ بھی مرد اور لڑکے ہی اچھی کرتے ہیں، کپڑے دھونے والے دھوبی بھی

مرد ہی ہوتے ہیں۔'' مزمل نے تفصیلی انداز میں وضاحت کے ساتھ انہیں سمجھایا۔

''مگر میں پھر بھی نہیں کرواؤں گی۔'' وہ منع کرنے لگیں۔

''امی! کام اتنے پہلے ہی پڑے ہوئے ہیں، یہ بھی آپ خود کریں گی تو اور کام آپ کے کرنے کے ہیں کرے گا؟'' آدم کو ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔

''ارے ایسا کیوں نہ کریں، راشدہ پھپھو کی بیٹیوں کو بلوالیں۔'' طٰہٰ نے چٹکی بجا کے بدمزہ انداز میں کہ

''ہاں تاکہ ہر پیکنگ پر حسرت بھرے آنسوؤں کے داغ نظر آئیں۔'' مزمل ہنسا۔

''زیادہ فضول گوئی کی ضرورت نہیں ہے اور مذاق بنانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے ڈانٹا۔

''میں تو مذاق کر رہا تھا۔'' مزمل جز بز ہو گیا۔

''اسی لیے کہہ رہی ہوں، تمہاری اور آدم کی زبان بہت چلتی ہے۔ میں نے تمہارے نام کچھ سوچ رکھے تھے۔ اپنے ناموں کی بے حرمتی نہیں کرو۔'' وہ غلط بات تو بالکل برداشت کرتی ہی نہیں تھیں۔

''چلیں آپ کی یہ بات ٹھیک ہے۔ آئندہ خیال کریں گے۔'' مزمل نے شرمندگی سے سر ہلایا۔

''امی! آپ کچھ بھی کہیں، یہ پیکنگ آپ ان لوگوں سے کروائیے۔ جو آپ کے کرنے کی ہے وہ خود کیج ضمران نے مسئلے کا حل دیا۔ ''ویسے بھی امی! اتنی پیکنگ وغیرہ کا کیا فائدہ؟ بعد میں بے دردی سے کھلنا ہے۔''

''تم چپ رہو۔ ہر بات میں نہیں بولا کرو۔ ہر کام کو طریقے اور سلیقے سے کرنے سے انسان کے طور ط کا پتہ چلتا ہے۔ میں سارے کام اور رسمیں طریقے سے کروں گی۔ لڑکی کے بھی ارمان ہوتے ہیں۔ اور پھر پاس سب ہے، اللہ کا شکر ہے۔ اچھے انداز میں تمہاری شادی کر سکتے ہیں۔''

''بے جا اسراف کا بھی تو گناہ ہے۔'' ضمران نے ان کی بات پر کہا۔

''ہاں یہ خوب لوگوں نے ریت نکالی ہے۔ اپنے مطلب پر اسلام پر چلنے لگتے ہیں۔ ارے یہ بے جا ا بعد میں آتا ہے، پہلے لوگ جھوٹ بولنا تو چھوڑ دیں، پھر یہ سب بعد کی بات ہے۔''

''امی! میں تو آپ کی وجہ سے کہہ رہا تھا۔ آپ اکیلی کیا کیا دیکھیں گی؟'' ضمران اُن کی بات پر قائل ہ

''یہ میرے کرنے کے کام ہیں، مجھے کرنے ہیں۔ تم لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں کرو۔ میں اپنی حیثیہ دائرے میں رہ کر ہی تمہاری شادی کی تمام رسمیں کروں گی، بے جا اسراف اور دکھاوے کی میں بھی قائل نہیں صرف حباب اور تمہاری خوشی کے تمام ارمان پورے کرنا چاہتی ہوں۔''

''یار بھائی جان! امی تو اچھی خاصی مفکر بن سکتی ہیں۔'' آدم نے شرارتی لہجے میں ضمران سے تائید چا

''ہر وقت ہنسی مذاق نہیں کیا کرو۔'' وہ جھینپ گئیں۔ ''میں تم لوگوں کو سمجھا رہی تھی، وہ لوگ الگ ہو۔ جب کنجوسی انہیں کرنی ہوتی ہے تو فوراً اسلام پر چلنے لگتے ہیں۔ یہ فضول رسم ہے، یہ غلط ہے اور بعد میں لڑ ساتھ وہی روایتی سلوک شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت مذہب کہاں چلا جاتا ہے، جو لڑکی کو طعنے دیئے ہیں۔'' رضوانہ کو اپنی شادی کے بعد کی زندگی یاد آگئی۔ یہی کچھ ان کے ساتھ بھی تو ہوا تھا۔

''ارے کیا ہے، آپ لوگ خوشی کی باتیں کریں۔'' طٰہٰ نے تیز لہجے میں مداخلت کی۔

''یہ باتیں بھی ضروری تھیں، جو تم سب کو سمجھانی تھیں۔ چلو منزل! یہ سامان میرے کمرے میں رکھو۔'' وہ ان تینوں کو ہی کام پر لگاتی ہوئی اُٹھ گئی تھیں۔

❖❖---O---❖❖

ہیثم کے آفس میں اسے کام کرتے ہوئے دس دن ہو گئے تھے۔ اس نے گھر میں کسی کو بھی نہیں بتایا تھا، نارمل طریقے سے وہ جاب پر جا رہی تھی۔

''مرتضیٰ صاحب دو چکر لگا چکے ہیں، تم گھر پر ہی نہیں ملتی ہو۔'' امی نے اسے تیار ہوتے ہوئے دیکھا۔

''ان سے بولیے، کیوں آتے ہیں؟ آرام سے گھر میں بیٹھیں اور ہمیں بھی بیٹھنے دیں۔'' اس نے بڑا سا پرنٹڈ سرمئی آنچل پھیلا کے سر پر کیا۔ وہ میک اَپ وغیرہ بالکل کر کے نہیں جاتی تھی۔ اور اسے کسی کو اپنی جانب متوجہ کرنا بھی نہیں تھا۔ پھر ہیثم جیسے بندے کا کوئی بھروسہ بھی نہیں، کچھ بھی الزام لگا دے، اور بول دے۔ اس لیے وہ بہت محتاط اور ریزرو ہو کر وہاں کے لوگوں سے بات کرتی۔ اوّل تو کرتی ہی نہیں تھی، اگر کبھی کرتی بھی تو چہرے پر سنجیدگی اور رعب رکھ کر تا کہ وہ حد کراس نہیں کریں۔

''خوشنما! میں دیکھ رہی ہوں، تم بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو۔''

''آپ وہی بات کیوں دہراتی ہیں؟ نہیں بتایا کریں وہ یہاں آیا کریں تو۔ مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔ ان سے بولیں پہلے اپنے نواسے کو سدھار لیں، آخر اسے کس بات کا اتنا گھمنڈ ہے۔ میں ایسی بے وقعت اور فالتو نہیں ہوں کہ اپنی بے عزتیاں کرواتی پھروں، اور وہ نزہت بیگم...... ان کی نگاہیں آپ نے دیکھی تھیں؟'' وہ ایک دم ہی غصے میں آ گئی۔

''آہستہ بولو، باہر تمہارے ابو بیٹھے ناشتہ کر رہے ہیں۔'' انہوں نے اسے چپ کروایا۔ خوشنما خفیف سی ہو کر لب بھینچ کے رہ گئی۔ صاف ستھرا قرینے سے سجا کمرہ اس کی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہ بے ترتیبی تو بالکل دیکھ ہی نہیں سکتی تھی، تو ہیثم جیسا بدتمیز، بددماغ شخص وہ کیسے قبول کر لیتی؟ کم از کم یہ تو کر ہی سکتی تھی کہ اس سے دور رہے۔ مگر قسمت، وہ اس کے پاس ہی جاب کر رہی تھی، صرف اس لیے کہ صحیح غلط کی پہچان کروائے گی اور تمیز اور سلیقہ بھی سکھا کے دم لے گی۔

''پلیز امی! آپ صبح صبح اپنا اور میرا موڈ خراب کر دیتی ہیں، مجھے جلدی ہے، رات میں بات ہو گی۔''

''آپی! لنچ پیک کر دیا ہے۔'' رمنا اس کا لنچ باکس لے کر اندر آئی۔ صبح ناشتہ وہی بناتی تھی۔

''تین پراٹھے رکھے ہیں۔'' وہ باکس تھام کے بولی۔

''جی تین ہی رکھے ہیں اور آملیٹ بھی تین بنائے ہیں۔''

''کتنی اچھی میری بہنیں ہی۔ یا اللہ! میری ان بہنوں کو شوہر بہت اچھے دینا۔'' خوشنما نے ہاتھ اوپر کر کے دعائیہ انداز میں ہاتھ پھیلائے۔

''آپی! تم تو پتہ نہیں کیا ہو گئی ہو۔'' رمنا جھینپ گئی۔ کچھ دن سے وہ نوٹ کر رہی تھی، خوشنما کا لب ولہجہ تک اتنا شوخ ہوتا جا رہا تھا۔

''میں جو ہو گئی ہوں وہ بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔'' رمنا کے رخسار پر ہلی سی تھپکی دی اور اپنا سامان اٹھا کے باہر گئی۔ ابو ناشتہ کر رہے تھے۔ ان کے سامنے مؤدب ہی رہتی تھی۔

''بیٹا! کسی دن مرتضیٰ صاحب سے مل ہی لو۔ کتنی دفعہ آئے اور بغیر ملے چلے گئے۔ تم اس وقت تک آتی ہی نہیں ہو۔'' وہ لب بھینچ کے شرمندہ ہونے لگی۔ وہ انہیں یہ کیسے بتا دے، پیچھے سے ایمن اسے میسج کر دیتی تھی، وہ جان بوجھ کے دیر سے آتی تھی۔

''کوشش کروں گی۔'' یہ کہہ کر وہ نکل گئی۔ امی فکر مند نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

حسنیٰ اکڑ کے بیٹھی ہوئی تھی، حباب نے کتنی ہی کالز کر لیں اور کتنے ہی میسجز کر لیے تھے، مگر اسے تو شہر یار پر غصہ تھا، اس نے ایسی باتیں کیوں کی تھیں۔ شادی کے دن تو تیزی سے قریب آ رہے تھے، حباب کی دھڑکنوں کی بے ترتیبی بڑھتی جا رہی تھی، اس لیے کہ آنے والا وقت پتہ نہیں وہاں کیا رنگ دکھائے۔ نئے لوگ، نئے گھر میں ایڈجسٹ ہونا تھا، اس کی کم گو اور ریزرو طبیعت کسی سے اتنی جلدی گھلتی ملتی بھی نہیں تھی۔ اور ضمران جو اس کا زندگی بھر کا ساتھی بن رہا تھا، اس سے اسے کوئی اُنسیت نہیں ہوئی تھی، بلکہ اسے غصہ ہی آ رہا تھا۔ جب بھی وہ اس سے ٹکرایا، کچھ اچھا نہیں ہوا تھا۔

''تم پھر اُلٹی سیدھی سوچوں میں بیٹھی ہو۔'' شہر یار نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''نہیں تو۔'' وہ جھینپ گئی۔

''شہر یار ماموں! یہ تو خوشی ہو تب بھی اُداس کو ئل بنی ہوتی ہے۔ اور اُداسی ہو تو پھر بہانہ ہی چاہیے۔'' اروما اپنی ناشتے کی ٹرے لے کر بیڈ پر بیٹھی، وہ بھی آج یہاں رُکی ہوئی تھی، صرف شہر یار کی وجہ سے۔ ورنہ اس کی تو حسین بیگم سے بھی نہیں بنتی تھی۔

''تم تو فضول بکواس کرتی رہا کرو۔''

''وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ یہ بتاؤ تمہارے ساتھ اب مسئلہ کیا ہے؟ حسنیٰ نہیں آ رہی ہے، اس کی فکر ہے۔'' وہ سمجھ گیا تھا، کیونکہ اس دن سے حباب نے حسنیٰ کی کوئی بات بھی نہیں کی تھی۔

''اگر بولوں کہ ہاں ہے، تو کیا آپ انہیں لے آئیں گے؟'' اس نے منہ بسور کے کہا۔

''وہ اتنی خاص تو نہیں ہے جو تم اس کی فکر لگا کے بیٹھی ہو۔'' شہر یار کو بھی کچھ عادت ہو گئی تھی جب تک حسنیٰ سے اُلجھ نہیں لیتا، چین ہی نہیں پڑتا تھا۔

''آپ کو پتہ ہی ہے ان دونوں کی دوستی کتنی ہے۔'' اروما نے پھر تائیدی کہا۔

''وہ لڑکی پتہ نہیں اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے۔ تمہارے ماموں کا دو دفعہ رشتہ ریجیکٹ کر چکی ہے۔ تم ہو کہ اس فکر میں اُداس بیٹھی ہو۔'' شہر یار نے اس کی صورت دیکھی، جو اُتری ہوئی تو کسی اور وجہ سے تھی، یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

''مجھے حسنیٰ آنٹی بس بہت اچھی لگتی ہیں۔''

''تمہارے ماموں کو جبکہ وہ کچھ سمجھتی نہیں ہے، پھر بھی اچھی لگتی ہے؟'' وہ خفگی سے گویا ہوا۔
''پتہ نہیں کچھ لوگ برے ہونے کے باوجود بھی اچھے لگتے ہیں، ان میں صرف یہ برائی ہے کہ وہ منہ پھٹ بہت ہیں۔''
''منہ پھٹ ہونے کے ساتھ اوّل درجے کی کام چور بھی بہت ہے۔'' اس نے حباب کی بات کاٹی۔
''اس کا تو مجھے پتہ نہیں، مگر صاف گو بہت ہیں۔''
''تم اس کی سائیڈ ہی لینا۔'' شہریار نے اس کے بال کھینچے۔
''شہریار ماموں! کاش آپ کی اور حسنیٰ آنٹی کی شادی ہو جائے، کسی بھی طرح۔'' ارومہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہہ کر دونوں ہاتھ آپس میں جکڑ کے سینے پر رکھے۔''
''یہ کاش کچھ نہیں ہوتا ہے۔'' حباب نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔
''مگر تصور تو کیا جا سکتا ہے۔'' ارومہ نے شہریار کو شرارتی انداز میں دیکھا، وہ بھی ہنسنے لگا۔
''تم دونوں ایسے ہی خوش ہوتی رہو۔'' وہ اُٹھ گیا۔ مگر ارومہ اس کے ذہن کو نئی بات سمجھا گئی تھی۔

❖❖---O---❖❖

''اوہ......نو...... یہ یہاں کیسے آ گئے؟'' خوشنما، مرتضیٰ علی کو دیکھ کر چھپنے کے لیے ہال کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ سارا اسٹاف اُنہیں مؤدب انداز میں کھڑے ہو کر سلام کر رہا تھا۔ خوشنما نے اپنا چہرہ دوپٹے سے نقاب کی طرح کر کے چھپا لیا، مگر شاید ان کی نگاہ ابھی اس پر پڑی نہیں تھی۔
''آپ اور اس وقت؟'' ہیثم ہڑبڑا کے چیئر سے اُٹھ گیا۔ ان کی غیر متوقع آمد اچنبھے میں مبتلا کر رہی تھی۔
''مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ گھر میں تم ٹک کے بیٹھتے نہیں ہو۔''
''نانا جان! یہ میرا آفس ہے۔ آپ ادھر باتیں کریں گے؟'' وہ تو حیرت میں مبتلا ہو کر بولا۔
''جب تم گھر میں ٹائم نہیں دو گے، تو مجھے یہیں آنا پڑے گا۔'' مرتضیٰ علی اُس کے فرنشڈ آفس کے روم میں صوفے پر بیٹھے تھے۔
''میں اس وقت کوئی بھی بات نہیں کروں گا۔ آپ کا ایک ہی ٹاپک ہوتا ہے جو مجھے قطعی پسند نہیں ہے۔'' وہ بیزاری سے بولنے لگا۔
''سیدھی طرح میری بات سن لو۔'' وہ تیز لہجے میں رعب کے ساتھ گویا ہوئے۔
''نانا جان! میں تنگ آ گیا ہوں روز روز کے اس ٹاپک سے، اسی لیے خود کو زیادہ سے زیادہ آفس میں بزی رکھنے لگا ہوں۔''
''تم خود کو کہیں بھی بزی رکھو، مگر میں جو کہہ رہا ہوں تمہیں وہ سننا پڑے گا۔'' انہوں نے ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارے تھے۔ ہیثم کی فہمائشی نگاہیں ان پر تھیں، جو بہت آگ بگولہ ہی لگ رہے تھے۔
''جی بولیے۔'' اس نے جیسے ہار مان لی۔
''تمہاری بیوی کہیں جاب کرنے لگی ہے۔''
''اچھا، یہ بھی کرتی ہے۔'' وہ تمسخرانہ لہجے میں طنزیہ گویا ہوا۔

''جو کہہ رہا ہوں، وہ سنو! آگے سے بات کاٹ کے اپنے فضول کمنٹس نہیں دو۔'' مرتضٰی علی نے اسے ٹوکا۔

''تمہاری بیوی جاب کر رہی ہے، تمہیں جا کر اسے منع کرنا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے خاندان میں کوئی بہو بیٹی جاب نہیں کرتی۔''

''نانا جان! ایک طرف آپ براڈ مائنڈڈ بنتے ہیں اور دوسری طرف یہ دقیانوسی بات۔ اب وہ جاب کر رہی ہے تو کرنے دیں۔ ہر ایک کو اپنی مرضی کا اختیار ہے اور دنیا آج بہت آگے نکل گئی ہے۔''

''اپنی بکے جا رہا ہے، میری سن ہی نہیں رہا۔ گھامڑ! وہ بیوی ہے تیری۔ اس کے نان نفقے کی ذمے داری تجھ پر عائد ہوتی ہے۔ نکاح میں ہے تیرے۔''

''یہ نان نفقہ نانا جان! کیا ہے؟ صبح صبح اتنی ثقیل اُردو بول کر آپ مجھے غصہ دلا رہے ہیں۔'' وہ چڑ کے گویا ہوا۔

''بے وقوف...... نان نفقہ مطلب اس کے خرچے وغیرہ اور ہر ضرورت کی ذمے داری تم پر ہے۔ کیونکہ تم اس کے شوہر ہو۔'' وہ روزانہ کا سبق پھر اسے یاد کرانے لگے۔

''ٹھیک ہے۔ کتنا خرچہ بھیجنا ہے، بتا دیں۔ مگر میں اسے واپس ہرگز ہرگز بھی لینے نہیں جاؤں گا۔ آپ مجھ پر زور زبردستی نہیں کر سکتے اسے ساری زندگی ساتھ رکھنے پر۔ کیونکہ میری بھی اپنی مرضی اور پسند ہے۔''

''تمہاری جو بھی مرضی ہو، پسند ہو، مجھے کوئی مطلب نہیں۔ مگر میں اس لڑکی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے جاوید سے بڑی چاؤ سے یہ رشتہ مانگا تھا۔''

''نانا جان! پلیز آپ کیوں بار بار یہ دہراتے ہیں؟ آپ مجھے زیادہ مجبور کریں گے تو میں یہ قصہ ہی تمام کر دوں گا۔'' اس نے دوٹوک انداز میں فیصلہ دیا۔

''کیا بک رہے ہو؟...... ہمارے خاندان میں کبھی ایسا نہیں ہوا ہے، سمجھے؟ اور یہ بات سوچنے اور کرنے سے پہلے خود غرق ہو جانا۔'' وہ جتنی ہیثم کو ڈھیل دے رہے تھے، وہ خودسر ہی ہوتا جا رہا تھا۔

''پتہ نہیں تم کس دماغ کے ہو؟ میری بیٹی تو بہت نرم طبیعت کی تھی۔'' وہ دکھ و افسوس سے گویا ہوئے۔

''آپ مجھے اموشنلی بلیک میل مت کریں۔'' وہ بے زاری سے گویا ہوا۔

''ابھی تو میں جا رہا ہوں، رات میں تمہاری خبر لوں گا۔ اور ہاں اگر تمہیں اپنی مرضی سے کہیں اور شادی کرنی ہے تو خوشی بیٹی سے اجازت لینا ہوگی۔''

''مجھے اس کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' اس نے انٹرکام پر خوشنما کو اندر آنے کو کہا تھا۔

''کیا بات ہے؟ کہاں گئیں وہ اپنی سیٹ سے؟'' ہیثم حیرانی سے اُچھل گیا۔ کیونکہ خوشنما کے بجائے پیون نے انٹرکام رسیو کیا تھا۔ مرتضٰی علی روم سے نکل گئے تھے۔ وہ بھی باہر نکلا تھا، اسے یہ لڑکی آج تک سمجھ نہیں آئی تھی۔

''آپ کو بتا کے بھی نہیں گئیں؟'' ہیثم دونوں ہاتھ پشت پر رکھے فکرمند اور حیران بھی تھا۔ مرتضٰی علی اسے تفتیشی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ ہیثم اپنی ایمپلائی کے لیے اتنا فکرمند۔

''آپ کچھ غلط نہیں سمجھیے گا۔ عجیب بے وقوف لڑکی کو میں نے رکھ لیا ہے۔ دماغ گھما کے رکھ دیتی ہے۔'' وہ جھنجلایا ہوا انہیں سمجھانے لگا۔ مرتضٰی علی اُسے گھورتے ہوئے باہر نکل گئے۔

❖❖---○---❖❖

نسرین نے اسے آرڈر دیا تھا، وہ حباب کی شادی پر حسین بیگم کے گھر جا کے رہے گی، مگر وہ منع کیے جا رہی تھی، مگر جب بینا کارڈ دینے آئیں تو وہ حیران رہ گئی، ساتھ شہریار تھا۔

''پھپھو! حباب نے حسنیٰ کو رہنے بلایا ہے۔'' وہ بولیں۔ شہریار کی نگاہیں حسنیٰ پر ہی تھیں، جسے چائے وغیرہ بنانے کے لیے نسرین نے بلایا تھا۔

''بینا باجی! میری آج کل کلاسیں ہو رہی ہیں۔'' اس نے لوازمات کی ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھنے کے بعد جھٹ کہا، مبادا نسرین آگے سے کچھ نہیں بول دیں۔ مگر نسرین کی تنقیدی نگاہوں کی گھوری ایسی تھی جو شہریار سے بھی مخفی نہ رہ سکی۔ وہ جز بز سی ہو کر نگاہ چرانے لگی۔

''اپنی بھانجی اور دوست کے لیے کچھ دنوں کے لیے کلاسیں روک دو۔'' سموسوں کی پلیٹ سے ایک خستہ سموسہ اٹھایا۔

''ارے بینا! تم فکر نہیں کرو۔ آ جائے گی یہ رہنے۔ کچھ دن حباب کے ساتھ گزارے گی تو وہ بچی بھی خوش ہو جائے گی۔'' وہ راضی ہو گئیں۔

''پھپھو! یہ آرٹ سکھانے کا کیا فائدہ جب کہ گھر داری ہی کرنی ہے۔'' شہریار نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ حسنیٰ کی خونخوار اور غصیلی نگاہوں نے اسے دیکھا۔

''بیٹا! کہہ تو ٹھیک ہی رہے ہو، مگر یہ رفعت نے اس کے شوق بگاڑ رکھے ہیں۔'' وہ بے زاری سے گویا ہوئیں۔

''آپ کو کیا تکلیف ہے؟'' وہ تو تنک گئی۔

''میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کوئی ڈھنگ کا شوق رکھتیں۔'' شہریار اس سے ذرا بھی دبتا نہیں تھا۔

''کہہ تو ٹھیک ہی رہا ہے وہ۔'' نسرین کو تو موقع ملنا چاہئے تھا، حسنیٰ کو سنانے کا۔ شہریار لب بھینچ کر اپنی مسکراہٹ دبا کر رہ گیا۔ کیونکہ حسنیٰ کی صورت ہی ایسی رونے جیسی ہو گئی تھی۔

''شہریار! تم تو ہر جگہ ہر ایک کو جلا کے رکھ دیتے ہو۔ تمہیں اس سے کیا؟ وہ کچھ بھی کرے۔'' بینا کو حسنیٰ کی حالت پر ترس آنے لگا۔

''جی بجا فرمایا، میں ہر ایک کو جلا کے رکھ دیتا ہوں۔ کوئی آتش فشاں لاوا ہوں نا۔'' وہ طنزیہ بولا۔

''ارے بینا! تم بھی بچے کے پیچھے پڑ گئیں۔'' نسرین کا اخلاق تو شہریار کے ساتھ بہت ہی اچھا ہو گیا تھا، جب سے وہ کینیڈا سے آیا تھا اور جب سے پتہ چلا تھا، جاب بھی بہت اچھی فرم میں ٹھیک ٹھاک پیسوں پر لگی ہے۔ وہ تو خواب ہی دیکھنے لگی تھیں۔ حسنیٰ کو وہ کسی طرح بھی اس کے ساتھ رخصت کرنا چاہتی تھیں۔

''حسنیٰ! تم اس کی باتوں کا بالکل برا نہیں منایا کرو۔ تم آج سے ہی رہنے آؤ گی۔ حباب نے خاص طور پر کہلوایا ہے۔''

''بینا باجی! یہ مجھے ہر جگہ ستانے سے دریغ نہیں کرتے۔'' وہ ہمدردی پاتے ہی شہریار کی شکایت کرنے لگی۔

''پھپھو! اگر میں کسی کام کو کہہ دیتا ہوں تو وہ ستانا ہو گیا۔'' اس نے حسنیٰ کے سرخ و سپید چہرے کو بغور دیکھا، جو غصے کی وجہ سے لال بھبھوکا ہی ہو رہا تھا۔ وہ شہریار کو برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی اور شہریار اس سے بدلہ لینا چاہتا

تھا۔

''اچھا بس کرو، وہ کارڈ دینے آیا ہے۔ تم نے اپنی شکایتوں کی پٹاری کھول دی، شہریار ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہا۔'' شہریار کی تو حیرت سے آنکھیں ہی پھٹ گئیں۔ نسرین کتنا اس کی چاپلوسی کر رہی تھیں جبکہ وہ کون سا شہریار کو پسند کرتی تھیں۔

''سنو! ساری پیکنگ شام تک کر لینا۔ میں شہریار کو لینے بھیج دوں گی۔'' بینا نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

''بینا باجی! میں ان کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں آؤں گی۔''

''پھپھو! کیا میں کردار کا بہت برا ہوں؟'' وہ اُلٹا ہی جلنے لگا۔

''ارے نہیں بیٹا! تم برا کیوں مان رہے ہو؟'' انہوں نے مسکرا کے نفی کی۔

''پھر یہ ایسے کیوں بول رہی ہے؟''

''مجھے واقعی آپ پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے۔'' وہ سلگا کے چلی گئی۔ شہریار دانت پیس کے رہ گیا۔ سوچ تو لیا تھا دماغ ٹھکانے ضرور لگائے گا۔

''اچھا پھپھو! چلتے ہیں۔ ان کے جھگڑے تو ایسے ہی چلتے رہیں گے۔'' بینا کو شہریار پر غصہ آنے لگا تھا۔

''میں بھی آؤں گی، چکر لگاؤں گی۔ حباب کے سسرالی تو میں نے ابھی دیکھے ہی نہیں۔ اتنی اچانک سے شادی تم نے کرنے کا سوچ لیا' اصل بات سے نسرین بھی لاعلم ہی تھیں۔ شہریار فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ ان کے کانوں میں تو وہ ایسی کوئی بھی بات نہیں چاہتا تھا کہ پڑ جائے اور وہ پورے خاندان میں ڈھنڈورا پیٹ دیں۔

''ان کو اگر پتہ چل گیا تو سمجھو سب کو پتہ چل گیا۔'' بینا نے سرد آہ بھری۔ شہریار کا دماغ حسنیٰ کے لیے سوچنے لگا۔ وہ اس کی لگام کسی طرح بھی اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا، تاکہ اس کی اکڑ نکل سکے۔

❖❖---○---❖❖

ضمران کے کمرے کی سیٹنگ وغیرہ وہ تینوں ہی کر رہے تھے۔ حباب کا فرنیچر آ گیا تھا حالانکہ رضوانہ نے اور ضمران نے بہت منع بھی کیا وہ جہیز کے نام پر کچھ بھی نہیں لیں گے، مگر شہریار نہیں مانا تھا۔

پورا کمرہ طٰہٰ اور مزمل سجا رہے تھے۔ دبیز خوبصورت سے پردے، کارپٹ وغیرہ کمرے کو اور خوبصورت بنا رہا تھا، کل رضوانہ بَری لے کر جانے والی تھیں۔ وہ راشدہ کو اور اپنی ساس اور جیٹھانیوں کو کہہ آئی تھیں، مگر کسی نے خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھیں کوئی نہیں آئے گا۔ مگر اس وقت حیرت کی انتہا ہی نہیں رہی نوشین، نوین اور کرن شام میں ہی اپنی تیاریوں کے ساتھ رہنے چلی آئی تھیں۔ ضمران اور آدم کی تو ماتھے پر شکنیں ہی پڑ گئیں۔

''مامی! ایسے کیسے ہم ضمران بھائی کی شادی میں شرکت نہیں کرتے۔ ساری تیاریاں کی ہیں۔'' نوین خوش ہو کر بتا رہی تھی۔

''اب آپ کے گھر کوئی لڑکی تو ہے نہیں، سوچا ہم ہی جا کر ہلہ گلہ کر لیں گے۔'' کرن نے بھی چہک کے کہا۔ جبکہ نوشین کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ زبردستی آئی ہے۔ وہ ایک لفظ بھی اب تک نہیں بولی تھی۔ ضمران کی جانچتی نگاہیں اس پر تھیں۔ اسے اس کی آمد کوفت میں مبتلا کر رہی تھی اور خطرے کا الارم بھی لگ رہا تھا۔

''نوشین تو خاموش بیٹھی ہے۔ لگتا ہے تم لوگ اسے زبردستی لے کے آئے ہو۔'' ضمران نے کہا۔ نوشین نے اندر کے انتشار کو دانت پیس کے روکا۔ وہ تو صرف اس لیے آئی تھی کہ دیکھے تو ضمران کی کس لڑکی سے شادی ہو رہی ہے۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے ترنخ کے کہا۔ وہ سب ہی لب بھینچ کے رہ گئے۔ رضوانہ کو ان لڑکیوں کا یہاں رکنے آنا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ اگر ان میں سے کسی نے بھی اُلٹی سیدھی بات کر دی تو شرمندگی الگ ہو گی۔

''نوشین باجی! لگ تو ایسے ہی رہا ہے۔'' مزمل کو اندازہ تھا، وہ ضمران کی شادی ہونے پر بہت غمزدہ تھی۔

''ارے بھئی! تم لوگ کیا ایک جگہ ہی جم کے بیٹھے ہو طلہٰ! جا کر ٹیلر سے کپڑے لے کے آؤ۔ باقی کی پیکنگ میں ان لڑکیوں سے کروالوں گی۔''

''جی...... جی مامی! ہم کر دیں گے۔'' کرن نے زبردستی آواز میں بشاشت لا کے کہا۔ مگر سب کو ان کے چہروں سے بخوبی اندازہ تھا وہ لوگ زبردستی آئی ہیں۔

''مامی! بَری کب لے کے جانی ہے؟'' نوین نے پوچھا۔

''میں تو پرسوں سوچ رہی ہوں۔'' انہوں نے کہا۔ تیاریاں کرتے ہوئے دن اتنی جلدی سرکتے گئے تھے، پھر بھی کئی چیزیں لینے سے رہ گئی تھیں۔

''مامی! آپ نے اور لوگوں کو کیوں نہیں بلایا؟''

''ارے بیٹا! ضمران کے سسرال والے تو کہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا زیادہ لوگ جا کے کیا کریں گے؟ گھر گھر کے چلے جائیں گے۔'' انہوں نے کمرے کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔

''آپ امی اور نانی کے گھر والوں کو بھی نہیں لے کے جائیں گی؟'' نوین نے حیرانگی سے پوچھا۔

''ہم نے ساری فضول باتوں کو منع کر دیا ہے۔'' آدم نے جواب دیا۔ نوین نے برا سا منہ بنا کے اسے دیکھا۔ رضوانہ نے آدم کو تنبیہی انداز میں گھورا تو وہ باہر چلا گیا۔

❖❖---○---❖❖

اس دن وہ بال بال بچ گئی تھی، ورنہ تو بہت برا ہوتا اور ی علی ضرور اسے مجبور کر کے گھر لے آتے۔ اس نے یہ بات گھر میں کسی کو نہیں بتائی تھی۔ آج اتوار تھا وہ پھر بھی جلدی سے اُٹھ گئی تھی، ناشتہ اس نے ہی بنایا تھا۔

''آپی! آپ چوکور پراٹھے بہت مزیدار بناتی ہیں۔'' ایمن کو اس کے ہاتھ کے پراٹھے بہت پسند تھے، سب ہی ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کر رہے تھے۔

''ہوں...... تمہیں لگتے ہیں۔'' وہ مبہم مسکرائی۔

''خوشنما بیٹا! تم نے اپنی زندگی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ مرتضیٰ صاحب سے تم ملنا نہیں چاہتی ہو۔'' جاوید احمد کو اس کی فکر بہت رہتی تھی۔ دو بیٹیاں اور تھیں، ان کی الگ فکر کھائے جا رہی تھی۔

''ابو! اس گھر میں جا کر میں کیا کروں گی؟ میری کوئی عزت و وقعت ہی نہیں ہو گی۔'' وہ دکھ و افسوس سے گویا ہوئی۔

''تم وہاں جا کر رہو گی تو ہو سکتا ہے کئی راستہ نکل آئے۔''

''ہو سکتا ہے ابو! یہ تو شاید اور امید جیسی بات ہو گئی ہے۔ میں اس سہارے رہ کر زندگی نہیں گزار سکتی۔'' وہ کھڑی ہو گئی۔ ثمینہ نے دکھ و تاسف سے اسے دیکھا، کتنے مہینے ہو گئے تھے خوشنما کو ہیثم کی طرف سے ابھی تک کوئی مثبت جواب نہیں آیا تھا۔ ڈور بیل ہوئی تو سب ہی چونک گئے۔ اس وقت صبح میں کون آ گیا؟ جاوید احمد نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہ بھی کب ٹھیک تھے۔ بیماری کی وجہ سے کب سے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔

''السلام علیکم!'' مرتضیٰ علی نے دروازہ کھلتے ہی سلام کیا۔ جاوید احمد انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس وقت وہ کبھی آتے نہیں تھے۔ خوشنما انہیں دیکھ کر بوکھلا ہی گئی۔ اتنے مہینوں بعد وہ اسے دیکھ رہے تھے۔

''لو بھئی! آج تو ہمیں اپنی بیٹی مل گئی۔'' انہوں نے خوشنما کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔ خوشنما کو ان کی آمد کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔

''آپ بیٹھیے تو۔'' جاوید احمد نے برآمدے میں بچھے تخت کی طرف اشارہ کیا۔

''بیٹا! آپ بھی بیٹھو۔'' انہوں نے خوشنما کو بھی کہا۔ وہ سر پر سرمئی آنچل ڈالے کچھ نروس سی پریشان سی کھڑی تھی۔

''ناشتہ تو چلے گا؟'' جاوید احمد نے پوچھا۔

''ناشتہ میں صبح ہی کر لیتا ہوں، اب کچھ نہیں چلے گا، مجھے خوشنما سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔'' رمنا اور ایمن انہیں سلام کر کے اندر چلی گئی تھیں، ثمینہ احمد نے دستر خوان سمیٹ دیا تھا۔ جاوید احمد بھی انہیں موقع دے کر اندر چلے گئے تاکہ خوشنما سے وہ بات کر لیں۔

''ہاں تو بیٹا! کب چلنے کا ارادہ ہے اپنے گھر؟'' انہوں نے سادہ سی خوشنما کو خاموش لب کچلتے دیکھا۔

''کون سا گھر؟'' وہ جان کے بھی انجان بننے لگی۔

''اپنے شوہر کے گھر۔'' مرتضیٰ علی خفیف سے ہو گئے۔

''سر! ایک بات کہوں؟''

''کیا مجھے سر بول رہی ہو؟'' مرتضیٰ علی تو حیرانی سے جھٹکا کھا کے رہ گئے۔

''جب آپ کے نواسے کو یہ رشتہ قبول نہیں تو مجھے بھی اس کے متعلق کوئی رشتہ قبول نہیں۔'' اس کا لہجہ حد درجہ تلخ، کڑوا اور طنزیہ ہو گیا۔ مرتضیٰ علی نے کڑوی سی خوشنما کو حیرانگی سے دیکھا۔

''بیٹا! آپ کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہی ہیں؟''

خوشنما جز بز ہو گئی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رُوکھی اور تلخ ہو گئی تھی۔

''میں اور کیا کہوں؟ کیا بچا ہے؟ آپ کے نواسے نے مجھے کیا کچھ نہیں کہا۔ بہتر ہوتا آپ ان کی کسی امیر گھرانے میں یا اپنے ہی گھرانے میں کسی لڑکی سے شادی کر دیتے۔ میری زندگی تو برباد نہ ہوتی۔

''خوشنما بیٹا! آپ اپنا دل خراب کیوں کر رہی ہو؟ میں تمہیں چاؤ سے لے کے گیا ہوں، تم میری بیٹی ہو۔ ہیثم کی بھی میرے سامنے کوئی اہمیت نہیں ہے۔'' انہوں نے خوشنما کے سر پر ہاتھ رکھ کے تھپتھپایا۔

''دیکھیے! آپ مجھے بہلائیے مت۔ میں وہ سب الفاظ بھولی نہیں ہوں جو آپ کے نواسے نے مجھ سے کہے تھے۔'' اس کا لہجہ انتہائی رُوکھا اور اجنبیت لیے ہوئے تھا۔

''بیٹا! آپ مجھ سے اس طرح بات نہیں کریں۔ میں آپ کو اپنی بیٹی سمجھتا ہوں۔'' مرتضیٰ علی کو دکھ وافسوس ہو رہا تھا۔ خوشنما اتنی ترش روی سے گویا ہوئی تھی۔

''سوری!'' وہ شرمندہ ہوئی۔

''آپ صرف ایک بار سوچ لو۔ یہ زندگی اب آپ کی نہیں ہے۔''

''یہ تو آپ کہہ رہے ہیں۔ حقیقت آپ اور میں اچھی طرح جانتے ہیں۔'' اس نے نگاہ اٹھائی۔

''حقیقت یہ ہے کہ آپ ہیشم کی بیوی ہیں، اسے یوں کھلا چھوڑ کے تو یہ اپنے ساتھ ظلم ہوا۔ بیٹا! اپنا حق لڑ کر اسے جتاؤ۔ بتاؤ تم اس کی بیوی ہو۔''

''بیوی...... کیا حیثیت ہے میری۔ اس گھر میں جو لوگ رہتے ہیں، وہ لوگ میری حیثیت کو سمجھنے کو تیار نہیں ہوں گے۔'' نزہت کی کاٹ دار تنقیدی نگاہیں اسے کب بھولتی تھیں۔

''خوشنما بیٹا! اگر آپ اس گھر کے باقی لوگوں کی پروا کرنے لگیں تو وہ لوگ آپ کو اور ہی دبا دیں گے۔ اکڑتے رہیں گے۔''

''کہنا آسان ہوتا ہے اور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔'' اس نے ان کی بات کے جواب میں کہا۔

''میں جانتا ہوں ہیشم کی بڑی مامی کچھ طنزیہ ہیں، بیٹا! آپ ان کی پروا نہیں کرنا۔'' وہ اسے ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ مجھے لوگوں کے ایسے رویّے بہت جلد محسوس ہو جاتے ہیں اور میں چاہ کر بھی انہیں اگنور نہیں کر سکتی۔'' وہ چیئر سے کھڑی ہوگئی۔

''اچھا چلو ایک بات بتاؤ۔ اگر ہیشم تمہیں خود لینے آئے تو تب تو چلوگی؟'' وہ پوچھنے لگے۔

''ایسا ممکن تو نہیں ہے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں پھر سوچوں گی، پھر ہی کوئی فیصلہ کروں گی۔'' وہ ہیشم کو اتنی جلدی تو معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے سارے گن گن کے بدلے اور حساب چاہتی تھی، جو اس کی عزت بے وقعت کر کے چلا گیا تھا۔

''میں چلتی ہوں...... مجھے کام ہے۔'' وہ کمرے سے نکل کر جانے لگی۔ مرتضیٰ علی نے بھی اس کی تقلید کی۔ جاوید احمد باہر ہی برآمدے میں چیئر پر بیٹھے تھے۔

''جاوید! تمہاری بیٹی بہت ضدی ہے، وہ کسی طرح بھی نہیں مان رہی ہے۔'' وہ جیسے بہت تھک گئے تھے۔ انہوں نے یہ تو نہیں چاہا تھا، کسی کی بیٹی کو لا کے اسے یوں بے عزت کریں۔

''مرتضیٰ صاحب! میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ مجھ سے بھی جلد بازی میں فیصلہ ہوا ہے۔'' انہیں بھی پچھتاوے گھیرے ہوئے تھے۔ خوشنما کے ساتھ اچھا نہیں ہوا تھا۔

❖❖---○---❖❖
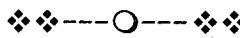
حباب کو مایوں کا زرد جوڑا پہنا دیا گیا تھا۔ حسنیٰ کو زبردستی نسرین یہاں چھوڑ گئی تھیں۔ اور وہ جب سے آئی تھی، کاموں میں لگی ہوئی تھی۔ حسین بیگم اس کو ایک کے بعد ایک کام بتائے جا رہی تھیں اور وہ صدا کی کام چور شہریار

اور تپا رہا تھا۔
''لڑکیوں کی جتنی جلدی شادی ہو جائے اچھا ہے۔'' حسین بیگم کی کوئی رشتے کی بہن حباب کو پیار کرنے کے بعد دعائیں دینے لگی تھیں۔ حسنیٰ پہلو بدل کے رہ گئی۔ وہ بھی بلیو سوٹ میں میک اَپ کیے دلکش لگ رہی تھی۔
''یہ کون ہے آپا؟''
''یہ نسرین کی بیٹی ہے۔'' انہوں نے تعارف کروایا۔
''شادی ہو گئی اس کی؟''
''جی نہیں، چین ہی نہیں ہے لوگوں کو۔'' حسنیٰ نے کلس کر جواب دیا اور باقی کا جملہ بڑبڑاہٹ میں کہا۔
''میں سمجھی، ہو گئی ہے۔ اتنی سجی سنوری بھی تو ہے۔'' حسنیٰ تو بھنّا کے رہ گئی۔ وہاں سے نکل کے باہر آ گئی۔ مہندی کا ارینج منٹ باہر رکھا تھا۔ شہریار نے بہت اچھا ڈیکوریٹ کروایا تھا۔
''کیا بات ہے، پھول کے کُپا ہو رہی ہو۔ ویسے ہی کم کُپا ہو؟'' شہریار نے اس کا غصہ بھانپ لیا تھا۔
''آپ بلاوجہ مجھ سے ہر وقت نہیں لڑا کریں۔''
''تم سے لڑ کون رہا ہے؟ میں تو پوچھ رہا ہوں۔'' گرے کُرتے شلوار میں ملبوس اونچا لمبا شہریار ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔
''کوئی بات نہیں ہے۔ پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیں۔'' وہ روہانسی ہونے لگی۔
''تمہارا پیچھا چھوڑ دوں، یہ تو ممکن نہیں ہے اور اس کی وجہ تم جانتی ہو، تمہاری خاصی لمبی زبان ہے۔ خاندان کا کوئی بھی لڑکا تمہیں تو اپنے گھر بیاہ کے لے کے نہیں جائے گا۔'' وہ اسے اسی احساسِ کمتری میں مبتلا کرتا رہتا تھا، وہ اپنے اخلاق کی وجہ سے پورے خاندان میں بری مشہور تھیں جبکہ ایسا نہیں تھا۔
''شٹ اپ۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے، لمبی زبان آپ کی بھی کوئی کم نہیں ہے۔ آپ سے شادی کرنے سے بہتر ہے میں کنواری ہی مر جاؤں۔'' وہ سلگ کے رہ گئی۔
''ہائے، ہائے۔ کیسی لڑکی ہے۔ کیسی زبان چل رہی ہے۔'' حسین بیگم کی بہن نے اس کی گفتگو سن لی تھی، وہ تو گال پیٹ کے حیرانی ظاہر کرنے لگیں، اور حسنیٰ...... وہ تو جز بز ہو گئی، ان سے بچ کے ہی تو وہ باہر آئی تھی۔
''توبہ توبہ، کیسی لڑکی ہے۔''
''جیسی بھی ہوں، آپ کو کیا پریشانی ہے؟'' وہ تنک کے بولی، جبکہ وہ ان سے کسی قسم کی بدتمیزی کرنا نہیں چاہتی تھی۔
''لڑکی! تمہاری ماں نے تمہاری ایسی تربیت کی ہے۔'' وہ اور اسے سلگانے لگیں۔
''اُف......!'' وہ مٹھیاں بھینچ کے وہاں سے ہٹ گئی اور شہریار اس کی خوبصورتی اور دلکشی میں کھویا اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا۔
''خالہ جان! یہ ایسی نہیں ہے، بس صاف گو ہے۔'' اس نے حسنیٰ کی حمایت کی۔
''اے رہنے دو، مجھے کیا نظر نہیں آ رہا تھا؟'' وہ کونے کی ٹیبل کا انتخاب کر کے بیٹھ گئی تھیں۔ خاص خاص لوگوں کو مہندی اور مایوں کے فنکشن میں مدعو کیا گیا تھا، کچھ ہی دیر میں لوگ ضمران کے گھر سے بَری لے کے آ گئے تھے،

رضوانہ کی پوری ہی سسرال تھی، حالانکہ انہوں نے اپنی جیٹھانی، ساس اور نند کو ہی کہا تھا، پھر بھی سب بچوں سمیت ہی آ گئے تھے اور وہ شرمندہ بھی ہو رہی تھیں۔

''یار شہریار بھائی! یہ ہمارے رشتے دار زبردستی آئے ہیں، ہمیں شرمندگی ہو رہی ہے۔'' آدم نے اسے سائیڈ پر لے جا کے معذرت سے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم تو آنٹی سے خود سب کو لانے کا کہہ رہے تھے، مجھے وہی منع کر رہی تھیں، تم شرمندہ نہیں ہو، ہمیں بہت خوشی ہوئی ہے۔'' شہریار نے اس کے کاندھے پر تھپکی دی۔ حسین بیگم اور بینا نے مہمانوں کا پُرتپاک استقبال کیا تھا۔ سائیڈ پر چھوٹا سا اسٹیج بھی بنایا گیا تھا، جہاں حباب کو رسم کے لیے لایا جا چکا تھا۔ حسنیٰ اور ارومہ اس کے دائیں بائیں تھیں۔

''شکل تو دکھا دو۔'' نوشین اپنا ییلو ملٹی غرارہ سنبھالتی اسٹیج پر آئی تھی۔

''دُلہا کی بہنیں نکاح سے پہلے دُلہن کی شکل نہیں دیکھ سکتیں۔'' ارومہ نے حباب کا گھونگھٹ اور لمبا کر دیا۔

''میں بہن نہیں ہوں، کزن ہوں۔'' نوشین کے تو دماغ پر جا لگی۔

''کزن بھی بہن ہی ہوتی ہے۔'' حسنیٰ نے اس جلتی بھنتی لڑکی کو بغور دیکھا۔

''جی نہیں۔'' وہ تو بحث میں لگ گئی۔ کچھ دیر میں یہ بحث لڑائی میں بدل گئی۔ حسنیٰ اور نوشین کی اچھی خاصی بحث ہو گئی۔ رضوانہ کو تو شرمندگی کے مارے پسینے آ گئے۔ ان کی نند اور ساس کو باتیں بنانے کا موقع مل گیا۔

''بے عزتی کروا کے اب بدلے لو گی۔'' ساس نے رضوانہ کو طنزیہ دیکھا۔

''ارے بہن! ایسی کوئی بات نہیں۔ بچی کو غلط فہمی ہو گئی ہو گی۔'' حسین بیگم بھی گھبرا گئیں۔ شہریار نے ہی ان خواتین کو سنبھالا ورنہ بہت شور ہنگامہ ہو رہا تھا۔ حباب لمبے گھونگھٹ میں سب سن رہی تھیں، اور وہ پھر اتنی تیزی سے اندر بھاگی کہ سارے لوگ ہی حیرانگی سے دیکھنے لگے۔

''توبہ ہے رضوانہ! تم نے کیسے لوگوں میں رشتہ کیا ہے۔''

''راشدہ! آہستہ تو بولو۔'' وہ انہیں چپ کرانے لگیں۔ حباب کی رسم وغیرہ کیا ہوتی، رضوانہ نے بَری سے بھرا سوٹ کیس بینا کے حوالے کیا۔ وہ کھانے سے پہلے ہی اُٹھنا چاہ رہی تھیں، مگر پھر حباب کی بھی عزت کا خیال تھا، وہ چپ چاپ انہیں حباب سے ملانے اندر چلی گئی تھیں۔

''بیٹا! مجھے بہت شرمندگی ہو رہی ہے۔''

''ارے آنٹی! آپ شرمندہ کیوں ہو رہی ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ان محترمہ کو برا لگا بہن کہنے پر۔ یہ اتنی بری بھی بات نہیں۔ پھپھو زاد کزن بھی بہن ہی ہوتی ہے۔'' حسنیٰ نے وضاحت دی۔ حسنیٰ کو وہ لڑکی کچھ گڑبڑ ہی لگ رہی تھی، جب ہی وہ اتنا برا مان گئی تھی۔

''بیٹا! آپ نے ٹھیک کہا۔ بس کیا کریں۔'' ان کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کہیں وہ حباب کو پیار کر کے اور پیسوں کا لفافہ ہاتھ پر رکھ کر باہر آ گئی تھیں۔ حسین بیگم کو تو رضوانہ کے سسرال والے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے، انہیں حباب کی بھی فکر ہونے لگی۔ وہ لوگ اس کے ساتھ جانے کیسا برتاؤ کریں گے۔

❖❖❖---○---❖❖❖

''واٹ...... میں اسے جا کر لے آؤں؟ کبھی نہیں۔'' ہیثم تو بگڑ گیا۔

''بابا جان! زبردستی کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔'' نزہت نے اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔ انہوں نے گھور کے دیکھا، ہیثم اُٹھ کے جانے لگا۔

''تم ہر بات میں نہیں بولا کرو۔'' بڑے ماموں نے انہیں ڈانٹ کے چپ کروا دیا۔ انہیں ہر معاملے میں بولنے کی عادت ہو گئی تھی۔

''ارے تو میں نے ایسا کیا برا کہہ دیا؟'' وہ بکھرنے لگیں۔

''ہیثم! بابا جان سے پوری بات کر کے جاؤ۔''

''ماموں جان! کیوں بار بار اسی بات کو دہرایا جاتا ہے؟'' وہ چڑ کے گویا ہوا۔

''تم اندر چلو۔'' مرتضیٰ علی نے اسے اپنے روم میں جانے کا اشارہ کیا۔

''اور ہاں ارتضیٰ! اپنی بیوی کو سمجھا دینا، میرے اور ہیثم کے معاملے میں قطعی نہیں بولا کرے۔'' وہ خاصے برہم ہو رہے تھے۔ ارتضیٰ علی جز بز ہو گئے اور نزہت منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگیں۔ مرتضیٰ علی نے انہیں خاصی تنقیدی نگاہوں سے بغور دیکھا اور وہ چلے گئے۔ ہیثم کو الگ پریشانی لگ گئی۔ نانا جان اگر زیادہ ہی بضد ہوئے تو اس بلا کو زبردستی گھر لے کر نہ آنا پڑ جائے۔

''ہیثم! بہتر ہو گا تم بابا جان کی بات کو سنجیدگی سے سنو اور جو وہ کہتے ہیں اسے مان لو۔''

''ماموں جان! ایسے کیسے مان لوں؟'' وہ کھسیا گیا۔

''ارے ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔ ایسے ایلے میلے لوگوں کی لڑکی اٹھا کے لے آئے ہیں، ہیثم کے برابر کی بھی نہیں۔''

''تم چپ کرو۔ ہر وقت اس کا ذہن مت خراب کیا کرو۔''

''میں ذہن خراب کرتی ہوں۔ ارے زبردستی بچے کے ساتھ راہ چلتی باندھ دی، ذرا خیال نہیں آیا، بن ماں باپ کا بچہ ہے۔'' نزہت کو زیادہ ہی اپنے مطلب کی ہمدردی رہتی تھی۔

''نزہت! تم اپنی زبان بند رکھا کرو۔ جب بھی بولتی ہو نہایت فضول بولتی ہو۔ یہ بن ماں باپ کا بچہ نہیں ہے۔ ہم ہیں اس کے ماں باپ۔ اور وہ لڑکی راہ چلتی نہیں ہے، خاندانی لوگوں کی بیٹی ہے۔'' ارتضیٰ علی ان کی جلی کٹی سے سخت نالاں تھے۔ ہیثم الگ تذبذب کا شکار تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

''ماموں جان! آپ ممانی جان کو کچھ نہیں کہیں گے۔''

''تم چپ کرو۔ یہ تو فضول باتیں کرتی ہی ہیں، تم بھی اس کی حمایت لے رہے ہو۔'' انہوں نے اسے بھی ڈانٹ دیا۔

''ہیثم! ہر بات کی حد ہوتی ہے۔ اس لڑکی کو تم سمجھتے تو۔ بہت اچھے لوگوں کی تمیز دار پڑھی لکھی لڑکی ہے۔''

''پلیز ماموں جان! مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں۔ مجھے تو یہی شکایت ہے، میں ہی نظر آیا جو زبردستی نکاح پڑھوا دیا۔'' اس کا ذہن بہت پراگندہ ہو رہا تھا۔

''جو اپنے ہوتے ہیں ان پر ہی مان بھی ہوتا ہے۔ بابا جان نے تمہیں اپنی اولاد سمجھ کر ہی یہ رشتہ بڑے مان

سے کیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہیں سمجھتے تو نہیں کرتے۔ اور پھر انہوں نے کچھ برا نہیں کیا ہے۔ تم بس سمجھو اور کسی کی باتوں میں نہیں آؤ۔'' ارتضیٰ علی نے اسے سمجھایا اور ساتھ ہی نزہت کو بھی طنزیہ دیکھا۔ وہ کلس کے رہ گئیں۔

❖❖❖---○---❖❖❖

''کہا بھی تھا کسی کو بھی نہیں لے کے جائیں گے، مگر آپ کو تو پتہ نہیں کیا ہے، ان سب کی پرواہ رہتی ہے، کوئی باتیں نہیں بناتے۔'' آدم کو کل سے نوشین پر غصہ آئے جا رہا تھا اور وہ رضوانہ پر خفا بھی ہو رہا تھا۔

''چپ کر جاؤ، آہستہ بولو۔ گھر پر ہی ہیں وہ سب۔ کیوں ہنگامہ کروانے پر تُلے ہو''

''امی! کیا ہے؟ ہر وقت آپ ان سب کا ہوّا کیوں سوار رکھتی ہیں ہم پر بھی اور خود پر بھی؟ ابھی اگر چاہوں تو ان سب کو ہاتھ پکڑ کے چلتا کر دوں۔''

''ہاں یہ کسر اور رہ گئی ہے، کر دو وہ بھی۔''

''یار آدم! آہستہ...... کیوں اتنا غصہ ہو رہے ہو؟''

''بھائی جان! آپ کو نہیں پتہ، نوشین کے ہنگامے سے وہاں کتنی بدمزگی ہوئی ہے اور یہ شک بو کر آ گئی ہے، آپ کا اور اس کا کچھ رشتہ تھا شاید۔ وہ سب کیا سوچ رہے ہو گے؟ اور وہ حباب بھابی...... وہ تو آپ کی طرف سے بدگمان ہو رہی ہوں گی۔'' آدم ان سب باتوں کو خوب سمجھتا اور جانتا تھا۔

''تم ذہن پر زور نہیں دو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' ضمران نے اسے اطمینان دلایا مگر اسے بھی نوشین کی یہ حرکت بہت بری لگی تھی۔

''شہریار بھائی کی کزن سے الگ نوشین نے خوب بدتمیزی کی ہے، وہ سب کیا سوچتے ہوں گے، ہماری کزن کتنی لڑاکا اور اِل مینرڈ ہے۔''

''آدم بھائی! حباب بھابی کے گھر والوں نے خود ہی ان سب کو دیکھ کر اندازہ کر لیا ہوگا، یہ کیسی ہیں۔ وہ ہمیں کچھ نہیں کہہ رہے ہوں گے۔'' مزمل بھی گویا ہوا۔ رضوانہ کے تو کل سے سوچ سوچ کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ آج شادی تھی، اتنے کام بھی پڑے تھے، ضمران کا کمرہ تک ابھی نہیں سجا تھا۔

''امی! آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟ دفع کریں۔'' ضمران نے انہیں ریلیکس کرنا چاہا۔

''تمہیں نہیں پتہ، تمہاری دادی بعد میں کتنے ہنگامہ کریں گی؟'' وہ تو ڈر رہی تھیں۔

''امی! سب رہنے دیں۔ وہ کب ہنگامے نہیں کرتیں؟'' آدم بےزار ہو گیا تھا۔

''دادی جان نے تو حباب بھابی کی بَری دیکھ کر بھی خوب باتیں بنائی تھیں، یاد کریں جب آپ انہیں دکھا رہی تھیں تو کہہ رہی تھیں، گھر کی بچی کو چھوڑ کے تم نے باہر کی لڑکی کے لیے یہ سب تیار کیا۔'' آدم کو تو ان کی ہر ہر بات یاد رہتی تھی۔

''تم کیا ہر وقت عورتوں کی باتیں سنتے رہتے ہو۔'' رضوانہ نے اسے سخت لہجے میں ڈپٹ کے کہا۔

''امی! یہ عورتیں میری کچھ لگتی ہیں اور ان کی باتیں میں سنتا ہوں، سب عورتوں کی نہیں سنتا۔''

''یار آدم! چپ کر جاؤ۔'' ضمران نے اسے اشارے سے چپ کروایا۔

''بھائی جان! میں کہے دیتا ہوں، راشدہ پھپھو کی تینوں بیٹیوں کو یہاں سے روانہ کریں۔ ورنہ یہاں ایۓ رنگ میں بھنگ پڑتے رہیں گے۔''

''ہم بھی کون سا روک رہے تھے، خود رُکی ہیں۔ اب شادی کے گھر سے تو نہیں بھگایا جا سکتا۔''

''آدم! چپ کر جاؤ۔ ورنہ میں تمہارے بڑے ہونے کا بھی لحاظ نہیں کروں گی، بہت ماروں گی۔'' رضو اپنے اس جنگجو بیٹے سے ہر وقت ڈری لگا رہتا تھا۔

''ہاں باہر والوں کی سائیڈ لیں اور بیٹوں کو ماریں۔'' وہ غصہ کرتا ہوا چلا گیا۔ رضوانہ سر پیٹ کے رہ گئی تھیں

❖❖---○---❖❖
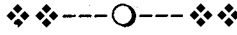
''تم ذرا بھی دب کے نہیں رہنا۔ مجھے تو یہ نوشین، ضمران کی دیوانی لگتی ہے۔'' حسنیٰ اسے سمجھا رہی تھی۔

''یہ لڑکی وہی ہے جو ان کے گھر ہر دوسرے دن آتی رہتی تھی۔'' حباب نے حسنیٰ کو گزشتہ دنوں کی ساری با بتائیں۔ نوشین سے اس کی منہ ماری بھی ہو چکی تھی۔

''میں نے تمہیں جو کہا ہے، اس پر عمل کرنا۔'' حسنیٰ اپنے خوب صورت گورے گورے نرم ملائم ہاتھوں ناخنوں پر کیوٹکس لگا رہی تھی۔

''ہاں بالکل ٹھیک سمجھا رہی ہو، کیونکہ دبتی تو تم بھی نہیں ہو۔'' شہریار تو اسے زِچ کرنے کا کوئی موقع جا نہیں دیتا تھا۔ باب پارلر جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی، ارومہ اور حسنیٰ اس کے ساتھ جا رہی تھیں۔ شہریار ان لوگو لے کے جاتا۔

''آپ تو لگتا ہے جن ہیں، ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔'' اس نے کڑوا سا منہ بنا کے کہا۔

''ہاں تم بہت حور پری ہو نا، تمہارے پیچھے لگا رہتا ہوں۔'' شہریار نے اس کے خوبصورت کیوٹکس سے ہاتھ پاؤں دیکھے، وہ اپنی بیوٹی کا واقعی بہت خیال رکھتی تھی۔

''شہریار ماموں! آج تو کوئی لڑائی نہیں کریں۔'' حباب پہلے ہی بہت اُداس بیٹھی تھی، نہا دھو کر گرین سو میں بیٹھی تھی۔

''حباب! میں تو ان سے کوئی لڑائی نہیں کرتی ہوں، یہی میرے ساتھ لڑائی کرتے ہیں۔''

''ہاں...... تم تو بہت بھولی ہو۔'' شہریار نے طنزیہ کہا۔

''اللہ کرے آپ دونوں کی شادی کسی بھی طرح ہو جائے۔'' حباب نے دعا کی۔

''ایسی بددعائیں نہیں دو پلیز۔'' حسنیٰ گھبرائی۔ شہریار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

''حسنیٰ آنٹی! آپ فکر نہیں کریں۔ شہریار ماموں کے جانے سے پہلے آپ کا بھی بندوبست کروانا پڑے گا شہریار نے زوردار قہقہہ لگایا۔ حسنیٰ جھینپ کے دانت پیسنے لگی۔

''ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے، وہ ملک ملک گھومے۔ آپ گھوم لیں گی؟'' ارومہ نے بھی لالچ دی۔

''انہیں ان کی مام گود سے اُتاریں گی تو یہ بڑی ہوں گی۔'' شہریار نے پھر طنز کیا۔

''فضول بکواس نہیں کیا کریں۔'' وہ چڑ گئی۔

"ارے شہریار! تم یہاں آ کر بیٹھ گئے، پارلر جانا ہے، دیر ہوگئی تو وہ لیٹ چارجز مانگ لیں گے۔" بینا کب لاؤنج میں ویٹ کر رہی تھیں۔

"یہ آپ کی کزن اتنا بولتی ہے، بندہ بھول ہی جاتا ہے کس کام سے آیا ہے۔" اس نے سارا الزام حسنیٰ پر ۔۔

"جھوٹے آدمی!" وہ پیر پٹخ کے اُٹھ گئی۔ حباب سب سے باری باری گلے مل کر رخصت ہوگئی تھی۔ وہ تیار ہو کر لان ہی پہنچی۔ حباب کا دل دھڑک رہا تھا، اس کی دنیا ہی بدلنے جا رہی تھی، دل میں ذرا بھی خوشی نہیں تھی۔ اگر اسے دکھ تھا تو یہی تھا، لوگوں کی باتوں سے بچ کر اس کی شادی کی جا رہی تھی۔ اس کی ماں کا ماضی تو کوئی نہ نہیں ہوگا۔ اسے بھی یہی ڈر تھا، ضمران کے رشتے داروں کو بھی کچھ اُلٹا سیدھا پتہ نہیں چل جائے اور اس کی فکر اور پریشانی یہ تھی، نوشین کی ضمران سے لگاوٹ اس نے بخوبی سن لی تھی۔ بعد میں پتہ نہیں وہ کیسا ری اد کرے گی۔ مگر اُسے ضمران پر بھی غصہ تھا۔ ایک لڑکی کا دل توڑ کے اس نے اچھا نہیں کیا ہے اور اسے ماں سے بہت ڈر لگتا تھا۔ نوشین اسے دیکھ کر تو بددعائیں ہی دیتی رہے گی۔

❖❖---○---❖❖

اسے بیک وقت باہر ممالک سے کانٹریکٹ مل گئے تھے۔ وہ تو حیران تھا، ایک دم ہی اس کی فیکٹری کو فائدہ ہو تھا۔ کام کا لوڈ بھی زیادہ ہوگیا تھا۔ خوشنما پر ذمے داری بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ ساری اپروول تیار کر کے ایک ایک اسٹ تیار کر رہی تھی۔ ہیثم اس کی قابلیت اور ذمے داری کا قائل ہوگیا تھا۔ اچانک اس نے خوشنما پر اپنا رویہ بھی بدل لیا تھا۔

"نواز انٹرنیشنل کے ٹیک تیار ہوئے؟" اس نے فائل چیک کرنے کے بعد خوشنما سے پوچھا۔

"جی سر! میں نے کہہ دیا ہے۔ ہوسکتا ہے آج شام تک تیار ہوجائیں۔"

"ہوسکتا ہے نہیں، یقیناً کروائیں۔ کامران اور بلال ایجنسیز میں جائیں گے، جیسے بھی اپروول لائیں، ان سے اس وہ خود مرچنڈائزر کے سر پر کھڑے ہو کر تیار کروائیں۔ اگر کوئی اپنے کام سے سستی کرے، مجھے بتائیے گا۔" اس نے ساری تفصیل کے بعد کہا۔

"جی سر!" وہ آج ییلو پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ میں سر پر دوپٹہ جمائے سنجیدہ سی اسے بار بار اپنی جانب متوجہ کر رہی، تب ہی وہ جانے لگی۔

"مس خوشنما! آپ کی سیلری میں نے بڑھا دی ہے۔" اس نے کہا۔

"تھینک یو سر!" وہ اسے دیکھے بغیر ہی جلدی سے باہر نکل گئی۔ ہیثم زیادہ اپنا وقت آفس میں گزارنے لگا تھا۔ وہاں کا روز کا وہی ٹاپک ہوتا تھا۔ وہ بے زار ہونے لگا تھا۔ وہ ابھی تک کسی بھی فیصلے پر نہیں پہنچا تھا۔ کل رات ماموں جان کی باتوں نے بھی اسے کافی کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر وہ خوشی کو لے بھی آیا تو ممانی جان سکون سے رہنے نہیں دیں گی۔ وہ ان کی جلن اور حسد سمجھتا تھا، وہ اپنی بیٹی کے لیے خواہش مند تھیں، مگر نانا نے کسی کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔ وہ بہت دیر تک سوچتا رہا تھا۔ آفس کا ٹائم ختم ہوگیا تھا۔ تمام اسٹاف نکل چکا

تھا۔ وہ بھی سوچوں میں مستغرق نکل آیا تھا۔ وہ ییلو پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ میں خود کو چادر میں سموئے چلتی جا رہی تھی۔ ہیثم نے اس کے قریب لے جا کے گاڑی روکی۔ حالانکہ اسے ایسا کرنا بہت عجیب لگ رہا تھا۔ کچھ تو اس لڑکی میں ایسا طلسم تھا جو بندہ خود کو اس کے قریب کھنچتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اشعر بھی اس کی سادگی کی کتنی تعریف کرتا تھا مگر پتہ نہیں کیوں اشعر کا تعریف کرنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ خود بھی نہیں سمجھ سکا تھا، ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

''آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔'' خوشنما تو اُچھل ہی گئی۔

''جی......؟'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

''آیئے آپ کو بسوں کے دھکوں سے بچالوں۔ جلدی کیجئے اور گاڑی میں بیٹھئے۔'' اس نے فرنٹ ڈور کھول دیا، خوشنما کی کوئی بھی بات سنے بغیر۔

''سوری، میں روز روز آپ کی گاڑی میں نہیں بیٹھ سکتی۔ میں ایک شادی شدہ لڑکی ہوں اور میں اپنے شوہر کا اعتماد نہیں کھونا چاہتی۔'' اس نے صاف جواب دیا۔ ہیثم جز بز ہو گیا۔ خوشنما کے چہرے پر بھی سختی اور درشتی تھی۔

''میں صرف آپ کو ڈراپ کر رہا ہوں، میرا ایسا ویسا کوئی مطلب بھی نہیں ہے۔'' اسے برا تو لگا تھا۔

''مجھے بھی پتہ ہے آپ کا ایسا ویسا کوئی مطلب نہیں ہے، مگر میں شریف گھرانے کی لڑکی ہوں اور اپنے شوہر کی وفا شعار بیوی۔'' اس نے جتا کے کہا۔

''وہ آپ سے تعلق تو رکھے ہوئے نہیں ہے۔'' ہیثم تپ گیا۔

''میں اپنی ذاتیات میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتی۔ اور سوری، آئندہ سے ایسی بات بھی نہیں کیجئے گا۔'' وہ انتہائی رُوکھے اور ناگوار سے لہجے میں کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔

'کیسی عجیب لڑکی ہے، جب خود بولتی ہے تو پٹر پٹر بولتی ہے اور دوسرے کو موقع نہیں دیتی اور آج کیسے ٹکا سا جواب دے کے گئی ہے۔' وہ اسٹیئرنگ تھامے اسے فٹ پاتھ پر چلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

'ہیثم! یہ مشرق کی لڑکی ہے۔ یہ اپنی مشرقی اقدار نہیں بھولی ہے اور تم ایک لڑکی کو پہلی رات ہی بے عزت کر کے نکل آئے۔ تم تو بالکل بھی اس کے وفا شعار نہیں ہو۔ وہ آج بھی تمہارے نام پر بیٹھی ہے، اس کا کیا قصور ہے' اندر ضمیر اس سے مخاطب تھا۔

'میں زبردستی کے رشتوں کو نہیں مانتا۔' اس نے خود ہی نفی کی۔

'کسی کی آہ سے بچو، چلے جاؤ اُن کے پاس۔'

'نہیں...... بالکل نہیں۔' اس نے ذہن جھٹک کے گاڑی ڈرائیو کرنا شروع کی۔ نانا جان کا روز روز کہنا اسے بے زار اور چڑچڑا کر رہا تھا۔ اس نے ابھی شادی کے بارے میں سوچا تک نہیں تھا اور نانا جان نے ایسا اس کے ساتھ کیوں کیا؟ اس کی مرضی جانے بغیر کسی اَن دیکھی لڑکی سے اس کا نکاح پڑھوا دیا۔

'آخر میں ہی کیوں؟...... فاران بھی تو تھا۔' اُس کا ذہن منتشر ہو گیا تھا۔ ارتضٰی علی کے سمجھانے کا جو اثر تھا، وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔

❖❖---○---❖❖

بارات آ گئی تھی۔ حباب ریڈ اسٹائلش لہنگے، جیولری اور میک اَپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ نکاح کے بعد وہ بہت روئی تھی۔ حسنٰی اور نازیہ اسے چپ کروائے جا رہی تھیں۔ آج تو بینا بھی رو دی تھیں۔ ارومہ نے حباب کو گلے لگا کے ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔

''چلو اسٹیج پر لے کے چلتی ہیں۔'' حسنٰی نے ارومہ سے کہا۔ آج تو حسنٰی بھی لمبی اسٹائلش سی شرٹ پر ٹراؤزر پہنے بہت دلکش لگ رہی تھی۔ اس کے دراز بال سائیڈ پر کھلے پڑے تھے۔ حباب دونوں کی ہمراہی میں بہکے بہکے قدموں سے اسٹیج پر آ گئی تھی۔ مووی اور تصویروں سے اسے بہت اُلجھن ہو رہی تھی۔

''ارے امی! یہ لڑکی تو ضمران کے پڑوس میں رہتی ہے۔'' نوشین نے حباب کو دیکھا تو جلن اور حسد میں مبتلا ہو گئی۔ ایک دو بار دونوں کی منہ ماری بھی ہو چکی تھی۔

''اس کا مطلب یہ ہوا، دونوں کا چکر چلا ہوگا، جب ہی بھابی نے یوں اچانک سے رشتہ پکا کر کے شادی کی تاریخ رکھ دی۔'' انہوں نے فوراً ہی رضوانہ کی طرف رخ کیا۔ وہ حسین بیگم اور بینا سے باتوں میں لگی ہوئی تھیں۔

''امی! رہنے دیں اس وقت کچھ نہیں کہیں۔'' نوشین کو تو اور زیادہ جلن ہونے لگی۔ حباب دُلہن بن کے لگ بھی تو بہت پیاری رہی تھی۔ نوین، کرن اپنی کزن کے ساتھ الگ بیٹھی ہوئی تھیں۔ مووی اور تصویروں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ شہریار سب کا ہی خیال کر رہا تھا۔

''اوہ...... تو تم ہو...... ضمران کو تو مجھ سے پہلے ہی لے اُڑیں تم۔'' نوشین نے سرگوشی میں اس سے کہا۔ حباب نے ساری شرم و حیا سمیٹ کر نوشین کو دیکھا۔ مہندی والے دن بھی اس نے بکواس برداشت کی تھی، آج تو وہ ڈائریکٹ اٹیک کر رہی تھی۔

''کیا بکواس ہے؟'' وہ تو چیخ پڑی۔ وہ پوری نوشین کی طرف گھومی ہوئی تھی۔ نوشین کو بھی حیرت ہونے لگی بلکہ وہ گھبرا گئی۔

''میں نے اس دن بھی تمہاری بکواس سنی تھی اور آج مجھے کہہ رہی ہو۔ تم ہو کون؟ کیا سمجھتی ہو؟'' وہ تو سب بھول بھال کے نوشین پر چڑھ دوڑی۔ سارے ہی وہاں اسٹیج پر موجود لوگ حیرانی سے دیکھنے لگے۔ نازیہ نے تو سر پیٹ لیا تھا۔ اور حسنٰی تو فوراً ہی شہریار کو بلانے چل دی۔

''وہ...... وہ بات سنیں!'' ایک تو سمجھ نہیں آتی تھی وہ شہریار کو مخاطب کیسے کرے۔ کبھی اتفاق بھی تو نہیں ہوا تھا۔ شہریار نے چونک کر بوکھلائی ہوئی، سجی سنوری حسنٰی کو گہری نگاہوں سے دیکھا، وہ اسٹیج پر ضمران سے باتوں میں لگا ہوا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟''

''وہ دیکھیں!'' اس نے حباب کے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا۔ شہریار نے بھرے مجمع پر غور کیا۔ حباب اسے کھڑی ہوئی نظر آ گئی۔

''حباب اور نوشین کی لڑائی ہو رہی ہے۔'' حسنٰی نے ساری تفصیل اسے سنائی۔ وہ بھی فوراً بھاگتا ہوا گیا۔

''مجھے اس گھر میں نہیں جانا جہاں ایسے لوگ ہوں، بے عزتی کرنے والے۔'' حباب خوب چیخ رہی تھی۔ وہ ایسی بے وقعت نہیں تھی، کوئی بھری محفل میں یوں طنز کر کے اُلٹی سیدھی باتیں کرے، وہ ویسے ہی انتشار کا شکار

تھی، اوپر سے نوشین کی باتیں اسے سلگا گئیں۔ رضوانہ، نوشین کو چپ کروانے لگیں۔ راشدہ کے اور ان کی ساس کے تو پتنگے لگ گئے۔

''آئے رہنے دو۔ ایسی زبان دراز لڑکی تم نے اپنے بیٹے کے لیے چنی ہے۔ دو دن میں تمہیں تو یہ باہر کھڑا کر دے گی۔'' ساس کو تو موقع ملنا چاہیے۔

''میں ایسی نہیں ہوں۔ دیکھیے میں آپ کی عمر کا خیال کر رہی ہوں، آپ اس لڑکی کو سمجھائیں، اُلٹا انہیں سنا رہی ہیں۔'' حباب نے سنا تو تیز لہجے میں بولی۔

''حباب! کیا بدتمیزی ہے؟ چپ کرو۔''

''شہریار ماموں! یہ لوگ خود ٹھیک نہیں ہیں، مجھ میں کیڑے نکال رہی ہیں۔ ان سے بولیں مجھے بھی کوئی شوق نہیں تھا شادی کا۔'' شہریار اسے چپ کروائے جا رہا تھا۔ اچھی بھلی محفل میں بھنگ پڑ گیا تھا۔ نوشین منہ پھلا کے بیٹھ گئی تھی۔ حسین بیگم اور بینا الگ شرمندہ ہو رہی تھیں۔ رضوانہ تو چپ سکتے میں آئی ہوئی تھیں۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں جو ہونے لگی تھیں۔ ضمران صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔ نوشین کی ساری باتیں اسے بھی پتہ چل گئی تھیں۔ آدم مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ رضوانہ نے بالکل ٹھیک لڑکی چنی تھی۔ اس کے ددھیال والوں کی یہی بولتی بند کروا سکتی تھی۔

''واہ...... امی نے تو ہیرا چن لیا۔ دیکھنا کیسے ان سب کو حباب بھابی گھر سے کاٹ کے نکالیں گی۔'' اس نے مزمل کے کان میں آہستگی سے کہا۔ وہ خود حیران اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ شادی کی محفل عجیب ہو گئی تھی، راشدہ بھی پکی تھیں، وہاں سے کھسکی نہیں تھیں۔

❖❖---○---❖❖

''ممانی جان! یہ تو بتائیے، فاران کی کب شادی کر رہی ہیں؟'' ہیثم کو یوں کنوارا پھرتے ہوئے جلن ہو رہی تھی۔

''تم چپ کرو۔ میری جتنی آزادی کے دن ہیں وہ تو رہنے دو۔'' فاران نے اُچھل کے جواب دیا اور وہ ویسے بھی شادی کے بارے میں کسی سے تذکرہ بھی نہیں کرتا تھا۔

''ارے دیکھنا، میں اپنے بیٹے کی دُلہن اپنے جیسے لوگوں میں سے لاؤں گی۔ کم از کم کسی محفل میں بیٹھے تو الگ تو نہیں لگے۔'' وہ مرتضیٰ علی کو سنانے لگیں، جو ادھر سے ہی گزر رہے تھے۔ ہیثم پہلو بدل کے رہ گیا۔ اسے لگا ممانی جان یہ طنز اس پر کر رہی ہیں۔

''خوب صورت سی، پیاری سی اور اچھے گھرانے کی۔''

''امی! آپ تو خوبصورتی کے ہی پیچھے پڑی رہتی ہیں۔'' انہیں اپنی ماں کی یہی باتیں بری لگتی تھیں جو خوبصورتی اور دولت کو ہی ترجیح دیتی تھیں۔

''جو سچ ہے وہ کہہ رہی ہوں۔ میرا فاران بھی تو کم نہیں ہے۔''

''ویسے تائی امی! آپ کو اپنے بیٹے چاند جیسے ہی لگتے ہیں۔ اگر چاند جیسی بہو ڈھونڈنے نکلتی ہیں تو وہ چاند جیسی بہو آپ کے بیٹے کو بھی تو چاند جیسا ہی مانگتی ہیں۔'' چھوٹے ماموں کی مناہل کب چپ رہنے والوں میں سے

تھی، اس نے بھی انہیں سنا دیا۔
''اے تم تو چپ ہی رہو، اتنی بڑی نہیں ہوئی ہو۔'' وہ جیسے لاجواب ہی ہوگئیں۔ فاران، ہیثم کے مقابلے میں کم رنگ و روپ میں تھا، ہیثم کی خوبصورتی اسے ورثے میں ملی تھی، اس کے ددھیال میں سارے ہی سرخ و سپید تھے۔
''امی! آپ بھی تو کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ مناہل نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔'' فاران نے بھی تائید کی۔
''ممانی جان! آپ لڑکی تو دیکھنا شروع کریں۔ ہمارا فاران کوئی کم نہیں ہے۔'' ہیثم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''ہیثم بھائی! آپ کی سالی بھی کم خوبصورت نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟''
''ارے چپ کرو، کیا بول رہی ہو؟'' نزہت تو چیخ ہی پڑیں۔ مناہل جز بز ہوگئی۔
''مجھے ایسے خالی خولی لوگوں کی لڑکی نہیں لانی، جو خاندان میں بٹھاتے ہوئے بھی شرمندگی ہو۔''
''امی! آپ مسلسل ہیثم بھائی پر طنز کر رہی ہیں۔'' جوہم نے ہیثم کی صورت دیکھ لی تھی۔
''میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں؟ ہیثم کون سا اس شادی سے خوش ہے۔ میں تو کہتی ہوں ہیثم! کچھ دے دلا کے چھٹکارا حاصل کرو۔ تمہارے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ بابا جان نے گھر کی لڑکیوں کو دیکھا ہی نہیں۔'' ان کے دل پر تو یہی گھونسے پڑتے تھے، ان کی جوہم سے کیوں نہیں ہوگئی۔
''امی! آہستہ بولیں۔ دادا جان باہر لاؤنج میں ہی ہیں، سن لیں گے۔'' جوہم نے چپ کروایا۔
''امی! آپ بھی سن لیں، مجھے ابھی شادی کرنی ہی نہیں ہے۔'' فاران نے معاملہ جب دیکھا سیریس ہو رہا ہے تو ہاتھ اٹھا کے قطعی لہجے میں کہا۔ وہ ویسے بھی کسی لڑکی کو پسند کرتا تھا اور اس کے علاوہ وہ کسی دوسری کا تصور کر ہی نہیں سکتا تھا۔
''میں ممانی جان کی بات پر غور کر رہا ہوں، کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔'' ہیثم گہری سوچ سے باہر آیا۔
''ہیثم! بے وقوفوں والی حرکت کبھی کرنا بھی نہیں۔ یاد رکھنا، قسمت ہر وقت ساتھ نہیں دیتی۔ خوشی ایک اچھی لڑکی ہے، تم اس کے ساتھ لائف تو گزارو پھر ہی کچھ سوچنا۔'' فاران کو اس کی بات پسند نہیں آئی۔
''تم چپ کرو، وہ جو کرے گا، ٹھیک کرے گا۔''
''امی! آپ کیوں اسے مس گائیڈ کر رہی ہیں؟'' فاران کو اپنی ماں کی جیلسی کی عادت بہت ناگوار گزرتی تھی۔
''زبردستی اس کے سر لڑکی منڈ دی، یہ کچھ نہ بولے۔''
''ممانی جان! آپ پریشان نہ ہوں، کوئی نہ کوئی مجھے فیصلہ کرنا ہی ہے۔'' اس نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کروا دیا۔ باہر مرتضیٰ علی ساری گفتگو ان کی سن رہے تھے، انہیں نزہت کی ساری باتیں بری لگ رہی تھیں۔ اب سوچنا انہیں تھا کہ کیا کرنا ہے۔
''تم نے اگر کچھ بھی اُلٹا سیدھا سوچا تو میں بھول جاؤں گا، تم میرے کچھ لگتے ہو۔'' ہیثم باہر آیا تو انہوں نے اسے وارن کر دیا۔ وہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا، کیونکہ وہ ادھر ہی کھڑے تھے۔ وہ اندر ہال کمرے میں آ گئے۔

''نزہت! مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی، تم بھی بیٹی کی ماں ہو، کسی کی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کرو گی۔'' وہ انہیں شرمندہ کرنے لگے۔ مگر انہیں تو جیسے شرمندہ ہونا آتا ہی نہیں تھا۔ جو ہم، مناہل اور عفان وہاں سے کھسک لیے۔ کیونکہ وہ دادا جان کا غصے سے بھرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ فاران نے سر جھکا کے وہاں سے نکل جانے میں ہی عافیت جانی۔

❖❖---O---❖❖

رخصتی ایک بجے کے قریب ہوئی تھی، حباب کا تھکن سے برا حال تھا، گاڑی میں بھی زبردستی نوین اور کرن ٹھس کے آ گئی تھیں اور اسے سانس لینا محال ہو رہا تھا۔ نوشین تو جلتی کلستی بڑبڑاتی ہوئی سب دیکھ رہی تھی۔
''چلو بھئی لڑکو! تم لوگ اپنے اپنے کمروں میں جاؤ۔'' دادی جان نے ان تینوں کو بغور دیکھا، جو اپنی بھابی کو دیکھنے کے منتظر تھے، وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ ہی بے زار بیٹھی تھی، ضمران چینج کر کے آ گیا تھا، فان کلر کے قمیض شلوار میں نکھرا نکھرا وہ جو بہت ہینڈسم اور اسمارٹ لگ رہا تھا، نوشین نے ٹھنڈی سانس بھری۔
''نوشین! چل دُلہن کو اندر لے کے چل۔'' حباب کو ان کی دادی جان کی آوازیں اور باتیں سخت گراں گزر رہی تھیں اور وہ ان کی شان میں کوئی گستاخی کر کے غلطی نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔
''نانی جان! میں کیوں لے کے جاؤں؟'' وہ تپی ہوئی تو پہلے ہی تھی۔
''ظاہر ہے بڑی نند لگتی ہو، رشتے میں اتنا تو فرض ہے تمہارا۔'' آدم اسے زِچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔
''جی شکریہ میں خود بھی جا سکتی ہوں۔'' حباب کو نوشین کے ساتھ جانا تو کسی طرح گوارا نہیں تھا، آدم اور مزمل نے حیرانی سے سنا، طٰہٰ اندر جا رہا تھا، وہ بھی حباب کی آواز پر پلٹ کر آ گیا۔
''اے لو، رضوانہ! بڑی بے شرم لڑکی ڈھونڈی ہے۔'' دادی جان کو تو موقع ملنا تھا طنز کرنے کا۔
''دیکھیے! اس میں بے شرمی کی کیا بات ہے؟'' حباب نے انہیں دیکھا، ضمران تو اس کی خوبصورتی اور معصومیت میں کھویا ہوا تھا۔
''لڑکی! تمہاری زبان بھی بہت ہے، پتہ بھی ہے کس سے بات کر رہی ہو۔ ضمران کی دادی ہوں اور تمہاری ساس کی ساس ہوں۔'' ان کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔
''میں نے ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہا ہے۔''
''آؤ حباب بیٹا! میں تمہیں اندر لے جاؤں۔'' رضوانہ نے اسے اٹھایا۔ حباب اپنا بھاری لہنگا سنبھالتی ہوئی ان کی ہمراہی میں چلتی ہوئی باہر آ گئی۔ کرن اور نوین بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں، راشدہ کی حسد بھری نگاہوں نے حباب کا روپ دیکھا۔ وہ نوشین سے چھوٹی بھی تھی اور خوبصورتی میں بھی یکتا تھی۔ وہ ہاتھ ملتی رہ گئی تھیں، ان کی بیٹی اس گھر میں بہو بن کے جو نہیں آئی تھی، پورا کمرہ اصلی پھولوں سے سجایا ہوا تھا، مزمل اور طٰہٰ نے دل سے سجایا تھا۔ اپنی بھابی کا کمرے میں بھی استقبال پھولوں کی پتیاں ڈال کے کیا۔ حباب کو گھبراہٹ تو ہو رہی تھی، اپنا غصہ اور دل کا غبار اس نے ضمران کے ددھیال والوں پر اتار دیا تھا۔

''آرام سے ٹیک لگا کے بیٹھ جاؤ۔'' رضوانہ نے اسے تکیوں کے سہارے بٹھا دیا تھا۔ کرن اور نوین بھی وہیں کھڑی تھیں۔

''حباب بھابی! ہم ضمران بھائی کی پھپھو کی بیٹیاں ہیں۔''

''جی مجھے پتہ ہے، پلیز مجھے آرام کرنا ہے۔'' حباب نے انتہائی رُوکھائی اور ناگواری سے کہا۔ رضوانہ کو حباب کا رویہ اور لہجہ اچھا نہیں لگ رہا تھا، مگر وہ اس وقت حباب کو کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ وہ بہت بے زار ہو رہی تھی، کیونکہ ضمران کے ددھیال والوں کی طنزیہ باتیں اس کی دادی جان وہ تو ہر بات منہ پر کہنے والی تھیں، اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا۔ ضمران کی امی کو برے حالوں میں ہی رکھا تھا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا تھا، ہر چیز ترتیب اور قرینے سے رکھی تھی، بیڈ کو بھی بڑے خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا، ایئر فریشنر کی خوشبو اور اے سی کی کولنگ سے خنکی سی محسوس ہو رہی تھی۔ اسی وقت وہ دروازہ کھول کے اندر آ گیا تھا، ایزی سے قمیض شلوار میں وہ بہت ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا۔ حباب نے جھٹ اپنا سر جھکا لیا، دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا۔ وہ اپنی شادی سے ذرا بھی خوش نہیں تھی، پھر اسے اس بات کا اور دکھ ہوا تھا، نوشین، ضمران کی منگیتر تھی پھر اس نے نوشین سے شادی کیوں نہیں کی۔

''آں...... ہم!'' وہ لبوں پر مسکراہٹ لیے اسے معنی خیز اور دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ آج تو وہ اسے چاروں خانے چت کر رہی تھی۔ کل وہ سر راہ گھڑی دو گھڑی ملتی تھی اور آج سے وہ ہر گھڑی اس کے ساتھ ہو گی۔

''کیسی ہیں؟'' اس نے حباب کے حنائی ہاتھوں پر اپنا مضبوط بھاری ہاتھ بڑے پریم سے رکھا۔ حباب کو ایسا لگا جسم میں کرنٹ دوڑ گیا ہو، وہ سمٹ کے اور دور ہو گئی۔

''مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔'' اس نے ساری ہمتیں مجتمع کر کے اس سے آج ہی بات کرنے کا سوچا، شرم و حیا اس کی نگاہوں میں تھی۔

''پوچھیے۔'' ضمران نے حیرانگی سے اس کے سنجیدہ چہرے کو مسکراتی نگاہوں سے چوما۔

''آپ کی کزن نوشین سے آپ کی منگنی ہوئی تھی؟''

''کس نے کہا؟'' ضمران ایک دم ہی چونک گیا۔

''آپ کی منگیتر نوشین نے۔'' اس نے طنز کیا۔

''میں آپ کو وضاحت دے دوں، نوشین سے میری کوئی منگنی نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی وہ میری منگیتر ہے۔ راشدہ پھپھو کی خواہش ضرور تھی، مگر میری مرضی نہیں تھی۔''

''جھوٹ......!'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''ارے میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟''

''آپ کی امی نے کوئی بات وغیرہ کی ہو گی، جب ہی وہ اتنی بڑی بات کہہ رہی ہے۔'' حباب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''دیکھیں حباب! میری پھپھو اور کزن کو فضول کی باتیں کرنے کی عادت ہے، میں صبح امی سے خود آپ کو کلیئر کروا دوں گا۔'' ضمران کو اس کے دل میں آئی بات کا اندازہ نہیں تھا وہ اس گہرائی تک سوچ سکتی ہے۔

''وہ لڑکی آپ سے بہت محبت کرتی ہے، آپ کو اسی سے شادی کرنی چاہئے تھی۔ میری زندگی کیوں خراب کی؟'' وہ اُلٹا شروع ہوگئی۔ ضمران ٹھنڈے مزاج کا انسان تھا، وہ حباب سے مزید بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتا تھا وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گیا۔ حباب نے چتون سکیڑ کے ضمران کے چہرے کو دیکھا، وہ چپ ہوگیا تھا۔

''آپ بھی چینج کر کے آجائیے تاکہ میں باقی کے مرحلے طے کرلوں۔''

''کیا مطلب ہے؟'' اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

''پہلے چینج کر کے آئیے، پھر سمجھاؤں گا۔'' اس نے حباب کے ہاتھ کو چوما۔

❖❖---○---❖❖
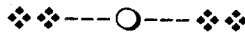
حباب کے ولیمے کے دوسرے دن وہ سامان پیک کر رہی تھی، نسرین آئی ہوئی تھیں، بینا بھی وہیں رہ رہی تھیں، انہیں یہی مناسب لگا۔

''امی! آپ پھپھو سے بات کیوں نہیں کر لیتی ہیں؟'' بینا نے حسین بیگم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، نسرین نے اچنبھے اور حیرانی سے ان دونوں کو ہی دیکھا۔

''امی! میں نے ڈرائیور کو بلا لیا ہے۔'' حسنیٰ اپنا بیگ لے کے لاؤنج میں آگئی، حسین بیگم نے سرخ و سپید حسنیٰ کو گہری پُرسوچ نگاہوں سے دیکھا، حسنیٰ اور شہریار میں بنتی تو ہے نہیں، ساری زندگی یہ دونوں نبھائیں گے کیسے؟''

''نسرین! میں حسنیٰ کی شہریار کے لیے ایک دفعہ اور بات کرنا چاہ رہی تھی۔'' انہوں نے چھوٹتے ہی کہہ دیا حسنیٰ کے تو پسینے چھوٹ گئے، مگر ساتھ ہی غصہ بھی آنے لگا۔ وہ گرم گرم گھونٹ بھر کے کھڑی ہوگئی۔

''بھابی! آپ نے دیر کیوں کی؟'' نسرین کے تو دل کی مراد بر آئی۔

''امی! بالکل نہیں۔ میں شہریار سے شادی بالکل نہیں کروں گی۔'' حسنیٰ تو بھنا گئی۔

''چپ کرو۔ بڑوں کی باتوں میں نہیں بولو۔'' نسرین نے اسے ڈانٹ کے بٹھا دیا۔

''بھابی! مجھے بالکل منظور ہے۔ مگر آپ نے شہریار سے تو پوچھ لیا؟''

''بینا باجی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ جانتی ہیں شہریار کی اور میری بالکل نہیں بنتی ہے۔ پھر بھی آپ ایسا کہہ رہی ہیں۔'' حسنیٰ کو بینا کی دماغی حالت پر جیسے شک ہو رہا تھا۔

''سب پہلے کی باتیں ہوتی ہیں، شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔'' بینا نے اسے سمجھایا۔ نسرین نے اس دفعہ بالکل بھی بے وقوفی سے کام نہیں لیا تھا، شہریار کا دو دفعہ رشتہ آچکا تھا، جو حسنیٰ نے ہی واویلا مچا کے منع کر دیا تھا۔ پھر شہریار میں اسے دولت ہی نظر آ رہی تھی، جو جب سے کینیڈا گیا تھا، انہیں لالچ کی پٹی بندھ گئی تھی۔ اور حسین بیگم بھی کم لالچی نہیں تھی۔ حسنیٰ کے نام کافی کچھ تھا، جو رفعت نے کیا تھا۔ اتنا تو پتہ تھا جہیز میں فلیٹ یا پلاٹ تو ضرور ملے گا۔

''چلو تو پھر منہ میٹھا تو کروا ہی دیتے ہیں۔'' بینا کو زیادہ جلدی تھی شہریار کو باندھنے کی۔ وہ کھلا پھرتا تھا، اس لیے ان کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔

''امی! مجھے نہیں کرنی شادی۔'' وہ تو گھبرا کے منہ بسورنے لگی۔ اتنے میں نازیہ، اکرام اور شہریار بھی آ

تھے۔

''میں تو کہہ رہی ہوں ان کا نکاح کر دیں، بعد میں شہریار نے اسے کینیڈا تو بلانا ہی ہے۔''

''آپی! آپ کو بڑی جلدی ہے۔'' شہریار کی نگاہ حسنیٰ پر ٹک گئی، جو گھبرائی بوکھلائی ہوئی ہوگئی تھی۔

''نسرین! رفعت سے تو پوچھنا پڑے گا۔'' حسین بیگم کے بھی جیسے یہ بات سمجھ آ گئی تھی۔

''اے بھابی! یہ آپ نے کیسی بات کی۔ حسنیٰ میری بیٹی ہے اور مجھے اس کی فکر ہے۔ میری مرضی، اس کی کہیں بھی شادی کروں۔'' وہ جھٹ بولیں۔

''پھر بھی پھپھو! بتانا تو پڑے گا۔'' نازیہ نے بھی کہا۔

''رفعت تو ساری زندگی اس کی شادی نہیں ہونے دے گی۔ اگر اس سے پوچھا یا بتایا فوراً منع کر دے گی۔'' انھوں نے ہا۔

''امی! پھر بھی مما کی مرضی ضروری ہے۔''

''چپ کرو!'' انہوں نے روتی کلستی حسنیٰ کو ڈانٹ دیا۔ نازیہ نے حسنیٰ کے سر پر اندر سے دوپٹہ لا کر اوڑھا دیا، مٹھائی تو پہلے ہی تھی۔ ارومہ دوڑ کے لے آئی۔

''امی! حباب کو تو بلا لیں۔''

''یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ اسے بلایا جائے، رات ہی ہم ویسے سے آئے ہیں۔'' بینا نے منع کر دیا۔ حسنیٰ کا منہ زبردستی میٹھا کروایا گیا۔ شہریار فتح مند سیٹی بجاتا ہوا اسے زہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا۔ حسنیٰ کھسیائی ہوئی ہوگئی، اسے ان سب نے گھیر جو لیا تھا۔

''نسرین! نکاح ایک دو دن میں تاریخ سیٹ کر کے رکھ لو۔ حباب کی چوتھی بھی اسی دن کر دیں گے۔'' وہ ہر جگہ پیسہ بچانے کے چکر میں جو پڑی رہتی تھیں۔

''نانی جان! بڑی چالاک ہیں آپ! آپ شہریار ماموں کا نکاح اسی دن کریں گی، تاکہ ان کا خرچہ بچ جائے۔'' ارومہ تو تھی ہی منہ پھٹ، وہ بولنے سے باز نہیں آئی۔

''چپ کر، ہر جگہ بے موقع بولتی ہے۔'' وہ جز بزسی ہو کر اسے ڈانٹ کر رہ گئی تھیں۔

''ارمہ بات تو ٹھیک کر رہی ہے۔'' شہریار نے ارو انے پر ہاتھ رکھا۔

''شہریار ماموں! آپ کی شادی پر کوئی کنجوسی نہیں چپے ں۔'' ارومہ نے با آواز بلند کہا۔ نسرین ہنسنے لگیں جبکہ حسین بیگم خفیف سی ہوگئی تھیں۔ حسنیٰ آنکھوں میں نمی لیے اندر چلی گئی تھی، اس وقت سب کا ہنسنا اسے سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ شہریار نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا، اس کی رگ رگ اسے تنگ کرنے کو پھڑک رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖

ہیثم کمپیوٹر روم سے نکل کر باہر ہال کمرے میں آ گیا، جہاں چھوٹی مامی، ماہ رخ اور وشہ کو کسی بات پر ڈانٹ رہی تھیں۔

''بھئی خیریت تو ہے؟ کیوں ڈانٹ رہی ہیں؟'' اس نے منہ بسورتی ماہ رخ اور وشہ کو دیکھا۔

''کب سے لان میں کھیل رہی تھیں، کہہ رہی ہوں اسکول کا ہوم ورک کرلو، مگر سنتے ہی نہیں ہیں بچے۔'' شاہدہ نے دونوں کی اچھی خاصی خبر لی تھی۔

''کیوں بھئی تم دونوں نے کام نہیں کیا؟''

''ہیثم بھائی! ہر وقت بس پڑھتے رہو، امی تو یہ چاہتی ہیں۔ کچھ دیر اگر کھیل لیے تو کیا ہوگیا۔'' ماہ رخ، ہیثم کی حمایت پر پھیلنے لگی۔

''اچھا زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً اپنا بیگ کھول کے بیٹھو۔ میں چیک کرنے آرہا ہوں۔'' ماہ رخ اور روشہ دونوں ہی پیر پٹختی ہوئی چلی گئیں۔

''ہاں تو صاحبزادے! آج آپ گھر پر کیسے نظر آرہے ہو؟'' انہیں اسے دیکھ کر حیرانی ہوئی۔ وہ عموماً شام میں گھر ہوتا نہیں تھا۔

''ایسے ہی کمپیوٹر پر کام تھا، سوچا گھر پر کروں گا اور آرام بھی کرلوں گا۔'' گرے پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔

''ہوں......!'' شاہدہ نے اس کی بات پر کہا۔

''چھوٹی مامی! آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' ہیثم کو آج اس لڑکی کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہوا جو اس کی جیون ساتھی بن کر اس گھر میں آئی تھی۔

''ہاں پوچھو!'' وہ چیئر پر بیٹھ گئیں جبکہ ہیثم ان کے سامنے پڑے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''نانا جان نے میری ہی شادی کیوں کروائی؟ فاران کی بھی تو کروا سکتے تھے۔'' اس نے رک رک کے پوچھا۔

''دیکھو ہیثم! تم بابا جان کے لیے بالکل اولاد کی طرح ہو، انہوں نے تمہیں پالا ہے۔ اور وہ تم پر سارے اختیارات رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے تمہارا انتخاب کر کے شادی کروائی، جبکہ فاران پر وہ اپنی مرضی نہیں چلا سکتے تھے، کیونکہ اس کے ماں باپ موجود ہیں، اگر بالفرض ارتضیٰ بھائی راضی ہو جاتے، بھابی کبھی نہیں مانتیں۔ اسی وجہ سے تمہارا انتخاب کیا۔'' انہوں نے بڑے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھایا اور وہ ویسے بھی اپنی جیٹھانی کے مقابلے میں خاصی سلجھی ہوئی اور سمجھ بوجھ کے رکھنے والی تھیں۔ ہیثم نے ان کی بات کو غور سے سنا تھا کیونکہ کہہ تو وہ بالکل ہی ٹھیک رہی تھیں۔

''ہیثم! تم بلاوجہ کی ضد کر کے بیٹھے ہو، وہ لڑکی بہت اچھی ہے، تم ایک بار مل کے تو دیکھو۔'' وہ اسے سمجھانے لگیں۔

''مامی! میرا دل نہیں مانتا۔''

''تم دل کے پابند رہے تو کچھ بھی نہیں کرسکو گے۔ کیونکہ کچھ باتیں اور فیصلے دماغ سے بھی کیے جاتے ہیں۔ جتنی تم اُلٹی سیدھی باتوں پر توجہ دو گے، تمہارا ذہن اتنا ہی اُلجھے گا اور تم میں ضد بڑھے گی، خود کو مضبوط بناؤ کیونکہ کچھ فیصلے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ہمارے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے بابا جان نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی تمہارا انتخاب کیا ہے۔ خوشی ایک پڑھی لکھی خوب صورت لڑکی ہے۔ تمہارے ساتھ بہت سوٹ کرے گی۔'' شاہدہ

اسے نرم اور دھیمے لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔
''اپنے دل کو آزاد کرو اور دماغ سے اچھا سوچنا شروع کرو۔ پھر دیکھنا تم کسی نتیجے پر پہنچ ہی جاؤ گے۔''
''مجھے ایسا لگتا ہے میں فالتو اور بے کار چیز تھا جو نانا جان نے میرے ساتھ ایسا کیا۔'' اسے اس بات کا بہت دکھ تھا۔
''تم منفی ہی کیوں سوچ رہے ہو؟ ہوسکتا ہے وہ لڑکی تمہاری زندگی میں کامیابی اور جیت لے کے آئی ہو۔ کیونکہ کہتے ہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔'' انہوں نے سنجیدہ سے ہیثم کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''تم ویسے بھی اس بات سے تو انکاری نہیں ہو گے، جب سے تمہاری اس لڑکی سے شادی ہوئی ہے، تمہاری فیکٹری کو فائدہ ہو رہا ہے۔ اور یہ سب عورت کے نصیب سے ہوتا ہے۔'' ہیثم نے چونک کر ان کی بات پر غور کیا۔ کیونکہ کہہ تو وہ بالکل ٹھیک ہی رہی تھیں۔ شادی کے بعد سے اس کی فیکٹری کو فائدہ ہی ہو رہا تھا۔ اور جب سے وہ لڑکی خوشنما اس کے آفس میں آئی تھی، اسے آرڈر پر آرڈر مل رہے تھے، اس کی زندگی میں دو لڑکیوں کی وجہ سے یہ ہو رہا تھا، ایک خوشی دوسری خوشنما۔ اتفاق سے دونوں ہی 'خ' سے تھیں۔
''مامی! آپ سے ایک بات اور کہوں؟'' وہ مسکرانے لگا۔ شاہدہ نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔
''آپ کو ٹیچر ہونا چاہئے یا رائٹر۔ اتنا اچھا بولتی ہیں اور سمجھاتی ہیں۔''
''اچھا......!'' وہ ہنسنے لگیں۔
''بیٹا! میرا سمجھانا تمہاری سمجھ میں آجائے تو مجھے زیادہ خوشی اس وقت ہو گی۔''
''مامی! یہ خوشی نام کیسا ہے؟'' اس نے ہنس کے پھر سوال اٹھایا۔
''تم مل کے دیکھو، وہ خوشی ہی دے گی۔'' وہ معنی خیزی سے بولیں۔ ہیثم نے جھینپ کے سر کھجایا۔

❖❖---○---❖❖

ولیمہ گزرتے ہی اس نے کچن کا رخ کر لیا تھا۔
''ارے، ارے...... ابھی تو ناز اُٹھوانے کے دن ہیں تم۔'' رضوانہ نے اسے باہر نکالا۔ کاسنی جارجٹ کے سوٹ میں سر پر دوپٹہ جمائے ضمران کو وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔
''یہ سب آپ پرانی باتیں کرتی ہیں۔'' وہ مسکرائی۔
''بھائی جان! اتنے چھپ چھپ کے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ بھابی سے کیا آپ کو بھی ڈر لگ رہا ہے؟'' مزمل نے اسے چھیڑا۔
''ڈر تو نوشین گئی، کیسے راشدہ پھپھو اپنی بیٹیوں کو لے کے چلی گئیں اور دادی جان...... وہ تو ویسے ہی چلی گئیں۔'' آدم کو زیادہ خوشی ہو رہی تھی۔ اس کے ددھیال والوں کو زچ کرنے والا کوئی تو آیا۔
''بھابی! آپ نے بالکل ٹھیک کیا، نوشین کے ساتھ۔''
''آدم! فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' رضوانہ نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

''امی تو ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہیں۔'' وہ ناراض ہونے لگا۔
''تم بولتے بھی تو غلط جگہ پر ہو۔''ضمران نے بھی ٹوکا۔
''غلط جگہ مطلب گھر میں ہی تو بول رہے ہیں۔اور بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آدم بھائی۔''
''ارے یہ کیا...... آپ آدم بھائی بول رہی ہیں، بھئی! میرا نام لیں میں رشتے میں آپ سے چھوٹا ہوں۔''
آدم کو حباب کا بھائی لگانا اچھا نہیں لگا۔
''میرا کیا ہے، میں نام لے لوں گی۔'' حباب مسکرائی۔ڈائننگ ٹیبل پر وہ لوگ بیٹھے تھے۔رضوانہ ناشتہ لگا رہی تھیں۔طٰہٰ اور مزمل صبح میں ان کے ساتھ لگ جاتے تھے۔
''حباب بیٹا! آپ ناشتہ تو شروع کریں۔''
''آپ بھی آ جائیں۔'' وہ ضمران کے ساتھ والی چیئر پر ہی بیٹھی تھی۔
''ہماری امی کھانا بہت اچھا بناتی ہیں۔''ضمران نے بات کرنے کے لیے موضوع نکالا۔
''اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی سے ہی کھانا بنواتی رہیں۔'' آدم نے بھی مضحکہ خیز انداز میں مسکرا کے کہا۔
''مگر مجھے کھانا اچھا بنانا نہیں آتا۔''اس نے سب کے کپوں میں چائے نکالی۔
''یہ تو آپ کی انکساری ہوئی۔''طٰہٰ نے بھی مداخلت کی۔
''واقعی مجھے سچ میں اچھا کھانا بنانا نہیں آتا۔'' وہ سنجیدہ ہو گئی۔
''اچھا تو پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ امی سکھا دیں گی۔''ضمران کو اس کی معصومیت پر پیار آنے لگا۔وہ جھینپ گئی۔رضوانہ نے سب کو چپ کر کے ناشتہ کرنے کو کہا تھا۔ضمران پھر آفس کے لیے تیار ہونے چلا گیا۔وہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی۔ضمران ہینگر سے شرٹ نکال رہا تھا، پینٹ استری کرنی تھی۔
''یار مزمل! اس پر پریس کر دو۔''
''بھائی جان! میں برتن دھو رہا ہوں۔'' اس نے کچن سے ہی کہا۔
''آپ کی بیگم آ گئی ہیں، ان سے کروائیں۔''طٰہٰ نے بھی ہری جھنڈی دکھا دی۔
''تم سب ہی طوطا چشم ہو گئے ہو۔دو دن میں مجھ سے آنکھیں پھیر لیں۔'' وہ پینٹ لے کے پھر کمرے میں آ گیا۔
''مجھے جینس کپڑوں پر استری کرنی نہیں آتی، ورنہ کر دیتی۔''اس نے شرمندگی سے کہا۔
''کوئی بات نہیں، میں خود کر لوں گا۔'' وہ اتنی جلدی میں تھا کہ الماری سے دس چیزیں گرا دیں۔حباب اٹھانے آگے بڑھی ہی تھی کہ دونوں کی زوردار ٹکر ہو گئی۔
''اوہ...... سوری یار! زور سے لگی؟''اس نے حباب کو تھام لیا۔
''نہیں، ٹھیک ہے۔'' وہ سر سہلانے لگی۔
''ہماری قسمت میں شروع سے ہی ٹکرانا لکھا تھا۔'' وہ ہنسنے لگا۔پورا کمرہ اصلی موتیے اور گلابوں سے مہک رہا تھا۔شہریار نے اس کا فرنیچر بہت خوبصورت دیا تھا، کمرہ بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔
''مگر یہ ٹکرانا غلط ہو گیا۔میری زندگی اتنی بھی بے وقعت نہیں تھی۔'' وہ افسردہ لہجے میں طنز کرنے لگی۔

''آپ کی زندگی میرے لیے تحفہ ہے، جس کی طرف دیکھنا شروع کیا تھا، وہ کتنی جلدی میری بنا دی گئی۔'' وہ
کے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دے کر بولا۔ حباب نے جواباً اسے غصے سے گھورا تھا۔
''آپ کو صرف نوشین کو دیکھنا چاہئے تھا، مجھے نہیں۔''
''اب آپ مجھے غصہ دلانے والی بات کر رہی ہیں۔'' وہ تیار ہو رہا تھا۔
''کیوں یہ سچ نہیں ہے؟''
''آپ اپنی طرف سے اخذ کر رہی ہیں، ورنہ یہ سچ نہیں ہے۔'' وہ واش روم میں گھس گیا۔
'اونہہ...... دوغلا انسان۔ پہلے کزن سے کرتا تھا اور اب مجھ سے جھوٹی باتیں کر رہا ہے۔' وہ نخوت سے سوچنے

''آپ جو کچھ بھی سوچ رہی ہیں وہ غلط ہے۔ امی سے آپ کلیئر کر سکتی ہیں۔'' اسے حباب کی سوچ پر افسوس

''مجھے ضرورت نہیں ہے۔'' وہ دھڑ سے بیڈ پر بیٹھی۔ ضمران تیار ہو کر جانے لگا۔

❖❖---O---❖❖

''رفعت کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' دوسرے دن نسرین اسے سمجھا رہی تھیں۔ ''گھر کے کاموں پر توجہ

''کتنی توجہ دوں؟ سل بٹے تک پر سے چٹنیاں پسوا لیتی ہیں۔'' وہ غصے سے بولی۔
''ٹھیک تو کرتی ہوں، وہ تیری مام تجھے کہیں کا نہیں رکھے گی۔'' حسنیٰ سے پورے کچن کی صفائی کروا رہی تھیں
وہ جلتی کڑھتی کر رہی تھی۔ رفعت اسے کئی آوازیں بھی دے چکی تھیں۔
''شہریار کے جانے سے پہلے نکاح بھی ہو جائے گا۔'' وہ پروگرام ترتیب دے چکی تھیں۔ وہ سارے کام بالا
بالا کر رہی تھیں، تاکہ رفعت کو کانوں کان خبر نہیں ہو۔
'کاش...... سعدیہ وغیرہ کے ساتھ پشاور ہی چلی جاتی، مجھے یہ سب تو نہیں کرنا پڑتا۔' وہ سوچنے لگی۔ سعدیہ اور
زہ بھی نسرین کی وجہ سے زیادہ نہیں رُکی تھیں۔ کیونکہ سعدیہ پر وہ بہت نگاہ رکھنے لگی تھیں۔ پھر خود ہی وہ ایک دن
بھی گئی۔
''شہریار موئے! تمہیں تو اللہ پوچھے۔ کیسے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔'' وہ برتن دھونے لگی تھی اور
ریار کو برا بھلا ہی کہہ رہی تھی۔
''ایک دفعہ پھر کہے دے رہی ہوں، رفعت کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو ساری زندگی بھی اپنی خاطر
ہاری شادی نہیں ہونے دے گی۔'' انہوں نے پھر اندر آ کر تنبیہہ کی۔ امی بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں، رفعت اس کی
ادی کا نام بھی نہیں لیتی تھیں۔ حسنیٰ نے آج پہلی دفعہ رفعت کے متعلق کچھ منفی سوچا تھا۔
''اپنے کپڑوں کا ناپ دے دینا۔ بھابی نے کہلوایا ہے۔''
''آپ کو تو پتہ نہیں لالچ ہو گیا ہے۔ ایک وہ شہریار ہی میرے لیے رہ گیا ہے۔'' وہ برتن پٹخ کے تڑخ کے

بولی تھی۔

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں رفعت نہیں ہوں، جو برداشت کرلوں گی۔ دماغ درست کر دوں گی۔ مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟'' نسرین اُس کے اس طرح مشتعل ہونے پر سیخ پا ہی ہوگئی تھیں۔

''بھابی! آپ کب سے اس سے کام کروائے جارہی ہیں؟'' رفعت اسی وقت وہاں چلی آئی تھیں۔

''یہی کام سسرال میں کام آتا ہے۔تم نے تو اسے بالکل نکما، کام چور اور موٹا کر دیا ہے۔'' اب انہوں نے رفعت کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ حسنیٰ کو اور دکھ ہوا اپنے موٹاپے کا، جو کم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

''میں اپنی بچی سے محبت کرتی ہوں، میں اسے یوں کام کروا کے ماسی نہیں بنا سکتی اور موٹی ہو رہی ہے تو کسی کا کیا ہے، اپنا کھاتی ہے۔'' ان کے بھی پتنگے لگ گئے۔

''دیکھو رفعت! مجھ سے فضول تو بولو نہیں۔تم اس کے ساتھ دشمنی کر رہی ہو۔ ارے یہ ساری زندگی یہاں بٹھانے کی نہیں ہے۔اور لڑکیاں کام کرتی اچھی لگتی ہیں، موٹی لڑکیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔''

''نہیں پوچھتا تو نہ پوچھے، ہماری بیٹی ہے، عیش کر رہی ہے۔'' انہوں نے حسنیٰ کی صورت دیکھی مگر وہ رفعت کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی، انہیں کیا اس کی فکر نہیں ہے؟ کتنے آرام سے کہہ دیا، نہیں پوچھتا تو نہ پوچھے۔

''یہ تم بہت اچھی بات کر رہی ہو۔'' نسرین کو ان کی بات اچھی نہیں لگی۔

''بھابی! آپ کو اس کی شادی کی اتنی فکر کیوں ہے؟ جب ہونا ہوگی، ہو جائے گی۔''

''ایسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے نہیں ہوگی۔''

''میں نے کہا ہے کچھ لوگوں سے، اچھا رشتہ ہوگا تو بتا دیں گی۔'' رفعت کو حسنیٰ کی شادی کا موضوع ہی برا لگتا تھا، وہ حسنیٰ سے بھی شادی کی بات نہیں کرتی تھیں۔

''ہاں اچھا رشتہ جب ہوگا بتا دیں گی، تم نے کہہ دیا، لوگوں نے بتا دیا۔ اس طرح تم اس کی عمر نکال دینا۔'' وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا ظلم تو نہیں ہونے دیں گی، اپنے سامنے ہی اس کی شادی کرنا چاہ رہی تھیں۔ حسنیٰ برتن وغیرہ دھو کر کچن سے نکل آئی تھی، اس کی آنکھیں رونے سے سرخ لگ رہی تھیں۔

''مما! میں اوپر جا رہی ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے نکل گئی۔ رفعت بھی جانے لگی تھیں، نسرین نے آج ان کی اچھی خاصی کلاس لے لی تھی۔

''اسے کام کاج بھی کرنے دیا کرو، دیکھ رہی ہو کیسا وزن بڑھتا جا رہا ہے۔'' انہوں نے پھر جاتے جاتے ایک بات کی۔ رفعت کچھ نہیں بولیں۔ وہ بھی خاموشی سے اُٹھ کر آ گئیں۔

'اپنے ساتھ کے مارے اس کی شادی نہیں کرے گی اور میں اپنی بیٹی کو ایسے تو نہیں چھوڑ سکتی۔' نسرین نے مصمم ارادہ باندھ لیا تھا۔ نکاح کے بعد لد ہی اس کی رخصتی بھی کر دیں گی، ورنہ رفعت کا بھروسہ نہیں، وہ ہونے ہی نہیں دے گی۔

❖❖---O---❖❖

وہ بہت اُلجھی اُلجھی تھی، کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ مرتضیٰ علی روز چلے آتے تھے اور وہ ان کا سامنا نہیں

نا چاہتی تھی۔
''کیا بات ہے، آپ انٹرکام کیوں ریسیو نہیں کر رہی تھیں؟'' ہیشم چہرے پر بے زاری لیے اس کے کیبن میں
آیا، وہ تو اُچھل ہی گئی۔
''جی......؟''
''مس خوشنما! کیا پرابلم ہے؟ آپ ہر وقت گھبرائی بوکھلائی کیوں رہتی ہیں؟''
''نن......نہیں تو......'' گھبراہٹ میں آنچل بھی سر سے ڈھلک گیا۔ کالے سلکی بالوں کی لٹیں چہرے پر جھولنے
اس فسوں خیز آنکھوں میں ایسی کشش تھی، ہیشم نگاہ چرا لیتا تھا۔
''میں کب سے کال کر رہا ہوں، آپ کا جواب ہی نہیں آ رہا۔'' اونچا لمبا بارعب ہیشم اس وقت خاصا سنجیدہ
و برہم ہو رہا تھا۔
''سوری سر!'' اسے شرمندگی بھی ہونے لگی۔ دو دن سے وہ بہت کھوئی کھوئی تھی۔
''آپ اندر آئیے، مجھے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔'' وہ حکم دے کر اندر تیزی سے چلا گیا۔ اسٹاف کے لوگوں نے
اس کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔ خوشنما نے دوپٹہ قرینے سے سر پر جمایا، ناک کر کے اندر آ گئی۔ وہ اپنی
ریوالونگ چیئر پر بیٹھا اسی کا منتظر تھا۔
''جمال کی اپرووَل آ گئی؟''
''سر! اس کی ابھی نہیں آئی ہے۔'' اس نے بتایا۔
''یہ کامران کیا کام کرتا ہے جو ہر ایک کی اپرووَل نہیں لاتا۔'' وہ برہم ہو رہا تھا۔ خوشنما اسے کیا بتاتی، کامران
آیا ہی صبح دس بجے تھا۔ ایک گھنٹہ مرچنڈائزر مونا کے پاس بیٹھا فضول کی ہانکتا رہتا تھا۔
''یہ تو آپ ان سے ہی پوچھئے گا۔'' اس نے اُلٹا یہ کہہ دیا۔
''او کے، میں آپ سے پوچھ بھی نہیں رہا۔'' اس نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔ اس کے چہرے کے پیچ
و خم ایسے تھے۔ وہ کچھ دن سے ان میں اُلجھنے لگا تھا۔
''مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔
''جی بولیے۔'' وہ کمپیوٹر کی اسکرین پر نگاہ جما کے بیٹھ گیا۔ ساتھ ہی کوئی کام بھی کر رہا تھا۔
''میں آپ کے آفس سے جانا چاہتی ہوں۔''
''بٹ وائے؟'' وہ حیرانگی سے بولا۔
''آپ سے کچھ منتھ کی کمٹ منٹ ہوئی تھی۔'' وہ ویسے بھی اس کے آفس سے اس لیے بھی جانا چاہتی تھی، اگر
شمس ملی نے اسے دیکھ لیا تو ٹھیک نہیں ہوگا۔ اور پھر یہ شخص اُلٹی سیدھی بکواس کر سکتا ہے، جیسے پہلی رات کر رہا تھا۔
''وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر میں نے آپ کی سیلری بھی بڑھا دی ہے، اشعر کے پاس جتنی ملتی تھی اس سے دُگنی دے
رہا ہوں، صرف اس لیے کہ آپ کام ذمے داری سے کر رہی ہیں۔'' اس نے ساتھ توجیہہ بھی پیش کی۔
''آپ کا آفس اور فیکٹری سیٹ ہو گئی ہے، اور اب مجھے جانا چاہیے۔'' اس نے نگاہ کارپٹ پر جمائی ہوئی
تھی۔

''اس وقت تو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرسکتا، پھر کبھی کروں گا۔ ابھی آپ جا کر اپنا کام کریں۔'' ہیثم نے بات ہی ختم کر دی، خوشنما دل مسوس کر رہ گئی، وہ ہیثم کی موجودگی سے ڈسٹرب ہونے لگی تھی۔

❖❖---○---❖❖

کپڑوں کا ناپ آ گیا تھا۔ حسین بیگم نے شاپنگ نازیہ اور بینا کے سر ڈالی تھی۔ حباب کو جب یہ خبر ملی شہریار اور حسنیٰ کا نکاح ہو رہا ہے، وہ تو خوشی سے جھوم اٹھی۔

''شہریار ماموں! آپ راضی کیسے ہو گئے؟''

''کیا کرتا؟ راضی ہونا پڑا۔ دیکھ نہیں رہی ہو، کتنی موٹی ہو گئی ہے۔ خاندان میں کوئی بھی نہیں کرے گا اور باہر میں ہونے نہیں دوں گا۔'' وہ مسکرایا۔

''آپ یہ کیوں نہیں کہتے حسنیٰ آنٹی کو پسند کرتے ہیں۔'' وہ شہریار سے اُگلوانا چاہ رہی تھی۔

''ایسی کوئی کہانی نہیں ہے، میں تو پھپھو کا خیال کر رہا ہوں، کیونکہ وہ چاہ رہی تھیں حسنیٰ کی مجھ سے شادی ہو جائے۔''

''یعنی آپ احسان کر رہے ہیں۔'' حباب کو افسوس ہونے لگا، شہریار حسنیٰ کو پسند نہیں کرتا۔

''کچھ بھی سمجھ لو۔'' اس نے سجی سنوری حباب کے سر پر مسکرا کے چپت لگائی۔

''یہ بتاؤ گھر میں سیٹ تو ہو گئی ہو؟ ضمران کیسا لگا؟'' شہریار نے پھر بات بدل دی۔

''زبردستی کی ہے، سیٹ تو ہونا ہی پڑے گا۔ اور رہے ضمران، بس ٹھیک ہیں۔'' اس نے زیادہ خوش ہو کے نہیں کہا۔

''بس ٹھیک نہیں۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ رضوانہ آنٹی بھی بہت اچھی ہیں۔'' اس نے ان کی حمایت میں کہا۔

''ضمران کے ددھیال والے سارے ہی مجھ سے ناخوش ہیں۔''

''تم کسی کی پروا نہیں کرو۔'' شہریار کو ضمران کے ددھیال والوں کی خبر تھی۔ ضمران ایک ایک بات اسے بتاتا تھا۔

''شہریار! ہمیں طارق روڈ ڈراپ کر دو۔'' میک اَپ سے مزین بینا اپنے اسٹائلش سوٹ میں آئیں۔

''اُف...... آپی! یہ آپ شاپنگ پر جا رہی ہیں نہ کہ کسی فنکشن میں۔'' شہریار کو ان کا یوں سجنا سنورنا برا ہی لگتا تھا۔

''تم تو ہو دقیانوسی۔ چاہتے ہو میں اپنا دل مار لوں۔'' وہ غصے میں آ گئیں۔

''آپی! کچھ تو لحاظ کریں، ساس بن گئی ہیں، لوگ کیا کہیں گے؟''

''لوگ تو فضول باتیں بناتے ہیں۔ مجھے کسی کی پروا نہیں۔'' انہوں نے لاپروائی سے کہا۔ حباب ان کی تیاری فہمائشی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے خود بھی شرمندگی ہو رہی تھی، ضمران کے ددھیال والے کتنی باتیں بنا رہے تھے شادی پر۔ اس نے خود دادی جان اور راشدہ پھپھو کی باتیں سنی تھیں۔

''حسنیٰ کے کپڑے اور جوتی لینی ہے، تم ساتھ چل رہے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ حسنیٰ کی پسند سے لے لیتے ہیں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے اسے سر پر چڑھانے کی، میں خود اپنی پسند سے لوں گا۔'' شہریار، حسنٰی کو اہمیت ہی نہیں دینا چاہتا تھا، اس کی عقل بھی تو ٹھکانے لگانی تھی۔

''تم تو واقعی شوہر بھی جلد واقع ہو گئے۔'' بینا کو اس کی بات پر افسوس ہو رہا تھا۔

''ہاں کہہ دیں آپ کے دل میں جو تھا۔''

''شہریار! فضول میں مجھ سے اُڑنے کی کوشش نہیں کیا کرو۔'' وہ چڑ گئیں۔

''اچھا، اچھا بس رہنے دیں۔ اپنا یہ میک اَپ اتاریں۔ پھر میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔'' شہریار بھی کافی ضدی واقع ہوا تھا۔ حباب بیڈ پر بیٹھی ان دونوں کی سن رہی تھی۔ ارومہ، اکرام ماموں کے بچوں کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖
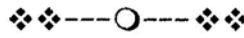
ناہید بھی آئی ہوئی تھیں اپنی بیٹیوں اور بیٹے کے ساتھ، وہ کم ہی آتی تھیں، کیونکہ ان کے شوہر زیادہ آنا جانا پسند نہیں کرتے تھے۔

''ناہید آپا کو بھی لے لیں؟''

''ناہید کو تم ہی لے جاؤ، میرے ساتھ تو بالکل نہیں جاتی۔''

''حباب کی شادی پر بھی نہیں آ سکی تھیں۔''

''میں نے منع کیا تھا اسے تو مجھ سے ویسے ہی بیر ہے اپنی بیٹیوں کو بھی میرے بیٹوں سے بچا کے رکھتی ہے۔''

''یہ آپ خود سوچیں، کیوں رکھتی ہیں۔'' شہریار نے ڈائریکٹ طنز کیا۔

''لگتا ہے اب تم مجھ سے کچھ سنو گے۔'' وہ لاجواب ہو کر کھسیانے لگیں۔

''اچھا چلیے، آتا ہوں۔'' وہ ہنسا۔

''تم ادھر کیوں گھس کے بیٹھی ہو، صبا اور فائزہ کے پاس جا کے بیٹھو۔''

''شہریار ماموں آپ جانتے ہیں پھر بھی کہہ رہے ہیں۔'' حباب نے منہ بنا کر کہا۔

ناہید کے بچوں میں اور ان میں بنتی ہی کب تھی، اس کی ذمہ دار بینا تھیں جنہوں نے کبھی اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

''تم جا کر بیٹھو اسے بالکل اچھا نہیں لگے گا اور پھر ضمران کے گھر والوں کو پتہ چلا، تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔'' شہریار نے اسے سمجھایا۔

حباب پھر بھی اپنی جگہ پہ بیٹھی رہی، جب دلوں میں گنجائش نہیں رہی تو بیٹھنا بے کار ہے، وہ یہی سوچتی تھی، حباب اور رومہ کی شخصیت بینا نے ہی خراب کی تھی، وہ دونوں سب سے ہی کٹ کے رہ گئی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

''امی! مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی ہے، کوئی تو ہمارے گھر میں مضبوط آیا جو ہماری دادی پھوپھو کو جواب

دے سکے۔'' آدم کو بہت خوشی ہو رہی تھا کہ کوئی تو دفاع کرے گا۔

''مجھے اچھا نہیں لگا تمہارا اس طرح کہنا۔''

''امی! آپ ہم پر تو پابندی لگا سکتی ہیں' آپ بھابھی کو کچھ نہیں کہہ سکتیں کیونکہ بھابھی تو قطعاً کسی کی طنزیہ جلی کٹی برداشت نہیں کریں گی۔''

''تمہیں بولنے کی ضرورت نہیں ہے' مجھے حباب کو بھی سمجھانا پڑے گا۔''

''امی آپ انہیں تو کچھ کہیے نہیں' ورنہ وہ یہ سمجھیں گی کہ آپ بھی چاہتی ہیں کہ سب ان کی بے عزتی کر رہیں۔''

''میں یہی تو نہیں چاہتی کہ کوئی میری بہو کو الٹی سیدھی بات بھی بولے۔''

''پھر امی! آپ بے فکر ہو جائیں' میں ایسا کچھ نہیں کروں گی اور نہ ہی بولوں گی کہ وہ آپ کی بہو کی بے عزا بھی کریں' بلکہ اس گھر کے کسی فرد کی بھی۔'' حباب اندر آ رہی تھی اس نے ان کی باتیں سنیں تو رک گئی تھی۔ رضوا حیرانگی سے اسے دیکھنے لگیں۔

آدم کو اس کی بات سن کر خوشی ہوئی' ضمران نے ایک نظر اس پر ڈالی' جو کتنی پُر اعتماد اور صاف گو تھی۔

''امی! مجھے بس آپ سے یہی شکایت ہے' آپ نے ان کی شادی نوشین سے کیوں نہیں کی' ظاہر ہے وہ تو مجھ سے ایسے ہی بات کریں گی' کیونکہ میں اس کی جگہ پر جو آ گئی ہوں۔''

''کیا کہہ رہی ہیں بھابی آپ؟'' آدم تو اچانک اس کے بے ساختہ بولنے پر اچھل ہی گیا۔ رضوانہ خفیف سی گئیں' جبکہ ضمران اس کی بے وقوفی اور غلط فہمی پر لب بھینچ کے رہ گیا۔

''بیٹا! یہ آپ سے کس نے کہا؟''

''میں نے خود سنا ہے اور بلکہ مجھ سے کہا بھی گیا ہے۔'' حباب نے ضمران کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے' ہاں البتہ یہ بات ضرور ہوئی تھی' ان کی دادی اور پھوپھو یہ چاہتی تھیں کہ نوشین کی شادی ضمران سے ہو جائے مگر جب ضمران کی مرضی نہیں تو میں کیسے کر لیتی۔'' رضوانہ نے ساری بات اسے بتائی۔

''پھر بھی آپ نے یہ غلط کیا' کسی لڑکی کو اتنا آسرے پر نہیں رکھنا چاہیے' کیا پتہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہو جب ہی وہ اتنے دھڑلے سے کہہ رہی تھی۔''

''اچھا جناب یہ ڈائریکٹ مجھ پر اٹیک کیا جا رہا ہے۔'' ضمران نے اخبار تہہ کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

''ارے حباب بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' رضوانہ گھبرا گئیں کہ وہ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

''بھابی! آپ ہماری دادی اور پھوپھو سے تو مل ہی چکی ہیں اور جان بھی گئی ہیں' وہ کیسی ہیں اور پھر ہمارا کزن اس مزاج کی نہیں ہیں کہ ہم ان کے بارے میں سوچیں' جن کی ماں نے ہمارے متعلق نہیں سوچا ہم کیسے سوچ سکتے ہیں۔'' آدم کو تو غصہ آنے لگا۔ ''پھر ضمران کی شادی سے ایک دن پہلے عتیق احمد رضوانہ سے کتنی گالی گلوچ کر کے گئے تھے اور راشدہ کیسے آگے آگے شرکت کرنے آ گئی تھیں' ساری آگ تو انہی کی لگائی ہوئی تھی۔'

حباب کو شہریار نے ضمران کے ددھیال والوں کے متعلق کافی کچھ بتایا ہوا تھا۔

ضمران کو حباب کی یہ بات ناگوار گزری' تو وہ ناراضی دکھاتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔

''جایئے لگتا ہے ناراض ہو کے گئے ہیں۔'' آدم نے موضوع بدلا۔
''خیر ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے تو ایک بات کلیئر کی ہے۔'' اسے بھی احساس ہو گیا تھا ان دونوں کے سامنے بات کر کے غلط کیا۔
رضوانہ نے سارے تہہ کیے کپڑے الماری میں رکھنے شروع کیے۔
''امی! آپ ہر وقت ڈرا نہیں کریں اگر اسی طرح ان سب سے ڈرتی رہیں' تو آپ کو جینے نہیں دیں گے۔''
مہاب کو ان پر ترس آنے لگا۔
''ساری زندگی ہماری امی نے ڈرتے ہی گزاری ہے اور ابھی بھی ڈرتی رہتی ہیں۔'' آدم کو یہی بات غصہ دلاتی تھی۔
''تم بھی میری ایک بات غور سے سن لو۔ ضمران، نوشین میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی ایسی کوئی بات تھی' رشتے داروں میں شادی کرنی نہیں تھی اس نے منع کر دیا تھا تو اس کی دادی اور پھوپھی ناراض ہونے لگی تھیں۔''
''آپ نے مجھے بتا دیا تو میں سمجھ گئی۔ آپ بے فکر ہو جائیں میرے دل میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے انہیں تو مطمئن کر دیا تھا مگر اس کا دل مطمئن نہیں ہوا تھا' نوشین کی حسد اور جلن نہیں بھولی تھی' کچھ تو ایسا کرنا تھا ضمران کے ددھیال والوں کو احساس ہو کہ انہوں نے رضوانہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور دوسرے کرن، نورین اور نوشین کا یہاں آنا روکنا ہو گا ورنہ یہ اس کی زندگی خراب بھی کر سکتی ہیں۔

❖❖---○---❖❖

اس کے جانے کے نام سے ہی پتہ نہیں اس کے اندر کہیں بے چینی اور پریشانی ہو گئی تھی' خوشنما کسی طرح بھی یہاں رکنا نہیں چاہ رہی تھی۔
''یار! میں کس طرح رکوں؟'' وہ اشعر کے پاس چلا آیا تھا۔
''ہیثم! خیریت تو ہے؟'' اس کی معنی خیز نظروں نے دیکھا۔
''بکواس نہیں کیا کرو۔''
''میں بکواس تو کرتا ہی نہیں ہوں' کہتے ہیں جب مرد کی شادی ہو جاتی ہے' اندر اضطرابی کیفیت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔'' وہ مفصل انداز میں اسے سمجھانے لگا۔
''کیا واہی تباہی بول رہے ہو۔'' ہیثم نے اسے غصہ سے گھورا۔
''میرا مشورہ مانو تو بھابی کو گھر لے آؤ۔''
''اشعر! میں تم سے کیا بات کرنے آیا ہوں اور تم ایسی فضول باتیں لے کے بیٹھ گئے۔'' وہ غصے سے اٹھنے لگا۔
''بیٹھ جاؤ ہر وقت بھاگنے کی پڑی رہتی ہے۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کے بٹھا لیا۔
ہیثم رات کو کھانے کے بعد اس کی طرف آ گیا تھا دل جو پریشان تھا۔
''میری فیکٹری کا کام سیٹ ہونا شروع ہوا ہے' وہ بھاگنے کی کر رہی ہے' کہیں تو نے تو آسرے پر نہیں رکھا تیری بات تو نہیں ہوئی؟'' وہ شکی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

''لاحول ولاقوۃ، توبہ کر وہ کسی کی بیوی ہے میں کیوں آسرے پر رکھوں گا۔'' وہ برا مان گیا۔

''شروع میں سب سے زیادہ ہمدردیاں تمہیں ہی جاگ رہی تھیں۔'' اس نے پھر طنز کیا۔

''کوئی اپنی مجبوری بتا رہا ہو' میں اتنا بے حس نہیں کہ اگنور کر دوں۔'' اشعر ٹرالی سے جوس کے گلاس اٹھانے لگا

''ہاں خدمت خلق پر جو مامور ہیں۔''

''تو اتنا تو کر سکتا ہے اسے بول کے کچھ مہینے اور کام کرے اس دوران میں کچھ اور ارینج کرتا ہوں' یار! یہ بڑی تندہی اور ذمہ داری سے کر رہی ہے' دوسری پتہ نہیں کیا کرے۔'' ہیثم کو اسی بات کی زیادہ پریشانی تھی۔

''اچھا تم پریشان نہیں ہو، میں آؤں گا، کسی دن بات کرتا ہوں۔'' اشعر نے تسلی دی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے بات کرنے کی وہ پتہ نہیں اپنے آپ کو کچھ سمجھے گی۔'' ہیثم بھی بہت انا والا تھا کسی آگے جھکنا نہیں چاہتا تھا۔

''ارے میں بات نہیں کروں گا تو وہ آئے گی کیسے؟'' اشعر کو حیرانگی بھی ہوئی۔

''ابھی تو میں خود ٹال رہا ہوں۔''

''مجھے ایک بات بتا ایک طرف تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں اتنا تو بول سکتا ہوں کہ کچھ مہینے اور کام کر لے اور دوسری طرف تیری یہ منطق سمجھ نہیں آئی' کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''پہلے میں نے یہ نہیں سوچا تھا' وہ خود کو کچھ سمجھنے لگے گی۔'' اس نے جھٹ وضاحت دی۔

''ہیثم! مجھے تیری سمجھ نہیں آتی تو چاہ کیا رہا ہے؟'' اشعر کو کبھی کبھی اس کی فکر بھی ہوتی تھی۔

''میں خود نہیں سمجھ رہا میں کیا چاہ رہا ہوں۔'' وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اشعر نے پھر اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا' وہ پھر موضوع ہی دوسرا لے آیا۔ تاکہ ہیثم کچھ دیر ریلیکس ہو جائے۔

❖❖---O---❖❖

ادھر حسین بیگم نے نکاح کی ساری تیاریاں مکمل کر لی تھیں' کیونکہ شہریار کے جانے کے دن کم رہ گئے تھے۔

''بینا! لہنگا تو بہت خوبصورت لیا ہے۔'' نازیہ اور حباب حسنیٰ کی ساری چیزیں پیک کر رہی تھیں۔

''یہ سب شہریار نے اپنی پسند سے لیا ہے۔''

''ظاہر ہے دیکھوں گا بھی میں تو لیا بھی مین نے اپنی پسند سے ہے۔'' اس نے شوخی سے کہا۔

''بھابی! آپ اپنی دیورانی صاحبہ کو یہ ضرور کہہ دیجیے گا کہ اپنا وزن کم کر لے۔'' وہ نیچے کارپٹ پر ہی لیٹ گیا

''شہریار ماموں! حسنیٰ آنٹی اتنی موٹی تو نہیں ہیں۔'' رومہ اس کے قریب ہی آ کے بیٹھ گئی۔

''ہاں اتنی موٹی نہیں ہے' جتنی موٹی ہے اس سے کہو اپنا وزن کم کر لے بہت مہربانی ہو گی۔''

''فضول مت بولا کرو۔'' بینا نے بھی ٹوک دیا۔

''آپی! ویسے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں' ہماری حباب کو دیکھ لیں' شادی کو ایک مہینہ گزرا ہے پھر بھی اتنی اسمارٹ ہے۔''

''شہریار ماموں! آپ بھی ناں......!'' حباب جھینپ گئی۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔''وہ ہنسا۔

''شہریار ماموں! لگتا ہے آپ شادی کر کے ان پر احسان کر رہے ہوں۔'' رومہ نے سینڈل کا ڈبہ کھول کر سینڈل نکالی جو بہت خوبصورت اور میچنگ ہو رہی تھی۔

''یہی سمجھ لو کیونکہ اتنا موٹا سامان اور اتنی لمبی زبان کوئی اپنے گھر نہیں لے جاتا' میرا یہ احسان مانے کہ میں قبول کر رہا ہوں۔''شہریار نے غرورزدہ لہجے میں جتایا۔

''آپ اتنا بھی غرور سے نہیں بولیں' حسنیٰ اتنی بھی موٹی نہیں ہے اور پیاری بھی دیکھیں کتنی ہیں۔'' حباب کو اس کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔

''ارے حباب !تم بھی کس کی باتوں کو سیریس لے رہی ہو شہریار کی تو عادت ہے مذاق کرنے کی۔'' نازیہ اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں شہریار قہقہہ لگانے لگا' وہ حسنیٰ کو شروع سے ہی پسند کرتا تھا' مگر جب اس نے رشتے سے انکار کیا تو شہریار کو بھی ضد ہوگئی' وہ حسنیٰ سے ہی کر کے رہے گا' اسی لیے اس نے کینیڈا جانے کی کوشش کی وہ جانتا تھا' نسرین تو ہیں ہی لالچی وہ اس کا رشتہ اس دفعہ قبول کر کے ہی رہیں گی۔ لالچی تو کم حسین بیگم بھی نہیں تھیں' مگر ان کی لالچی نیچر ظاہر کسی کو بھی نہیں ہوتی تھی۔

''ارے نازیہ! رات کو پکانا کیا ہے ضمران بھی کھانے پر آئے گا۔''حسین بیگم لاؤنج میں چلی آئیں جہاں وہ سب پیکنگ کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

''نانی اماں! میں رات سے پہلے ہی چلی جاؤں گی' آپ خواہ مخواہ کھانے کا تکلف نہیں کریں۔'' حباب، حسین بیگم کو جانتی تھی کہ وہ کسی کو کھانا کھلانے میں کیسی تھیں۔

''چپ کر کے بیٹھو، کھانا کھا کے جانا۔''شہریار نے ڈپٹ کر کہا۔

''شہریار ماموں! کھانے کی جلدی ہے۔''

''امی! پلاؤ بنا لیتے ہیں اور کباب تل لیں گے۔'' نازیہ نے پیک کیے ہوئے سامان کو ترتیب سے سوٹ کیس میں رکھنا شروع کیا۔

''چکن تکہ میں باہر سے لے آؤں گا۔'' شہریار نے کہا۔

''امی! کبھی آپ بھی گھر میں بھی پکا لیا کریں' حباب شادی کے بعد ایک دفعہ بھی ضمران بھائی کے ساتھ گھر نہیں آئی۔'' ارومہ تو تھی منہ پھٹ وہ بینا کو چھوڑتی ہی نہیں تھی۔

''تم میری ماں بن کے نہیں ٹوکا کرو۔'' بینا شرمندہ تو ہوئی مگر اسے بھی سرزنش کر دیا۔

''ارے بے وقوف! حباب وہاں جائے یا یہاں آئے ایک ہی بات ہے۔''

''ماموں! یہ ایک ہی بات نہیں ہے۔'' ارومہ سے کوئی بھی بحث میں جیت نہیں سکتا تھا۔

''اچھا بک بک بند کرو۔'' بینا نے اسے گھورا۔

شہریار مسکرانے لگا حباب نے بینا کو بغور دیکھا' ارومہ کہتی ہمیشہ بالکل صحیح تھی۔

جلدی جلدی پیکنگ سے فارغ ہوئے تو نازیہ تو کچن میں چلی گئیں' جبکہ بینا وہاں کی سمیٹا سماٹی میں لگ گئی

تھیں

''سسرال میں سب خوش تو ہیں تم سے؟''
'امی! وہ سب تو خوش ہیں مگر میں نہیں۔' وہ سوچ کہ رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔
''ہاں خوش ہیں۔'' آہ بھری۔
''وہاں سب کا خیال کرنا اور ساس کا سب سے زیادہ۔''
بینا آج پہلی بار اسے اپنی ماں لگی تھیں' جو بیٹی کو سمجھا رہی تھیں۔
حباب حیرانی سے ماں کو دیکھے جا رہی تھی' اس کی ماں کتنی مختلف تھیں اور ایک ضمران کی ماں تھیں کتنا وہ اپنے بچوں اور اب اس کا بھی خیال رکھتی ہیں۔

❖❖---○---❖❖

''منحوس جس کے پیچھے پڑ جائے چھوڑتا ہی نہیں ہے۔'' وہ بڑبڑائے جا رہی تھی' آرٹس کونسل بھی جانا چھوڑا ہوا تھا' رفعت کو تشویش بھی ہو رہی تھی۔
''کیا پریشانی ہے جو ہر وقت سوچتی رہتی ہو۔''
''کچھ نہیں۔'' اس نے ٹال دیا۔
''حسنیٰ! میں نوٹ کر رہی ہوں تم جب سے حباب کی شادی میں گئی ہو' وہاں سے آنے کے بعد تمہارا مزاج چڑچڑا ہو گیا ہے' کیا بات ہے بیٹا مجھے کچھ تو بتاؤ کسی نے کچھ کہا ہے۔'' رفعت نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا۔
''ارے کہہ رہی ہوں کچھ نہیں تو پھر کیوں پیچھے پڑ رہی ہیں۔'' وہ کچھ غصے اور رکھائی سے بولی۔ کب سے کمرے سے وہ باہر ہی نہیں آئی تھی ناشتہ بھی برائے نام کیا تھا جو رفعت اس کے لیے لے کہ آئی تھیں۔
''بھابی نے کچھ کہا ہے سچ سچ بتاؤ؟'' رفعت اس دن کی تلخ کلامی بھولی تو نہیں تھیں۔ نسرین نے کیسے حسنیٰ کی شادی کی بات پر انہیں سنایا تھا' وہ اندر گرم گرم گھونٹ اتار کے رہ گئی تھیں۔
''امی جو کچھ بولتی ہیں یہ نئی بات تو نہیں ہے مجھے عادت ہو گئی ہے، سننے کی، بلکہ جب تک وہ مجھے کچھ بولیں نہیں' مجھے بھی عجیب سا لگتا رہتا ہے۔'' وہ گہری سوچ میں ڈوب کے آہستگی سے بول رہی تھی۔ وہ اتنی بڑی بات رفعت سے چھپا رہی تھی' ایک ہفتے بعد اس کا نکاح شہریار سے ہے نسرین نے سختی سے منع کیا تھا۔
''مما! میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' اس نے رفعت کے نرم نرم ہاتھوں کو تھام کہ قدرے توقف کے بعد پوچھا۔
''ہوں پوچھو۔'' انہوں نے مسکرا کے حسنیٰ کے گلابی ہاتھوں کو چوما وہ اس سے بہت محبت کرتی تھیں۔
''آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟'' رفعت نے چونک کے حیرانی سے اس غیر متوقع سوال پر اسے دیکھا۔
''بتایئے مما! آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟'' وہ ضد کرنے لگی۔
''شادی میری ہوئی تھی مگر وہ مجھ سے عمر میں چھوٹا تھا' ہر وقت یہی احساس دلاتا تھا' تم بڑی ہو مگر میں اس سے بہت محبت کرتی تھی کیونکہ میں نے پسند سے شادی کی تھی۔'' رفعت نے راز سے پردہ اٹھایا۔
حسنیٰ حیرت اور انبساط میں مبتلا ہو گئی' یہ بات اسے آج تک پتہ ہی نہیں چلی نہ کسی کے منہ سے سنی۔

''پھر جن سے آپ کی شادی ہوئی تھی' وہ کہاں ہے؟''
''وہ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔'' وہ ایک دم ہی تلخ یادوں میں کھو گئیں' وہ وقت بھی انہوں نے ایسا گزارا تھا' وہ ان کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا' دونوں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے' پھر ماں باپ کو بھی اعتراض نہیں ہوا اس لیے شادی ہو گئی۔ زاہد اکلوتا تھا اس کی صرف ماں تھی شادی کے کچھ عرصے بعد وہ بھی چل بسی۔
''آخر چھوڑا کیوں''؟ حسنیٰ کو جاننے کا اشتیاق اور بے چینی بڑھ گئی۔
''زاہد کی میری جائیداد پر نظر تھی' مجھے جب پتہ چلا یہ میرے ساتھ مخلص نہیں ہے' میں چھوڑ کے آ گئی۔'' انہوں نے سانس بھر کے بتایا۔
''مما! میں ایک بات کہوں؟''
''ہاں کہو۔'' وہ کچھ افسردہ ہو گئی تھیں۔
''جب آپ نے پسند سے شادی کی تھی' محبت بھی کرتی تھیں، چھوڑتی نہیں۔''
''یہ تم کہہ رہی ہو' میں یہ کیسے برداشت کرتی کہ میرا شوہر ہر وقت مجھے یہ احساس دلاتا رہے کہ میں اس سے بڑی ہوں' مجھے کیا پتہ تھا اسے مجھ سے محبت نہیں میری دولت سے لگاؤ ہے' شاید پھر میں ساری زندگی شادی بھی نہیں کرتی۔''
''ٹھیک کہہ رہی ہیں ہر وقت کا احساس تو اور مار دیتا ہے۔'' حسنیٰ کو اپنی فکر بھی ہو رہی تھی۔ شہریار ہر وقت اسے یہی احساس دلاتا رہے گا کہ تم موٹی ہو تمہاری لمبی زبان کی وجہ سے ہی میں نے شادی کی ہے' کیونکہ کوئی اور تو تمہیں پوچھے گا بھی نہیں۔''
''اچھا ان سب باتوں کو چھوڑو' تم کمرے سے نکلو، کیا حالت بنائی ہوئی ہے۔ کمرا دیکھو کیسا پڑا ہوا ہے ماسی آنے والی ہے' اس سے صفائی کرا دوں گی۔'' رفعت نے اس کے الجھے بکھرے بالوں کو سمیٹا۔
'یہاں اس کے کتنے عیش تھے وہاں جا کر پتہ نہیں کیا سلوک ہو گا' حسنیٰ کو گھبراہٹ ہوئے جا رہی تھی۔
''تم ابھی شادی وغیرہ کے چکر میں نہ پڑو جتنی آزاد زندگی گزار سکتی ہو گزارو۔'' اس نے چونک کے رفعت کو دیکھا، ایک یہ ماں ہیں جو چاہتی ہیں کہ ابھی شادی نہ ہو ایک اس کی سگی ماں جو اس کی شادی کی رات دن فکر میں مبتلا ہیں کتنا تضاد ہے' ان دونوں ماؤں میں صحیح کون ہے؟ پتہ نہیں۔

❖❖---○---❖❖
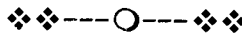
سنڈے جب بھی آتا تھا سب ہی آرام سے اٹھتے تھے۔ خاص طور پر نوجوان پارٹی' انہیں ایک دن زیادہ سونے کا موقع جو مل جاتا تھا۔
''یار! اب اٹھ بھی جاؤ۔'' فاران اس کے کمرے میں چلا آیا' جو اے سی کی کولنگ میں کمبل لپیٹے پڑا ہوا تھا۔
''آج یہ تمہیں صبح صبح کیا مار پڑی ہے' جو یہاں میرے سر پر سوار ہو گئے ہو۔'' اس نے آنکھیں بند کئے ہوئے ہی اس سے سوال کیا۔
''یہ صبح صبح ہے صاحب بارہ بجنے میں چند منٹ باقی ہیں اور تم کمبل لپیٹے پڑے ہو۔ اگر اتنی سردی لگتی ہے تو

اے سی کیوں چلاتے ہو۔'' اسے اے سی پر اعتراض ہوا۔

''اس لئے کہ کمبل اوڑھ کر گرمی لگتی ہے اور اتار کر سردی لگتی ہے۔'' اس نے واضح توجیہہ تفصیل کے ساتھ دی۔

''اُف توبہ ہے، ہیثم! تم تو ہر وقت ہی لڑنے کے موڈ میں رہتے ہو۔'' فاران نے اس کی ڈریسنگ ٹیبل پر فیوم اٹھا کر چیک کئے' اس کا کمرہ اسی طرح ہی سیٹ تھا' جب سے خوشی یہاں سے گئی تھی' ان لوگوں کو خوشنما کا نام شاید پتہ نہیں تھا یا پھر ہیثم نے نکاح کے وقت غور نہیں کیا تھا۔

''یہ تمہارا وہم ہے میں نے تو بتایا ہے۔'' وہ بالوں کو سنوارتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''خیر چھوڑو یہ بتاؤ یہ آج میری شامت کیوں آئی ہے۔'' اسکائی بلیو نائٹ سوٹ میں اونچا لمبا ہیثم سب ہی توجہ کا مرکز ہوتا تھا۔

''آج کلب چلیں بہت دن ہو گئے سوئمنگ نہیں کی۔'' اکثر فارغ اوقات میں دونوں کلب ضرور جاتے تھے۔

''ہوں..... سوئمنگ کا بھی تم نے خوب یاد دلایا۔ میں مکان بنواؤں گا تو سوئمنگ پول ضرور بنواؤں گا۔'' ا نے پرسوچ انداز میں بتایا۔

''کب بنوا رہے ہو؟'' فاران نے یونہی پوچھ لیا۔

''گلشن معمار والی زمین پر بنواؤں گا' ابو کی زمینیں وہاں ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''اوہ.....تو تم نے سوچ رکھا ہے۔''

''ہاں یار! کب تک یہاں پڑا رہوں گا' اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے۔''

''ابھی دادا جان نے سن لیا تو رکھ کے ایک جھانپڑ لگائیں گے۔'' اس نے یاد دلایا۔

''ان کو تو پتہ بھی نہ چلے، فوراً وہاں بھی اپنی بہو کو لے آئیں گے۔'' وہ واش روم جانے لگا۔

''اچھا یار! بتاؤ چل رہے ہو۔''

''ہاں آتا ہوں' تم ناشتہ ریڈی کروا دو چھوٹی مامی سے کہنا۔'' اس نے واش روم سے ہی ہانک لگائی۔

وہ تیار ہو کے ڈائننگ ہال میں ہی آ گیا تھا' شاہدہ مامی نے اس کے لیے ناشتہ تیار کر کے رکھا ہوا تھا۔

''واؤ مامی! آپ نے آملیٹ زردی کا بنایا ہے' جو ٹوٹی نہیں۔'' وہ ہاف آملیٹ بہت شوق سے کھاتا تھا۔

''جوس بھی بنایا ہے وہ پہلے پی لو۔''

''ارے میرے پاس ٹائم نہیں ہے' میں کلب جا رہا ہوں۔'' وہ ناشتہ کرنے لگا۔

''ہیثم بیٹا! ایسے کیسے خالی پھرتے رہو گے' بیوی کو گھر لے آؤ۔'' شاہدہ اسے سمجھاتی رہتی تھیں۔

''مامی! آپ سب کے پاس مجھ سے بات کرنے کے لیے اور ٹاپک ختم ہو گئے ہیں۔'' وہ کھسیا کے گویا ہوا۔

''اے گھامڑ! جب بیوی گھر لے آؤ گے، ہم پھر تم سے دوسرے ٹاپک پر بات کریں گے۔'' انہوں نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''شاہدہ! کیوں تم اسے ایک ہی بات بولتی رہتی ہو۔'' نزہت کو تو موقع ملنا چاہیے تھا، ہیثم نے کوفت میں مبتلا ہو کر آنکھیں بند کر کے اندر سانس کھینچا۔

''بھابھی! یہ تو عقل سے پیدل ہے۔ اسے ہم ہی سمجھا سکتے ہیں۔''

''ارے کیسے تم سب اس سے زبردستی کر سکتے ہو۔''
''امی پلیز! آپ تو کچھ نہ ہی بولیے، دادا جان بہت ناراض ہوتے ہیں۔'' فاران کو اپنی ماں کے بڑے بول سے بہت ڈر لگتا ہے۔
''تم چپ کرو ایک تو بچے کے ساتھ زبردستی کر دی، لڑکی بھی کوئی ہم پلہ نہیں ہے کم از کم بہو تو اپنے کے برابر کے لوگوں سے لانی چاہیے۔''
فاران نے دکھ و تاسف سے نزہت کو دیکھا وہ تو خود کسی اور ڈگر پر چل رہا تھا۔ جب اس کی ماں کو یہ پتہ چلے گا تو کیا ہوگا۔
''امی، امی کیا بول رہی ہیں؟''
''ٹھیک تو کہہ رہی ہیں مامی!'' ہیثم نے جھٹ تائید کی۔
''تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' فاران نے اسے غصے سے کہا۔
''بھابی! آپ اسے سمجھائیے الٹا یہ نہیں کہیں۔'' شاہدہ کو ان کی باتیں بری لگ رہی تھیں۔
''رہنے دو بس بن ماں باپ کے بچے کے ساتھ یہ سلوک اچھا نہیں ہے۔''
ہیثم نے وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت جانی کیونکہ نزہت کو روکنا بہت مشکل تھا۔

❖❖---O---❖❖

گھر کی ذمہ داری اس نے بہت اچھے سے سنبھال لی تھی۔ رضوانہ اس سے بہت خوش تھیں اور ان کے چاروں بیٹے بھی خوش تھے۔ راشدہ کا آنا کچھ دن سے کم ہو گیا تھا' جب سے شادی ہوئی تھی وہ دو ایک دفعہ ہی آئی ہوں گی۔ عتیق احمد کو بلاوجہ کا ہی غصہ تھا' وہ بہو سے ملنے ہی نہیں آئے تھے۔ حباب نے ان کا ذکر ہی سنا تھا' ابھی تک دیکھا نہیں تھا۔ شادی کو ایک مہینہ ہونے والا تھا' رضوانہ کی جٹھانی نے پتہ نہیں کیسے ضمران اور حباب کی دعوت کر دی تھی' رضوانہ کو ڈر ہو رہا تھا کہ کوئی الٹی سیدھی بات حباب سے نہ کر دے۔
''امی! اگر آپ کو اتنا ہی ڈر ہو رہا ہے' تو آپ ہمیں بھیج ہی کیوں رہی ہیں' آپ سب چلے جائیں۔'' ضمران کو ان کا ہر وقت یوں ڈرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔
''اگر بھیجوں گی نہیں تو تمہاری دادی باتیں بنائیں گی۔'' وہ اپنی ساس کو بھی خوب جانتی تھیں۔
حباب کب سے بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی' وہ کتنا اپنے سسرال والوں سے ڈرتی تھیں۔
''اگر اجازت ہو تو میں کچھ بولوں؟'' ریڈ پرنٹڈ کپڑوں میں سرخ و سفید حباب بہت دلکش لگ رہی تھی' یا پھر وہ اور دلکش ہوتی جا رہی تھی' ضمران محویت زدہ اسے دیکھنے لگا۔
''آں ہم۔'' مزمل نے کھنکار کے اس کی محویت توڑی۔ وہ جھینپ گیا۔
''جی جی بھابھی صاحبہ! آپ بھی بولیے' کیونکہ آپ کے مجازی خدا تو آپ کو ہی گھورے جا رہے ہیں۔''
''مزمل! سدھر جاؤ۔'' وہ پہلو بدل کے صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا اور حباب نے شرمائی ہوئی نگاہ اٹھائی۔ بات وہ کیا کہنے جا رہی تھی' مزمل کی شوخیاں شروع ہو گئی تھیں۔

''ویسے ایک بات بولوں بھائی جان! آپ بھابی کو اتنا ڈر ڈر کے کیوں دیکھتے ہیں' انہوں نے کیا آپ کو ڈرا کے رکھا ہوا ہے۔'' طٰہٰ نے بھی معنی خیزی سے لقمہ دیا۔

''تم سب کی بکواس شروع ہوگئی' لحاظ کرو میں بڑا بھائی ہوں۔' ضمران نے اپنی جھینپ مٹائی۔

حباب کے رخسار گلابی ہو گئے تھے' وہ بھی ہنسنے لگی تھی۔

''میں تم لوگوں کو ایسی لگتی ہوں۔'' وہ مصنوئی خفگی سے گویا ہوئی۔

''ایسی تو نہیں ویسی لگتی ہیں۔'' مزمل نے یہ کہہ کر قہقہہ لگایا۔

''کیا بدتمیزی ہے۔'' رضوانہ نے دونوں کو سرزنش کی' حباب جو جز بز ہوگئی تھی۔

''امی! میں آپ سے کچھ کہنے والی تھی۔'' وہ جھٹ گویا ہوئی۔

''ہاں بیٹا! بولو۔'' وہ اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

''دیکھئے آپ بالکل نہیں ڈریں' ان سب کو فیس کریں اگر وہ مجھے کچھ بولیں گی بھی تو میں بھی جواب دے سکتی ہوں مگر آپ اس بات سے بے فکر رہیں کسی سے بدتمیزی نہیں کروں گی۔ ہاں اگر کوئی ٹیڑھی بات کرے گا تو مجھ سے سنے گا بھی اور ہاں آپ کہہ دیجئے گا' میری بہو کا مزاج تیکھا ہے' وہ کسی کی نہیں سنتی سب مجھ پر ڈال دیجئے گا۔'' وہ ان کی پریشانی دور کرنے لگی۔

''میں ایسا بھی نہیں چاہتی کہ وہ سب تمہیں پورے خاندان میں یہ مشہور کر دیں کہ ضمران کی بیوی بہت تیز طرار ہے۔''

''مشہور کر دیں مجھے پرواہ نہیں اور ہاں لوگوں کی پرواہ آپ بھی نہ کیا کریں' یہ سب فضول باتیں بنانے والے ہوتے ہیں جن کے پاس کرنے کو اور کوئی بات نہیں ہوتی ہے تو وہ لوگ یہ سب کرتے ہیں۔'' وہ انہیں سمجھانے کے ساتھ ساتھ ریلیکس بھی کر رہی تھی۔

''مگر بیٹا! کہیں کہیں ہمیں بہت سنبھل کے بولنا پڑتا ہے۔'' وہ اس کی بات سن کے کچھ ریلیکس ہوگئی تھیں۔

''خیر امی! اتنی سمجھ مجھے بھی ہے کہاں سنبھل کے بولنا ہے۔'' حباب سنجیدہ ہوگئی۔

''یار! آپ خواتین ہر جگہ افسردگی اور پریشانیاں ہی کیوں ڈسکس کرتی ہیں۔ آپ لوگوں کے پاس اور کوئی اچھی بات نہیں ہوتی ہے۔'' مزمل کو ایسے افسردہ ماحول سے اکتاہٹ ہونے لگتی تھی۔

''تم ہی بتا دو' وہ اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔'' حباب نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''مثلاً اچھی بات یہ ہے کہ میں چاچو کب تک بن جاؤں گا۔''

''کیا......'' وہ جھینپ گئی۔

ضمران نے حیرانگی سے متوقع بات پر قہقہہ ہی لگایا۔

'یہ قریب آنے دیں گی تو کچھ ہوگا بھی۔' وہ سوچ کے ہی رہ گیا۔

''اللہ خیر سے وہ دن بھی لائے گا۔'' رضوانہ نے حباب کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

❖❖---O---❖❖

نکاح کی ساری تیاریاں ہوگئی تھیں۔شہریار کے جانے میں چند دن رہ گئے تھے۔حسین بیگم نے جلدی جلدی میں کافی اچھی تیاری کر لی تھی اور یہ حیران کن بات تھی۔

''واؤ......شہریار ماموں! آپ تو خوش قسمت ہیں' جو نانی اماں نے آپ کی تیاری میں کنجوسی نہیں کی۔'' رومہ تمام چیزیں دیکھنے کے بعد شہریار کے ساتھ طنز کرنے سے باز نہیں آئی۔

''بہت زبان ہے ٹانگ برابر لڑکی تیری، بہت بک بک کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔''حسین بیگم نے غصے سے اپٹ کے کہا اور ارومہ کے ایک تھپڑ بھی رسید کر دیا۔

شہریار کی ہنسی نکل گئی۔ بینا اور نازیہ تو ساری چیزیں پیک کر کے سوٹ کیس میں رکھ چکی تھیں۔

''رومہ! بہت زبان ہوگئی ہے۔''

''ماموں! میں تو آپ کی طرح سچ بولتی ہوں۔'' وہ اکڑ کے گویا ہوئی۔

''بینا! کچھ توجہ اس پر بھی دے لو' اگر مٹکنے سے فرصت ہوگئی ہو تو،اب تو داماد والی ہوگئی ہو۔''حسین بیگم نے انہیں شرمندہ کرنے کے ساتھ احساس بھی دلایا۔

''اماں! آپ بھی اس کے سامنے ہی مجھے بے عزت کرتی رہتی ہیں جو پھر آگے سے مجھے بولتی ہے۔''بینا نے ارومہ کو بھی دیکھا جو چوڑی ہو کے بیٹھ گئی تھی۔

''ویسے بینا باجی! میں بھی آپ کو آرام سے سمجھا رہا ہوں اپنے گھر پر اور اس پر توجہ دیں۔''

''تمہیں تو موقع ملنا چاہیے۔'' وہ خفگی سے کہہ کے اٹھنے لگی۔

''مجھ سے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں آپ کو بالکل ٹھیک سمجھتا ہوں۔''اس نے ہاتھ پکڑ کر واپس صوفے پر بٹھا دیا۔

''ارے اماں! یہ تو بتا دیں حسنیٰ کا سارا سامان کب لے جانا ہے؟'' نازیہ نے فوراً ہی دوسری بات نکال کے ماحول کی تلخی دور کی۔

''نکاح تو پرسوں ہے ایسا کرو نسرین سے پوچھ لیتے ہیں۔وہ کہہ رہی تھی حسنیٰ کو وہ یہیں لے آئے گی' رفعت کو پتہ چلا تو بہت ناراض اور غصہ ہوگی۔''حسین بیگم نے کہا۔

''شہریار! فیضان کے موبائل پر نسرین سے بات کرلو۔''

''ارے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے' میں خود انہیں کہہ کر آجاتا ہوں۔''شہریار حسنیٰ کے ایکسپریشن بھی دیکھنا چاہتا تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے، حسنیٰ کو جا کر تنگ کرو گے۔''بینا اس کی عادت کو جانتی تھیں۔

''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' وہ کپڑے جھاڑ کے کھڑا ہوگیا۔

''توبہ ہے شہریار! تیری تو ضدی طبیعت سے مجھے بہت کوفت ہوتی ہے۔''

''اماں! حسنیٰ آرہی ہے خود ہی ٹھیک کر دے گی۔'' نازیہ نے معنی خیزی سے مسکرا کے چھیڑا۔

''ایسا برا وقت مجھ پر نہیں آیا ہے۔''وہ اور حسنیٰ سے دب جائے ناممکن بات ہے۔

''شہریار ماموں! سارے مرد شادی کے بعد بیویوں سے ڈرتے ہیں جیسے نانا ابا نانی اماں سے ڈرتے تھے۔''

ارومہ نے پھر لقمہ دیا۔

''ارومہ! سدھر جاؤ ورنہ بہت مار لگاؤں گی۔'' حسین بیگم اپنا بھاری بھرکم وجود سنبھال کے اسے مارنے کو اٹھی ہی تھیں کہ شہریار نے انہیں پکڑ کر واپس بٹھالیا۔

''اماں! بچی ہے ایسے ہی مذاق کرتی ہے آپ اتنا سیریس کیوں لیتی ہیں۔ بچی کی طرح اس کی باتیں لیا کریں۔'' شہریار سمجھانے لگا۔

''اتنی سی لڑکی کیسے بھاڑ کی طرح بولتی ہے' ذرا تمیز نہیں، اس سے اچھی تو حباب ہے کم ازکم بولنے میں لحاظ مروت تو کرتی ہے۔''

بینا نے ارومہ کی اچھی طرح خبر لی مگر وہ ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال کے پھر وہاں آ کے بیٹھ گئی۔

شہریار نے اشارے سے اسے چپ رہنے کو کہا تھا اور خود پھر باہر آ گیا' اس کی رگ حسنیٰ کو چھیڑنے کے لیے پھڑک رہی تھی' حسنیٰ کا نمبر اس کے پاس تو تھا ہی اپنے روم میں جا کر اسے کال ملائی۔

''کون؟'' چھوٹتے ہی آواز آئی۔

''تمہارا بہت کچھ جو کچھ دن بعد تمہارا مجازی خدا بننے جا رہا ہے۔''

''جی۔'' وہاں سے حواس باختہ آواز آئی۔

''یہ بتاؤ جلدی موٹاپا کم کیا یا نہیں؟'' وہ اسے جلانے اور تپانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

''ایسے ہی آپ کو شادی کرنی تھی تو کوئی تیلی لڑکی دیکھ کر کرتے میرے پیچھے کیوں پڑ گئے۔'' وہ تو تنگ ہی گئی۔

''کیا کروں خاندان کا کچرا سمیٹ کر ثواب کمانا چاہ رہا ہوں۔'' حسنیٰ نے کال ہی کاٹ دی شہریار کو ہنسی آ گئی۔

❖❖---○---❖❖
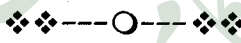
اس دن وہ آفس سے باہر نکلی تو شہر میں افراتفری پھیلی دیکھی۔ آفس کا تمام ہی اسٹاف جا چکا تھا اور وہ گھبرائی ہوئی کھڑی تھی تبھی بلیک گاڑی اس کے قریب ہی رکی۔

''مجھے پتہ تھا آپ ایسے ہی کھڑی ہوں گی اس لیے میں واپس آ گیا۔''

''کیوں؟'' انجان بن کے حیرانی ظاہر کرنے لگی۔

''تم بولتی اور بنتی بہت ہو۔'' ہیثم نے اسے کاسنی پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس سر پر بڑی سی چادر جمائے، خود کو چھپائے ہوئے دیکھا تھا، مگر نگاہ روڈ پر جمی ہوئی گاڑیوں پر تھی۔ دونوں جانب کا روڈ بالکل ہی بلاک تھا اور گاڑیاں چیونٹیوں کی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھیں۔

''اگر پتہ ہے تو کیوں پیچھے آ گئے۔'' اس نے بھی ترکی بہ ترکی تڑخ کر جواب دیا۔

''دیکھئے میں آفس میں آپ کی ایمپلائی ہوں باہر میں آپ کی کچھ نہیں ہوں۔'' خوشنما بھی دل کھول کے اسے زچ کرنے کے ساتھ اسے بے عزت کرنا جانتی تھی۔

''اس وقت تو شرافت سے بیٹھ جاؤ۔'' وہ نرم لہجے میں گویا ہوا۔

''سوری میں روز آتی جاتی ہوں اور یہ شہر کے حالات روز کا معمول ہیں۔ عادی ہو چکے ہیں ہم سب ہی۔'' وہ تنا کے بولی۔

''میری ذمہ داری ہو۔ کیوں کہ اشعر نے مجھ سے کہا تھا میں آپ کا خیال کروں۔''

''کیوں کرو، کیا لگتی ہوں؟'' وہ اطراف کا خیال کر کے آواز دبا کے بولی۔

''ارے ایسے ہی کہہ رہا ہوں۔'' وہ تو گڑبڑا گیا۔

''آپ جاسکتے ہیں۔'' وہ بھی ضدی لہجے میں تھی۔

''زبردستی کرنی مجھے بھی آتی ہے۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اترا اور بازو پکڑ کے فرنٹ ڈور کھول کے اسے بٹھا دیا۔

''ذرا کم بولا کرو اور دماغ کا استعمال کیا کرو ٹائم دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ آپ کے گھر والے پریشان ہوں گے۔'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے برہم اور فکر مند انداز میں بولا۔

خوشنما نے حیرانی سے اسے دیکھا جو اس کی کتنی فکر اور پروا کر رہا تھا اور اس رات اس کی عزت دو کوڑی کی کر کے چلا گیا تھا۔

''آپ کے ساتھ گاڑی میں میرے ہسبنڈ نے دیکھ لیا تو بہت برا ہوگا۔''

''تمہارا ہسبنڈ ملے تو اس کی عقل میں ٹھکانے لگاؤں گا۔ وہ تمہیں چھوڑ کے گیا کیوں؟'' وہ ایک دم تیز لہجے میں بولتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

''سارے مردوں کا پرابلم اسٹیٹس ہوتا ہے انہیں دولت مند گھرانے کی ماڈرن لڑکیاں چاہیے ہوتی ہیں، چاہے آتے ہی گھر کو کلب بنا دے۔'' خوشنما اس پر ہی طنز کرنے کے ساتھ جتانے لگی۔

وہ لب بھینچ کے رہ گیا حیدری کا روڈ بلاک تھا۔ گاڑی درمیان روڈ میں پھنس گئی تھی۔

ہشم جانے کیوں خود کو بھی چور سمجھنے لگا تھا۔

وہ بھی تو یہی سب کچھ کہہ چکا تھا اس بے قصور لڑکی کو۔

''آپ اسے سمجھانے کی کوشش کریں۔''

''سمجھایا اسے جاتا ہے جو نا سمجھ ہو۔ کچھ لوگوں کو اپنی دولت کا بھی زعم ہوتا ہے۔'' وہ آج دل کھول کے طنز کر رہی تھی۔

''اچھا خیر یہ آپ کا پرسنل معاملہ ہے۔'' اسے خود ہی احساس بھی ہو گیا۔

ٹریفک کا انتارش وہ کوفت میں مبتلا ہو گیا۔

''آئے دن یہ شہر کے حالات...... سارا ٹریفک ڈسٹرب ہے۔''

''آپ مجھے یہیں اتار دیں میں اندر کی جگہوں سے پیدل چلی جاؤں گی۔'' خوشنما کو بھی گھبراہٹ ہوئی۔ آفس سے وہ پانچ بجے نکلتی تھی اور چھ تک گھر پہنچ جاتی تھی مگر آج سات بج گئے تھے۔

''دماغ تو درست ہے آپ کا گھر سرجانی میں ہے اور کافی دور ہے۔ رات بڑھ رہی ہے ایسے حالات میں،

میں آپ کو بے وقوفی نہیں کرنے دوں گا۔‘‘ اس نے ذرا برہم ہو کے اسے کہا۔

’’اس طرح بھی تو نہیں جا سکتے۔‘‘

’’آپ اپنے گھر کال ملائیے اور بولیے ٹریفک کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے آپ آفس کی گاڑی میں ہیں فکر نہ کریں، گھر پہنچ جائیں گی۔‘‘ ہیثم نے ہی خود بات کو ترتیب دے کے سمجھایا۔

’’سر! ایسے کیسے پہنچوں گی۔‘‘ وہ بیگ سے موبائل نکالنے لگی اسے یہ ڈر بالکل نہیں تھا کہ وہ کسی نامحرم کی گاڑی میں بیٹھی ہے بلکہ ڈر اور فکر یہ تھی کہ امی، ابو اور بہنیں فکر میں مبتلا ہوں گی۔

’’میں آپ کو حفاظت سے پہنچا دوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔‘‘ ہیثم نے یقین دلایا۔

خرشما، ابو کے موبائل پر کال پر بات کر رہی تھی جب کہ ہیثم گاڑی کو سروس روڈ سے نکال کے اندر کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

❖❖---○---❖❖

وہ سروس کروا کے آ کے بیٹھی تھی مگر باہر شہر کی افراتفری تو ایسا لگ رہا تھا کہ شہر کل بند ہوگا۔

’’کاش میرا نکاح ٹل جائے۔‘‘ اس نے اپنے خوب صورت سرخ و سپید چہرے کو آئینے میں دیکھا۔ کل کے دن اسے بینا کے گھر جانا تھا جہاں اس کی مہندی وغیرہ لگنی تھی مگر اسے مما کے سوالات سے بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ کیا جواب دے گی اور ابھی بھی وہ اس سے ایسے ہی کچھ سوالات کرنے والی تھیں۔

’’تم نے آج بڑی دیر لگائی پارلر میں۔‘‘ رفعت کی استفہامیہ نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا۔

’’آپ ہی تو کہہ رہی تھیں تم خود پر توجہ نہیں دیتی ہو اس لیے آج فرصت سے میں سروس کروا کے آئی ہوں۔‘‘ وہ کچھ گڑبڑائی بھی اس کا چہرہ چمک رہا تھا بیڈ پر کاسمیٹک کا سامان بھی بکھرا ہوا تھا۔ وہ ترتیب سے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

’’اری او حسنیٰ۔‘‘ فیضان کی شوخ سی آواز پر وہ چونک گئی۔

’’ذرا تمیز سے بلایا کرو بڑی بہن ہے۔‘‘ رفعت کو بہت ناگوار گزرا تو وہ ٹوکے بنا نہ رہ سکیں۔

’’پھوپھو یہ میں نہیں امی پکار رہی ہیں انہیں۔‘‘ جھٹ اس نے وضاحت دی۔

’’بھابی کو کیا کام پڑ گیا؟ ابھی وہ پارلر سے آئی ہے چولہے کے سامنے بالکل نہیں جا سکتی۔‘‘ وہ سمجھ گئی تھیں نسرین ضرور کچھ کام کے لیے ہی بلا رہی ہیں۔

’’نیچے شہریار بھائی آئے ہیں ان کے ناشتے پانی کے لیے بلایا ہے۔‘‘

’’وہ کیوں آ گئے۔‘‘ حسنیٰ حواس باختہ ہو گئی۔ دل بھی دھڑکنے لگا۔

’’یہ اب آپ انہی سے جا کے پوچھیے۔‘‘ وہ معنی خیزی سے مسکرا کے اسے اشاروں میں چھیڑنے لگا۔ رفعت اسے بغور دیکھ رہی تھیں۔

’’کہہ دو آ کر سو گئی ہے۔‘‘ حسنیٰ، شہریار کا سامنا بالکل بھی کرنا نہیں چاہتی تھی۔

’’امی کو پتا ہے آپ سو نہیں رہی ہیں ابھی پارلر سے آئی ہیں۔‘‘

''امی کو بھی مجھ سے پتا نہیں کیوں اتنی دشمنی ہو گئی ہے۔'' اپنے سلکی دراز بالوں کو سمیٹ کے کیچر لگا کر نیوی بلیو کپڑوں کا دوپٹہ شانے پر ڈالا اور اٹھی۔

''کہہ کر آ جاؤ ابھی چولہے کے آگے نہیں جا سکتی۔''

''دس باتیں سنائیں گی، جانتی ہیں آپ بھی امی کو۔'' وہ برے برے منہ بنا رہی تھی۔

رفعت کلس کے رہ گئی تھیں۔ نسرین سے اگر کچھ جا کر کہیں گی بھی تو کچھ بعید نہیں شہریار کے سامنے ہی شروع ہو جائیں۔'' وہ دھم دھم کرتی سیڑھیاں اترتی آ گئی۔ اندر ڈرائنگ روم سے آواز آ رہی تھی وہ کچھ جھجک کر باہر ہی رک گئی۔

''فیضان! امی کو بلانا۔''

''کیوں شہریار بھائی سے شرم آ رہی ہے؟'' وہ مسکاتے ہوئے چھیڑنے لگا۔

''فضول بکواس نہیں کرو امی کو بلا کے لاؤ۔'' وہ جھینپ گئی۔

فراج، نسرین کو بلانے اندر چل دیا کچھ ہی لمحوں میں وہ باہر برآمدے میں آ گئیں۔

''اندر آ جاؤ شہریار! سینڈل چیک کروانے لایا ہے۔ سائز دیکھ لو پہن کے۔''

''میں نہیں دیکھ رہی۔'' چڑی ہوئی تو وہ پہلے ہی تھی۔

''زیادہ نخروں کی ضرورت نہیں ہے۔ سیدھی طرح اندر آ جاؤ۔'' وہ ڈپٹ کے اسے حکمیہ انداز میں کہہ کر اندر جا گئیں۔

اور وہ دانت پیسنے لگی۔ منہ ہی منہ میں شہریار کو برا بھلا کہا اور اکڑی ہوئی اندر آ گئی۔

شہریار نے استفہامیہ نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، دوپٹہ دائیں شانے پر پڑا تھا اسے ڈوپٹے سے جانے کیوں چڑ ہوتی تھی۔ اکثر گھر میں وہ بغیر دوپٹے کے بھی نظر آئی تھی۔ دوپٹہ نسرین بھی کون سا اوڑھتی تھیں ہر وقت وہی دوپٹے کے گھومتی تھیں اس وقت بھی وہ شہریار کے سامنے ایسے ہی بیٹھی تھیں۔ پتا نہیں باہر نکلتے ہوئے کیسے چادر دوپٹہ اوڑھ لیتی تھیں۔

''پھوپھو سلام وغیرہ سب کیا پارلر میں چھوڑ آئی ہیں یہ۔'' اس نے طنز کرنے کے ساتھ پہلے بتایا کیونکہ پارلر کی بھی نسرین نے ہی دی تھی۔

''آپ جس کام سے آئے ہیں وہ بولیں نہ۔''

''حسنیٰ آپی کچھ تو لحاظ مروت کریں آپ کی ان سے شادی ہونے والی ہے۔'' فیضان کو اس کا رویہ ناگوار گزر رہا

''کیا سر پر بیٹھا کے ناچوں۔'' بدزبان تو وہ تھی اس کا اندازہ شہریار کو پہلے سے ہی تھا۔

''حسنیٰ کیا بدتمیزی ہے۔ رفعت یہی تمیز تجھے سکھا رہی ہے۔'' نسرین کو تو غصہ آ گیا۔

''رہنے دیں پھوپھو آپ کچھ نہیں بولیں۔'' شہریار نے نرم سے لہجے میں انہیں روکا۔ ابھی تو وہ نسرین کے بھی شرافت اور تمیز کا مظاہرہ کر رہا تھا جب کہ اس کے تو حساب اماں بیٹی کی طرف بہت سے نکلتے تھے۔

''فیضان کو شرمندگی ہو رہی تھی۔ حسنیٰ بہت بدتمیزی جو کر رہی تھی وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔

''بیٹا پتا نہیں اس کے مزاج کو کیا ہو گیا ہے۔'' وہ وضاحت دینے لگیں۔

'جانتی تو ہیں وجہ کون ہے۔' اس نے شہریار کو خونخوار نگاہوں سے گھورا۔ نسرین اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھے جا رہی تھیں۔ شہریار کے جانے کے بعد اس کی اچھی طرح خبر لینی تھی۔

''بیٹا تم اسے سینڈل چیک کروا دو میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ شہریار کے لیے کولڈ ڈرنک منگوانے چلی گئی تھیں۔

''پھوپھو بہت عقل مند ہیں۔'' وہ دل جلانے والی مسکراہٹ لیے سینڈل کے ڈبے کھول کے اس کے آگے رکھتے ہوئے بولا۔ خوب صورت سی نازک گولڈن سینڈل جونگوں سے بھری ہوئی تھی۔

''پہنو۔'' وہ اس کے خوب صورت پاؤں اس سینڈل میں دیکھنا چاہتا تھا۔

''جب سب کچھ اپنی پسند سے لیا ہے تو یہ بھی کیوں چیک کروانے لے آئے۔''

''میں پسند پوچھنے نہیں آیا سائز چیک کر رہا ہوں۔ حالانکہ موٹی ہو مگر پھر بھی دیکھو کیسی نازک سینڈل لی ہے۔''

''آپ مسلسل میری انسلٹ کر رہے ہیں۔'' وہ آنکھوں میں نمی لیے گویا ہوئی۔

''میں سچ بیان کر رہا ہوں جلدی چیک کرواور بتاؤ مجھے اور بھی کام ہے اور ہاں اپنا آئی ڈی کارڈ بھی دے دو نکاح کے بعد مجھے کاغذات بنوانے ہیں۔'' اس نے دوسرا حکم بھی ناگواری سے دیا۔

''بیٹا دیکھ لی۔'' وہ ٹرے میں کولڈ ڈرنک اور کچھ لوازمات لیے آ گئی تھیں۔

حسنیٰ نے سینڈل ڈبے میں رکھی اتفاق سے بالکل فٹ آئی تھی۔

''پھوپھو حسنیٰ کا آئی ڈی کارڈ بھی چاہیے۔ مجھے کینیڈا پہنچ کر کاغذات بنوانے ہیں۔'' اس نے ان سے ہی کہا۔ حالانکہ حسنیٰ کو کینیڈا کا سوچ کر خوشی بھی ہوئی کتنا شوق تھا ملک سے باہر جانے کا مگر یہ خواہش اس طرح پوری ہو گی اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

''ہاں وہ مجھ سے بھابی نے بھی کہا تھا میں بھول ہی گئی۔'' وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ کے اس کے آگے لوازمات اور کولڈ ڈرنک رکھنے لگیں۔

''حسنیٰ اپنا شناختی کارڈ بھی نکال کے رکھو۔'' وہ اسے جاتے جاتے روک کے بولیں۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی بھناتی نکل گئی۔

''کتنے دنوں میں بلا لو گے۔'' انہیں تجسس بھی ہوا۔

''تین مہینے تو لگیں گے۔'' وہ کولڈ ڈرنک پینے لگا۔

''مستقل ہی وہیں رہو گے؟'' وہ پوچھنے لگیں۔

''ہاں چھٹیاں گزارنے آجایا کریں گے۔'' اس نے تفصیل سے ہی بتایا۔

نسرین کو حسنیٰ کی لاٹری ہی نکلتی ہوئی نظر آئی۔ وہ خوش بھی ہو گئیں۔ شادی پر زیادہ دینا لینا نہیں کرنا پڑے گا جب مستقل ہی کینیڈا میں رہے گی۔

❖❖---○---❖❖

''یہ آپ مجھے کہاں لے آئے ہیں۔'' جانے پہچانے بنگلے کے آگے گاڑی روکی تو وہ اچھل ہی گئی۔

''راستہ صاف ہو جائے گا تو میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔ جب تک آپ یہاں میرے گھر پر بیٹھ جائیں۔''
ہیثم نے اس کے حواس باختہ چہرے کو دیکھا۔
''نہیں بالکل نہیں۔'' اگر ان سب نے دیکھ لیا تو کیا ہو گا اور ہیثم کا رویہ کیا ہو گا اندر کے وسوسے اسے ڈرانے لگے۔
''کیوں بالکل نہیں، آپ ٹریفک دیکھ ہی چکی ہیں ابھی روڈ کلیئر نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھانے لگا۔
''مگر میں آپ کے گھر نہیں جا سکتی۔'' اسے ٹھنڈے ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔ رات کی سیاہی بھی پھیل چکی تھی اسوسے الگ ستا رہے تھے۔
''آپ پریشان نہیں ہوں۔ میرے گھر والے ایسے دقیانوسی نہیں ہیں۔ آپ ڈریں نہیں۔'' ہیثم نے فرنٹ ڈور کھولا۔
وسیع و عریض مرتضیٰ ولا کافی بڑے رقبے پر پھیلا ہوا تھا پوش ایریا تھا وہ رات کی سیاہی میں یہاں رخصت ہو کے آئی تھی۔ جب تو اس نے نہیں دیکھا تھا۔
''خوشنما کے حواس اُڑ رہے تھے۔ ہیثم کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ وہ خود بھی ڈر گئی تھی اگر اس نے زیادہ بحث کی تو کچھ بعید نہیں یہیں اسے سنانے کھڑا بھی ہو جائے۔ اس نے چادر سے تھوڑا چہرے کو آڑ کرتے چھپا لیا ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔
ہیثم کا ذہن لمحوں میں بہت کچھ تخلیق کر چکا تھا۔ کسی طرح تو اس دقیانوسی لڑکی سے جان چھوٹے گی اس نے کچھ تو ایسا کرنا ہی تھا۔

❖❖❖---○---❖❖

بڑا سا سر سبز لان برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ گھاس پر چیئر اور ٹیبل پڑے تھے۔ بچوں کے کھیلنے کے لیے پلے لینڈ بھی بنایا ہوا تھا جبکہ اس گھر میں ابھی تک اتنے چھوٹے بچے نہیں تھے۔
''وہاں سب کو دیکھ کر حیران نہیں ہونا۔''
''مجھے کسی کے سامنے جانا بھی نہیں ہے۔ پلیز آپ مجھے کسی طرح بھی ناگن چورنگی سے آگے چھوڑ دیں۔'' وہ کوریڈور میں رک گئی۔
''چپ کر کے ساتھ چلتی رہو۔'' بلیک کپڑوں میں اس کی چمپئی رنگت چمک رہی تھی۔ ہاتھ پیر اتنے خوب صورت تھے کہ وہ خود کئی دفعہ جان بوجھ کے متوجہ ہو جاتا تھا۔
''ارے ہیثم کسے لے آئے ہو؟'' نزہت مامی کو تو لگتا تھا بولنے کے آداب بھی پتہ نہیں تھے۔ خوشنما کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ یہ خاتون ہی اسے سخت زہر لگی تھیں۔ چادر سے آدھا چہرہ چھپا لیا۔
''بڑی مامی میں نے شادی کر لی ہے۔''
''کیا!!'' وہ تو اچھل گئیں۔ اور خوشنما کا پاؤں کارپٹ سے الجھ گیا۔ ہیثم نے اسے تھام لیا دونوں کے جسم اس وقت بہت گرم ہو رہے تھے۔

بھی نہیں تھا۔ ہیثم ایسا دھما کا کرے گا۔
''سر۔'' خوشنما کی لرزتی کانپتی آواز آئی۔ اس کے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ ہیثم ایسا دھماکا کرے گا۔
''ارے لڑکے پہلے اس کو تو فارغ کرتے، دوسری رچالی۔'' نزہت بھی ملال کرنے لگیں۔ ہیثم نے بات ایسی کردی۔ کچھ ہی لمحوں میں مرتضٰی ولا میں شور ہی مچ گیا۔
''کیا ہیثم نے دوسری شادی کرلی۔'' شاہدہ کا بھی حیرت سے منہ کھل گیا۔
اتفاق سے بزرگ حضرات اس وقت گھر میں ہی تھے۔ ہیثم کی طلبی مرتضٰی علی کے سامنے ہوگئی تھی۔
خوشنما ہونٹوں پر چپ کی مہر لگائے سامنے کھڑی ہوئی تھی اس کی سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے۔
''مجھے تم سے اس حماقت کی توقع نہیں تھی۔ وہ جو تم سے پہلے ہی منسوب ہے اس کے ساتھ ظلم ہی ہے اور ساتھ اس بچی کے ساتھ بھی۔'' انہیں دکھ اور افسوس ہونے لگا۔
''میں نے اپنی مرضی اور پسند سے اس لڑکی سے شادی کی ہے۔'' اس نے خوشنما کے ہاتھ کو تھام لیا۔
''یہ ماڈرن تو نہیں ہے ہیثم! یہ تو اس لڑکی سے بھی گئی گزری لگ رہی ہے۔'' نزہت نے کیڑے نکالنے میں ذرا گریز نہیں کیا۔
ہال کمرے میں سب ہی خاموش تھے۔ خوشنما تو بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔
''مامی! مجھے جیسی لڑکی چاہیے یہ اسی طرح کی ہے۔ چادر تو یہ میرے کہنے پر اوڑھ کے آئی ہے۔'' اس نے جھٹ کہا۔
''یہ چہرہ کیوں چھپائے ہوئے ہے؟'' انہیں زیادہ ہی تجسس تھا۔
''ارتضٰی! اپنی بیوی سے کہو وہ چپ نہیں رہ سکتی تو اندر چلی جائے۔'' مرتضٰی علی کے چہرے پر غصہ واضح نظر آرہا تھا۔
نوجوان پارٹی چھپ کے اندر کا نظارا کر رہی تھی۔ ہیثم پر وہ کیا غصہ کریں وہ خاموشی سے خوشنما کے قریب آئے۔
''بیٹا! کیوں تم نے اپنے لیے بٹے ہوئے انسان کا انتخاب کیا۔ یہ جب اپنی پہلی بیوی کا نہ ہوسکا تو تمہارا کیا ہوگا۔'' وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔
خوشنما کو مرتضٰی علی کے اتنے پیار بھرے لب و لہجے پر دکھ ہونے لگا۔ وہ اس لڑکی کے بھی ہمدرد تھے اور اس کے بھی ہمدرد تھے۔
''نانا جان! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' ہیثم کو اپنی تضحیک لگی۔
''تم میری نظروں کے آگے سے گم ہو جاؤ۔ تم نے جو کرنا تھا کرلیا۔''
''مجھے اپنی پسند کا اختیار ہے۔'' وہ بحث کرنے لگا۔
''مگر تم نے ان دونوں پر ہی ظلم کیا ہے۔'' وہ اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔
''ہیثم تم لگتا ہے مجھے سمجھ ہی نہیں سکے ٹھیک ہے تم نے جو کیا ٹھیک کیا اور میں اب وہ کروں گا جو مجھے ٹھیک لگے گا۔'' انہیں بہت غصہ آرہا تھا۔
''ارتضٰی تم میرے کمرے میں آؤ اور ہاں اپنی بیوی سے کہنا اپنی زبان بند رکھنا۔'' انہوں نے نزہت

ر پہ نگاہ ڈالی۔
ارتضٰی علی سر جھکا کے رہ گئے اور ان کی تقلید میں ان کے پیچھے ہی چل دیے۔
''ہیثم! بابا جان نے ٹھیک کہا تم نے ان دونوں پر ہی ظلم کیا ہے۔'' شاہدہ اسے غلطی کا احساس دلانے لگیں۔
''یہ سب باتیں چھوڑیے اور اپنی بہو سے ملیے۔''
''جب تک بابا جان نہیں کہیں گے ہم مل بھی نہیں سکتے۔'' وہ یہ کہہ کر چلی گئیں۔
نزہت کو تو جیسے کسی بات کی پرواہ ہی نہیں تھی۔
''پلیز مجھے گھر ڈراپ کر دیں۔'' وہ بھی باہر نکل گئی اس کے دل و دماغ تو ہل ہی چکے تھے۔

❖❖---○---❖❖

خوشنما کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا قسمت اس طرح دوبارہ اسی دہلیز پر لے جائے گی اور لے جانے والا بھی ون؟ جس سے اس کا نصیب جڑا تھا اور جانے آگے اور کیا ہونے والا تھا۔ ہیثم کی ایسی غیر متوقع بات نے اس کے دل و دماغ ہلا کے رکھ دیے تھے۔
''پتا نہیں کیا ہو گا ہیثم احمد! تم کیا چیز ہو؟ ایک طرف بے وقعت کر کے رکھ دیا انہی لوگوں کے سامنے اور آج ھی سب کے سامنے ایسا مقام دے دیا۔'' اسے نیند نہیں آ رہی تھی کروٹیں بدلے جا رہی تھی۔ رمنا اور ایمن بے خبر و رہی تھیں۔
اسے زندگی سے کوئی گلہ نہیں تھا۔ شاید اس سے ہی کہیں کوئی غلطی ہو گئی تھی جب ہی اسے سزا ملی تھی۔ اس نے تو بھی اونچے اونچے خواب تک نہیں سجائے تھے ہمیشہ اپنی چادر کے مطابق خواہشیں رکھی تھیں۔ اس کا پھر ایسا نصیب تنے اونچے طبقے میں کیوں جڑ گیا تھا؟
وہ تو ان سب لڑکیوں سے بہت مختلف تھی اپنی سوچ کا معیار بھی نیچے ہی رکھتی تھی۔ فضول کے نخرے اور ضد کبھی س نے کی ہی نہیں تھی۔ پھر اسے ایسی سزا ملی تھی۔ وہ ہیثم کو روز برا بھلا کہتی تھی اور شاید یہ اسی بات کا نتیجہ تھا کہ ہیثم بے کل اور پریشان تھا پھر اس نے یوں اچانک سے ایسا فیصلہ کیوں کر لیا۔
ان سب کے سامنے یہ ظاہر کر دیا وہ اس سے شادی کر چکا ہے۔ شادی تو دونوں کی گزشتہ ماہ ہو چکی تھی۔
مرتضٰی علی۔ وہ کتنے ٹھنڈے دماغ اور دل کے تھے۔ انہوں نے اس سے بھی برا سلوک نہیں کیا۔ وہ ہیثم کی پہلی یوی اور اس کے بھی ہمدرد تھے۔ کتنا غلط انہیں سمجھ رہی تھی۔ اگر انہیں پتا چل جائے کہ ہیثم نے شادی کس سے کی ہے انہی کی ہی پسند کردہ لڑکی سے۔ ہیثم نے اس رات خوشنما کو نہیں دیکھا تھا ورنہ وہ شاید یہ فیصلہ بھی نہیں کرتا۔
نزہت مامی! ان کی جلن حسد اس نے آج بھی اپنی چادر کی اوٹ سے دیکھ لی تھی۔ وہ کتنی نخوت زدہ ہو رہی تھیں۔
''کاش ہیثم احمد تمہیں مجھ سے سچ مچ کی محبت ہو جائے پھر میں دیکھنا کیسے تم سے گن گن کے بدلے لوں گی۔''
وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گئی تھی۔
نائٹ بلب کی ملگجی روشنی میں رات کا مہیب سناٹا اور اسے اداس کر رہا تھا۔
وہ اس بات کو کب تک ایسے چھپاتی رہے گی؟ دل پر اس کے بوجھ بھی ہو رہا تھا۔ ایسے میں اس کی بہنیں ہمیشہ

اس کا بہت ساتھ دیتی تھیں انہیں وہ ضرور یہ سب بتائے گی تاکہ اگر کوئی بات ہو تو یہ دونوں تو گواہ ہوں گی۔
''آپی کیا بات ہے کب سے کروٹیں بدل رہی ہیں نیند نہیں آ رہی۔'' رمنا جو اس کے ساتھ ہی لیٹی تھی اس کی بھی آنکھ کھل گئی۔
''ہاں ایسے ہی نیند نہیں آ رہی تھی لیکن اب آ رہی ہے۔'' وہ کروٹ بدل کے لیٹ گئی۔ آنکھیں اس نے بند کر لی تھیں۔ ہیثم کے ساتھ آج کا دن گزارہ ہوا فلم بن کے اس کی بند آنکھوں کے سامنے آئے جا رہا تھا۔ کسی نے اسے تھام لیا تھا اور وہ اس کے اتنا قریب۔
گھبرا کے اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ہیثم کے دیکھنے کا انداز بھی تو اسے گڑبڑا دیتا تھا مگر وہ خود کو بہت با اعتماد ظاہر کرتی تھی۔

❖❖---○---❖❖

نسرین نے اسے آرڈر دے دیا تھا۔ دوپہر تک چلنا ہے مگر پھر اس نے سوچا رفعت کو بھی بتا دے کل کو اچانک سے برا لگے گا تو بہت روئے گی۔
''بھابی آپ مجھے آج بتا رہی ہیں۔'' رفعت کا چہرہ دکھ اور افسوس سے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ جسے اس نے پال پوس کے جوان کیا اس کے رشتے کی خبر تک نہ ہو سکی۔ حسنیٰ نے بھی ذکر نہیں کیا۔
''چلو آج تو بتا دیا نا تیاری کر لینا جلدی جانا ہوگا۔ حسنیٰ کو پارلر بھی جانا ہے۔'' نسرین نے نرم لب و لہجے میں کہا۔
حسنیٰ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ بینا کی طرف اسے جانا تھا۔ ارومہ کی سہیلی کو مہندی لگانے کے لیے بلایا۔ تھا نسرین اسے یہی کہنے تو اوپر آئی تھیں۔
''میں جا کے کیا کروں گی آپ کر تو رہی ہیں سب کچھ۔'' خفگی اور رندھے ہوئے لہجے میں گویا ہوئیں۔
''ٹھیک ہے نہ جاؤ پھر یاد رکھنا میں حسنیٰ کو اپنے ساتھ ہی نیچے لے جاؤں گی جب تک رخصتی نہیں ہو جاتی میں اپنے گھر میں رکھوں گی۔'' نسرین نے دوسرا پینترا آزمایا۔
''بھابی آپ کبھی کبھی بہت زیادتی کرتی ہیں۔ حسنیٰ کو میں نے ماں بن کے پالا ہے اسے کبھی بھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی پوچھیں حسنیٰ سے۔'' انہوں نے حسرت بھری نظر حسنیٰ پر ڈالی جو خود بھی چور بنی ہوئی بیٹھی تھی۔
''مجھے کیا نظر نہیں آتا جو میں اس سے پوچھوں۔'' وہ بھی زیر ہو کے گویا ہوئی تھیں۔
''اچھا میں چلتی ہوں یہ شکوے شکایت بعد میں کر لینا کیوں کہ میرے پاس ٹائم کم ہے بازار بھی جانا ہے۔'' وہ کھڑی ہو گئیں۔
''حسنیٰ اپنی تیاری کر کے رکھو میں ابھی آتی ہوں پھر میرے ساتھ چلنا۔''
''بھابی نکاح کی ساری رسمیں یہاں سے ہی کریں۔'' رفعت نے پھر نکتہ اٹھایا۔
''کوئی لمبا چوڑا پروگرام نہیں ہے۔ خاص خاص لوگوں کو بھابی نے بلایا ہے اور سارا انتظام کوئی چھوٹے سے میرج ہال میں کیا ہے سارا خرچہ شہریار کر رہا ہے میں کچھ نہیں کر رہی۔'' انہوں نے تیز لہجے میں گویا جتایا۔
''آپ یہاں سے کریں سارا خرچہ میں اٹھاؤں گی۔'' رفعت اتنی بھی گئی گزری نہیں تھیں۔ وہ نسرین کو جا

تھیں ہر جگہ خرچہ وغیرہ دینے سے بچتی تھیں۔

''بس رہنے دو۔ پتہ ہے ہمیں بہت پیسہ ہے تمہارے پاس۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کے کہا۔ رفعت چپ ہو کے رہ گئیں۔ حسنیٰ چپ گم صم بیٹھی تھی۔

''تم نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائی۔'' وہ نگاہوں میں آنسو لیے حسنیٰ سے مخاطب تھیں۔

''مما میں کیا کرتی مجھے بھی کون سا پتا تھا امی خود ہی طے بھی کر کے آ گئیں۔ میں کون سا خوش ہوں۔ شروع سے میں نے اس کے رشتے سے انکار ہی کیا ہے اور وہ منحوس میرے پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔'' حسنیٰ نے بھی دل کے پھپھولے پھوڑے۔

''اگر آپ اسٹینڈ لے سکتی ہیں تو لے لیں رکوا دیں یہ نکاح۔'' وہ فوراً ہی ان کی سائیڈ پر ہو گئی تا کہ رفعت کا دکھ و افسوس کم ہو۔

''اب کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ مغموم لہجے میں گویا ہوئیں۔ حسنیٰ ان کا چہرہ جانچ رہی تھی۔

❖❖---O---❖❖

''کیوں آج کیوں نہیں جا سکتی۔'' حباب دعوت پر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ رضوانہ کی جیٹھانی نے جو دعوت دی تھی رات میں وہ میکے جانے کی بات کر رہی تھی۔ حسنیٰ جو آئی ہوئی تھی کل شہریار اور حسنیٰ کا نکاح تھا۔

''تائی امی کے گھر سے ہی تم رات میں آؤ گی۔''

''میری امی کا گھر کون سا دور ہے برابر میں ہی تو ہے۔ پھر وہاں حسنیٰ آنٹی کے مہندی لگی ہو گی۔ سارے ہی وہاں ہوں گے۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔ دھانی کلر کے جھلملاتے کامدانی اسٹائلش سوٹ میں بہت دلکش لگ رہی تھی۔ ضمران کی نگاہ بار بار اس کے چہرے سے اُلجھ رہی تھی۔ دونوں کی شادی کو مہینہ ہی ہوا تھا اور بے تکلفی ایسی نہیں تھی جو میاں بیوی میں ہوتی ہے۔

''ایک تو ہر بات کا آپ کے پاس جواب ہوتا ہے۔'' وہ تیز لہجے میں خفگی سے گویا ہوا۔

حباب نے نگاہ ترچھی کر کے اس کے بدلتے موڈ کو دیکھا وارڈ روب کھول کے اپنے کپڑے نکالنے لگا۔

''کپڑے آپ کے میں نے پریس کر کے لٹکائے ہوئے ہیں۔'' وہ کانوں میں آویزے پہن رہی تھی۔ جیولری میچنگ کی اور گولڈن کانچ کی میچنگ چوڑیاں اس کے نازک ہاتھوں پر بہت سج رہی تھی۔

''شکریہ یہ مہربانی کیوں؟'' طنز در آیا۔

''ظاہر ہے یہ میرا فرض ہے۔''

''فرض میں اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔'' قریب آتے مخمور لہجے میں ذو معنی گویا ہوا۔

وہ لاجواب ہو گئی ڈریسنگ ٹیبل کی درازیں بند کی۔

ضمران بھی جلدی سے تیار ہو گیا۔ بلیک پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں اس کی اسمارٹنس ہمیشہ کی طرح ہوئی تھی۔

آدم اسٹور پر تھا۔ وہ نہیں ہنسے جا رہا تھا اور گھر میں طٰہٰ کو چھوڑا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ خالی گھر چھوڑنا بھی غلط

تھا۔

حباب کا وہاں پر تپاک استقبال کیا گیا تھا مگر سب کی آنکھوں میں اسے حسد بھی نظر آرہا تھا۔

''رضوانہ! اپنی بہو کو یہ نہیں سکھایا دوپٹہ کھول کے اوڑھے۔'' دادی جان کو تو کسی نا کسی بات پر اعتراض اٹھا ہی تھا۔

''دادی جان! میں نے دوپٹہ کھول کے ہی اوڑھا ہے آپ دیکھ لیں۔'' حباب کو ان کا بلاوجہ کا اعتراض پتنگے لگا رہا تھا مگر وہ گرم گرم گھونٹ اتار کے رہ گئی۔

''آج کل تو ذرا لحاظ نہیں کرتی ہیں لڑکیاں۔ رضوانہ تم نے تو کبھی مجھ سے منہ در منہ کچھ کہا ہی نہیں مگر تمہاری بہو کا جواب نہیں۔'' وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔

''امی! آپ ناراض نہیں ہوں میں سمجھا دوں گی۔'' رضوانہ خفیف سی ہوگئیں، جب کہ حباب نے ضمران کو گھو کے دیکھا۔

''دیکھئے دادی جان! اگر آپ کو مجھے دیکھ کر جلن ہو رہی ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر نوشین کی ضمران سے نہیں ہوئی تو یہ کہاں کا دستور ہے کہ اس کا آپ غصہ نکالتی رہیں مجھ پر۔'' حباب نے نہایت تہذیب کے دائرے میں رہ کے انہیں لاجواب ہی کر دیا۔ وہ پزل ہو گئیں۔ ضمران کی تائی اور ان کی بیٹی بھی حیران رہ گئیں۔ حباب نے کیسے اصل بات کو لے کر انہیں جتا دیا۔

''رہی امی آپ کو کبھی منہ در منہ جواب نہیں دیتی تھیں۔ یہ ان کی شرافت تھی اور رہی میں، میں ان کی بہو ہوں مجھے روکنے ٹوکنے کا اختیار انہیں ہے خاندان کے کسی فرد کو نہیں۔''

''حباب کیا ہو گیا ہے دادی جان بڑی ہیں۔ وہ ہم سب کو کہہ سکتی ہیں۔'' ضمران جھٹ بولا۔

''سوری یہ آپ کے ددھیال والے میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں میں برداشت نہیں کر سکتی اگر دعوت پر بلا کے اسی طرح بے عزت کرنا تھا تو یہ گھر آ کے بھی کر سکتی تھیں۔'' حباب کو دادی جان کے اتنے بدصورت اور جلن وحسد والے رویے پر افسوس بھی ہو رہا تھا۔

''بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔'' تائی امی گھبرا گئیں۔ کیونکہ اس نے طنز کر کے ان سب کو ہی شرمندہ کر دیا تھا۔

''توبہ کیسی ہری مرچ لڑکی ہے۔'' دادی جان پھر بھی بڑبڑانے سے باز نہیں آئیں۔

''امی آپ خاموش ہو جائیے۔''

''تائی امی آپ کسی کو کچھ نہیں کہیں مجھے چلنا چاہیے۔''

''اف لڑکی کا مزاج تو دیکھ شکل ہو تو بات بھی ہے میری نوشین سے پھر بھی کم ہی ہے پتہ نہیں کیسے لڑکے کو پھنسا لیا۔''

''لیف۔'' وہ شدت غم سے کپکپانے لگی۔ یہ الفاظ ہی تو اسے ڈراتے تھے اور یہ اس نے سن لیے۔ نہیں وہ یہ برداشت نہیں کر سکتی اس کے دماغ کی نسیں پھڑپھڑانے لگیں۔ رضوانہ بھی حواس باختہ ہو گئیں۔ ضمران نے حباب کے چہرے کا رنگ یکلخت بدلتے دیکھا وہ آگے بڑھا تھا۔

❖❖---○---❖❖

دو دن سے وہ آفس نہیں آ رہی تھی۔ ہیثم بے کل اور پریشان ہو رہا تھا۔ وہ اپنی اس کیفیت کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ لیٹے لیٹے گھبرا گیا تھا۔ پورے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اپنے کمرے پر اس نے نگاہ دوڑائی۔ آج بھی اس کا کمرا اول رات کی طرح سیٹ تھا۔ وارڈروب تک میں خوشی کے سارے سوٹ ایسے ہی رکھے تھے۔ اسے کبھی کبھی بہت الجھن ہوتی تھی مگر اب اس نے جو دوسرا قدم اٹھایا تھا اس جھوٹ کو ہی نبھانا تھا۔ وہ جانتا تھا ایک لڑکی دوسری لڑکی سے ضرور جیلس ہوتی ہے۔ جب خوشی کو پتا چلے گا اس نے نکاح کر لیا ہے ضرور وہ طلاق کا مطالبہ بھی کرے گی اور اس طرح اس کی جان اس لڑکی سے چھوٹ جائے گی اور پھر بعد میں وہ سب کو اصل حقیقت بتا دے گا۔ اس نے کوئی دوسری شادی نہیں کی ہے۔" ابھی اسے یہ پریشانی تھی خوشنما دو دن سے آفس سے غائب تھی۔ اس نے ضرور اس بات کا شاک لیا ہوگا۔ خوشنما کا کوئی کانٹیکٹ نمبر بھی نہیں تھا اور گھر بھی وہ نہیں جانتا تھا بس اس روڈ کا پتہ تھا جہاں وہ اتری تھی۔

"اشعر سے پوچھتا ہوں۔" یکدم اسے اشعر کا خیال آیا۔

"یار خوشنما دو دن سے آفس نہیں آ رہی ہے تمہارے پاس اس کا کوئی نمبر ہے؟"

"اچھا کیوں؟" اشعر کی بھی پرسوچ آواز ابھری۔

"اچھا کیوں کا مجھے پتا ہوتا تو تم سے پوچھتا؟" وہ جھنجلا کے بولا۔

"ارے ارے اتنے جھنجلائے ہوئے کیوں ہو خیریت تو ہے۔" اشعر کو تشویش ہوئی۔

"ہاں، بس خیریت ہے۔" اس نے نکاح والی بات تو اسے بھی ابھی تک نہیں بتائی تھی۔

"مجھے یہ بتا دو نمبر ہے اس کا کوئی؟"

"کیوں تم نے نہیں لیا؟" اب وہ طنزیہ چھیڑنے لگا۔

"لیا ہوتا تو تم سے پوچھتا۔"

"اتفاق سے میرے پاس بھی نہیں ہے۔"

"اتنی دیر سے بکواس کیوں کر رہے تھے؟ سیدھا سیدھا بول نہیں سکتے تھے میرے پاس بھی نہیں ہے۔" وہ غصے میں آ گیا۔

"مجھے لگتا ہے کیوپڈ اثر کر گیا ہے۔ یار خدا کو مانو شادی شدہ آدمی ہو کسی دوسری کے چکر میں نہیں پڑو۔"

"تم سے نمبر پوچھا تھا مشورہ نہیں مانگا تھا۔" اس نے لائن کٹ کر دی مگر لائن کٹ کر کے بھی اس نے برا کیا تھا اشعر کو بتائے بغیر مسئلے کا حل مل نہیں سکتا تھا۔

"میں اندر آ سکتا ہوں۔" فاران ناک کر کے اندر آیا۔

اس وقت فاران کی آمد بھی اسے کوفت میں مبتلا کرنے لگی۔

"تیر مار کے اندر بند ہو کے بیٹھ گئے ہو۔ کوئی کہانی کسی کو نہیں بتائی۔ یہ شادی کرنے کی تمہیں کیا پڑی تھی ایک کافی نہیں تھی۔" اس نے ہیثم کے پرسوچ چہرے کو دیکھا۔

"یار فضول کوئی بات نہیں کرو میرا دماغ پہلے ہی پریشان ہے۔"

"ظاہر ہے ایک طرف اندر والی، دوسری طرف باہر والی دماغ پریشان تو ہونا ہی ہے۔" اس نے ہنس کے اس

کی حالات پر چوٹ کی۔
''یہاں سے تم دفع ہو جاؤ۔''
''بالکل بھی نہیں پوری کہانی سناؤ کہاں ٹکرائی اور کیسے تم نے شادی کر لی۔'' وہ پھیل کے اس کے بیڈ پر لیٹ گیا۔
''وہ نہایت شریف لڑکی ہے ایسی ویسی نہیں ہے۔''
''ارے میں نے ایسا کچھ کہا جو تم مجھے جتا رہے ہو۔'' وہ بولا۔
''جب آدمی پر کوئی پریشانی آن پڑتی ہے اس کی سمجھ میں نہیں آتا وہ کس راستے پر چلے۔''
''ویسے تمہارے لیے صحیح راستہ دادا جان نے دیا تھا مگر تم پتہ نہیں خود کو کیا سمجھنے لگے۔''
''رشتے زبردستی سے قائم نہیں ہوتے۔'' وہ غصے سے گویا ہوا۔
''مگر کچھ رشتے زبردستی قائم کیے جائیں تو وہ فائدہ مند بھی ہوتے ہیں۔ انسان کی سمجھ پر ہوتا ہے وہ کس اینگل سے سوچ رہا ہے اور میں دادا جان کی سوچ سمجھتا ہوں انہوں نے تمہارے لیے بہت اچھا کیا ہے مگر تم سمجھ نہیں رہے ہو اور اب دوسری شادی کر کے اس دوسری لڑکی پر بھی ظلم کیا تم نے۔''
''تم بھی نانا جان کی زبان بول رہے ہو۔''
''میں جو سچ ہے وہ بول رہا ہوں تمہاری عقل تو چلی گئی ہے گھاس چرنے تمہیں کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔'' وہ ہیثم کی سوچ پر افسوس کرتا ہوا اٹھا۔
''یاد رکھنا دادا جان سے ٹکر نہیں لینا بہت برا ہوگا۔'' وہ اسے آگہی دیتا ہوا چلا گیا۔

❖❖❖---○---❖❖

اس کے ہاتھوں پر مہندی کا رنگ بہت گہرا اور خوب صورت لگ رہا تھا۔ حباب تو کئی دفعہ سراہ چکی تھی۔ پارلر سے آ کر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ریڈ لہنگے اور میچنگ جیولری میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ سب لوگ میرج لان میں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ بینا، حسنٰی کی طرف سے ہی ساری میزبانی نبھا رہی تھی۔ نسرین تو اپنا خرچہ بچ جانے پر بہت خوش تھیں مگر حسین بیگم کے زرخیز دماغ سے وہ بچ نہیں سکتی تھیں۔ وہ کیسے گوارہ کرتیں کہ سارے خرچے وہ کریں اور نسرین آرام سے ہو جائیں۔ ابھی تو انہوں نے چپکی لگائی ہوئی تھی فراج اور فیضان رفعت کو لے کے آ گئے تھے۔
''بینا باجی! کب تک یہ تقریب چلے گی۔'' اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی اور پھر ابھی تک رفعت اس کے پاس نہیں آئی تھیں۔
''ارے کچھ تو صبر کرو مل لینا شہریار سے بھی۔'' وہ کاسنی کپڑوں میں میک اپ سے مزین اس کے سامنے کھڑی جیولری پہن رہی تھیں۔
''میں اس لیے نہیں پوچھ رہی۔'' وہ جھینپ گئی۔ بینا ہنسنے لگیں۔
''ارے ناراض کیوں ہوتی ہو۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔''
''یہ بتائیے مما آ گئیں؟'' اس نے بات کاٹی۔

''ہاں آگئی ہیں ابھی کچھ دیر پہلے ہی فراج آیا تھا یہی بتانے۔''
''وہ پھر یہاں کیوں نہیں آئیں؟'' وہ افسردہ ہوگئی۔
''وہ لان میں چلی گئی ہیں۔'' وہ بتانے لگیں۔
''امی کب تک چلیں گی شہریار ماموں گاڑی بھیج رہے ہیں۔'' ارومہ چوڑی دار پاجامہ اور کُرتہ میں تھی۔ شولڈر کٹ بال کھلے ہوئے تھے۔ حباب نے اپنی شادی کا لہنگا پہنا تھا۔ رضوانہ نے زبردستی اسے پہنوایا تھا وہ الجھ رہی تھی۔
''امی مجھ سے چلا نہیں جارہا ہے۔'' وہ لہنگا سنبھالے ہوئے کھڑی تھی۔ دوپٹہ شانوں پر پنوں سے سیٹ تھا۔
''ارے نیچے تو کرو پاگل مت بنو تھوڑی دیر پہن لو تمہاری ساس اور میاں دیکھ لیں تو پھر بعد میں دوسرا سوٹ پہن لینا۔ میں نے کہا تو تھا رکھ لو اسے بھی۔'' بینا پوری تیار ہوچکی تھیں۔ اتنے میں گاڑی آگئی تھی۔ حسنیٰ کو ارومہ اور بینا پکڑ کے باہر لے آئی تھیں ہائی ہیل کی وجہ سے اس سے چلنا مشکل ہورہا تھا۔
''بینا باجی کب سے کہا ہوا تھا، اتنی دیر لگادی۔'' ڈرائیو شہریار ہی کررہا تھا ایک اچٹتی نگاہ حسنیٰ پر بھی ڈالی جو لال کلر کی بڑی سی چادر میں چھپی ہوئی تھی۔
''آج کے دن بھی تم گاڑی چلارہے ہو۔ اکرام کو بھیج دیتے۔'' وہ بولیں۔
''اکرام بھائی کو اور کام ہیں۔'' اس نے پیچھے کا دروازہ بند کیا۔
بینا اندر کے لاک لگانے چلی گئی تھیں۔ حباب اپنا وزنی لہنگا سنبھالتی ہوئی آئی۔
''تمہیں بڑا شوق ہے دلہن بننے کا۔'' اس نے حباب کے سر پر چپت لگائی۔
حسنیٰ نے نگاہ باہر کی طرف اٹھائی۔ شہریار کی وائٹ کرتے شلوار میں پشت ہی نظر آئی۔
''میری ساس کو شوق ہے میں دلہن بن کے جاؤں۔'' وہ بالوں کو جیولری سے نکالنے لگی۔ ''ضمران وہاں پہنچ گیا ہے۔ تمہیں ہی ڈھونڈ رہا تھا۔ میں نے کہا آرہی ہے لینے جارہا ہوں۔'' حباب جھینپ گئی۔
ارومہ نے جھٹ ڈور کھولا اور بیٹھ گئی۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ میرج لان میں موجود تھے۔ شہریار روایتی دولہا نہیں بنا تھا۔ وائٹ قمیص شلوار جس کے گلے پر نفیس سی کڑھائی تھی اس میں ڈیسنٹ اور پیارا لگ رہا تھا۔
بینا نے حسنیٰ کو دیکھ کر بلائیں لے لی تھیں۔ مہمان تھے۔ کوئی لمبی چوڑی تقریب نہیں تھی جو دیر لگتی۔ حسنیٰ کے نکاح کے لیے لوگ آگئے تھے اس نے تو زور زور سے رونا شروع کردیا۔ رفعت نے تنقیدی نگاہوں سے نسرین کو دیکھا۔ ان کے ذہن میں یہی تھا کہ حسنیٰ کا یہ نکاح زبردستی ہورہا ہے۔
''حسنیٰ کیا ہورہا ہے چپ کرو۔'' نسرین نے ڈپٹ دیا۔ حسین بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔
''مہر کتنا رکھوایا ہے؟'' رفعت نے نکتہ اعتراض اٹھایا۔
''رفعت یہ باتیں اس وقت کرنے کی نہیں ہیں۔ پچاس ہزار رکھوایا ہے۔'' حسین بیگم جھٹ بولیں۔
''اتنا سا مہر۔'' رفعت چونک گئیں۔
''تمہارا کیا مطلب ہے دس لاکھ رکھواتے۔'' وہ تو برہم ہونے لگیں۔
حسین بیگم اگر شروع ہوگئیں تو روکنا مشکل تھا حسنیٰ کو اور بھی گھبراہٹ ہوئی۔

''رفعت چپ کر جاؤ۔'' نسرین نے چپ کرا دیا حسنیٰ کا نکاح ہو گیا۔

❖❖---○---❖❖

خوشنما کا کچھ پتہ نہیں تھا وہ اور بے کل پریشان تھا۔ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ آفس کا کام بھی خراب رہا تھا۔ ساری ڈیٹیل تو اسی کے پاس ہوتی تھیں۔

آج اس نے سوچ لیا اشعر سے ہی کچھ بات کرے۔ شاید وہی مسئلے کا حل نکل لے۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' مرتضیٰ نے اس کے پیچھے سے پکار کے پوچھا۔

ہیثم کے اٹھتے قدم رک گئے ابھی اس نے کوریڈور عبور نہیں کیا تھا۔

''اشعر کی طرف جا رہا ہوں۔'' اس نے نہایت نپے تلے انداز میں جواب دیا۔

''خوشی کے والد ہوسپٹل میں ایڈمٹ ہیں تم انہیں دیکھنے جاؤ۔'' انہوں نے گویا حکم دیا۔

''پلیز نانا جان! کیوں ایک ہی بات مجھ سے کرتے ہیں۔'' وہ کھسیا کے رہ گیا۔

''ہیثم! تم حد سے زیادہ لاپرواہ اور بدتمیز ہوتے جا رہے ہو جو تمہاری ذمے داریاں ہیں اس کو کب سمجھو گے۔ انہوں نے ذرا درشت لہجے میں پوچھا۔

''میری جو ذمہ داریاں ہیں وہ سمجھ گیا ہوں اور نبھانے کی بھی کوشش کر رہا ہوں۔''

''جو تمہاری ذمہ داری ہے وہ تو اب تک نبھائی نہیں ہے۔'' انہوں نے طنزیہ اسے دیکھا۔

''پھر وہی بحث۔'' وہ آگے بڑھنے لگا۔

''تمہاری نظر میں میری کوئی اہمیت اور عزت نہیں۔'' وہ مغموم معصوم زدہ لہجے میں گویا ہوئے۔

''نانا جان! آپ میرے لیے بہت کچھ ہیں اور آپ کی عزت اور اہمیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔'' اسے کبھی کبھی بہت افسوس بھی ہوتا تھا وہ ان کا دل توڑ رہا ہے۔

''میں بھی اگر نانا جان! آپ سے یہ کہوں میری آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی جو آپ نے میرے ساتھ یہ ظلم کیا۔'' اس کا لہجہ تھکا تھکا تھا۔

''تم میری نظر میں تو کیا دل میں رہتے ہو تم پر مجھے بڑا مان تھا۔ اسی لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا۔ میں فاران سے بھی اس کی شادی کروا سکتا تھا مگر اس کی ماں تم جانتے ہو وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتی ہے۔'' وہ نرم لہجے میں گویا ہوئے۔

''بیٹا! میں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں خوشی کے لیے اپنے دل میں کوئی گنجائش نکالو کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا۔''

''میں جب کہ دوسری شادی کر چکا ہوں اس پر بھی چاہتے ہیں میں کوئی گنجائش نکالوں۔'' وہ حیرانی سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہاں اس لیے کہ یہ میں چاہتا ہوں جاوید ہوسپٹل میں ہے۔ میں نہیں چاہتا اس پر کوئی دوسرا صدمہ پڑے۔'' وہ دبے دبے اور نرم آواز میں بول رہے تھے۔

''نانا جان آپ انہیں سمجھا بجھا کے یہ معاملہ ختم کروائیں پلیز۔'' وہ ملتجی لہجے میں بول رہا تھا۔

''یہ اتنا آسان نہیں ہے تم جاوید کو اسپتال میں دیکھ آؤ۔ دو دن ہو گئے ہیں وہ ایڈمٹ ہے۔''
''کوشش کروں گا اس وقت تو میں اپنے ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ ہیثم نے ان کا سنجیدہ اور تفکر زدہ چہرہ دیکھا۔ وہ واپس مڑ گئے تھے اور وہ خود شش و پنج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے جو جھوٹ بولا ہے اسے اگر کہے گا وہ جھوٹ ہے جب بھی اسے نانا جان کے فیصلے کے آگے سر جھکانا پڑے گا۔

❖❖---○---❖❖

سب لوگ تھک ہار کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ رفعت، حسنیٰ کو گھر لے جانا چاہ رہی تھیں۔ مگر نسرین نے یہ کہہ کر منع کر دیا کل آجائے گی۔
''بینا باجی! سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔ چائے مل جائے گی۔'' وہ کپڑے چینج کرنے جا رہی تھی کچھ دیر ستانے کے لیے صوفے پر لیٹ گئی تھی۔
''حباب چائے بناؤ شہریار بھی ادھر ہی آ رہا ہے۔'' بینا چینج کر کے آگئی تھیں۔
''وہ کیوں ادھر آ رہے ہیں؟'' حسنیٰ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔
''بھئی ان کی بہن کا گھر ہے اس لیے آ رہے ہیں۔'' ارومہ اس کا خوب صورت سراپا مسکرا کے دیکھنے لگی۔
''شہریار ماموں نے آپ کو اس روپ میں دیکھا کب ہے۔ جب اتنی تیاری کی ہے تو یہ تو ان کا حق بنتا ہے۔ وہ آپ کو دل کھول کے سراہیں۔'' حباب کو کو بھی شرارت سوجھ رہی تھی۔
''بینا باجی! یہ بالکل بھی نہیں ہوگا آپ انہیں جانتی ہیں۔ ایسی دل جلانے والی باتیں کرتے ہیں کہ مجھے رلا دیتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔
''کوئی بات نہیں، آج ان کے گلے لگ کے رو لیجیے گا۔'' حباب اسے چھیڑے جا رہی تھی۔
''بدتمیز تمہیں مزے آ رہے ہیں۔''
''واہ کیا سین ہوگا جب آپ دونوں آمنے سامنے ہوں گے۔'' حباب شادی کے روز سے کچھ شوخ مزاج ہو گئی تھی۔
''ارے کچھ نہیں ہوگا میں نے شہریار کو سختی سے منع کوئی الٹی سیدھی بکواس نہیں [illegible] گی۔'' بینا نے اسے اطمینان دلایا۔
''آج آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' ارومہ نے اس کے گلے میں بازو حمائل کر کے مسکرا کے کہا۔
حباب چائے بنانے چلی گئی تھی حسنیٰ اپنا بھاری وزنی لہنگا سنبھال کے صوفے سے اٹھنے لگی۔ شہریار ایزی سے قمیض شلوار میں نکھرا نکھرا چلا آیا حسنیٰ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ ارومہ نے کھانسنا شروع کر دیا بینا ہنسنے لگیں۔ حسنیٰ کے غازوں پر حیاء کی لالی آگئی۔
''یہ تم مجھے دیکھ کر شرمائی ہو یا کسی اور بات پر۔'' وہ معنی خیز اور شرارتی لہجے میں گویا ہوا۔
''اونہہ۔'' وہ ہنکار کے اپنا لہنگا سنبھالتی جانے لگی تھی۔ شہریار اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا۔
''بینا باجی! انہیں راستے سے ہٹایئے۔'' وہ نگاہ تک نہیں ملا رہی تھی۔

رومہ، حباب دونوں کو دیکھ کر مزے لے رہی تھیں۔ بینا نے تو مسکرا کے شانے اچکائے۔
''آج تمہیں مجھ سے بینا باجی تو کیا ناہید آپا بھی نہیں بچا سکتی ہیں۔'' وہ قہقہہ لگانے لگا۔
''شہریار! ناہید کیا رکی ہوئی ہے؟'' بینا نے یکدم ہی حیرانی سے پوچھا۔
''ہاں میں نے ہی زبردستی روکا ہے ورنہ تو وہ غیر ہی بنی رہتی ہیں۔'' شہریار کسی کو نہیں چھوڑتا تھا۔ حسنیٰ، حباب اور رومہ کے مشترکہ کمرے میں جا رہی تھی۔ شہریار نے اس کا بازو پکڑ کے جالیا۔
''شہریار! کیا اس کے بچے بھی رکے ہیں؟'' بینا کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔
''ظاہر ہے۔'' اس کی نگاہ حسنیٰ پر تھی۔
''میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔'' وہ بھی اندر غائب ہو چکا تھا۔
حسنیٰ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ آج اسے شہریار سے جانے کیوں اتنی شرم آ رہی تھی، جب کہ وہ اسے دیکھ کر شرمانا بھی نہیں چاہتی تھی۔
''یہ کیا بدتمیزی ہے کچھ تو لحاظ کریں۔'' وہ برہم ہونے لگی۔ بھاری وزنی دوپٹہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے سنبھالا ہوا تھا جو ڈھلک کے گرے جا رہا تھا۔
''یہ کوئی بدتمیزی نہیں ہے میرا پورا حق بنتا ہے تم سے ملنے کا۔ میں تو ویسے بھی یہ دیکھنے آیا ہوں تم پر یہ سب ج بھی رہا ہے یا نہیں۔ کیوں کہ گوری چمڑی کے لوگ اس ڈریس میں زیادہ اچھے نہیں لگتے ہیں۔'' شہریار کی گہری نگاہیں اس کے وجود میں الجھی ہوئی تھیں۔ وہ واقعی کوئی اپسرا ہی لگ رہی تھی۔ دلہن بن کے تو پہچانی ہی نہیں جا رہی تھی۔
''میری بے عزتی کرنے کے لیے مجھ سے شادی کی ہے۔'' وہ تنک ہی گئی۔
''کیوں بے عزتی کرنے کا اختیار تمہیں ہے۔'' اس نے گہری نگاہوں کا زاویہ اسی طرف مرکوز رکھا اور طنزیہ انداز میں بول رہا تھا۔
''ہاں تو کیسے راضی ہو گئیں میں گوالہ لگتا ہوں مجھ سے شادی کرنے سے پہلے خودکشی کرلوں گی۔ کیوں وہ سب باتیں کہاں گئیں۔'' وہ حسنیٰ سے طنز کرنے سے باز نہیں رہ سکتا تھا۔
''میں راضی کب تھی زبردستی مجھ سے ہاں کروائی ہے۔'' وہ شہریار کی نگاہوں سے الجھ رہی تھی۔
''لالچ دماغ میں آ گیا ہوگا اسی طرح ہی کینیڈا چلی جاؤں گی۔'' وہ آگے بڑھا وہ دو قدم پیچھے ہوئی شہریار اس سے لگاوٹ بھی نہیں دکھا رہا تھا مگر استحقاق پورا رکھ رہا تھا۔
''ابھی بھی خاصی موٹی ہو چھ مہینے ہیں رخصتی میں کم کرلو۔'' وہ پھر سلگا کے رہ گیا اور حسنیٰ غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگی۔

❖❖---O---❖❖

خوشنما کو کچھ ہوش نہیں تھا۔ وہ گزشتہ تین دن سے آفس نہیں جا رہی تھی۔ جاوید احمد اسپتال میں ایڈمٹ تھے انہیں دل کی تکلیف ہوئی تھی۔ وہ تو بروقت اسپتال لے آئے ورنہ اٹیک ہو سکتا تھا۔ ہیثم کے گھر سے اس کے دونوں ماموں اور مرتضیٰ علی دیکھنے آئے تھے مگر ہیثم کا جاوید احمد کو انتظار تھا۔

رمنا اور ایمن گھر پر تھیں۔ وہ امی کے ساتھ ہوسپٹل میں رکی ہوئی تھی۔

''بیٹا یہ دوائیاں پھر لکھ دی ہیں پہلے ہی اتنی پڑی ہیں۔'' امی کو دوائیاں دیکھ کر گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

''امی جب تک ابو یہاں ہیں ٹریٹمنٹ تو ہو گا۔ میں دوائیاں لے کے آتی ہوں آپ یہاں بیٹھ جائیں۔'' اس نے انہیں چیئر پر بٹھایا اور خود پرچہ لے کے چلی گئی۔ ابھی وہ لفٹ رکنے کا انتظار کر رہی تھی جیسے ہی لفٹ کھلی اشعر اور ہیثم کو دیکھ کر بوکھلا گئی۔

''ارے خوشنما آپ یہیں مل گئیں کیسے ہیں آپ کے والد صاحب؟'' اشعر نے اسے کال کر کے غیر حاضری کی وجہ پوچھ لی تھی۔

ہیثم بلیک ڈریس پینٹ پر گرے شرٹ میں ڈیسنٹ اور خاموش لگ رہا تھا۔

''جج......جی وہ پہلے سے بہتر ہیں۔ میں دوائیاں لے آؤں۔'' وہ خود کو فان کلر کی چادر میں سمیٹے ٹپٹائی ہوئی تھی کیوں کہ ہیثم جو سامنے تھا۔ اگر سارا کچھ اسے پتہ چل گیا تو سارا کھیل خراب ہو جاتا اور پھر اس نے شادی کا جو ڈرامہ کیا تھا وہ اسی شاک میں تھی کہ ابو کی اس رات طبیعت خراب ہو گئی۔ وہ انہیں ہوسپٹل لے آئی تھی۔

''لائیں میں لے کے آتا ہوں۔'' اشعر نے پرچہ لینا چاہا۔

''نو تھینکس آپ ادھر لاؤنج میں بیٹھیے میں آتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے ہم بیٹھ جائیں۔ گے اس وقت یہ پیپر مجھے دیں دوا میں لے آتا ہوں۔'' اشعر کو اچھا نہیں لگ رہا تھا ان کے ہوتے ہوئے وہ جائے۔

''ارے میڈیکل ہوسپٹل میں ہی ہے۔ کوئی دور نہیں میں چلی جاؤں گی۔'' اسے بھی ضد تھی۔

''تم بہت ضدی ہو سکتی نہیں ہو۔'' ہیثم نے ڈپٹ کے کہا۔

''آپ سے کم۔'' وہ زیر لب گویا ہوئی۔

''میرے خیال میں آپ بھی چلیے میں بھی چلتی ہوں نیچے ہی بات کر لیتے ہیں۔'' خوشنما کی پوری کوشش تھی اشعر ابو کو نہیں دیکھے کیوں کہ اس کے دیکھنے ساتھ ہیثم بھی جائے گا اور ساری حقیقت اس کے سامنے آ جائے گی۔

''یہاں ہم دکھڑے نمٹانے نہیں آئے ہیں جو نیچے چل کے بات کر لیں گے۔'' ہیثم تو تپ گیا۔

''آپ تو بات ہی نہیں کریں میرے ساتھ۔ پہلے ہی کون سا اچھا سلوک تھا جو یہ کمی باقی کی بھی پوری کر دی۔'' خوشنما کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''کون سی کمی؟'' اشعر جیسے سمجھا نہیں۔ ہیثم سے پوچھا وہ لب بھینچے ہوئے تھا۔

''آپ نے انہیں اپنا کارنامہ بتایا نہیں؟'' وہ گہری طنزیہ نگاہ ڈال کے گویا ہوئی۔

''کارنامہ۔''

''یار اس کا دماغ خراب ہے۔'' ہیثم گڑبڑایا۔ کیوں کہ اشعر کو اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔

''تم دونوں آفس میں بھی اسی طرح لڑتے ہو۔''

وہ دونوں کے چہرے تفتیشی انداز میں جانچ رہا تھا۔

''مجھے دوائیاں جلدی لانی ہیں اگر آپ لوگوں کو جانا ہے تو چلے جائیں۔'' بے مروتی کی تو اس نے انتہا کر دی۔

''آپ نہایت اکھڑ اور بددماغ بھی ہیں۔''ہیثم کو اپنی توہین لگی۔ وہ سلگ کے لفٹ میں جانے لگا۔ اشعر
پیچھے لپکا۔ خوشنما نے رکا ہوا سانس بحال کیا کیوں کہ وہ دونوں ہی جا رہے تھے۔
وہ سیڑھیوں سے اتر گئی دیکھا تو وہ دونوں کوریڈور میں ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ ہیثم کی خونخوار نگاہ ا
پر پڑی وہ آگے بڑھ گئی سامنے ہی میڈیکل تھا۔
''یہ اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے۔''
''یہ جو سمجھتی ہے چھوڑو مجھے یہ بتاؤ وہ کون سے کارنامے کی بات کر رہی تھی۔'' اشعر کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی
''اشعر صاحب میں واپس آپ کا آفس جوائن کرنا چاہتی ہوں مجھے ان کے ساتھ کام نہیں کرنا۔'' وہ پھر سا
آ گئی تھی۔
''ایگریمنٹ لیٹر پر سائن کیے ہیں اور میں یہ ایسے ہونے نہیں دوں گا۔ آپ کے والد صاحب جیسے ہی ٹھیک
ہوں آفس جوائن کریں اور مجھے دیگر معاملات بھی نمٹانے ہیں۔'' وہ رعب و دھونس سے بولا۔
''اور ہاں آپ کے پہلے شوہر سے خلع میں دلواؤں گا۔'' ہیثم نے یکدم ہی غیر متوقع بات کر دی۔ اشعر ا
خوشنما گنگ تھے۔
''حیران نہیں ہوں یہ بہت ضروری ہے۔'' وہ رکا نہیں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔

❖❖---O---❖❖

جب سے وہ ضمران کے تایا کے گھر سے آئی تھی وہاں سے کوئی نہیں آیا تھا۔ راشدہ پھوپھو کو لگ رہا تھا انہیں
بھی اس دفعہ زیادہ برا لگ گیا تھا۔ جو نہیں آ رہی تھیں۔ مگر بقول آدم کے ان کا نہ آنا دوسری پلاننگ کو ترتیب د
ہے وہ کچھ اور ہی سوچے بیٹھی ہوں گی۔ آج کل ذکر بھی بہت تھا۔ تبھی وہ چلی آئی تھیں۔
''اے بھابھی تم تو اپنی بہو کو ابھی تک میرے گھر لے کر نہیں آئیں۔'' وہ آتے ہی شکوے شکایتوں میں لگ گ
تھیں۔ حسب معمول ان کی تینوں بیٹیاں بھی ساتھ آئی تھیں۔ حباب دوپہر کا کھانا بنا رہی تھی۔ ساری آوازی
لاؤنج سے کچن تک آ رہی تھیں۔
''ضمران جاب سے دیر سے آ رہا ہے ورنہ تو کسی دن بھی یہ دونوں آ ہی جاتے۔'' وہ عذر تراشنے لگیں۔
حباب کو رضوانہ کا یوں اپنے سسرال والوں سے دبنا اور گھبرانا سخت ناگوار گزرتا تھا۔ رضوانہ کو ناحق دبایا ہوا تھا۔
''بھابی آپ بھی تو لے کر آ سکتی تھیں۔'' وہ تو بحث پر اتر آئی تھیں۔
''پھوپھو آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' حباب ان سب کے لیے اس دوران آم کا شیک بنا کے لے آئی تھی۔
''ہاں ہاں پوچھو۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوئیں۔
''ضمران کے ابو آپ کے گھر کیوں رہتے ہیں۔ آپ انہیں کہیے یہاں آ کر رہیں ان کے جوان بیٹوں کا گھ
ہے۔'' حباب نے قدرے توقف کے بعد کہا اسے پتہ تھا اس کی اس بات پر بھی نیا جھگڑا کھڑا ہو سکتا ہے۔
''بیٹا میں کیسے کہہ سکتی ہوں؟ بھائی میرا یہ سمجھے گا بہن کو بوجھ لگنے لگا ہوں۔'' وہ اس چالاکی سے بات ہ
گھما گئیں۔

''خیر یہ کوئی غلط بات بھی نہیں ہے۔'' رضوانہ سر جھکائے بیٹھی تھیں وہ جانتی تھیں راشدہ ایک کی چار لگانے والوں میں سے تھیں۔ وہ عتیق احمد کو ضرور لگا کے بھڑکائیں گی۔

''بھابی ملک شیک تو اچھا بنایا ہے۔'' نوین نے دو تین سپ لینے کے بعد کہا۔

حباب کی توجہ اب اس کی طرف ہوگئی۔ راشدہ نے بھی تشکر بھرا سانس لیا۔

''میں کریم ڈال کے بناتی ہوں آدم کو بھی بہت پسند ہے۔'' وہ بتانے لگی۔

''اے بھابی تمہارا کیا تھا اگر تم میری نوشین کو بیاہ کے لے آتیں۔'' راشدہ کے دل پر گھونسے پڑتے تھے۔ وہ حباب کو دیکھ کے خوش ہونے کے بجائے جلتی ہوئی بولیں۔

''ایسا ملک شیک نوشین بھی بناتی ہے۔'' انہوں نے جھٹ کہا۔ نوشین کو تو لگتا تھا چپکی ہی لگ گئی تھی۔ حباب نے اسے شاکی نگاہوں سے بھی دیکھا۔ اس کا یوں اس گھر میں آنا کسی بھی خطرے سے کم نہیں تھا۔

''ہاں بنالیتی ہوں۔'' سر ہلانے لگی مگر صاف لگ رہا تھا جھوٹ تھا کیوں کہ حباب سے نیچے وہ اپنی بیٹی کو کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

''آپ لوگ شام تک ہیں یا چلی جائیں گی؟''

''لو بھابی آپ کی بہو تو ہمیں بھگانے پر تلی ہے۔'' راشدہ تو برا مان گئیں۔

''ارے پھوپھو ایسی بات نہیں ہے۔ اصل میں رات کے لیے پھر آپ سے پوچھ کے بناؤں گی۔ اس لیے پوچھ رہی تھی۔'' حباب ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوئی تھی۔ حباب کی یہ بات رضوانہ کو اچھی نہیں لگی تھی مگر وہ ان سب کے سامنے ٹوکنا نہیں چاہتی تھیں۔

''میں تو رک کے جاؤں گی کل تک جاؤں گی۔'' وہ بڑے صوفے پر کشن سر کے نیچے رکھ کے لیٹ گئی تھیں۔

حباب خالی گلاس لے کے کچن میں چلی گئی تھی۔ اس نے دوپہر کے لیے پلاؤ بنایا تھا سلاد رائتہ اور دیگر لوازمات بھی تیار کیے تھے۔

''کہو تو ہاتھ بٹادوں۔'' نوشین جیسے مارے باندھے ہی اس سے مخاطب ہوتی تھی۔

''نہیں شکریہ آپ بیٹھیے۔'' اس نے مسکرا کے منع کیا۔

''یہ ہمارے ماموں کا بھی گھر ہے۔''

''مجھے پتہ ہے مگر آپ سب مہمان ہیں تو میزبان کو خاطر مدارات کرنے دیں۔'' حباب اس کی حسرت بھری نگاہیں سمجھ رہی تھیں۔

''ویسے تمہاری وہ کزن بہت بدتمیز ہے۔''

''دیکھیے اب ان سب باتوں کا ذکر کرنا بے کار ہے۔ رات گئی بات گئی۔ بات تو وہ بھی ٹھیک کہہ رہی تھی۔ آپ مجھے بھابی کیوں نہیں کہتی ہیں۔'' فوراً ہی اس نے نوین کو لاجواب بھی کردیا۔

''وہ تم مجھ سے چھوٹی ہو۔'' وہ تو گڑبڑائی۔

''مگر رشتے میں بڑی ہوئی آپ مجھے بھابی کہیے زیادہ اچھا لگے گا۔'' حباب برتن سمیٹ کر کاؤنٹر پر رکھ رہی تھی۔

''ضمر ان سے میری بہت دوستی ہے اس لیے میں تمہیں بھابی کیسے کہوں۔''
''جیسے باقی آپ کی بہنیں کہتی ہیں۔'' وہ مسکرا کے پلٹی اور کچن سے نکل آئی۔ دستر خوان اس نے لاؤنج میں بچھایا تھا۔ راشدہ حسد بھری نظروں سے حباب کو یوں چلتے پھرتے دیکھ رہی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

جاوید احمد دو دن ہوسپٹل میں رہ کے آ گئے تھے۔ ان کو بہت آرام اور ہر فکر والی بات سے بچنے کا بتایا گیا تھا مگر جاوید احمد کو ہر وقت اپنی بیٹیوں کی فکر رہتی تھی۔ وہ اچھے گھرانوں میں بیاہی جائیں جب سے خوشنما گھر آئی تھی ان کی اولین رات دن کی فکر یہی تھی۔
''ابو کچھ بھی فضول نہیں سوچیں۔'' خوشنما ان کو گہری سوچ میں ڈوبا چہرہ دیکھ کے سمجھ گئی تھی۔
''تم مرتضٰی صاحب سے ملی تھیں؟''
''ابو کیوں آپ اسی فکر میں رہتے ہیں۔'' اس نے ناگواری سے کہا اور ان کے دونوں ہاتھوں کو تھام کے بیٹھ گئی۔
''ابو میں کیا یہاں آپ پر بوجھ ہوں جو آپ ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔''
''بیٹیاں ماں باپ کے لیے بوجھ نہیں ہوتی ہیں۔ ایک فرض ہوتی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ یہ فرض ادا ہو جائے۔''
''آپ مجھے آپ نے فرض ادا کر دیا۔ رمنا اور ایمن کا فرض ہے جو ہم سب کو مل کر ادا کرنا ہے۔'' اس نے مسکراتے میڈیسن ان کے ہاتھ پر رکھی اور جگ سے پانی گلاس میں ڈالا۔
''آج دوپہر میں آپ کے لیے کیا بناؤں؟'' امی کو کھانے پکانے کی فکر ستائے رکھتی تھی۔
''کھچڑی بنا دیں کیوں کہ روز سوپ اور دلیہ سے دل بھر گیا ہوگا ابو کا۔'' خوشنما نے ان کا دھیان بٹایا۔
''امی میں ابو کی کچھ میڈیسن ہیں وہ لینے جا رہی ہوں۔ رمنا کو ساتھ لے جا رہی ہوں۔'' وہ رمنا کو کہنے چلی گئی اس نے سوچا کل سے پھر وہ کچھ آرام کر لے گی مگر لگتا تھا آرام اس کی قسمت میں ہے ہی نہیں۔ جلدی جلدی تیار ہوتے دونوں نکل آئی تھیں۔ میڈیسن ہوسپٹل کے میڈیکل اسٹور سے لینی تھیں۔ دونوں رکشہ کے لیے اسٹاپ پر کھڑی تھیں دھوپ ڈھل گئی تھی۔
''آپی چنگ چی میں بیٹھ جائیں۔'' رمنا کو اس سواری میں بیٹھنے کا شوق ہوا۔
''ارے آپ۔'' گاڑی سے نکلتا چہرہ دیکھ کر وہ چونک گئیں۔
رمنا نے حیرانی سے اس نئی صورت کو دیکھا جواب باہر آ گیا فرنٹ سیٹ پر کوئی سوبر سی خاتون بیٹھی تھیں۔
''وہ ہم ابو کی میڈیسن لینے جا رہی تھیں۔'' خوشنما نے گڑبڑا کے بتایا۔
اشعر کی دلچسپ نگاہیں رمنا کے چہرے سے الجھ گئیں۔ پنک پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس اس کی رنگت دمک رہی تھی۔
''آئیں میں چھوڑ دیتا ہوں میڈیکل تک۔''
''ابو جس ہوسپٹل میں تھے ادھر سے لیں گے۔ آپ کو دیر ہو جائے گی۔'' خوشنما کو اس طرح اس کا رکنا اچھا بھی

نہیں لگ رہا تھا کیوں کہ اندر بیٹھی خاتون ان دونوں کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"پریشان نہیں ہوں یہ میری امی ہیں آپ سے واقف ہیں۔" اشعر اس کی جھجک اور سوچوں کو پڑھ گیا تھا۔

"آپی کیا کرتی ہیں ہمیں نہیں جانا۔" رمنا نے اس کا ہاتھ دبا کے سرگوشی میں کہا۔ اسے ویسے ہی بنگلے گاڑی والوں سے نفرت ہو گئی تھی۔ ہیثم سے جب سے خوشنما کی شادی ہوئی تھی۔ اشعر اور اس کی امی کی زبردستی پر انہیں بیٹھنا ہی پڑا۔

❖❖---○---❖❖

شہریار کے جانے میں دو دن باقی تھے۔ شہریار کے روز ہی چکر لگ رہے تھے گویا حسنیٰ کی شامت آئی ہوئی تھی۔ نسرین نے حسین بیگم کے سب گھر والوں کو کھانے پر بلایا ہوا تھا اور سارے کام حسنیٰ کو کرنے پڑ رہے تھے۔ رعنا نے اور حباب نے بھی ہاتھ بٹایا مگر نسرین نے انہیں کرنے نہیں دیا۔

"امی کچھ دیر کے لیے اوپر چلی جاؤں؟" وہ بہت تھکی ہوئی اور بے زار لگ رہی تھی۔ کھانے سے سب ہی فارغ ہو چکے تھے۔

"یہ برتن بھی تو دھونے ہیں۔" وہ ڈپٹ کے بولیں حسنیٰ کو ان سب کے سامنے اپنی پوزیشن اکورڈ لگ رہی تھی۔ شہریار کی گہری نگاہیں جیسے کچھ جانچ رہی تھیں۔

"امی کچھ تو میرے حال پر رحم کریں۔" وہ دبی دبی آواز میں بول رہی تھی۔

"اچھا چلی جاؤ۔ تھوڑی دیر میں آ جانا نسرین تھوڑا تو بچی کو آرام دو۔" حسین بیگم کو جیسے اس کے حال پر ترس آ گیا۔

"اماں یہی وقت کام کا ہوتا ہے۔ مہمان بیٹھے ہیں اور انہیں آرام کی پڑی ہے۔" شہریار نے اپنے رشتے کا فائدہ اٹھایا۔

حسنیٰ دانت پیسنے لگی وہ مزید رکی نہیں اوپر چلی گئی۔ حباب اور ضمران بھی آئے تھے اس لیے نسرین نے کھانے پر بہت اہتمام کیا تھا۔ حالانکہ یہ دعوت ان کے بس کی نہیں تھی وہ تو اکرام کی بیوی نازیہ آ گئی تھی کچھ چیزیں اس نے بنائی تھیں۔

"یار کچھ تو ہاتھ ہولا رکھو۔" ضمران نے اس سے سرگوشی میں کہا۔

"مجھے پتہ ہے کیا کرنا ہے۔ بہت کام چور لڑکی ہے۔" وہ گویا ہوا۔

"تم تو ان سے لگتا ہے سارے بدلے لے رہے ہو۔" ضمران اس کی ساری کہانی جانتا تھا۔

"سمجھ لو بازی میرے ہاتھ میں آ گئی ہے لڑکیوں کو دبا کے رکھنا چاہیے۔"

"لڑکیوں کو مطلب؟" ضمران جیسے سمجھا نہیں۔ کیوں کہ وہ تو خود بے چارہ حباب کے آگے زیادہ بولتا ہی نہیں تھا۔ اول روز سے وہ اسے اگنور ہی کرتی آ رہی تھی۔

"مطلب بیوی کو۔"

"تمہاری بھانجی نے تو الٹا مجھے دبا کے رکھا ہوا ہے۔" وہ بولا۔

''ہیں حباب کیا کرتی ہے؟'' شہریار چونک گیا۔
''کچھ نہیں کرتی میں تو مذاق میں کہہ رہا تھا۔'' وہ گڑبڑا گیا۔ وہ حباب کے متعلق ایسا کچھ بھی نہیں کہنا چا
''بات کچھ تو ہے۔'' شہریار کا لہجہ تفتیشی ہو گیا۔
''شہریار ماموں چائے پئیں گے؟'' حباب نے آ کر پوچھا دونوں ہی چپ ہو گئے۔ ضمران سیدھا ہو
گیا۔
''کون بنا رہا ہے؟'' اس نے سنتے ہی سوال داغا اسے پتا تھا حسنیٰ تو ہے نہیں پھر بنائے گا کون۔
''رفعت آنٹی نے بنا کے بھیجی ہے۔'' وہ بتانے لگیں۔
''اچھا رفعت آنٹی خود نہیں آئیں۔'' اسے حیرانی بھی تھی۔
''طبیعت خراب ہے حسنیٰ آنٹی بتا رہی تھیں۔'' حباب ان دونوں کے لیے چائے لے آئی تھی۔ اتنے میں
اور فیضان بھی ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئے۔ مرد ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے جب کہ خواتین لاؤنج میں بیٹھی تھ
ضمران نے اسے فیروزی اسٹائلش سے سوٹ میں گہری نگاہوں سے دیکھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔
اپ اور جیولری میں تو وہ اس پر بجلیاں ہی گراتی تھی۔ اسے وہ موقع ہی نہیں دیتی تھی کہ ضمران اسے سراہے
دل چاہتا تھا وہ حباب سے محبت و پیار بھری باتیں کرے۔
''لگتا ہے ضمران بھائی کسی مراقبے میں ہیں۔'' فیضان نے اسے ٹوکا۔
''ہاں نہیں تو۔'' وہ جھینپ گیا۔
''ایک منٹ میں ابھی آتا ہوں۔'' شہریار ڈرائنگ روم سے باہر آیا اور سیڑھیاں چڑھ گیا دیکھیں تو وہ مہا
کر کیا رہی ہے۔
''مما بہت پاؤں درد کر رہے ہیں۔'' حسنیٰ کی روتی بسورتی آواز آئی۔
''چائے اسی لیے میں نے بنا کے بھیج دی۔ بھابی تمہیں پھر کام پر لگا دیں گی۔''
'اچھا تو بگاڑنے میں ان کا ہاتھ ہے۔' شہریار دروازے پر دستک دیتا ہوا اندر آ گیا دونوں ہی بوکھلاہٹ کا ش
ہو گئیں۔ حسنیٰ کو اندازہ تو تھا وہ ضرور آ سکتا ہے۔
''السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟'' شہریار نے دونوں کا جائزہ لینے کے بعد خیریت دریافت کی۔
''جیتے رہو۔'' رفعت نے سر پر ہاتھ پھیرا۔
حسنیٰ جلتی کلستی ہوئی اندر جانے لگی تھی۔ شہریار نے پھر چھیڑنے کا ارادہ ملتوی کر دیا کیوں کہ وہ جانتا تھا
بھری ہوئی بیٹھی ہے خوامخواہ فضول کی لڑائی ہو جائے گی۔

❖❖❖---O---❖❖❖

وہ بے خبر پڑی ہوئی ضمران کی پشت سے لگی ہوئی سو رہی تھی۔ ضمران کی آنکھ کھل گئی تھی۔
''کاش یہ لمحے کبھی ختم نہ ہوں تم یونہی میرے اتنے پاس رہو۔'' وہ مسکرایا۔
حباب نے اسی وقت کسمسا کے کروٹ لی۔ ضمران میں بھی حرکت ہوئی دونوں آمنے سامنے تھے وہ تو کرنٹ

ٹاتے پیچھے ہوگئی۔
''آپ تو مجھ سے ایسے دور ہوئی ہیں جیسے میں کوئی موذی چیز ہوں۔'' اس کا لب ولہجہ طنزیہ ہوگیا۔
''ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔'' بالوں کو لپیٹ کے جوڑے کی طرح لپیٹا اور پاس پڑا دوپٹہ اٹھایا۔
''پھر کیسی بات ہے اس طرح کب تک رہیں گے ہم دونوں۔'' وہ کھسیا گیا۔
''رات آپ نے شہریار ماموں سے میری شکایت کی میں آپ کو دبا کے رکھتی ہوں۔'' اسے رات سے ہی غصہ رہا تھا۔
''میں نے شکایت تو کوئی نہیں کی۔'' وہ سنبھل گیا۔
''جھوٹ نہیں بولیں آپ دونوں چپکے چپکے باتیں کررہے تھے۔''
''ضروری ہے میں آپ کی شکایت کررہا ہوں۔'' ضمران کو اس کی بیوقوفیوں پر کبھی کبھی غصہ بھی آتا تھا۔
''پھر شہریار ماموں نے یہ کیوں کہا؟''
''شہریار کیا دیکھ نہیں رہا تھا تمہارا اور میرا رویہ تم مجھے گھاس تک نہیں ڈالتی ہو۔''
''پلیز مجھے جانے دیں میرے پاس فضول باتوں پر بحث کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔'' وہ پاؤں بیڈ سے اتارنے لی۔ اسی وقت ضمران نے بازو پکڑ کے واپس بٹھالیا۔
''بات پوری کرکے جائیں۔'' وہ بہت الجھ گیا تھا۔ کب تک وہ اپنے آپ کو روکتا رہے گا۔
''کیا بات پوری کرکے جاؤں، میں وہ سب نہیں کرسکتی جو آپ چاہتے ہیں کیوں کہ میرے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔'' اسے یہی احساس مارے ڈالتا تھا۔
''میرے سب گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک میرے ساتھ اتنا تلخ اور کڑوا سلوک کیوں؟'' ضمران کو بہت ہ وافسوس ہوتا تھا۔
''میری زندگی آپ کی وجہ سے خراب ہوئی ہے۔'' حباب نے نگاہ چرائی ضمران بہت زیادہ برہم اور بے زار ل رہا تھا۔
''یہ آپ کی سوچ ہے زندگی اب اور خوب صورت ہوگئی ہے مگر آپ اس کی قدر ہی نہیں کررہی ہیں۔ ایک شخص پ کو دیوانوں کی طرح چاہتا ہے۔'' وہ حیرت بھرے لہجے میں نرم سی آواز کو مخمور بنا کے بول رہا تھا۔
حباب جھینپ کے نگاہ دوسری طرف کرتے دیکھنے لگی۔ وہ جانتی تھی وہ اسے بہت چاہتا ہے۔
''آپ اسی بات کو لے کے بیٹھی ہیں۔ میں آپ کی زندگی میں ٹکرایا کیوں جب اوپر والے نے ہمارا جوڑا اسی رح بنایا تھا، ہمیں ایسے ہی ملنا تھا۔ آپ کیوں اس بات کو لے کے بیٹھی ہیں لوگ باتیں بنائیں گے۔'' وہ اسے مھانے لگا۔
''مجھے ناشتہ بنانا ہے۔''
''آج اتوار ہے کوئی اتنی جلدی نہیں اٹھتا۔'' وہ اسے جانے نہیں دے رہا تھا۔
حباب نے اسے آج سے پہلے اتنا ضدی اور برہم نہیں دیکھا تھا وہ بھی گھبرا گئی تھی۔ اگر اس نے زبردستی اسے ھر لیا تو وہ کچھ نہیں کرسکے گی۔

''راشدہ پھوپھو اٹھ جاتی ہیں وہ تو کریں گی۔'' اس نے یاد دلایا وہ ابھی تک رکی ہوئی تھیں۔
''ان کی اتنی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ روز کی آنے والی ہیں۔''
''مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی ہے نوشین اور کرن کچن میں فری انداز میں گھسیں۔'' حباب نے یہاں آنے بعد سے ان کے درمیان ایک حد قائم کردی تھی۔ انہیں وہ مہمانوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔
''ہوں اچھا تو مجھے بھی نہیں لگتا۔'' ضمران نے اسے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے دیکھا۔ دوپٹہ پھر شانوں پر ڈالا۔
''ویسے نوشین کے ساتھ آپ نے ظلم ہی کیا ہے وہ آپ کو دیکھ کر آہیں بھرتی ہے۔''
''یہ تو تم اپنی طرف سے اخذ کررہی ہو۔'' وہ جزبز ہوگیا۔
''جی نہیں، میں اسے مسلسل واچ کرتی ہوں اور وہ مجھ سے بھی جلن اور حسد رکھتی ہے۔'' حباب کو نوشین کی بدتمیزیاں بھولی ہی کب تھیں مگر پھر بھی وہ بڑی اعلیٰ ظرفی سے وہ سب اگنور کرچکی تھی۔
''تم نے تہیہ کرلیا ہے نوشین کا مجھے طعنہ مارتی رہوگی۔'' ضمران کو دکھ و افسوس ہونے لگا۔
''یہ ظلم تو میرے ساتھ بھی ہوا ہے۔''
''حباب صبح صبح کیوں موڈ خراب کرتی ہو۔'' اس نے آگے آ کے اسے شانوں سے پکڑا۔
''مجھے جانا ہے۔'' وہ واش روم میں گھس گئی۔
ضمران نے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ حباب اس سے بہت زیادہ بدگمان تھی اس کی سمجھ نہیں آرہا کہ یہ بدگمانی کیسے دور ہوگی۔ وہ فریش ہوتے کچن میں آچکی تھی جہاں نوشین آٹا گوندھنے میں مصروف تھی۔
''تم نے کیوں تکلیف کی؟''
''تکلیف کی کیا بات ہے میں تو جب بھی یہاں رکنے آتی ہوں اکثر ناشتہ میں ہی تیار کرتی ہوں۔ ضمران پوریاں بہت پسند ہیں سوچا یہ بنالوں مامی سے میں نے پوچھ لیا تھا۔'' اس نے میدہ اور آٹے کا ڈبہ بند کیا۔
حباب نے گرم گھونٹ اندر اتارا۔ یہ کون ہوتی ہے ضمران کے لیے پوریاں بنانے والی۔
''ضمران تو اب صبح میں پراٹھہ تک نہیں کھاتے پوریاں کہاں کھائیں گے تم نے ناحق تکلیف کی۔'' وہ بکھرا چیزیں سمیٹنے لگی۔
''اگر تم لوگوں کا کھانے کا موڈ ہے تو میں بنالوں گی تم اندر جاؤ۔'' نوشین نے اسے حیرانی سے دیکھا جیسے حباب نے کوئی انوکھی بات کردی ہو۔
''یہ کیا بات ہوئی تم اپنی طرف سے ہی اخذ کررہی ہو۔ یہ میرے ماموں کا گھر ہے میں تو یہاں ایسے ہی رہتی ہوں اور ضمران کے لیے میں کل بھی ناشتہ بناتی تھی آج بھی بنالوں گی تو کیا ہوجائے گا۔ روز تم بناتی ہو آج میں بنا لوں گی۔''
ضمران کچن میں ہی آرہا تھا۔ اس نے نوشین اور حباب کی گفتگو سننے کے بعد سر پیٹ لیا۔ اس کی زندگی پہلے خراب تھی اور نوشین اس پر مزید جلتی پر تیل کا کام کررہی تھی۔
''اس میں شک نہیں یہ تمہارے ماموں کا گھر ہے۔ مگر یہ میرا بھی گھر ہے اور میں ضمران کی بیوی ہوں مجھے

ہے وہ کیا کھاتے ہیں، میں خود بنا کے دیتی ہوں انہیں۔'' حباب کے تو پتنگے لگ گئے تھے۔ کیسے ضمران کہہ کے وہ اپنا حق جتا رہی تھی۔

''ضمران پر تم نے زبردستی قبضہ کیا ہے۔'' نوشین کا جلن حسد زبان پر در آیا۔

''دیکھو نوشین! میں تم سے کوئی بحث اور جھگڑا نہیں چاہتی ہوں تم مہمان ہو مہمان بن کے رہو۔'' وہ بھی آواز اور لہجے کو مضبوط بنائے بولی۔ کیوں کہ اگر اس نے آج بھی یہ اسٹینڈ نہیں لیا تو نوشین اسی طرح کرتی رہے گی۔

''میں مہمان نہیں تھی ہمیشہ سے اس گھر کے خواب دیکھے تھے تم پتہ نہیں کہاں سے آگئی ہو۔'' اندر کی محرومی ابلنے لگی۔

''کیا ہو رہا ہے حباب ناشتے میں کیا ہے؟'' ضمران نے جب دیکھا گفتگو خاصی سیریس ہوگئی ہے تو اس نے اندر انٹری دی۔

نوشین تو بوکھلا گئی البتہ حباب کا چہرہ غصے کی وجہ سے تن گیا تھا مگر وہ نوشین کے سامنے یہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ضمران سے اس کی کوئی ان بن چل رہی ہے۔

''وہ میں سلائس سیک کے لاتی ہوں۔''

''تم کیا بنا رہی ہو؟'' اس نے نوشین کا شرمندگی کی وجہ سے زرد پڑتا چہرہ دیکھا۔

''میں...... وہ کچھ نہیں......'' وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ وہ بھی چالاک تھی جو حباب کے سامنے اپنی پوزیشن خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ضمران اسے پسند نہیں کرتا۔

''اس کی باتوں پر بالکل دھیان نہیں دو یہ جو کچھ بول رہی تھی سب اس کی سوچ تھی میری اور کسی کی کوئی مرضی نہیں تھی یہ اس گھر میں آئے۔'' اس نے حباب کی آنکھوں میں بغور دیکھ کے کہا۔

❖❖---O---❖❖

''آپی کتنے دن چھٹی کریں گی۔'' رمنا کو اس کی چھٹیوں کی فکر ہو رہی تھی۔

''سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں مگر جانا پڑے گا بہت دن ہو گئے ہیں۔'' خوشنما شش و پنج میں مبتلا تھی مگر اشعر نے بھی کال کر کے کہا تھا ہیثم کی فیکٹری میں بہت نقصان ہو رہا ہے اسے جانا ہی پڑے گا۔ مگر ہیثم کے اس نئے رشتے کی وجہ سے وہ سامنا نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ کچھ تو ایسا کرنا ہے یہ جاب اسے چھوڑنی ہی پڑے گی۔

''میرے خیال میں چلی جاتی ہوں۔'' کسی نتیجے پر پہنچ کے وہ تیار ہونے چلی گئی۔

''آپ کا لنچ بنا دوں؟'' رمنا نے قرآن پاک پڑھنے کے بعد اوپر رکھا۔

''ہوں۔'' کپڑے اس کے استری ہوئے لٹکے تھے۔ وہ پہن کے تیار ہوئی۔

جاوید احمد خاصے بہتر تھے۔ پھر امی ان کا خیال بھی بہت رکھ رہی تھیں مگر انہیں صرف خوشنما کی فکر تھی۔ وہ ٹائم کے مطابق آفس آگئی تھی پورے دس دن بعد آئی تھی سارا اسٹاف اس کی خیر خیریت پوچھ رہا تھا۔ وہ صرف ہوں ہاں میں جواب دیتی تھی۔ وہ اسٹاف سے فری بھی نہیں تھی اور ہونا بھی نہیں چاہتی تھی۔ کیوں کہ ہیثم کا کیا بھروسہ تھا اسی بات کا طعنہ دے مارے۔

''شکر ہے آپ آ گئیں۔'' ہیثم کو جیسے ہی اس کے آنے کی خبر ملی تو اسے اپنے روم میں طلب کرلیا۔

''وہ میرے آنے کی وجہ کچھ اور ہے۔'' بلیک پرنٹڈ کپڑوں میں اس کی سرخ وسپید رنگت چمک رہی تھی۔

''میرے ہسبنڈ آ گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں جاب چھوڑ کے ان کے پاس آ جاؤں۔'' اس نے جھوٹ گھڑا۔

''آپ بالکل جھوٹ بول رہی ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہے کیوں کہ آپ صرف اس نکاح والی بات کی وجہ سے ا
جاب سے ہی نہیں مجھ سے بھی فرار حاصل کر رہی ہیں۔'' ہیثم کو جیسے اندازہ ہو گیا تھا۔ جانے کیوں اس دن سے ا
خوشنما کی باتوں اور سوچوں سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ وہ اس کے دل میں ایسا لگ رہا تھا پانی کے قطرے
طرح ٹپک رہی تھی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' اس نے نگاہ اٹھائی آواز کو مضبوط بنایا۔

ہیثم مبہم سی مسکراہٹ لیے بلیک پینٹ پر بلیو شرٹ میں ملبوس خاصا ڈیسنٹ اور اسمارٹ لگ رہا تھا۔ خوشنما
نگاہ خود ہی جھک گئی۔

''خوشنما ایسے شوہر کا کیا فائدہ جو آپ سے تعلق ہی نہیں رکھے آپ اس سے پیچھا چھڑائیں۔''

''جی۔'' وہ تو متحیر زدہ سے چہرے کو دیکھنے لگی کیوں کہ ہیثم کے لب و لہجے میں اسے آج کوئی اور ہی انداز نظ
آ رہا تھا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' لہجہ فہمائشی اور ناگوار بھی لگا اسے ہیثم کا۔

''میں آپ کو بہتر اور اچھا مستقبل دوں گا۔ آپ اپنے شوہر سے خلع لے لیں۔''

''واٹ...... آپ کا دماغ تو درست ہے آپ ہوتے کون ہیں مجھے یہ کہنے والے۔ میرا شوہر جیسا بھی
میرے لیے قابل احترام ہے۔'' وہ برا مان گئی۔

''اتنے عرصے سے وہ آپ سے لاتعلق ہے پھر بھی قابل احترام ہے۔'' ہیثم نے دیکھا خوشنما کے چہرے
رنگ یکلخت ہی بدلا تھا۔

''وہ جیسے بھی ہیں میں ان کی عزت کرتی ہوں۔'' اس نے نگاہ چرائی۔ کتنا مشکل لگ رہا تھا ضبط کے مرحلو
سے گزرنا۔ اسے دکھ وافسوس بھی ہونے لگا۔ ہیثم کے نزدیک اس رشتے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

''دیکھیے خوشنما! میرے نانا جان نے میری شادی زبردستی کر دی تھی مگر مجھے وہ لڑکی ذرا پسند نہیں تھی۔ میں
اسے سوچ رہا ہوں آزاد کر دیتا ہوں۔''

''کیا بکواس لگا رکھی ہے۔'' وہ تو مشتعل ہی ہو گئی۔

''اتنا بڑا دھوکہ پھر بھی کہتے ہیں میں آپ کے ساتھ زندگی گزاروں۔ ارے آپ نے اس لڑکی سے نبھاہ نہیں
مجھ سے کیا کریں گے۔ آپ کے نزدیک شادی بیاہ لگتا ہے کھیل تماشا ہے جو اس لڑکی کا بھی تماشا بنا دیا ہو گا
خوشنما کو اندر کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا۔

''آپ کو کیوں اس لڑکی سے ہمدردی ہو رہی ہے۔'' وہ اس کے بھڑکنے پر حیران تھا۔

''انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو مجھ میں موجود ہے اور میں کسی کے جذبات اور احساسات کا بہت خ
رکھتی ہوں۔'' وہ ہر بات طنز کے تیروں میں ڈبو کر اس پر وار کر رہی تھی۔

''مسٹر ہیشم احمد لوگوں کے جذبات کی قدر کریں ان کا خیال کریں۔ کیوں کہ اگر وہ لوگ گزر گئے یا وقت گزر گیا تو آپ کے پاس صرف پچھتاوے ہوں گے اس لیے میں چاہتی ہوں آپ رسوا ہونے سے بچ جائیں۔'' وہ زہر اگل رہی تھی۔

''میں یہاں سے جا رہی ہوں مجھے آپ کی نوکری نہیں کرنی۔ سارے اصول توڑ کے جا رہی ہوں۔''

وہ آنکھوں میں نمی اور حسرت لیے تیزی سے نکل گئی۔ ہیشم کی سوچوں نے اسے توڑ دیا تھا۔ اسے ذرا بھی احساس نہیں تھا وہ کیا کہہ رہا ہے۔

❖❖---○---❖❖

شہریار کی جانے کی ساری تیاری ہوگئی تھی۔ رات کی فلائیٹ تھی سب ہی حسین بیگم کے گھر میں موجود تھے۔ شہریار نے حسنیٰ کو آرڈر دے کے بلایا تھا۔ اپنی ساری پیکنگ اس سے کروائی تھی۔

''بینا باجی! میں بہت تھک گئی ہوں پلیز مجھے گھر پہنچا دیں۔'' حسنیٰ بہت بے زار رہی تھی۔

''ارے صبح چلی جانا سب ایئر پورٹ جائیں گے۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے لشکر جمع کر کے جانے کا مجھے بہت عجیب لگتا ہے ایک بندے کو چھوڑنے جا رہے ہیں اور بیس پچیس کا ٹولہ چل پڑتا ہے۔'' شہریار حسنیٰ کو ڈھونڈتا ہوا لاؤنج میں آیا تھا وہ اسے دیکھ کر سیدھی ہوگئی تھی۔

''شہریار تم سے تو حد ہے ہر بات میں روکا ٹوکی کرتے ہو۔'' بینا تنک کے رہ گئی تھیں۔

''ہاں آپ کو میک اپ پالش کرنے کا موقع جو نہیں ملے گا۔''

''بکواس نہیں کیا کرو۔'' بینا جھینپ گئیں جب سے حباب کی شادی ہوئی تھی ان کے اسٹائل اور میک اپ میں تبدیلی آ گئی تھی۔

''حسنیٰ تم بڑی کام چور ہو میں نے سوکس دھونے کا کہہ دیا تم جانے کے لیے پر تولنے لگیں۔''

''ابھی میری رخصتی نہیں ہوئی ہے صرف نکاح ہوا ہے۔ آپ مجھ پر ایسے حکم نہیں چلا سکتے۔'' وہ تو بل کھا کے رہ گئی۔

''رخصتی میں ایسا کیا رہ گیا ہے تمہیں تین ماہ بعد وہاں بلاؤں گا وہ بھی ہو جائے گی۔ ویسے میرے سارے کام کرنے کی ذمہ داری تم پر ہے۔'' شہریار نے اس پر مکمل رعب و دھونس رکھا ہوا تھا۔

لیمن کلر کے ایمبرائیڈری کے سوٹ میں حسنیٰ کھلی کھلی لگ رہی تھی۔

''میں آپ کی شکایت ممانی جان سے کرتی ہوں۔'' وہ اٹھنے لگی۔

''شہریار اتنا بھی تنگ نہیں کرو۔'' نازیہ بھابی کو جیسے حسنیٰ کی مسمسی صورت پر ترس آنے لگا تھا۔ جب سے آئی تھی مسلسل شہریار نے دوڑائے رکھا ہوا تھا۔

''لو اپنا حمایتی بنا لیا۔''

''انہیں بھی نظر آ رہا ہے آپ نے مجھے تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔'' وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

''بھابی ان کے سوکس سے اتنی بدبو آ رہی ہے۔ میں نے کبھی نہیں دھوئے ایسے بدبودار سوکس۔''

''اسی لیے تو کہہ رہا ہوں دھولو جا کے تا کہ عادت پڑے۔ میرے ایسے ہی بدبودار سوکس ہوتے ہیں۔'' وہ اس کے سر پر کھڑا ہو گیا۔

''شہریار! بس کرو بہت ہوگئی ہے بے چاری کو تم نے عاجز کر دیا ہے بعد میں پتا نہیں کیا کرو گے۔'' بینا نے حسنیٰ کو اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

''آپ بھی شروع ہو گئیں۔ حسنیٰ جلدی کرو ہمیں کاغذات کے لیے ایمبیسی بھی جانا ہوگا۔'' وہ حسنیٰ کی ساری کاغذی کارروائی پوری کروا کے جا رہا تھا۔

حسنیٰ جلتی کلستی دھونے چلی گئی تھی۔ پھر وہ اسے ایمبیسی لے آیا جہاں ایک گھنٹہ لگا۔ فلائٹ شہریار کی رات بارہ بجے کی تھی۔

''تمہیں بچے کتنے چاہیں؟'' اس نے گاڑی لمبی سڑک پر دوڑائی۔

''جی کیا مطلب؟'' وہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''زیادہ ننھی نادان نہیں بنو میں اپنے بچوں کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ حسنیٰ کا ذرا خیال نہیں کرتا تھا فوراً جھاڑ بھی دیا کرتا تھا۔

''وہاں کینیڈا میں تو بچے بھی پیارے پیارے ہوں گے۔ کیونکہ وہاں کا کچھ تو اثر پڑے گا۔'' وہ خاصی بے باک گفتگو کر رہا تھا اور حسنیٰ...... اس کے تو پسینے ہی چھوٹ گئے تھے۔ حیا نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔

''تین بچے ٹھیک رہیں گے۔''

''پلیز اتنی بدتمیزی میں برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ غصے میں آ گئی۔ نگاہ اس نے ونڈو سے باہر منظر پر رکھی ہوئی تھی۔

''یہ بدتمیزی ہے۔ ارے فیوچر پلاننگ کر رہا ہوں۔''

''مجھے نہیں پسند۔'' وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

''تمہاری پسند میں پوچھ بھی نہیں رہا اور نہ آئندہ پوچھوں گا۔'' لہجہ معنی خیز اور جتانے والا تھا۔

'کہاں پھنس گئی ہوں۔' وہ تپ کے سوچنے لگی۔

''اپنا وزن کم کرو تیزی سے۔ رخصتی میں تین مہینے ہیں۔ جب میں یہاں آؤں گا تو مجھے تم بالکل اسمارٹ نظر آؤ۔'' وہ اسے جتنا تضحیک کا نشانہ بنا سکتا تھا وہ بنا رہا تھا۔

حسنیٰ کی رونی جیسی صورت ہو گئی تھی۔ جب سے نکاح ہوا تھا اس کا آرام کھانا پینا سب حرام ہو گیا تھا۔ سب ہی اسے کہہ رہے تھے وہ خاصی دبلی ہو گئی ہے۔ مگر اس انسان کو کیوں نظر نہیں آتا۔

''اور ہاں کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا تمہاری گوری چمڑی ہے تو تم خوب صورت ہو۔'' اس نے پھر تیر پھینکا۔

''آپ چپ ہو جائیں پلیز۔'' وہ چیخی۔

شہریار مسکرانے لگا کیوں کہ وہ اچھی خاصی زچ ہو گئی تھی۔

❖❖---○---❖❖

''اگر آپ نے اسی طرح ان کا یہاں رہنا نہیں روکا تو وہ ایسے ہی بھابی کو جلاتی رہیں گی۔'' آدم کو بھی نوشین کی باتوں کی خبر ہو گئی تھی کیوں کہ حباب اس دن بہت روئی تھی۔

آدم کو تو وہ لوگ پہلے ہی پسند نہیں تھیں۔

''وہ تمہاری پھوپھو کے ساتھ آتی ہیں۔ میں ایسے کیسے روک سکتی ہوں۔'' رضوانہ کو بھی نوشین کی ایسی باتوں سے ڈر لگ رہا تھا کیوں کہ اگر حباب کو زیادہ غصہ آ گیا تو وہ کہیں میکے نہیں چلی جائے اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے بیٹے کی زندگی خراب ہو۔

''وہ اسی طرح بھابی کو ذہنی ٹارچر کرتی رہے گی۔'' آدم نے ان کا پرسوچ چہرہ دیکھا۔

''ضمران تم حباب کو پیار سے سمجھانے کی کوشش کیا کرو۔''

''امی وہ نوشین کی کوئی بات مجھ سے نہیں کرتی۔ میں اگر صفائی میں بھی کچھ بولتا ہوں تو مجھے جھوٹا کہتی ہے۔'' ضمران خود بہت متفکر تھا اس کی ازدواجی زندگی مسلسل کرائسس میں ہی گزر رہی تھی۔ شادی کے اول روز سے حباب کا رویہ اس کے ساتھ ناراضی والا تھا۔ وہ اس سے تکلفات ہی برت رہی تھی۔

''مجھے یہ بھی ڈر ہے اگر حباب نے اپنے میکے میں بتا دیا تو کتنی سبکی ہو گی۔''

''اس سے آپ بے فکر رہیں وہ سب نوشین کی حرکتوں سے شادی کے دوران ہی واقف ہو گئے تھے۔'' ضمران نے انہیں اطمینان دلایا۔

حباب دو دن سے میکے گئی ہوئی تھی شہر یار کینیڈا جا رہا تھا اس نے اسے پہلے ہی بلا لیا تھا۔ ضمران اسے ایئر پورٹ تک سی آف کرنے گیا تھا۔

''تم بھی نوشین سے فضول کوئی بات نہیں کرنا جو وہ تمہارے قریب ہو۔''

''امی! وہ خود کل صبح میرے لیے پوریاں بنا رہی تھی پتہ نہیں اسے کس نے کہہ دیا مجھے پسند ہے۔ حباب کو برا نہیں لگے گا۔''

''بھائی یہ نوشین جان بوجھ کے غلط فہمیاں ڈال رہی ہے تاکہ بھابی کی آپ سے کھٹ پٹ ہو جائے۔''

''ہاں یار یہ سب انڈین ڈراموں کا اثر ہے جو نوشین و؟ کتس کر رہی ہے۔'' ضمران نے بھی سوچتے ہوئے تائید کی۔

''شکر ہے پھوپھو کل ہی چلی گئیں ورنہ تین دن سے پہلے نہیں جاتیں۔'' آدم نے اس پر تشکر بھرا سانس لیا تھا۔

''ابو کو سمجھاتی نہیں ہیں انہیں وہاں اپنے پاس پتا نہیں کیوں رکھا ہوا ہے۔''

''آدم مزید کوئی بات نہیں اور اپنے باپ کے متعلق کوئی الٹی سیدھی بات نہیں کرنا۔'' رضوانہ نے اسے ٹوکا۔

''میں ایسی ویسی کوئی بات کر بھی نہیں رہا۔'' اس نے لب بھینچ لیے۔

ضمران، حباب کو لینے جا رہا تھا۔ کل کی گئی ہوئی تھی۔ اس کا گھر میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اس کے وجود کا عادی ہو گیا تھا۔

تیار ہو کر وہ نکل گیا تھا، حباب، حسین بیگم کے گھر ہی تھی۔

''گھر چلنے کا ارادہ ہے؟'' اس نے موقع ملتے ہی اسے مخاطب کر لیا۔

''میں نے آج اور رکنے کو کہا تھا۔ آپ سے دو دن کا کہہ کے آئی ہوں۔'' اس نے ضمران کو یاد دلایا۔
''یار! میرا دل نہیں لگ رہا مجھ سے اکیلا نہیں سویا جاتا۔'' وہ بے زاری سے بولا۔
''پہلے بھی آپ اکیلے ہی سوتے تھے۔'' حباب جھینپ تو گئی تھی مگر کل سے نوشین کی باتیں بھی اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔
''کیوں آپ کی پھوپھو کی بیٹی چلی گئی۔'' طنز کیا۔
''حباب پلیز! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ برہم ہوا۔
''وہ تو بہت کچھ کہہ رہی تھی۔''
''دیکھو! ادھر کوئی تماشہ نہیں کرو جو کچھ کہنا ہو گھر آ کر کہنا۔'' ضمران کا موڈ ایک دم ہی خراب ہوا۔
''ضمران چائے تو چلے گی؟'' نازیہ بھابی نے پوچھا۔
''جی...... جی بھابی۔'' وہ چونک گیا کیونکہ اچانک ہی وہ اندر آئی تھیں۔
انگوری کلر کے پرنٹڈ کپڑوں میں وہ سادہ سی بھی دلکش لگ رہی تھی۔
''آج اور رک جاؤ کل میں لینے آؤں گا امی کا بھی دل نہیں لگ رہا ہے۔'' اس نے مزید آگے سے یہ کہا۔
حباب نے نگاہ اٹھا کے پستئی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس ضمران کو دیکھا جو اس وقت خاموش ہو گیا تھا اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق ہے۔

❖❖---O---❖❖

''ہیثم! تم کس نتیجے پر پہنچے کیا کرنا ہے۔'' وہ اس کے روم میں آئے۔
''جی کیسا فیصلہ؟'' وہ ٹیبلٹ کی اسکرین کو ٹچ کیے وڈیو دیکھ رہا تھا۔
''جو تم نے اپنی مرضی کی شادی کی ہے اس لڑکی کو عزت سے اس گھر میں لے آؤ۔'' وہ خاصے سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔
''جی۔'' وہ تو اچھل ہی گیا۔
''اس میں اچھلنے کی کیا بات ہے؟ ٹھیک ہے ایک تم نے اپنی پسند کی ہے تو کوئی بات نہیں وہ اس گھر کی عزت ہوئی لے آؤ اسے۔'' مرتضیٰ علی نے اس کے گڑگڑانے اور بوکھلانے کو فہمائشی نگاہوں سے دیکھا۔
وہ انہیں کیا بتائے اس نے تو پہلی والی سے جان چھڑانے کو شادی کا شوشا چھوڑا تھا اور جس کے ساتھ شادی کی تھی اس نے کل اچھی طرح سنائی بھی تھی، کیسے اسے صاف انداز میں کہا تھا۔ اسے خوشنما کا یہی انداز اچھا لگا۔ وہ مشرقی اقدار کا پاس رکھنے والی لڑکی تھی۔ اسے بھی دوسرے کی عزت کی فکر تھی۔ ہیثم نے تو اسے چیک کرنے کے لیے وہ سب کہا تھا شاید وہ بھی پیسہ دولت دیکھ کر اس سے متاثر ہو جائے مگر وہ تو اپنے شوہر کی تھی اور اپنے شوہر کا نام تک نہیں سننا چاہتی تھی۔
''کیا ہوا تم نے جواب نہیں دیا؟'' وہ تشویش میں بھی پڑ گئے تھے۔
''وہ اصل میں نانا جان اس گھر میں نہیں آنا چاہتی۔'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر بات ہی بنائی۔

’’کیوں نہیں آنا چاہتی۔تم نے اسے بتا کے شادی نہیں کی تھی کہ اسی گھر میں لاؤ گے۔‘‘
’’نانا جان! یہاں لانے کی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے بھی سوچ لیا تھا۔آپ لوگ اسے قبول تو کریں گے نہیں اس لیے الگ گھر میں ہی رکھوں گا۔‘‘
’’ہیثم مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے۔تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔‘‘ مرتضیٰ علی اس کے نانا تھے وہ تو چہرہ اور بات بھانپنے والوں میں سے تھے۔
’’نہیں ایسا تو بالکل بھی نہیں ہے۔‘‘ وہ اور بوکھلایا مگر خود کو نارمل کیا اگر انہیں ذرا بھی شک ہو گیا تو اس کی خیر نہیں۔
’’تم اسے اسی گھر میں لے کے آؤ اور ہاں تم خوشی سے جان چھڑانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے تم طلاق کے کاغذات تیار کروالو میں پھر اس کی فاران سے شادی کردوں گا۔‘‘
’’کک......کیا؟‘‘ ہیثم پر لگتا تھا جیسے آتش فشاں پھٹ گیا ہو۔
’’نانا جان! آپ جانتے ہیں بڑی مامی ایسا بالکل نہیں کرنے دیں گی۔‘‘ اسے ایک نئی پریشانی لاحق ہوگئی۔
ٹھیک کہتے ہیں ایک جھوٹ کے عوض سوائے پریشانیوں کے کچھ نہیں ملتا۔
’’یہ ہمارا مسئلہ ہے۔تم فکر نہیں کرو۔‘‘ وہ اتنے سنجیدہ تھے، ہیثم تک ڈر گیا تھا۔ جب کہ وہ ان سے کبھی ایسے نہیں ڈرا تھا۔
’’فاران کے ساتھ یہ ظلم ہے۔‘‘ وہ بولا۔
’’تم یہ سمجھتے ہو نا میں نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے۔ٹھیک ہے تمہیں میں اپنی تمام پابندیوں سے آزاد کرتا ہوں۔تمہارا جو دل چاہے کرو۔‘‘ انہیں ہیثم کی باتوں کا بہت دکھ ہوا تھا۔
’’نانا جان! ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ میرے لیے سب کچھ ہیں۔‘‘
’’تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔ میں اگر تمہارے لیے سب کچھ ہوتا تو مجھے تم یہ نہیں کہتے میں نے ظلم کیا۔‘‘ مرتضیٰ علی کو یہ سب نزہت نے ہی تو بتایا تھا۔ہیثم کو بڑی مامی کی یہ عادت بہت بری لگتی تھی۔
’’نانا جان سوری۔‘‘ وہ شرمندہ ہوا۔
’’سوری کیوں کر رہے ہو وہ کرو جو تمہارا دل ہے ا پسند کی بیوی گھر میں، میں اسے بھی عزت دوں گا کیوں کہ وہ بھی کسی کی بیٹی ہے۔‘‘
’’تمہارا جو فیصلہ ہو وہ بتاؤ میں نے تو فیصلہ کرلیا ہے، فاران سے ہی اس کا نکاح ہوگا۔‘‘ وہ دوٹوک اور قطعیت بھرے انداز میں اسے سنا کے چلے گئے تھے۔
ہیثم اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ کے رہ گیا۔ وہ سچ بولتا ہے تو جب بھی پھنستا ہے اور فاران کے ساتھ وہ یہ ظلم تو ہونے نہیں دے گا۔ بڑی مامی کو بھی جانتا تھا وہ تو گھر سر پر اٹھالیں گی۔
’’کیا کروں؟‘‘ وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔اس وقت اسے شدت سے اشعر کی ضرورت پڑ رہی تھی۔شاید وہی کوئی راہ سمجھائے۔
’’اگر وہ خوشی کو گھر پر لے آتا ہے تو جب بھی بڑی مامی اٹھتے بیٹھتے احساس ہی دلاتی رہیں گی، ایسی بیک ورڈ

لڑکی کا انتخاب کرلیا۔'' وہ اندر کے انتشار کو کم کرنے کے لیے اپنا باتھ گاؤن لے کے نہانے گھس گیا۔ ٹھنڈا پانی جیسے اس کے اندر کی آگ کو کم کررہا تھا۔

❖❖---○---❖❖

حسنیٰ کی ساری نیندیں اڑ گئی تھیں۔ شہریار روزانہ رات کو تین چار گھنٹے سے کم اس سے فیس ٹو فیس مخاطب ہوتا تھا۔ لگتا تھا اسے نیند نہیں آتی تھی۔

''مما! میں بے زار ہوگئی ہوں۔ اس طرح کی لائف سے۔'' وہ بہت تھکی ہوگئی تھی۔ صحت پر بھی اس کی پڑ رہا تھا مگر اس پر شہریار کی یہی ہدایتیں ہوتی تھیں۔

''اپنا وزن کم کرو بہت بھدی لگتی ہو۔'' اکثر اس کے یہ جملے کان میں گونجتے رہتے تھے۔

''تم کیوں اس سے اتنا ڈرنے لگی ہو۔ صاف صاف کہہ دو، مجھ سے نہیں جاگا جاتا ہے۔'' رفعت اس کے دراز بالوں میں تیل کی مالش کررہی تھیں۔

''میں کوئی ان سے ڈرتی نہیں ہوں اور میں نے کئی دفعہ کہا ہے۔ مجھ سے نہیں جاگا جاتا پھر بھی حکم ہے میں نہیں جانتا۔''

''چلو کوئی پیار محبت کی باتیں ہوں تو یہ ٹھیک بھی لگتا ہے۔ اتنی رات رات بھر باتیں کی جائیں جب کہ وہ تمہیں سوائے ڈانٹ ڈپٹ اور ہدایتوں کے کچھ نہیں دیتا ہے۔''

''میری مجبوری ہے آپ کو نہیں پتا اتنا ڈانٹتے ہیں مما! میرا کیا ہوگا مجھے تو ٹھیک سے کوئی کام بھی نہیں آتا۔'' روہانسی ہورہی تھی۔

''کہہ رہے تھے کپڑے سینا سیکھ لو یہاں کینیڈا میں کوئی سی کے نہیں دے گا۔''

''توبہ ہے اتنا اکھڑ ہے یہ لڑکا تو۔'' انہیں حسنیٰ پر ترس آنے لگا۔ جھٹ گلے سے لگالیا۔

''بھابی کو پتا نہیں کیا نظر آیا اس میں، کوئی ایک خوبی جو ہو۔'' رفعت کا دل شہریار کی طرف سے بددل ہوگیا۔

''ہے نا ایک خوبی۔'' اس نے سر اٹھایا۔

''کیا؟'' وہ کچھ سمجھی نہیں حیرانگی سے پوچھا۔

''کینیڈا میں جاب کرتا ہے ایک لاکھ روپے تنخواہ ہے۔ گھر وغیرہ سب ملا ہوا ہے۔'' اس نے خوبی گنوائی۔

''یہ بھی کوئی خوبی ہوئی، میری بچی کو انہوں نے ڈرا کے رکھا ہوا ہے۔'' وہ غصہ ہونے لگیں۔

''آپ ای کے سامنے یہ بھولے سے بھی نہیں کہہ دیجیے گا۔'' اس نے بالوں کو سمیٹا اور اونچا سا جوڑ باندھ لیا۔

''کیا.....'' رفعت نے پوچھا۔

''میری بچی کو ڈرا ڈرا کے رکھا ہوا ہے۔'' حسنیٰ، نسرین کی عادت سے باخوبی واقف تھیں۔ وہ رفعت کو سنانے میں بھی ذرا لحاظ نہیں کرتی تھیں۔

''تین مہینے ہیں مما میرے پاس جتنی آزادی کی سانسیں لے سکتی ہوں لے لوں۔''

''میں نے تو خود کہا تھا شادی سوائے جنجال کے کچھ نہیں۔'' وہ بولیں۔
''کیوں کیا میں بھی شادی نہیں کرتی؟'' حسنیٰ نے ان کی باتوں سے اندازہ تو کرلیا تھا۔ وہ اس کی شادی کرنا نہیں چاہتی تھیں۔
''سوائے پابندیوں کے کچھ نہیں ہے۔ مجھ پر میرا شوہر ایسی ہی پابندیاں لگاتا تھا۔ میں نے تو چھوڑ ہی دیا۔'' رفعت نے فخر سے بتایا۔
''مما! آپ نے اس وجہ سے نہیں بلکہ عمر کی وجہ سے چھوڑا تھا۔ وہ آپ سے چھوٹے تھے ورنہ آپ انہیں بہت چاہتی تھیں۔ ساری کہانی مجھے پتہ ہے وہ آپ کا کلاس فیلو تھا۔'' حسنیٰ کو ساری بات پتہ تھی۔
''گزری باتوں کا کیا فائدہ۔'' وہ کھڑی ہوگئیں کیوں کہ انہیں پھر اکیلے ہو جانا تھا حسنیٰ کی شادی کے بعد۔

❖❖---○---❖❖

نزہت نے تو گھر میں اودھم ہی مچا دیا تھا۔ فاران انہیں سمجھا سمجھا کے تھک گیا تھا۔ ارتضیٰ تو اپنے والد کے فیصلے کے آگے کچھ بول ہی نہیں سکتے تھے۔
''امی! آپ تو خوامخواہ ہنگامہ کررہی ہیں۔'' فاران سر تھام کے بے زاری سے بول رہا تھا۔ کیونکہ حواس باختہ تو وہ بھی ہوگیا تھا۔ کیوں کہ کسی کو وہ چپکے چپکے چاہ رہا تھا۔ ایسے کیسے اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔
''ارے ہنگامہ نہیں کروں تو کیا کروں؟ نواسے کی بلا میرے بیٹے کے ہی سر ڈالنے کو رہ گئی ہے۔''
''نزہت! زبان سنبھال کے بولو ہیثم اس گھر کا بچہ ہے۔''
''اس گھر کا بچہ؟ ارے میرے بچے سے تو وہ بچہ ہی اچھا ہے۔ جو اپنی من مانی کر رہا ہے اور ایک شادی پر وہ دوسرا نکاح بھی کر کے بیٹھ گیا۔'' ہیثم باہر کھڑا ان کا سارا شور سن رہا تھا۔ چھوٹی مامی تاسف سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ماموں جان کے کمرے سے بڑی مامی کی آتی آوازوں پر وہ چونک کے رک گیا تھا۔
''چپ ہو جاؤ پلیز۔''
''کیسے چپ ہو جاؤں میرا بچہ ہی ملا ہے سب کو۔ فیصلے سناتے رہتے ہیں۔ کسی کا ذرا احساس نہیں۔'' وہ چیخ رہی تھیں۔
''نزہت! میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو میں انتہائی قدم اٹھا لوں۔'' ارتضیٰ علی غصے سے مٹھیاں بھینچ رہے تھے۔
''ارے بھئی کیا ہوگیا بڑی مامی۔'' ہیثم نے جھٹ انٹری دی۔
فاران نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ وہ تو اتنا لاچار و معصوم لگ رہا تھا۔ ہیثم کو ترس آنے لگا۔
''بڑی مامی! ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔''
''ارے میاں جاؤ تم تو پتا نہیں کیا کیا کرتے پھرتے ہو۔ پتا نہیں کتنی شادیاں کر رکھی ہوں گی۔'' ان کا نزلہ رکھائی اور بے رخی سے اس پر گرا۔ ہیثم حیرت سے ان کے لب و لہجے پر غور کرنے لگا۔ وہ کتنا اس سے شہد آگیں اور اپنائیت بھرے لہجے میں بات کرتی تھیں۔ آج ان کا ہر روپ الگ تھا۔

''امی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟'' فاران کو ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔
''ارے ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ شروع سے اس نے اپنی ہی من مانیاں ہی کی ہیں۔''
''بڑی مامی آپ بہت غلط بول رہی ہیں۔'' ہیثم کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا تھا۔
''ہیثم! تم جاؤ بیٹا اس عورت کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' ارتضیٰ علی نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔
''کہے دیتی ہوں کسی دوسرے کی جوٹھن میرے بیٹے کی ہرگز بھی بیوی نہیں بنے گی۔'' وہ پشت پھیر کے کھ ہوگئیں۔
''بےفکر رہیں مامی! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' وہ آنکھوں میں نمی لیے باہر نکل آیا۔ اسے بہت ہی دکھ وافسوس ہو لگا۔ یہ تو اس کی بڑی حمایتی تھیں۔ آج ایسے بدل گئیں ظاہر ہے بیٹے کی زندگی جو تباہ ہونے جا رہی تھی۔ انہیں اولاد عزیز ہوتی یا کہ نند کی اولاد۔ وہ بہت ٹوٹا ٹوٹا ہوگیا اس نے تو اس گھر کے رشتوں کو اپنا ہی جانا اور سمجھا تھا۔ انہوں نے ایسی بات کیوں کی۔

❖❖---○---❖❖

''جتنی میں غلط فہمیاں دور کرنا چاہ رہا ہوں۔ یہ نوشین اتنی ہی ڈال رہی ہے۔ آخر وہ کیسے سمجھائے حباب کو اس سے دوریوں کے فاصلے پر بھی تھی۔'' کب سے سر سے چادر تان کے لیٹا ہوا تھا اور وہ اسے اٹھائے جا رہی تھ
''آفس سے لیٹ ہوجائیں گے۔'' وہ بس اتنا بولی۔
ضمران نے چونک کے چادر سے سر باہر نکالا۔ وہ کب سے خود سے ہمکلام تھا۔
''آفس جانا ہے یا نہیں؟'' وہ کمرے کی چیزوں کو سمیٹنے لگی۔ راشدہ کی بیٹیوں کی آمد کی وجہ سے کمرے تک دیکھنے کا ٹائم نہیں ملا تھا۔ کب سے چیزیں ایسی ہی بکھری پڑی تھیں۔
''جانا ہے اگر ناشتے میں پراٹھا مل جائے۔'' وہ بیڈ سے اٹھا۔
''پراٹھے میرے ہاتھ کے کہاں اچھے لگیں گے۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں کچھ رکھ رہی تھی اس نے طنز کردیا۔
''حباب! ہر بات کی حد ہوتی ہے۔'' ضمران کو غصہ آگیا۔
اس کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے، ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ضمران کا سنجیدہ اور برہم چہرہ واضح نظ رہا تھا۔
''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، تمہارا جو دل چاہے کرو، جو تم سمجھتی ہو سمجھو میں اب تم سے اپنے کسی کام کو نہ کہوں گا۔'' جھٹک پٹخ کے وہ واش روم میں گھس گیا۔
حباب کو اپنی زیادتی کا بھی احساس نہیں ہوا کیونکہ نوشین شک کے بیج جو بوگئی تھی۔ پتا نہیں کیوں کسی اور لڑکی شیئر برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے شوہر سے اتنی لگاوٹ کا اظہار کرنا، دونوں میں سے کسی کے ساتھ تو زیا ہوئی ہے مگر ضمران کے ددھیال والوں کا رویہ بھی تو واضح تھا۔ ان لوگوں نے کب انہیں اہمیت اور عزت دی تم ن کا باپ تک تو چھین لیا تھا۔ پھر کیوں یہ سب اپنا حق جتانے آگئے تھے۔

ضمران تیار ہو کے آ گیا تھا۔ اپنا بیگ اٹھائے لاؤنج میں گیا۔
''بھائی جان! ناشتہ نہیں کریں گے؟'' طٰہٰ نے اسے پکارا۔
''یار! ناشتہ تو صبح ہی کرلیا وہ بھی بہت ہیوی۔'' طنز وہ خاموش کھڑی حباب پر کررہا تھا۔
رضوانہ اپنے چاروں بیٹوں کے مزاج کو بخوبی جانتی اور سمجھتی تھیں۔ کس موڈ میں کون سی بات کر سکتے ہیں۔
''ضمران! ادھر آؤ ناشتہ کرو۔'' رضوانہ نے پکارا ڈرائنگ روم لاؤنج کے ساتھ ہی تھا۔ وہ سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔
''سچ امی! میں نے کرلیا ناشتہ پوچھ لیں۔ آپ اپنی بہو سے۔'' وہ زبردستی کی طنزیہ ہنسی کے ساتھ حباب کو گھورنے لگا جو شرمندہ سی کھڑی ہوئی تھی۔
''مجھے پتہ ہے کون سے ناشتے کی بات کررہے ہو۔'' رضوانہ مسکرانے لگی تھیں۔
مزمل نے زبردستی بٹھایا آدم دیر سے اٹھتا تھا۔ اس لیے وہ سو رہا تھا۔ میڈیکل اسٹور پر بارہ بجے ہی جاتا تھا اس کے ورکر میڈیکل صبح ہی کھول لیتے تھے۔
''تم دونوں میں کیا چل رہا ہے؟'' وہ باری باری دونوں کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔
''امی! آپ تو اس طرح پوچھ رہی ہیں جیسے دونوں کا افیئر چل رہا ہو اور آپ نے پکڑ لیا ہو۔'' مزمل نے شوخی سے لقمہ دیا۔
حباب جھینپ گئی جب کہ ضمران نے اسے جوابی گھورا۔
''ساری زندگی کا افیئر ہے چلتا رہے تو اچھا ہے۔'' وہ ہنسی تھیں۔
''ارے بات کیا ہوئی ہے جو تم اتنا ناراض ہو رہے ہو۔'' وہ پھر پوچھنے لگیں۔
''امی بات کچھ بھی نہیں ہے، میں نے یہ کہہ دیا آج مجھے امی کی طرف چھوڑ دیجیے گا ناراض ہونے لگے۔''
حباب نے ہی بات بنائی کیوں کہ صبح صبح گھر سے نکلتے ہوئے وہ کوئی بدمزگی اور تلخی نہیں چاہتی تھی۔
''انہوں نے کہا ابھی رک کے تو آئی ہو اتنی جلدی جلدی نہیں جایا کرو۔ بس بحث ہوگئی۔'' ضمران نے اس کی بات بنانے پر حیرانگی سے ہی دیکھا۔ آگے سے وہ کیا کہتا۔
''امی! پراٹھے کا ناشتہ کرنے کا موڈ تھا جیسے نوشین خستہ بناتی ہے۔'' ضمران نے اب جان کے اسے سنایا۔
''خبردار! جو آپ نے اس کے پراٹھوں کی تعریف کی توبہ ہے۔ بھائی جان ایسے پاپڑ پراٹھے کھانے سے بہتر ہے بندہ نہ ہی کھائے۔'' طٰہٰ کو اس کے خشکی میں لتھڑے پراٹھے ذرا پسند نہیں تھے۔
''چپ کرو صبح صبح برائیاں شروع کردیں اور آؤ ضمران اور حباب اب ناشتہ کرو۔ میں تم دونوں کی ناراضی سمجھ گئی ہوں بعد میں بات کروں گی۔'' انہوں نے اس وقت بات کو ادھر ادھر کیا اور زبردستی دونوں کو بٹھایا بھی۔

❖❖---○---❖❖

یہ خبر خوشنما کے لیے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ ہیثم اسے اپنے پاس بلانا چاہ رہا ہے۔ یہ مرتضیٰ علی نے جاوید احمد کو کال پر بتایا تھا۔ یہ انہونی کیسے ہوگئی اور وہ کیونکر لے جانے پر رضامند ہوا۔ ایسی اسے کیا مجبوری تھی۔ دوسری

طرف اس نے اس سے نکاح کا جو گھر والوں کو شوشا چھوڑا تھا۔ اس کا کیا ہوگا۔ خوشنما کی حالت عجیب پاگلوں ا
ہورہی تھی۔

''آپی! آپ اتنا پریشان کیوں ہورہی ہیں۔ خوش ہونا چاہیے ہیثم بھائی آپ کو لینے آرہے ہیں۔'' ایمن کو
کا یوں گڑبڑانا اور سٹپٹانا سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''یہ خوشی کی نہیں دکھ کی بات ہے۔ اتنے عرصے بعد خیال آیا بھی تو کس کام کا جب کہ میں اپنے پیروں پر کھ
خود کمارہی ہوں اور مجھے اب جانا بھی نہیں ہے۔ امی ابو کا سہارا بن کے تم دونوں کی شادی کرنی ہے۔ کوئی بہت ا
گھرانا دیکھ کے۔'' اس نے قطعیت بھرے مضبوط لہجے میں کہا۔

ایمن حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ امی نے بھی اس کی بات سن لی تھی۔

''تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہوگیا ہے۔''

''امی! اب میں آپ کی اور نہ ہی ابو کی سنوں گی۔ کیوں کہ آپ دونوں کا فیصلہ غلط ثابت ہوا۔ اس لیے
یہی ہے کہ مجھے بھول جائیں مجھے کہیں نہیں جانا۔'' وہ ہیثم کو ایسے کیسے معاف کرسکتی تھی جس نے اس کی عزت نفس
مجروح کی، ایسی ایسی باتیں کیں جن کی وجہ سے کوئی لڑکی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتی تھی مگر وہ جتنے تحمل کا مظاہرہ کر
وہاں کے لوگوں کو فیس کرکے آئی تھی یہ وہی جانتی تھی۔ ہیثم کی بڑی مامی نزہت کا حسد و جلن کا لہجہ اور آنکھیں ا
نہیں بھولتی تھیں۔ کیسی حقارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

شاہدہ مامی اس سے ہنس کے بات کررہی تھیں۔ وہ اسے کچھ سلجھی سلجھی بھی لگی تھیں۔ ہیثم کی طرف سے کا
بات بنارہی تھیں اور وہ بڑی مامی آگ ہی لگارہی تھیں۔

''رشتے برابر کے لوگوں میں ہی اچھے لگتے ہیں۔ شکل اچھی ہے تو کیا ہوا اسٹیٹس تو اچھا نہیں ہے۔''

''نہیں امی! میں بالکل بھی اس گھر میں نہیں جاؤں گی جہاں میری توہین کی گئی تھی۔'' وہ بپھر کے آج پھر پھوٹ
پھوٹ کے رونے لگی۔

ایمن کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ امی نے اسے گلے سے لگالیا۔

''خوشنما! میری بچی نہیں رو کیوں ہمیں اور گناہ گار کرتی ہے۔ ہم نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' انہیں
پچھتاوے تو ستاتے ہی تھے، جلد بازی کے فیصلے نے انہیں یہ سب دکھایا تھا۔

''امی! آپ نے میرا نام خوشنما کیوں رکھا؟ ضروری ہے، خوشنما نام رکھنے سے زندگی بھی خوشنما بن جائے؟''
لہجے میں حسرت و محرومی بول رہے تھے۔

''کہتے ہیں اچھے نام کا اچھا اثر ضرور ہوتا ہے۔ یہ عالموں نے کہا ہے کچھ آزمائشیں بھی تو ہیں ان سے گزرنا
پڑتا ہے۔'' وہ اس کے الجھے بکھرے بال سمیٹ کے سمجھانے لگیں۔

''کچھ آزمائش تھی۔ وہ گزر گئی مجھے یقین ہے اللہ کی ذات سے تمہارا اچھا وقت شروع ہوگیا ہے۔ میری بیٹی کی
زندگی خوشنما ہونے جارہی ہے۔'' ان کا لہجہ مضبوط اور پریقین تھا۔

ایمن نے بھی تائیدی سر جھکایا۔

''مگر میں اس گھر میں کیسے واپس جاؤں جہاں ان لوگوں نے میری توہین کی ہے۔'' اسے نزہت کا روپ نہیں

ال رہا تھا۔
اور پھر ہیشم کو بھی کب پتا تھا جس سے اس کی شادی ہوئی ہے وہ لڑکی اس کے آفس میں جاب کرتی ہے اور اسی
ہی اس نے نکاح کا دھماکہ کر دیا۔ اگر وہ خود کو چھپا نہیں لیتی تو ضرور ''مرتضیٰ ولا'' میں خبر ہو جاتی۔
''تم خود کو مضبوط بناؤ اپنے اندر اعتماد پیدا کرو۔ دیکھنا سب کا سامنا بھی کر لو گی۔''
''امی! یہ آسان کام نہیں ہے۔'' وہ چہرہ دوپٹہ کے کونے سے صاف کرنے لگی۔
''میں واپس نہیں جاؤں گی۔ مجھے یہیں رہنا ہے۔ میری زندگی صرف آپ کے اور ابو کے نام ہے۔''
''فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ابو کو تمہاری یہ بات ذرا پسند نہیں آئے گی۔'' انہوں نے اس کی
ہی رد کر دی۔
''مرتضیٰ صاحب خود تشریف لائیں گے تو ہی تفصیلی بات بھی ہو گی۔'' انہوں نے بتایا۔
''ان کا نواسہ بھی آئے گا؟''
ظاہر ہے آپی انہیں تو آنا ہے اور انہیں آنا ہی تھا۔ دیکھیے گا آپ بہت خوش رہیں گی۔''
ایمن نے دل سے دعا دی۔ خوشنما کا دل تو یہ کہہ رہا تھا ہیشم کی زندگی تنگ کر دے، اسے اتنے چکر لگانے پر
ر کر دے کہ پھر وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے۔

❖❖---○---❖❖

نسرین پشاور گئی ہوئی تھیں۔ اپنے بھائی کے ہاں، وہ بھی کسی خاص مقصد کے تحت کیوں کہ حسنیٰ کی رخصتی کے
تو بالکل ہی بے بس ہو جائیں گی کیوں کہ گھر کے کام اس پر ڈال کے چلی جاتی تھیں۔ ایسے میں انہیں فراج کا
سعدیہ کے لیے لے جانے کا خیال آیا، سعدیہ ذرا سیدھی تھی اور گھر کے کام کاج میں ماہر تھی۔ حسنیٰ کی رخصتی پر
فراج کی بھی شادی کرنا چاہ رہی تھیں۔ فراج تو پہلے ہی سعدیہ کو پسند کرتا تھا جب کہ نسرین نے دونوں کے
سامنے پھرنے پر خوب ہنگامے بھی کیے تھے اور جلد ہی سعدیہ اور عائزہ کو پشاور بھجوا دیا تھا مگر اب انہیں لالچ اور
مطلب نے یہ سب کرنے دیا تھا۔
''بھابی کا کیا آنے کا ارادہ نہیں ہے۔'' رفعت کو غصہ آئے جا رہا تھا کیوں کہ حسنیٰ کو رات دن نیچے ہی کاموں
میں وقت گزارنا پڑ رہا تھا۔
''امی مجھے پتہ ہے شادی کی تاریخ لے کے ہی آئیں گی اور ماموں کو مانتے ہی بنے گی۔'' وہ اپنے بالوں میں
برش چلا رہی تھی۔ دو دن سے سر میں برش کرنے کا بھی ٹائم نہیں ملا تھا۔ پھر روزانہ دو بجے شہریار آن لائن آ جاتا تھا
باقی تو نیندوں کے ساتھ صحت تک تباہ ہو رہی تھی۔
''بے چاری سعدیہ کا اللہ ہی حافظ ہے۔ مجھے پتہ ہے بھابی اسے کولہو کا بیل بنا کے رکھ دیں گی۔''
''مما! آپ امی کو اتنا برا سمجھتی ہیں۔'' اسے آج پہلی دفعہ نسرین کی برائی بری لگی۔
''میں برا تو کہہ ہی نہیں رہی، ایک حقیقت بات ہے جو بیان کر رہی ہوں۔'' انہوں نے اس کے برہم ہوئے
چہرے کو حیرانی ہی سے دیکھا تھا۔

''بات یہ نہیں ہے۔ اصل میں فراج بھائی سعدیہ کو پسند کرتے ہیں اسی لیے امی رشتہ کے لیے گئی ہیں۔''
''ہاں یہ بھی خوب کہی جب وہ یہاں گھومنے پھرنے گئی تو بھابی نے واویلا کتنا مچایا تھا۔ فراج کے ساتھ ہر جانے پر۔'' رفعت کو بھی موقع ملا تو وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگی تھیں۔
''وہ سعدیہ او ور بھی ہوگئی تھی۔'' حسنیٰ مسلسل ان کی باتوں کی نفی کر رہی تھی۔
''تم یہ سب چھوڑو اس وقت جب وہ یہاں بیاہ کے آئے گی تم دیکھنا بھابی اس کے ساتھ کیا برتاؤ رکھتی ہیں انہوں نے بھی بات کو سمیٹا۔
حسنیٰ نے لب بھینچ لیے۔ رفعت کہہ تو بالکل ٹھیک ہی رہی تھیں۔ نسرین بغیر مطلب کے تو کسی کو اتنی اہمیت نہ دیتی تھیں۔ جب ہی اس کا بھی نکاح شہریار سے کروا دیا تھا۔ ایسے ہی تو نہیں، انہیں شہریار موٹی آسامی جو نظر آ تھا۔ ورنہ پہلے رشتے پر اتنی اہمیت نہیں دی تھی جب سے وہ کینیڈا آگیا تھا شہریار پر وہ واری نیاری جا رہی تھیں۔
''مما! میں نہانے نیچے جا رہی ہوں۔ رات کے لیے روٹی ابھی بنا کے رکھ دوں گی کیوں کہ مجھے تھکن ہو رہی ہے جلدی سوؤں گی۔'' اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔
''آج نیٹ آن ہی نہیں کرنا۔''
''موبائل تو آف نہیں کر سکتی۔'' اس نے لاچاری سے کہا۔
شہریار نے اس کے رات دن اپنے لیے ہی رکھ لیے تھے۔ جب دل کرتا تھا کال کرتا رہتا تھا۔

❖❖❖---O---❖❖❖

وہ ادرک، لہسن پیس کے شیشے کی بوتلوں میں رکھ رہی تھی۔ یہاں آ کر اس نے تقریباً ساری ہی ذمہ داری اٹھا لی تھی۔ رضوانہ اس کی کارکردگی سے بہت خوش تھیں۔ وہ بھی اس کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں۔
''امی! میں نے پندرہ دن کا پیس لیا ہے۔'' اس نے بتایا۔
''اے بیٹا! مجھے تو تم کچھ کرنے ہی نہیں دیتی ہو اب ایسا بھی کیا۔''
''آپ میرے کام کرنے سے خوش ہوتی ہیں۔ مجھے اور چاہیے بھی کیا۔ جب تک ساس بہو کی تعریف نہ کرے مزا نہیں آتا۔'' اس نے مسکرا کے کہا۔
''لو یہ تو کام سے بچنے کے طریقے ہیں اکٹھا پیس کے رکھ لو اور باقی دن آرام کرو۔'' ضمران کی دادی دو د سے رہنے آئی ہوئی تھیں۔ وہ ہر بات میں نکتہ اعتراض اور خامیاں نکالنا اپنا فرض سمجھ رہی تھیں۔ حباب کو سخت غ آگیا مگر جھٹ خود کو نارمل کر لیا۔ وہ بڑوں کے ساتھ کوئی بدتمیزی بھی کرنا نہیں چاہتی تھی مگر ضمران کے ددھیا والوں نے اسے زچ ہی کر کے رکھ دیا تھا۔
''دادی جان! یہ کام سے بچنے کے طریقے نہیں ہیں بلکہ اس طرح کام اور جلدی ہو جاتا ہے اور بجٹ ساتھ ہر چیز استعمال کرو تو برکت بھی ہوتی ہے۔'' اس نے تساہل پسندی سے نرم اور دھیمے لہجے میں سمجھایا کیوں رضوانہ کی ہدایت بھی وہ بھولی نہیں تھی۔ دادی جان سے آرام سے بات کرنا۔
''لو آج کی بچی ہمیں بجٹ کے طریقے بتا رہی ہے۔'' ان کا انداز فہمائشی اور طنزیہ تھا۔ وہ دونوں پاؤں ا

ہانے پر کر کے بیٹھ گئیں۔

''میں آپ کو بتا نہیں رہی ہوں ایک بات کر رہی ہوں۔'' وہ سلگ تو گئی تھی مگر تحمل کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

''حباب! تم روٹی بنا لو ضمران آنے والا ہو گا پھر اس کے کام بھی تمہیں دیکھنے پڑتے ہیں۔'' رضوانہ نے ہی مداخلت کر کے تلخ ماحول کو دور کیا۔

''رضوانہ! تم نے اپنی بہو کو بہت سر پر چڑھا لیا ہے۔'' وہ کشن سر کے نیچے رکھ کے لیٹ گئیں۔ وہ دانت پیستی ہوئی چلی گئی۔

''اپنی بہو کو تو انہوں نے پیر کی جوتی بنایا ہوا تھا۔ امی بے چاری کچھ بولتی نہیں تھیں نوکرانیوں کی طرح کام کرواتی تھیں۔ تائی امی دادی جان کے رعب میں نہیں آئیں تو اپنا کھانا پینا ہی الگ کر لیا تھا۔'' مزمل بھی اپنی دادی کی زہریلی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ حباب کو بتانے لگا۔

''آپ ان سے اتنا ڈری ڈری کیوں رہتی ہیں؟'' وہ چولہے پر توا رکھ کے کیبنٹ سے آٹے کی خشکی اور چنگیر نکالنے لگی۔

''میں ڈری ڈری نہیں رہتی ہوں لحاظ کرتی ہوں۔'' وہ کچھ افسردہ ہو گئی تھی۔

''ارے بھئی بہت بھوک لگی ہے کیا بنایا ہے؟'' ضمران کی گمبھیر آواز پر دونوں ہی چونک گئے۔ وہ مسٹرڈ پتلون لائٹ بلیو شرٹ کی آستین فولڈ کیے تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔

''آلو قیمہ بنایا ہے اور سلاد بھی بنائی ہے۔'' اس نے آہستگی سے بتایا وہ روٹی بنانے میں خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔

''مزمل خیریت تو ہے لوگ اتنا سنجیدہ کیوں نظر آ رہے ہیں۔'' اس کی استفہامیہ نگاہیں حباب پر تھیں اس نے ایک اچٹتی نگاہ ڈالی اور پھر روٹی سینکنے میں لگ گئی۔

مزمل نے جواب میں دادی جان کی ساری باتیں اسے بتا دیں۔ ضمران نے لمبا سانس بھر کے لب بھینچ لیے۔

''تم ان کی باتوں کا خیال نہیں کرنا۔'' ضمران قدرے توقف کے بعد اس سے گویا ہوا۔ مزمل کچن سے چلا گیا تھا۔

''میں اور کن کی باتوں کا خیال نہیں کروں، میری ذات اتنی بے وقعت ہے جس کا دل چاہتا ہے تذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ ارے آپ کو تو ان سب کا خیال کرتے ہوئے نوشین سے شادی کر لینی چاہیے تھی۔'' حباب کو یہ سب سوچ کے اور دکھ ہوتا تھا۔

''ضروری ہے جو وہ لوگ چاہتے ہوں وہی ہم کریں، میرا مائنڈ نہیں تھا نوشین کی طرف، ایسی شادی کامیاب نہیں ہوا کرتی۔'' وہ بھی ذرا تیز لہجے میں بولا۔

''اور یہ ہماری شادی......!'' اس نے ایک گہری نگاہ اٹھا کے برہم ہوتے ضمران پر ڈالی۔

''یہ شادی کامیاب شادی ہے۔ تمہارے دل و دماغ میں غلط فہمی گھس گئی ہے جو تمہیں آگے کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کر رہی ہے۔ ایک انسان تمہارے آگے گرتا رہتا ہے تمہیں منانے کی کوشش کرتا ہے تم پتہ نہیں اور کیا چاہتی ہو۔'' وہ تیزی سے مڑا اور کچن سے ہی نکل گیا۔

حباب نے اس کی آنکھوں میں حسرت، دکھ اور افسردگی دیکھ لی تھی۔ وہ تو نوشین کی کبھی بھی حوصلہ افزائی نہ
کرتا تھا وہ خود ہی کمبل ہونے کی کوشش کرتی تھی۔
روٹی بنا کے ہاٹ پاٹ میں رکھی، کاؤنٹر ڈسٹر سے صاف کرنے لگی اسے کھانا بھی تو لگانا تھا یہ معرکہ بھی
کرنا تھا۔

❖❖---O---❖❖

ہیثم نے بہت سوچنے سمجھنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا تھا؟ کیوں کہ بڑی مامی کا رویہ اور لہجہ اسے بہت دکھ رہا تھا
ان سب کو اپنا سمجھتا تھا مگر بڑی مامی نے کتنی غیریت کا ثبوت دیا اور کرتی بھی کیا ٹھیک ہی کیا یہ تو فاران کے ساتھ
بھی ظلم تھا اس کی بیوی سے شادی۔
''لعنت ہے ہیثم احمد تم پر۔'' ضمیر اسے کتنے دنوں سے لعنت ملامت کر رہا تھا اور یہ بات اس کی غیرت گوار
نہیں کر رہی تھی۔
اس نے نانا جان کو بھی اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ وہ خوشی کو اس گھر میں نہیں رکھے گا کیوں کہ وہ اپنی بیوی کی اٹھتے
بیٹھتے بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا بڑی مامی اسے گری ہوئی نگاہوں سے دیکھیں یہ تو وہ بالکل گوارہ نہیں کرے گا۔
''ہیثم! تم غصے میں جلد بازی کر رہے ہو۔''
''نانا جان! میں نے جو بہتر سمجھا وہی کیا ہے۔ وہ میری بیوی ہے اور گلے پڑا ڈھول بجانا ہے مگر یہاں نہیں
کیوں کہ میں اپنی بیوی کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا۔'' وہ بہت سنجیدہ تھا۔ مرتضیٰ علی کے روم سے آواز باہر
جا رہی تھی جو بڑی مامی اور چھوٹی مامی بھی سن رہی تھیں۔
''تم نزہت کی باتوں کو اتنا سیریس کیوں لے رہے ہو؟''
''نانا جان! مجھے سیریس لینا پڑے گا۔ انہوں نے مجھے احساس دلا دیا ہے میں اس گھر کا ہوں ہی نہیں مگر مجھے
ان سے شکایت بھی نہیں۔'' وہ نگاہ جھکائے ہوئے تھا۔
''شاہدہ! ہیثم کیا گھر چھوڑ کے جا رہا ہے؟'' نزہت کو فکر بھی ہوئی کیوں کہ ارتضیٰ علی انہیں سنانے سے چھوڑیں
گے تو نہیں۔
''لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔'' وہ دکھ و تاسف سے گویا ہوئیں۔
''آپ مجھے یہ بتا دیں، جانا کب ہے۔'' وہ وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس الجھا بکھرا ہوا لگ رہا تھا مرتضیٰ علی کو
اس پر ڈھیروں پیار آیا۔
''میرے بچے مجھے غلط نہیں سمجھو، میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں نے سوچ سمجھ کے ہی اس لڑکی سے تمہاری
شادی کی تھی۔'' انہوں نے اسے شانوں سے تھام لیا۔
''میں بہت چاہتا ہوں تمہیں۔''
''پتہ نہیں ان چاہتوں پر مجھے اعتبار کرنا چاہیے تھا یا نہیں مگر خدا گواہ ہے میں نے آپ سب کو دل سے چاہا
ہے۔ اپنا سمجھا ہے میرے تو ماں باپ اس وقت دنیا سے چلے گئے جب مجھے ان کی ضرورت تھی۔ مجھے تو یہ بھی نہیں

پتہ ماں باپ کی چاہت کیا ہوتی ہے۔'' وہ بہت دلگرفتہ اور اداس ہو رہا تھا۔
''میری چاہت پر بھی شک ہے؟'' ان کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔
باہر کھڑی نزہت شرمندگی سے شاہدہ سے نگاہ نہیں ملا رہی تھیں وہ واپس مڑ گئی تھیں۔
''کاش بھابی آپ اپنی جلن و حسد کو ایک طرف کر کے ہیثم کو سمجھیں وہ تو بہت مظلوم ہے ہماری محبت و چاہت اور توجہ لے لے گا تو کیا ہو جائے گا۔'' شاہدہ کا دل بھی اداس ہو گیا تھا۔ ہیثم اس گھر سے جانے کی جو بات کر رہا تھا۔
''نانا جان! مجھے یہ بتا دیں کب مجھے اس لڑکی کو لینے جانا ہے۔'' وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔
''ابھی میں جا کے بات کرتا ہوں۔'' وہ ادھر کی بھی حالت جانتے تھے۔ خوشنما کی مرضی نہیں تھی کیوں کہ اس کے ساتھ بھی تو ظلم ہوا تھا۔

❖❖---O---❖❖

رفعت اس کی شاپنگ کروا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہدایتیں دے رہی تھیں۔'' اپنے جہیز کے سارے سوٹ کیس میں لاک لگا کے رکھنا کیا پتہ کوئی چیز ادھر ادھر ہو جائے۔ چابی اپنے پاس ہی رکھنا۔''
''اری او حسنیٰ! ایک دفعہ بھی اس ماں کو آ کے نہیں پوچھا۔ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔'' نسرین کی تیز کراری سی آواز نے اس کے مساج کرتے ہاتھوں کو روک دیا جب سے نسرین پشاور گئی تھیں۔ مصروفیت کی وجہ سے وہ خود پر توجہ بھی نہیں دے پائی تھی۔ چولہے کی تیز آنچ سے اس کی اسکن کافی متاثر ہوئی تھی۔ آج اسے موقع ملا تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھ گئی تھی۔
''حسنیٰ! حسنیٰ!'' وہ آوازیں دیے جا رہی تھیں اور حسنیٰ ایسے بن گئی جیسے آواز ہی نہیں آ رہی ہے۔
''سارے کام تو کر کے آئی ہوں رات میں تو آرام لینے دیا کریں۔'' اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔
''حسنیٰ آپی! کب سے امی آوازیں دے رہی ہیں۔ آپ کو سنائی نہیں دے رہا۔'' فیضان ہانپتا کانپتا اوپر آیا اور سیدھا اس کے کمرے میں تھا۔
''اب کیا کام پڑ گیا؟ تم لوگوں کے لیے روٹی وغیرہ سب پکا کے تو رکھ کے آئی ہوں۔'' اس نے اپنا پرپل لینن کا پرنٹڈ دوپٹہ اٹھا کے شانوں پر ڈالا۔
''امی کے ہو رہا ہے سر میں درد۔ کہہ رہی ہیں چائے بنا دو۔'' وہ اس کی مساج کریم کے جار کو سونگھنے لگا۔
''تم تو رکھو، کیا ہر چیز کتوں کی طرح سونگھتے رہتے ہو۔'' چڑی ہوئی پہلے سے تھی۔ فیضان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اسے ہر چیز سونگھنے کی عادت تھی۔
''توبہ ہے آپی! کتنی زور سے مارا ہے۔'' وہ منہ بسور کے رہ گیا۔
''یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔'' جار سارے اندر ڈریسنگ ٹیبل کی رائٹ دراز میں رکھے۔
''پتہ نہیں اتنا غصہ کیوں کھاتی ہو۔ بالکل امی پر گئی ہو۔'' وہ تپ تو گیا تھا۔
''بکواس نہیں کرو۔''

فیضان منہ بناتا ہوا چلا گیا تھا اور وہ دانت پیس رہی تھی۔ رخصتی کے دن بھی قریب آ رہے تھے۔ شہریار سے الگ اس کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔ اوپر سے نسرین کی ہدایتیں جب سے پشاور سے آئی تھیں بالکل ہی ہاتھ پیر چھوا کے بیٹھ گئی تھیں۔ ہر کام کے لیے اسے آوازیں دیتی تھیں۔

بیڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھایا اسی وقت اس کا سیل بھی بیپ دینے لگا۔

''اوہ نو......'' وہ بے زار ہی ہوگئی، اپنا سر تھام کر۔ شہریار کی کال تھی اور اس کی کال تو مس کرنا اپنی شامت بلانے کے برابر تھا۔

''سنیں مجھے نیچے جانا ہے وہ امی کب سے آوازیں دے رہی ہیں۔'' کال ریسیو کرتے ہی فوراً اپنا عذر بھی پیش کر دیا۔

''تم جھوٹ بھی بولنے لگی ہو۔'' شہریار جیسے اسے معافی دینا نہیں چاہتا تھا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' وہ بھنا گئی۔

''آواز کو نیچی کر کے بات کرو اپنے شوہر سے مخاطب ہو، گھر کے ملازم سے نہیں۔'' وہ تو ایک لمحے میں اسے جھڑک کے ہی رکھ دیتا تھا۔

''سنو! جلدی کام سے فارغ ہو جاؤ، تو میں کال کروں گا۔'' وہ روز ہی کال کرتا تھا کبھی نیٹ تو کبھی سیل حسنیٰ کو اپنی زندگی مشینی لگنے لگی تھی۔

''آج ویسے بھی جمعہ ہے بہت کام ہے نماز پڑھنی ہے۔''

''واٹ! تم جمعہ کے جمعہ صرف نماز پڑھتی ہو۔'' وہ تو غصہ میں آ گیا۔

''اتنے کام ہوتے ہیں۔ نماز کا ٹائم نہیں ملتا۔'' وہ شرمندہ بھی ہوئی۔

''شرم کرو نماز کو صرف کام کی وجہ سے نہیں پڑھتی ہو۔ زندگی میں تمہارے ڈسپلن ہے ہی کب جو تم نماز پڑھو گی۔ آرٹس کونسل پابندی سے جانا یاد رہتا ہے، کبھی یہ پابندی نماز کے لیے بھی کی ہے؟'' شہریار کا تو لیکچر شروع ہو گیا تھا۔

حسنیٰ سخت کوفت محسوس کر رہی تھی مگر نماز نہ پڑھنے پر اسے شرمندگی تھی۔

''میں کچھ نہیں جانتا تم نماز کی بھی پابندی کرو، کیوں کہ بعد میں، میں تمہیں پابندی سے فجر میں بھی اٹھایا کروں گا تو برا لگے گا تمہیں ہی اسی لیے ابھی سے پابندی کر لو۔'' وہ اسے سخت سست سنانے کے بعد آگہی بھی دینے لگا۔

''فجر میں تو اٹھا بھی نہیں جاتا۔'' وہ منمنائی۔

''سارے کام کرنے پڑیں گے تمہیں تو ہی پتہ چلے گا زندگی کیا ہے۔''

''وہ تو مجھے پتا چل گئی ہے۔ زندگی کیا ہے۔'' وہ سوچ کے رہ گئی۔

''اری او حسنیٰ! کدھر گئی؟'' نسرین کی پھرپاٹ دار آواز آئی تو وہ اچھل گئی۔

''سنیے! مجھے امی بلا رہی ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر موبائل ڈریسنگ ٹیبل پر ڈال کے تیزی سے بھاگ گئی۔

''جلدی آ جانا۔'' رفعت کی آواز پیچھے سے آئی کیوں کہ انہیں پتہ تھا نسرین اسے اتنی جلدی تو نہیں بھیجیں گی۔

❖❖---O---❖❖

مرتضٰی علی ہیثم کو لے کے آنے والے تھے اور خوشنما ابھی تک آفس میں تھی۔ آفس بھی اس نے زبردستی ہی دوبارہ جوائن کیا تھا ورنہ ہیثم کی اس دن والی حرکت کی وجہ سے وہ آنے والی تو بالکل نہیں تھی۔

''کیا بات ہے آج آپ ابھی تک یہاں کیوں ہیں۔'' وہ خاصا سنجیدہ لگ رہا تھا۔

خوشنما اس کی جانب دیکھنے سے اجتناب ہی برت رہی تھی، ورنہ تو وہ اس کی جاب پر لات مار کے چلی گئی تھی مگر اشعر کی کال اور ایک سال کے ایگریمنٹ کی وجہ سے دوبارہ آنا پڑا اور نہ وہ ایگریمنٹ کو بھی اہمیت نہیں دینا چاہ رہی تھی۔

''آج کام زیادہ ہے اس لیے یہاں ہوں۔'' رکھائی اور ذرا ترش روئی سے گویا ہوئی۔

''مجھے آج کہیں ضروری جانا ہے اس لیے آج کا کام آپ رہنے دیں کل کر لیجیے گا۔'' وہ اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا جانے کیوں اس لڑکی کو وہ سوچنے لگا تھا۔ اسے یہ اچھی لگنے لگی تھی۔

''آپ کو جانا ہے تو جایئے۔'' وہ جانتی تھی اسے آج کہاں ضروری جانا تھا۔

مرتضٰی علی اور اسے آنا تھا وہ ان دونوں سے بچ کے ہی تو یہاں بیٹھی تھی۔

''مس خوشنما۔'' تیز لہجے میں پکارا۔

''مس نہیں مسز۔'' اس نے جھٹ جتایا۔

''آپ اس بے بنیاد رشتے کو کیوں لے کے بیٹھی ہیں جان چھڑایئے میں آپ کو آفر دے تو رہا ہوں۔''

''شٹ اپ۔'' وہ تو مشتعل ہی ہو گئی۔

''آپ کے لیے بے بنیاد رشتہ ہوگا۔ آپ اپر کلاس لوگوں کے لیے ایسے رشتے بے بنیاد ہوتے ہیں؟ ہم مڈل کلاس لوگوں کی بیٹیاں ایک ہی دفعہ رشتہ قائم کرتی ہیں اور دل و جان سے قائم کرتی ہیں۔'' اس نے آج پھر ہیثم کی طبیعت صاف کر دی تھی۔

''آپ مڈل کلاس کی لڑکیاں اونچے اونچے خواب بھی بہت سجاتی ہیں۔ اپنی چادر کے مطابق خواب ہی کب دیکھتی ہیں۔ میں نے آپ کو اس لیے آفر دی تھی آپ کے خواب اسی طرح پورے ہو جائیں گے۔''

''شٹ اپ! میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں کیوں کہ وہی لڑکیاں خواب اونچے سجاتی ہیں جن کی تربیت میں کچھ کمی ہو یا جن کی مائیں ان کا دماغ خراب کر دیں یا سر پر چڑھا لیں۔'' خوشنما کے دل میں تو لگتا تھا آگ بھری تھی جو شعلے باہر نکل رہے تھے۔

''ہاں! سوائے پوز کرنے کے کچھ نہیں آتا، کیوں کہ آپ مڈل کلاس لڑکیوں کے ہی سب سے زیادہ نخرے بھی ہوتے ہیں۔'' ہیثم کو کچھ جاننے والوں کا پتا تھا وہ کیسے لوگ تھے۔

''پتا نہیں کن کن لڑکیوں سے ملتے ہیں۔'' انداز اس کا فہمائشی اور طنزیہ ہو گیا۔

''فضول بکواس کا میں عادی نہیں ہوں۔'' وہ سلگ گیا۔

''آپ اس وقت جایئے شام زیادہ ہو جائے گی پھر کنوینس کا مسئلہ ہوگا۔'' جانے کیوں ہیثم کو اس تیکھی مزاج والی لڑکی سے اتنی کیونکر انسیت اور لگاؤ ہو گیا تھا۔ وہ خود کو جیسے اس کے بغیر ادھورا سمجھنے لگا تھا۔ گھر کی جو ٹینشن تھی وہ اس میں بھی خوشنما سے غافل نہیں تھا۔ اسے خوشنما کی سادگی صاف گوئی سچائی بہت متاثر کر گئی تھی۔ اس نے خوشنما

سے وفا شعاری کا سبق بھی لے لیا تھا۔ وہ اپنے شوہر سے کتنی محبت کرتی تھی جب کہ وہ اسے کچھ سمجھتا نہیں تھا پھر بھی وہ خود کو اس کے نام پر رکھے ہوئے تھی۔ یہ بھی تو مڈل کلاس لڑکی تھی اس میں اس کے ماں باپ کی تربیت کا دخل تھا۔ جنہوں نے اس کی اچھی تربیت کی تھی، اور لڑکیوں کی طرح اس میں نخرے اور نزاکت والے انداز نہیں تھے۔ جب کہ کتنی نرم و نازک سرخ و سپید خوب صورت نقوش والی خوشنما بالکل بھی غرور نہیں کرتی تھی۔ اسے جیسے اپنے حسن کی پرواہی نہیں تھی یا پھر اسے خبر نہیں تھی یا انجان تھی وہ حسن کی دولت سے مالا مال ہے۔

''آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آج پہلی دفعہ دیر تک کام نہیں کروں گی۔ اسٹارٹ میں آپ مجھ سے دیر تک ہی کام لیتے تھے۔'' ساتھ ہی اس نے جتایا۔ ہیثم تو لگتا تھا اس کے حسن کے پیچ وخم میں الجھ گیا تھا۔

''آں ہاں۔'' وہ کچھ جز بز ہو گیا۔

فان کلر کی پینٹ آف وائٹ چیک کی شرٹ میں وہ کتنا سوبر لگ رہا تھا۔

''بٹ میں آج آپ کو اتنی دیر کی اجازت نہیں دیتا۔ فوراً اٹھیے میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔ کیوں کہ مجھے بھی ادھر ہی کام سے جانا ہے۔'' مرتضیٰ علی کی کال آ گئی تھی وہ جاوید احمد کے گھر پہنچ گئے تھے۔ اسے بھی وہیں پہنچنے کو کہا تھا اس نے سوچا خوشنما کو بھی راستے میں ڈراپ کر دے گا۔

''وہ......وہ نہیں مجھے کام کرنا ہے۔'' وہ گڑبڑا گئی۔

''اونہہ مائی فٹ۔'' ہیثم کو پہلے ہی جھنجھلاہٹ تھی۔

''فوراً نیچے آؤ میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔'' وہ اس کی سنے بغیر قدم بڑھاتا ہوا نکل گیا۔

❖❖---O---❖❖

''اس دفعہ دادی جان کا لمبا ہی قیام ہو گیا ہے۔'' مزمل کو حیرانی بھی تھی۔

''وہ آج کل میں بھابی کو نوٹ کرنے آئی ہیں۔'' طٰہٰ انہیں جانتا تھا کیوں کہ مسلسل حباب پر ٹوکا ٹاکی ہی کر رہی تھیں۔

''ہاں یار! یہ تو ہے۔'' مزمل تو اچھی طرح واقف تھا۔ اس کے سامنے خود کئی دفعہ فضول کی باتوں پر اعتراض کیا تھا۔

''مزمل! مجھے کچن سے شوگر پاٹ لا دو۔'' حباب کمرے سے نکلتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ اگر پھر انہوں نے کوئی بات کہہ دی۔

''ارے بھابی! آپ تو دادی جان سے ڈرنے ہی لگی ہیں۔ ارے جائیے آپ پر اعتمادی سے ہر بات کا جواب دیں۔'' مزمل نے اس کی ہمت بڑھائی۔

''وہ بزرگ ہیں۔ میں ان سے الجھنا نہیں چاہتی۔'' وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

''چلو میں خود ہی لے آتی ہوں۔'' جیسے اسے مزمل کی بات سمجھ آ گئی تھی۔

''رضوانہ اور ضمران کی دلہن دوپہر سے کمرے میں ہی گھسی ہوئی ہو۔'' پھر نکتہ اعتراض اٹھایا۔

"جی وہ میں کمرے کی ڈسٹنگ کر رہی تھی۔" حباب نے کوفت میں مبتلا ہوتے کہا۔
"کیوں صبح صاف نہیں کرتی ہو۔ ارے بستر سے اٹھ کے پہلے نہایا دھویا کرو پھر کسی کام کو ہاتھ لگایا کرو۔ غضب خدا کا رضوانہ تم نے تو بالکل ہی آنکھیں بند کرلی ہیں۔" انہوں نے انتہائی ناگواری میں مبتلا ہوئے گویا ان پر طنز ہی کیا۔
اور حباب وہ تو شرم اور غصے سے سلگ کے رہ گئی۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے میں غسل کر کے ہی ہر کام کرتی ہوں اور دن میں ایک دفعہ نہیں تین دفعہ کرتی ہوں غسل، مجھے صاف رہنے کی عادت ہے اور رہی کمرے کی ڈسٹنگ وہ میں ہر وقت صاف رکھتی ہوں مگر کبھی پھیل جاتا ہے۔ اسے سمیٹنا بھی پڑتا ہے۔ یہ روز نہیں ہوتا کبھی کبھی کیونکہ ضمران ابھی آفس سے آئے ہیں۔ ان کے کاموں میں لگی تھی۔" وہ انہیں تفصیلی آگہی دینے کے بعد شوگر پاٹ لے گئی۔
"مجھے آپ کچھ دنوں کے لیے امی کے گھر چھوڑ دیں مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ ہر بات جو کہنے کی بھی نہیں ہوتی ہیں وہ دادی جان کہہ جاتی ہیں۔" چائے میں شوگر ملانے کے بعد ضمران سے تیز لہجے میں ہی بولی تھی۔
"کیوں ڈر کے بھاگ رہی ہو۔" اس نے مسکرا کے طنز کیا۔
"میں ڈرتی ورتی کسی سے نہیں ہوں۔"
"آئی نو یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔" حباب نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اسے ہی بغور دیکھ بھی رہا تھا۔
"میں ایسی فضول باتوں سے ڈرتی ہوں۔" وہ جھٹ وضاحت دینے لگی۔
"مجھے آج ہی چھوڑ دیں جب یہ چلی جائیں مجھے لینے آجایئے گا۔" وہ کچھ خاموش سی ہوگئی۔
"امی کو یہاں ان کے نرغے میں اکیلی چھوڑ کے چلی جاؤ گی؟ ارے تمہارے چلے جانے سے وہ اور باتیں بنائیں گی۔ تم جانے کی غلطی نہیں کرو، ان کا دفاع کرو۔ ہماری امی کو بھی ایسے ہی بولتی تھیں وہ برداشت ہی کرتی آئی ہیں دیکھو خود ہی گھر سے بے دخل کیا اور اپنے بیٹے کو اپنے پاس رکھ لیا، ابو کا مستقبل ہی خراب کر دیا۔ وہ تو اکیلے ہیں اور ہماری ماں کے پاس چار بیٹے ہیں اور خود دادی جان کون سا سکھ سے ہیں۔ تائی امی سے ان کی بنتی نہیں ہے۔ تایا ابو اپنی بیوی کی ہی حمایت کرتے ہیں۔"
"کہتے ہیں سسرال میں اگر شوہر کی سپورٹ حاصل نہ ہو تو بیوی بہت کمزور اور اکیلی ہوتی ہے۔" حباب نے بھی تائیدی کہا۔
"مگر تمہارے ساتھ یہاں بالکل ایسا نہیں ہے۔ شوہر کی سپورٹ حاصل ہے اور ساس دیوروں کی بھی تمہیں کوئی اکیلا کرے گا بھی نہیں۔" چائے پی کے کپ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔
"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں لڑکی سسرال میں اکیلی ہی ہوتی ہے۔ کیوں کہ رخصت ہو کے لڑکی آئی ہے۔ لڑکا نہیں اس لیے سسرال والے جیسا چاہے سلوک کرتے ہیں اور شوہر اگر قسمت سے اچھا مل جائے۔ تو ٹھیک ہے ورنہ پھر زندگی عذاب ہی بنتی ہے۔" وہ عجیب سے لہجے میں گویا ہوئی۔
"تمہارے ساتھ یہاں ایسا کون سا سلوک برتا جا رہا ہے۔ کوئی روکتا ٹوکتا تک نہیں ہے۔ شوہر کو تم کچھ سمجھتی نہیں ہو۔" ساتھ ہی اس نے بھی طنز کا تیر اچھالا۔

''اب خود ہی دیکھ لیں میری ایسی بات پر کیسے آپ کا رویہ بدل گیا۔''

''یار! تم بات ہی عجیب کر رہی ہو اتنا تو سب خیال رکھتے ہیں تمہارا اس پر بھی تم منہ بنا کے رکھتی ہو۔''ضمران نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

''آپ سب کی وجہ سے آپ کی دادی جان اور پھوپھو مجھ سے جلتی تپتی رہتی ہیں۔ میں یہاں خود سے تو چل کے نہیں آئی ہوں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''حباب پلیز! اب رونا دھونا نہیں تم ان کی باتوں کا کیوں اثر لیتی ہو۔تم صرف مجھ سے غرض رکھو۔''ضمران سے اس کے آنسو نہیں دیکھے جا رہے تھے۔

''میں اثر لینا نہیں چاہتی مگر وہ مجھے ذہنی ٹارچر کر کے ان باتوں پر اثر لینے پر مجبور کرتی ہیں۔''

''اچھا چلو چھوڑو فضول میں بحث ہی بڑھے گی۔تم گھر جانا چاہتی ہو میں چھوڑ کے آتا ہوں۔'' لگتا تھا اسے حباب پر ترس آنے لگا تھا واقعی اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا جو اسے باتیں سنائی جاتی ہیں طنز کیے جاتے ہیں۔

''مجھے نہیں جانا پہلے منع کر دیا پھر جانے کا کہہ رہے ہیں۔'' وہ روٹھ کے بیڈ پر ہی لیٹ گئی۔

ضمران کو وہ کبھی کبھی بہت چھوٹی سی بچی لگتی۔ جسے سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ یہ تو اسے اندازہ ہو گیا تھا وہ بہت حساس اور نازک مزاج کی ہے۔ کچھ ماں و باپ کی علیحدگی کی وجہ سے بھی حباب کی شخصیت بہت متاثر ہوئی تھی۔

''جیسے تمہاری مرضی ویسے میں نے منع کسی وجہ سے کیا تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا تھا۔''ضمران نے اس کا چہرہ بغور دیکھا وہ بہت بے زار لگ رہی تھی۔

''دیکھو! تم ان سب کی باتوں کو ایک کان سے سن کے دوسرے سے نکال دیا کرو۔ دل نہیں جلاؤ۔''

''یہ سب کہنا بہت آسان ہے ضمران صاحب! مگر جب لوگ بار بار جتاتے ہیں اور احساس دلاتے ہیں تو ہی دل بھی جلتا ہے۔'' وہ کپ اٹھا کے باہر نکل گئی۔

ضمران کی خود سمجھ نہیں آ رہا تھا حباب کو وہ کیسے سنبھالے۔اگر شہریار سے کچھ بولتا ہے تو حباب پھر اس سے لڑے گی کیوں کہ شہریار، حباب کو سمجھانے جو لگتا ہے۔

❖❖---○---❖❖
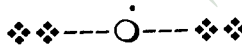
کب سے وہ سب آئے بیٹھے تھے اور اس کا کوئی پتا نہیں تھا۔

''یہ آپی کو آج ہی کام تھا۔'' رمنا کو فکر بھی ہو رہی تھی۔ وہ ابھی تک جو نہیں آئی تھی۔

مرتضٰی صاحب بھی بار بار اس کے موبائل پر کال کر رہے ہیں مگر وہ آف کیے بیٹھی ہے۔'' امی کو فکر ستائے جا رہی تھی۔ مغرب کی اذانیں ہو گئی تھیں عموماً وہ اس وقت آ جاتی تھی۔ ستمبر شروع ہو گیا تھا اور اذانیں سات بجے ہونے لگی تھیں۔

''ہیشم ابھی تک نہیں آیا۔ وہ تو کہہ رہا تھا میں پہنچنے والا ہوں۔'' مرتضٰی علی کو جاوید احمد کے سامنے شرمندگی ہو رہی تھی۔

''ہوسکتا ہے کوئی کام پڑ گیا ہو۔'' حالانکہ فکرمند جاوید احمد بھی ہو رہے تھے۔
ثمینہ کی نگاہیں مسلسل دروازے پر لگی تھیں۔خوشنما بھی تو نہیں آئی تھی۔ وہ جانتی تھیں بہت ضدی طبیعت کی ہے۔
اسی وقت ڈور بیل ہوئی۔ وہ فوراً گیٹ پر گئی تھیں۔
سامنے ہیثم کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ اس نے سلام کیا۔
''وعلیکم السلام۔'' جلدی سے اسے راستہ دیا وہ اندر جھجکتا ہوا آ گیا۔ بلیک پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں وہ چارمنگ لگ رہی تھا۔
''شکر ہے آ گئے۔'' مرتضٰی علی نے بھی تشکر بھرا سانس لیا۔
''کیا بات ہے آج خوشی بیٹا کو اتنی دیر ہوگئی آنے میں۔''
''جی پتا نہیں کیا بات ہے ورنہ عموماً پانچ چھ بجے تک آ جاتی ہے۔'' جاوید احمد شرمندہ ہوئے۔ ہیثم کے چتون بیکھے ہوئے وہ چونک گیا۔
''جاوید! میں خوشی بیٹا کو سمجھتا ہوں۔ وہ جان کے ہم سے بچ رہی ہوگی۔'' وہ سمجھ گئے تھے۔
''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ شرمندہ ہوئے۔
''دیکھو! اس کا غصہ حق بجانب ہے۔'' انہوں نے ان کی شرمندگی کو ختم کیا۔
اتنے میں وہ بھی آ گئی تھی مگر بہت غصے میں تھی۔ کیوں کہ ہیثم نے زبردستی اسے ڈراپ کیا تھا چند گلیوں پہلے اتری تھی۔ اس لیے چل چل کے پسینے میں ہوگئی تھی۔
''شکر ہے آپی! آپ آ گئی ہیں۔ ہیثم بھائی بھی آئے ہیں۔ بڑے ہینڈسم لگ رہے ہیں۔'' رمنا تو بہت ہی ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی۔
''فضول بکواس نہیں کرو۔ میرے کپڑے پریس کردو۔ میں پہلے نہاؤں گی بہت حشر خراب ہو رہا ہے۔'' وہ اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دینا چاہ رہی تھی۔
''آپی! اچھی طرح تیار ہونا آج آپ کی رخصتی ہے۔'' ایمن نے بھی شرارت سے اسے چھیڑا۔
''تم دونوں کا دماغ خراب ہے۔ میں اس لیے تیار نہیں ہو رہی ہوں مجھے گرمی لگ رہی ہے۔'' وہ کپڑے بیڈ پر ڈال کے واش روم میں چلی گئی تھی۔ رمنا اور ایمن نے ان کے لیے ناشتہ وغیرہ سرو کر دیا تھا۔ وہ خوشنما کے انتظار میں بیٹھے تھے۔
''بلائیے ہماری بیٹی کو۔'' مرتضٰی علی کو جلدی تھی۔ جب کہ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کا تو پہلے ہی دل عجیب ہو رہا تھا ایک طرف خوشنما کو دل میں بسا چکا تھا اور ایک طرف یہ اس کی بیوی کیا کرتا اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔
''ہیثم احمد! خوشنما کسی کی بیوی ہے کیوں کسی کی بیوی پر نگاہ رکھ کر گناہ کے مرتکب ہوتے ہو۔'' اندر سے ضمیر نے لعنت ملامت کی تھی۔ ''یہ لڑکی تمہاری بیوی ہے اسے عزت سے لے کے جاؤ پہلے ہی اس کی تم نے بہت بے عزتی کی ہے۔''
''کیا بات ہے ابھی تک وہ آئی کیوں نہیں؟'' جاوید احمد نے ثمینہ سے پوچھا۔
''وہ آج جانے کو منع کر رہی ہے۔''

''ارے یہ کیا بات ہوئی۔'' جاوید احمد کو غصہ آنے لگا۔

''آرام سے جاوید! وہ بچی بہت ٹوٹی ہوئی ہے۔اس نامعقول کی وجہ سے میں بات کرتا ہوں۔'' وہ انہیں چپ کرانے لگے۔

''نانا جان! میں بات کروں۔'' اس نے مجبوراً لب کھولے ان تینوں نے ہی حیرانی سے اسے دیکھا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' جاوید احمد تو یہی چاہتے تھے۔ یہ دونوں خود ہی مل کے کوئی بات کریں گے تو بہتر ہوگا اندر خوشنما نے سنا کہ وہ اس سے بات کرنے آرہا ہے۔تو وہ گڑبڑا گئی۔ سامنا کرنے پر حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی اور اتنی جلدی وہ ہیثم کو معاف نہیں کرے گی۔

''امی! میں ان سے کوئی بات نہیں کروں گی۔'' اس نے صاف منع کر دیا۔

''پھر گھر جا کے بات کرنا۔ رمنا! اس کا سوٹ کیس اٹھاؤ جو پیک کیا تھا۔'' وہ تو جیسے انکار سننا ہی نہیں چاہتی تھیں

''امی! یہ کیا کر رہی ہیں؟'' وہ روہانسی ہونے لگی۔ مگر ثمینہ نے اسے زبردستی چادر اوڑھائی اور واسطے دیے۔ منہ چھپائے روتی ہوئی چلی گئی۔ ہیثم نے چونک کے اس کے وجود کو دیکھا کچھ گمان گزرا تھا۔

مگر چہرہ چھپا تھا۔ میرون کلر کی بڑی سی چادر جس پر شیشوں اور دھاگوں کی کڑھائی تھی اس میں وہ لپٹی تھی۔

''نانا جان! ان سے بولیے اپنی سسکیاں بند کریں کیوں کہ ہم انہیں کڈنیپ کر کے نہیں لے جا رہے۔'' اسے رونے سے کوفت ہو رہی تھی۔

مرتضیٰ علی مسکرائے وہ پیچھے کی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

''خوشی بیٹا! چپ ہو جاؤ اس نامعقول کو جو دل چاہے سزا دینا، میری طرف سے اجازت ہے۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''سب ہی سزا دے رہے ہیں ایک ان کی کسر ہے یہ بھی دے لیں گی۔'' وہ نارمل انداز میں بولا۔

گاڑی مرتضیٰ ولاء کی طرف گامزن تھی خوشنما کو تو اس کا سامنا کرتے ہوئے گھبراہٹ و پریشانی تھی۔ سوچ لیا تھا۔ ''اپنا چہرہ نہیں دکھائے گی سمجھتا کیا ہے خود کو میں اتنی بے وقعت نہیں ہوں۔'' وہ سارے راستے یہی سوچتی آرہی تھی۔

''نانا جان! بڑی مامی کو سمجھا دیجیے گا میری بیوی کے ساتھ کوئی الٹی سیدھی بات نہیں کریں۔'' وہ بولا۔

خوشنما نے چونک کے سنا اس کے لیے ایسی لگاوٹ وہ حیران تھی۔ ہیثم کی بڑی مامی کے مزاج سے تو وہ ایک دن میں ہی واقف ہو گئی تھی۔

''میں یہاں کچھ دن رہوں گا پھر اپنے گھر میں شفٹ ہو جاؤں گا۔'' اس کا دل ہی اتنا ٹوٹا ہوا تھا۔

''ہیثم! ایسی سزا تو نہیں دو میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔'' وہ افسردہ ہو گئے۔

ہیثم نے یہ فیصلہ بھی بہت جبر کر کے کیا تھا جنہیں اپنا سمجھتا تھا انہوں نے کیسے پرایوں جیسی بات کی تھی وہ ناپسندیدہ بن کے نہیں رہ سکتا تھا۔

❖❖---○---❖❖

حسنیٰ کی شاپنگ ہو رہی تھی۔ ادھر نسرین فراج کی بھی تیاری کر رہی تھیں حسنیٰ کی رخصتی پر مزاج کا ولیمہ رکھا تھا۔
''مما! مجھے ساڑھیاں بھی لینی ہیں۔'' اسے ساڑھی بہت پسند تھی۔
''ہاں لے لینا جو دل کرے۔'' رفعت اس کی چیزوں میں کمی نہیں رہنا دینا چاہتی تھیں۔
نسرین تو پھر بھی سستی چھوٹ رہی تھیں زیادہ تر ساری ہی تیاری رفعت ہی کر رہی تھیں۔
''حسنیٰ تمہارے جو بھی سوٹ کیس شہریار کے جائیں گے۔ جہیز کے سامان کے ساتھ سب لاک لگا کے بھیجنا شادی کا گھر ہوگا پھر شہریار کی بہنیں اور بھانجیاں بھی ہوں گی۔ کوئی بھی چیز اِدھر اُدھر ہو سکتی ہے۔''
''آپ بے فکر رہیں وہاں کوئی ایسا نہیں ہے۔'' وہ تیار ہو کے آگئی تھی آف وائٹ پر ملٹی شیڈ کی کڑھائی کے سوٹ میں اس کی سرخ وسپید رنگت انار کی طرح لگ رہی تھی۔
''تمہیں نہیں پتہ مجھے تو یہ حسین بیگم بھی لالچی خاتون لگ رہی ہیں۔ فٹ سے رشتہ کر لیا بلکہ کتنی دفعہ دے چکی تھیں۔ ہر دفعہ انکار ہی ہوا اس دفعہ پھر کیسے دے دیا۔'' انہیں یہی تعجب تھا۔
''ارے مما! کیا آپ کو میری شادی نہیں کرنی تھی۔'' اس نے الٹا سوال ہی کر دیا۔
''کرنی تھی ایسی بھی کیا جلدی نکاح ہی کر دیا۔ وہ بھی مجھے پہلے سے انفارم ہی نہیں کیا۔'' رفعت کو اس بات کا بھی تو غصہ تھا۔
''اب اس بات کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر انفارم کر بھی دیا جاتا کون سا آپ نے نکاح رکوا دینا تھا۔'' اس نے دوپٹہ کھول کے اوڑھا۔
''مجھے لگتا ہے حسنیٰ! تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو۔'' رفعت جانچتی تفتیشی نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔
''پلیز مما بس کریں کوئی فائدہ نہیں چلیے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ واقعی بے زار ہونے لگی تھی۔
شہریار ایسی بلا تھا جو ساری زندگی اس پر مسلط ہی رہے گی۔
''تم نے ذرا بھی بھابی سے یہ نہیں کہا تمہیں وہ پسند نہیں ہے۔'' رفعت کو نسرین پھر غصہ آنے لگا۔
''مما! اس بحث کو رہنے دیں۔ امی کے کانوں میں پڑ گیا تو خوامخواہ آپ سے لڑنے لگیں گی۔ چلیے دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے بیگ وغیرہ اٹھایا اور چلنے کے لیے قدم بڑھا دیئے۔ رفعت کو غصہ آرہا تھا پھر وہ کون سا حسنیٰ کی شادی سے خوش تھیں۔ انہوں نے تو ابھی تک بھی اس کی شادی کا سوچا ہی نہیں تھا مگر نسرین نے انہیں بتائے بغیر ہی رشتہ بھی کر دیا تھا۔ کتنا دل دکھا تھا وہ حسنیٰ کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔
''آپ کو میری شادی کرنی تو تھی نا ایک دن، جیسے اب ہو رہی ہے۔''
''ایسے نہیں کرنی تھی۔ تمہیں ایسے بھابی بوجھ کی طرح ہی اتار رہی ہیں۔'' وہ جلی بھنی ہوئی تو ہو رہی تھیں۔
''مما! میں بھی آپ کو سمجھ گئی ہوں آپ میری شادی کبھی نہیں کرتیں۔'' حسنیٰ نے رفعت کی بہت سی باتوں سے اندازہ کر لیا تھا۔ وہ اسے اپنا ساتھی بنا کے اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے بھی تو کون سا شادی شدہ لائف خوشگوار گزاری تھی۔ شوہر نے عمر زیادہ کا ہمیشہ طعنہ ہی دیا تھا۔

❖❖---○---❖❖

خوشنما نے ابھی تک بھی ہیشم کو اپنا چہرہ نہیں دکھایا تھا اور پھر اسے کون سا دلچسپی ہی تھی۔ نزہت تو شرمندگی سے

ہیثم سے نگاہ نہیں ملا رہی تھیں اور ہیثم وہ گھر میں کسی سے بھی بات نہیں کر رہا تھا۔
''ارے ہیثم! مجھ سے بھی بات نہیں کرو گے۔'' چھوٹی مامی نے اسے روک لیا۔
''مامی! ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ بس آج کل کام میں بہت الجھ گیا ہوں۔'' اس نے بات بنائی۔
''کام چاہے کتنا بھی ہو تم ایسے بے زار کبھی نظر نہیں آئے ہو۔''
''اچھا! ان سب باتوں کو چھوڑیے چائے تو بنا کے دیں مزید ارسی۔'' اس نے موڈ فریش کرتے مسکرا کے کہا۔
''کل سے تمہاری بیوی آئی ہوئی ہے۔ تمہاری کوئی بات چیت ہوئی۔'' وہ اسے معنی خیزی سے چھیڑتے ہوئے سوس پین میں چائے کا پانی رکھ چکی تھیں۔
''بات چیت کے لیے عمر پڑی ہے اور یہ لڑکی میرے گلے میں زبردستی کا طوق ہے جو مجھے ڈال کے پھرنا ہے۔ کیوں کہ میں اپنی وجہ سے کسی کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔'' اس نے اندر آتے فاران کو جتایا وہ فاران سے بھی تو بات نہیں کر رہا تھا۔
''یار ہیثم تم مجھ سے بھی ناراض ہو؟'' وہ بہت افسردہ ہو رہا تھا۔
''میں کیا کسی سے ناراض ہوں گا مجھ سے ہی سب ناراض رہتے ہیں۔ مامی چائے بن جائے تو آواز دے دیجیے گا۔'' وہ تیزی سے کچن سے نکل گیا۔ فاران نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔
جیسے ہی اندر آہٹ ہوئی وہ سمٹ کے ایک طرف پردوں کے سائیڈ ہوگئی۔
''مجھ سے چہرہ چھپا کے کیا ظاہر کرنا چاہتی ہو۔ میرے لیے بہت خاص ہو۔'' وہ تپ کے ناگواری سے گویا ہوا۔
کل سے وہ دونوں ایک دوسرے سے مخاطب ہی نہیں ہوئے تھے خوشنما چادر تان کے نیچے کارپٹ پر سوگئی تھی جب کہ وہ آدھی رات کو ہی کمرے میں گھسا تھا۔
''نہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہوں آپ میرے لیے کوئی خاص نہیں ہیں۔''
اس نے ناگواری سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ہیثم آواز پر کچھ چونکا ضرور اس کی پشت پر نگاہ جمائی۔
''کیا بکواس ہے؟''
''جو سچ ہے وہ کہا ہے اور مجھے یہاں لا کے مجھ پر یا میرے ماں باپ پر احسان نہیں کیا ہے۔'' وہ غصے میں بھی تھی۔
''جانے کیوں یہ آواز اس سے کیوں مل رہی ہے۔'' وہ گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔
یا پھر اسے ہر جگہ اس لڑکی کا ہی گمان ہو رہا تھا۔
''یہ احسان ہی ہے۔'' وہ اسے بتانے لگا۔
''دیکھیں میں ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی۔ اگر مجھ سے الٹی سیدھی بات کی تو۔''
''ہوں۔'' وہ جوتوں سمیت سنگل صوفے پر دراز ہوا۔
دروازے پر ناک ہوئی۔
''جاؤ مامی ہوں گی چائے لائی ہوں گی۔'' وہ اس سے بولا۔
''میں آپ کی پابند نہیں ہوں۔'' اسے پہلی رات کی بے عزتی بھولی ہی نہیں تھی۔

''تمہیں تمہارے ماں باپ نے یہ نہیں سکھایا شوہر کا حکم ماننا اور اس کی خدمت کرنا فرض ہے۔''
''میرے ماں باپ نے مجھے سب سکھایا ہے۔ آپ کو آپ کے بڑوں نے نہیں سکھایا۔ بیوی کی بھی عزت ہوتی ہے۔'' وہ تو سوا سیر تھی۔
ہیشم لاجواب ہو کے خود ہی اٹھ گیا۔
''مامی تھینک یو۔'' خوشنما کی بھی وہ چائے ساتھ لائی تھیں۔
''تمہاری بھی چائے ہے، پی لو۔''
''مجھے پینی ہو گی تو پی لوں گی۔ ابھی مجھے اپنے گھر جانا ہے۔'' خوشنما کو لگ رہا تھا اس کا سانس رک رہا ہو کل سے اسی کمرے میں بند تھی۔ چھوٹی مامی کئی دفعہ آئی بھی تھیں مگر اس نے انہیں بھی رخ دے کے بات نہیں کی تھی۔
''یہی گھر اب تمہارا ہے چند دن میں ہم دوسرے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو جائیں گے۔'' ہیشم کو الجھن ہو رہی تھی۔ وہ اس سے پشت پھیرے ہوئے تھی۔
''وہاں جاتے ہی میری عزت میں اضافہ ہو جائے گا۔'' وہ تنک ہی گئی۔
''فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ چائے کے سپ لینے لگا۔
''دیکھیے اگر آپ کو مجھ سے اس لب و لہجے میں بات کرنی ہے تو مجھے آپ کے ساتھ اس گھر میں بھی نہیں رہنا۔'' وہ تیزی سے بل کھا کے کمرے سے نکلنے لگی۔
ہیشم کپ رکھ کے تیزی سے صوفے سے اٹھا اور اس کی کلائی پکڑ لی وہ تو بوکھلا گئی چہرے پر جھولتا گھونگھٹ سرک کے نیچے اتر جاتا کہ اس نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا۔
''زیادہ تماشے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے ہی تمہاری وجہ سے میری زندگی ہر ایک نے تماشہ بنا دی ہے۔'' خوشنما کو اندر صوفے پر دھکیلا تھا۔
''کیا بدتمیزی ہے؟'' اس نے ناگواری سے تیز لہجے میں کہا۔
''جانے کیوں مجھے تمہاری آواز جانی پہچانی لگ رہی ہے۔'' وہ پھر الجھن اور پریشانی کا شکار ہو گیا۔
''ظاہر ہے۔ ماڈرن آدمی ہیں۔ ہر روز کسی نئی لڑکی کے ساتھ پھرتے ہوں گے۔ مل رہی ہو گی اس سے میری واز۔'' اس نے گہرا طنز دانت پیس کے کیا۔
''زیادہ فضول ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ خفیف سا ہو گیا۔
''آپ کی کلاس اپر ہے ہم غریب لوگوں کی بیٹیاں آپ کے قابل کہاں۔ کیوں کہ بیک ورڈ جو ہوتی ہیں۔''
وہ دل کھول کے اس پر طنز کر کے اسی کے جملے اسے واپس کر رہی تھی۔
''پتہ نہیں کتنی بیویاں اور رکھی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کسی دن دوسری کر کے میرے سامنے لے بھی آئیں۔'' ہیشم نے ایک لمحے کو چونک کے اسے دیکھا۔ کیوں کہ جو کچھ وہ بول رہی تھی ایسا تو وہ کر چکا تھا۔
''اپنی اوقات میں رہو اور مجھ پر تم اپنی طرف سے باتیں منسوب کر رہی ہو۔'' وہ چراغ پا ہونے لگا۔
''میری جو اوقات ہے آپ جانتے ہیں آپ کے قابل نہیں، آپ کے ساتھ نہیں چل سکتی چھوڑ دیں۔'' خوشنما سے جتنا سلگا سکتی تھی سلگا رہی تھی۔

''کیوں تم نے کوئی دیکھ رکھا ہے۔'' اب اس نے وار کیا تھا۔

''ہم عزت دار گھرانے سے ہیں۔ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اسے جانتے ہیں۔ ایسی نوبت نہ کبھی آئی ہے نہ کبھی آئے گی۔'' اس نے متحمل انداز سے اسے جواب دیا۔

''کیوں آپ زبردستی لے آئے ہیں آپ کا دل نہیں ہے تو یہ رشتہ زبردستی کیوں نبھا رہے ہیں۔'' وہ بھی غصے آگئی۔

ہیثم کی نگاہ اس کی ناک پر تھی جو دوپٹہ کے اندر سے نظر آ رہی تھی۔ چہرہ اس نے ابھی تک نہیں دکھایا تھا۔ پیر اس کے نرم و نازک اور سرخ و سپید تھے۔ کاسنی کلر اس پر الگ چھب دکھا رہا تھا۔

'ایسے ہی ہاتھ پیر اس کے بھی ہیں۔' ہیثم کا ذہن پھر بھٹک کر خوشنما کی طرف چلا گیا۔

''مجبوری میں کچھ رشتے نبھانے پڑتے ہیں۔'' وہ گہری سوچ کے ساتھ گویا ہوا۔

''مجبوری کے رشتے پائیدار نہیں ہوتے ہیں۔''

''یہ وقت بتائے گا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور پلیز میری تم سے اتنی ریکوسٹ ہے۔ کوئی تماشہ نہیں کھڑا کرنا۔ سے بھی لڑائی کرنی ہے تو گھر کے لوگوں کے سامنے بالکل نہیں کرنا۔ خاص کر بڑی مامی کے سامنے اپنا رویہ میرے ساتھ درست رکھنا۔'' ہیثم ایک دم ہی نرم لہجے میں بولا۔ اس کی خود سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا چاہ رہا تھا؟ وہ اس لڑکی کو قبول کرے یا اس لڑکی کو بھول جائے۔ اس دل کی جنگ میں وہ پھنس گیا تھا۔

''میری طرف سے تمہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اپنے ماں باپ سے ملنے جب دل کرے ملنے چلی جانا۔'' اسے یہ سب کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔

خوشنما عجیب مخمصے کا شکار تھی کب تک وہ چہرہ چھپائے ایک دن اسے پتہ تو چلے گا۔

❖❖---○---❖❖

''امی! اس دفعہ دادی جان تو کافی لمبا قیام کرنے آئی ہیں۔'' آدم ناشتہ کرر ہا تھا اور رضوانہ سے باتوں میں بھی لگا تھا۔

''ہاں۔'' وہ بس اتنا ہی بولی تھیں۔

''بھابی کو ہر وقت روکتی ٹوکتی ہیں۔''

''وہ کل رو رہی تھی ضمران مجھے بتا رہا تھا اب میں کیا کروں۔ تمہاری دادی کی عادت ہی ایسی ہے۔ وہ کسی کو نہیں چھوڑتی ہیں۔'' رضوانہ خود بہت پریشان تھیں حباب کی وجہ سے بھی۔

''اے رضوانہ یہ ضمران کی دلہن آج ابھی تک اٹھی کیوں نہیں۔'' وہ ایک دم ہی اندر سے چلی آئیں وہ دونوں ہی گڑبڑا گئے۔

''وہ ہاں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' انہوں نے عذر تراشہ کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ ابھی بھی چھوڑیں گی نہیں وہ حباب کو۔

''بہوؤں کو اتنی ڈھیل نہیں دینی چاہیے دبا کے رکھو۔''

''اونہہ دبا کے رکھو ہماری ماں پر جو آپ نے حربے آزمائے ہیں پلیز وہ سب یہاں نہیں ہوسکتا۔'' آدم کے تو آگ ہی لگ گئی۔

''تو......تو میرے منہ مت آیا کر ذرا لحاظ نہیں بڑے چھوٹے کا۔'' وہ آدم سے بہت تپتی تھیں۔

''دادی جان! میں غلط بات کی نفی کرتا ہوں، بھابی ہمارے ساتھ بہت اچھی ہیں۔ امی کیوں دبا کے رکھیں۔'' رضوانہ کی کوشش ہوتی تھی ان دادی پوتے کا سامنا کم ہی ہو کیوں کہ لڑائی کا اندیشہ زیادہ رہتا تھا۔

''کیسا بدتمیز لڑکا ہے۔'' وہ ناگواری اور غصے سے بول رہی تھیں۔

''آدم چپ کر جاؤ۔''

''امی! چپ کروا کروا کے تو آپ نے یہ کیا ہے۔ سب سے پہلے آپ کو گھر سے نکالا۔ انہیں اس وقت بھی خیال نہیں آیا۔ آپ کے بچے چھوٹے تھے کیسے محنت کر کے ہمیں جوان کیا ہے۔''

''ہاں خوب بدلے لو اولاد کی صورت تم خود نہ لو تو تمہارا یہ لڑکا بول کے ساری کسر نکال لیتا ہے۔'' وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئی تھیں اور آدم ناشتہ کیے بغیر ہی اٹھنے لگا۔

''دادی جان! آپ غلط بات نہیں کریں امی کا کوئی قصور نہیں بھی ہوتا ہے آپ انہیں سناتی ہیں۔'' ضمران تیار

ہو کے وہیں آ گیا تھا دیکھا وہاں تو محاذ بنا ہوا تھا۔

''چل میرے منہ مت لگ۔'' وہ منہ پھیر کے رہ گئیں۔

''جواب نہیں ہے آپ کے پاس۔'' وہ بولا۔

رضوانہ سر پیٹ کے رہ جاتی تھیں۔

''تیری بیوی نہیں اٹھی آج۔'' انہوں نے ضمران سے پوچھ لیا۔

''جی آ رہی ہے۔''

''آج کل کی لڑکیوں کو ذرا گرہستی کا شوق نہیں ہے اور تو اور بچوں کا بھی شوق نہیں ہے ان کی شو جو خراب ہے۔'' حباب کے قدم رک گئے۔ ضمران تاسف سے سر ہلاتے رہ گیا۔

''ہاں جو کسر تھی وہ بھی پوری کر دی۔'' آدم کو بھی برا لگا۔

''جاؤ تم یہاں سے۔'' رضوانہ نے اسے کڑے انداز میں ہی حکم دیا تھا۔

حباب کی نگاہ ضمران سے ٹکرائی تھی۔ ویسے ہی وہ کل سے کتنی دفعہ رو چکی تھی۔ دوبارہ وہ دل جلانے والی باتیں کر رہی تھیں۔

''امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ کی دین ہے جب دے۔'' رضوانہ نے بات سنبھالی۔

''بس رہنے دو تمہارے تو پہلے سال ہی ضمران ہو گیا تھا۔'' وہ بولیں۔

''دادی جان! آپ دعا دیا کریں۔'' ضمران نے بھی بات کو ہنس کے ٹالنا چاہا۔

''دعا تو ہر وقت دیتی ہوں، مگر تو اپنی بیوی کا چیک اپ کروا ابھی تک بھی کوئی امید نہیں۔''

حباب بل کھا کے رہ گئی اور پیر پٹخ کے چلی گئی، ضمران نے اسے جاتا دیکھ لیا تھا۔

''امی! ابھی شادی کو کونسا سال ہو گیا ہے۔'' رضوانہ نے بھی حباب کے ایکسپریشن دیکھ لئے تھے۔

''ابھی سے ہی تو علاج ہوتا ہے۔''

''امی! آج ناشتہ ملے گا؟'' ضمران کوفت میں مبتلا ہو گیا۔

''تیری بیوی آئی نہیں، تو آفس جانے کو بیٹھا ہے۔''

''آ جائے گی۔'' وہ اخبار اٹھا کے پڑھنے لگا، رضوانہ کچن میں چلی گئی تھیں۔

''امی! آپ ناشتہ رہنے دیں میں آفس میں کر لوں گا۔'' وہ بھی اٹھ گیا۔

''ارے یہ کیا۔'' وہ جلدی سے باہر آئی تھیں۔ ضمران کو حباب کی فکر تھی وہ ضرور رو رہی ہو گی۔

''یہاں تو سارے ہی لڑکے عجیب ہیں۔'' دادی جان نے پھر ناگواریت کا اظہار کیا۔

رضوانہ کو اپنے بیٹوں کو بغیر ناشتے کے جانے پر عجب بے چینی ہو گئی تھی، وہ ماں تھیں سب کی ہی فکر کرتی تھیں ایک یہ ماں تھیں جنہیں کسی کی فکر نہیں تھی۔

❖❖---○---❖❖

نسرین نے فراج کی بَری بھی اچھی بنالی تھی، جب کے حسین بیگم کے بعد کنجوسی میں دوسرا نمبر انہی کا آتا تھا۔

''یہ جو سوٹ ہیں انہیں تم اپنے جہیز کے کپڑوں میں رکھ لینا۔'' نسرین نے اس کے آگے کپڑوں کا شاپر رکھا۔
''امی! یہ کپڑے بالکل بھی اچھے نہیں ہیں، بھرے بھرے کام کے ہیں۔'' حسنیٰ نے برا سا منہ بنایا۔
''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، شروع میں ایسے ہی بھرے بھرے پہننے ہوتے ہیں، سعدیہ کے بھی میں نے ایسے ہی لئے ہیں۔''
''کیا دونوں کے ایک سے بالکل بھی نہیں، یونیفارم لگتا ہے۔'' حسنیٰ ویسے بھی اپنی چیز بالکل الگ رکھتی تھی، کسی کا کپڑا یا ڈیزائن دیکھ کے تو لیتی ہی نہیں تھی، اپنا بوتیک بھی الگ رکھا تھا، بہادر آباد میں تھا وہاں سے ہی سارے کپڑے کاٹن کے سلے ہوئے لیتی تھی۔
''تمہارا دماغ رفعت نے خراب کیا ہے۔''
''انہوں نے کوئی نہیں کیا ہے شروع سے مجھے اچھا ہی انہوں نے پہنایا ہے۔'' وہ شاپر اٹھا کے سائیڈ پر رکھنے لگی آج نسرین نے اسے ڈرائنگ روم کی صفائی کے لئے بلایا تھا جب کہ اوپر کی تو وہ کرتی ہی نہیں تھی رفعت نے ماسی رکھی ہوئی تھی۔
''کیوں تیرے ماں اور باپ نے تو اچھا پہنایا نہیں کبھی، ہے نا۔'' نسرین کے تو پتنگے لگ گئے۔
''تیرے والد جب زندہ تھے ہر اچھی چیز تیرے لئے لاتے تھے۔''
''امی! مجھے پتہ ہے رہنے دیں ابو نے تو خیال کیا ہے آپ نے کبھی نہیں کیا۔'' وہ صوفوں کے نیچے سے برش سے کچرا نکالنے میں بھی مصروف تھی اور زبان بھی اس کی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔
''اگر تیرا خیال نہیں کرتی تو ایسے ہی پڑی رہتی، رفعت تو تیری شادی کبھی کرتی نہیں اس کا اندازہ تو تو نے خود کیا ہوگا۔'' وہ اتنا بولتی تھیں حسنیٰ کو ڈر ہوتا تھا کہ رفعت نہ سن لیں۔
''یہ آپ کی سوچ ہے ورنہ وہ ایسی نہیں ہیں۔'' وہ ہمیشہ رفعت کی حمایت ہی میں بولتی تھی۔
''بہت زبان چلنے لگی ہے، شہریار تو ذرا لحاظ نہیں کرے گا۔'' انہوں نے اسے گھورا تھا۔
''ان کے گھر میں کوئی کب کسی کا لحاظ کرتا ہے۔'' وہ بھی تپی اور جلی ہوئی تو تھی ہی۔
''اچھا زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں یہ شاپر لے کے جانا اور ہاں آج میرے ساتھ بازار بھی چلنا، تمہیں کچھ لینا ہو تو لے لینا ویسے میں نے بھی کافی تمہاری خریداری کر لی ہے۔'' وہ بتانے لگیں۔
''مما کر رہی ہیں، آپ کو ضرورت نہیں ہے۔''
''ہاں آج کہہ رہی ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے اور کل کو بولے گی کیسی ماں تھی کچھ بھی نہیں دیا۔'' نسرین میں اور اس میں تو کبھی بنتی ہی نہیں تھی تبھی حسنیٰ کو یہ احساس زیادہ ہونے لگا تھا، جو اس کی سگی ماں تھی وہ بھی کبھی اس کے ساتھ فرینک ہو، اس کے مسائل نہیں سنتی تھیں اور وہ رفعت جنہوں نے پالا تھا، انہوں نے واقعی اسے موم کا بنا کے ہی رکھا ہوا تھا۔ وہ بھی کبھی اس کی دل کی نہیں سنتی تھیں، حسنیٰ کی شخصیت بٹ کے رہ گئی تھی، سگی ماں اسے ڈانٹ کے رکھتی اور پالنے والی ماں اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کے رکھتیں، پتہ نہیں دونوں میں سے فیئر کون تھا۔
جانے کیوں ماں باپ اپنی اولاد کو دوسروں کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور اولاد کی شخصیت تباہ ہو کے رہ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ہی حسنیٰ منہ پھٹ اور زبان دراز بھی ہو گئی تھی، ہر وقت چڑ چڑا اس کا موڈ رہتا تھا۔ جب سے

شہریار سے اس کا نکاح ہوا تھا وہ اور ہی بھنائی ہوئی رہنے لگی تھی، رخصتی کے دن قریب آ رہے تھے اور اس کی اداسی اور پریشانی بڑھتی جا رہی تھی خود پر بھی توجہ دینی چھوڑ دی تھی۔

''حسنیٰ! تمہارے موبائل پر کال آ رہی ہے۔'' رفعت کی آواز پر وہ چونک گئی کچرا اٹھا کے وہ گیلری کی طرف جا رہی تھی، ایک دم ناگواریت سے دانت پیسنے لگی ضرور شہریار کی ہوگی۔

''آنے دیں میں کام کر رہی ہوں۔'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''جا کے دیکھ کس کی ہے شہریار ہوگا۔'' نسرین کو جیسے اندازہ تھا۔

''ابھی مجھے بہت کام ہے۔'' وہ بہت چڑچڑی اور کھسیائی ہوئی ہو رہی تھی۔

''بعد میں کر لینا۔'' انہوں نے سختی سے کہا وہ پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔

کال دیکھی تو حباب کی تھی، اس نے شکر ادا کیا، کچھ دیر اس سے باتوں میں لگ گئی دل بھی بہل گیا۔

''حباب بینا باجی کے رہنے آئی ہوئی ہے مجھے بھی بلا رہی ہے۔'' اس نے بتایا۔

''اچھا ہے چلی جانا کچھ آرام تو ملے گا، ورنہ بھابی صفائیاں کروا کے تمہاری اسکن خراب کروا دیں گی۔''

''مما! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ بے زاری سے اپنے بیڈ پر تھک کے لیٹ گئی دس بجے سے وہ صفائی میں لگی تھی۔

❖❖❖---○---❖❖

وہ آفس سے آیا تو روم میں دیکھا، وہ نہیں تھی۔ واش روم بند تھا ضرور وہ باتھ لے رہی تھی۔ آج کام بھی زیادہ تھا، خوشنما آفس نہیں آئی تھی اس کی بے کلی اور پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا، اس کا کوئی کانٹیکٹ بھی نہیں ہو رہا تھا۔

بیڈ پر وہ جوتوں سمیت تکیوں کو ڈبل کر کے دراز ہو گیا تھا۔

کچھ دیر میں واش روم کا دروازہ کھلا، ہیثم نے نگاہ اٹھائی مگر اسے ہاتھ نظر آئے، لگ رہا تھا اسے نہیں پتہ تھا ہیثم کی روم میں موجودگی کا۔ وہ بالوں کو تولیے میں لپیٹے باہر آئی دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا ہیثم تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا اسے لگ رہا تھا سکتہ ہو گیا ہو۔

اور وہ تو جیسے جم گئی تھی، ہاتھ اس کے تولیے میں لپٹے بالوں پر تھے، مسٹرڈ کاٹن کے پرنٹڈ سوٹ میں اس کی رنگت نہانے کے بعد اور نکھری لگ رہی تھی۔

''تو......م......م۔''

''جی، جی وہ......!'' خوشنما کی سمجھ نہیں آ رہا تھا، کیا کرے؟ بیڈ کے سرے پر دوپٹہ پڑا تھا، اٹھا کے شانوں پر ڈالا، تولیہ پھسل کے نیچے گر گیا، اسے اتنی جلدی ساری حقیقت کھل جانے پر غصہ آ گیا۔

آخر اسے پتہ کیوں نہیں چلا وہ آنے والا ہے، طبیعت عجیب ہو رہی تھی، وارڈروب سے کپڑے نکال کے نہانے چلی گئی بیڈ روم اس کا اسی طرح سیٹ تھا، جیسے وہ چھوڑ کے گئی تھی۔

''تم خوشنما ہو سچ بولو۔'' ہیثم کو ایسا لگ رہا تھا ہفت اقلیم ہاتھ لگ گیا ہو۔ خوشنما کو اندازہ نہیں تھا۔ وہ اس وقت آ سکتا ہے اس کا دل بہت زیادہ دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ اب تو کوئی بھی بچاؤ کا راستہ نہیں تھا۔ چہرہ اس کا

بالکل سپاٹ ہو گیا تھا۔
''اوہ تھینک گاڈ یہ تم ہو یعنی میری جس سے شادی ہوئی تھی وہ تم ہی تھیں۔''
''زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رہے پہلی رات آپ نے میری بہت بے عزتی کی تھی اور اگر آپ پہلی رات میرا چہرہ دیکھ بھی لیتے تو کون سا قبول کرنا تھا۔'' وہ جز بز اور جھینپی ہوئی بھی ہو رہی تھی۔
''یعنی تم جو اپنے شوہر کے لئے خود کو پابند کر کے بیٹھی تھیں۔ وہ میں ہی تھا اور اشعر کی فرم میں جوانٹرویو تھا وہ کیا تھا۔''
''وہ بھی سچ تھا میرے شوہر نے مجھے نکال دیا ہے اور میرا خرچ وغیرہ نہیں اٹھاتا اسی لئے جاب کی ضرورت پڑی ہے۔'' خوشنما اکڑ کے بات کر رہی تھی کیونکہ ہیشم اس کا اسیر جو ہو گیا تھا اور وہ اتنی جلدی تو کیا کبھی بھی اسے معاف نہیں کرے گی۔
''پتہ ہے آج میں پورا دن آفس میں اداس ہی رہا کیونکہ تم جو آفس نہیں آئی تھیں۔'' اس وقت اس کا دل بہت خوش ہو رہا تھا خوشنما کی اس نے انجانے میں تمنا کی تھی وہ یوں ملے گی بلکہ وہ تو ملی ہوئی تھی۔
''آپ کا کیا ہے دوسری لڑکی کو جاب پر رکھیں اس سے دل لگا لیں۔'' اب باری اس کی تھی طنز کر کے اس کا دل کرچی کرنے کی۔
''میں ایسا نہیں ہوں۔'' وہ برا مان کے اسے گھور کے دیکھنے لگا خوشنما ڈریسنگ ٹیبل سے چوڑیاں اٹھا کے ہاتھوں میں پہننے لگی جو نہانے سے پہلے اتار کے گئی تھی۔
''کیوں کیا ہوا آپ تو ماڈرن اور فیشن ایبل لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں۔ میں آپ کی کلاس کی کب ہوں، بیک ورڈ سی ہوں یہی وجہ تھی جو آپ مجھے پہلی رات چھوڑ کے گئے تھے۔'' اس کی باری تھی ہیشم کو بے عزت کرنے کی۔
''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔'' وہ جز بز ہو کے شرمندہ ہونے لگا۔
''مسٹر ہیشم احمد آپ اپنے خیالات اور الفاظ تک بھول گئے میں آپ کا ہتک آمیز رویہ نہیں بھولوں گی آپ نے اپنے گھر والوں کے سامنے میری توہین کی ہے۔'' وہ تو لگتا تھا ہیشم سے گن گن کے بدلے لینا چاہ رہی تھی۔
''وہ تو سب اچانک ردعمل تم پر نکل گیا۔ نانا جان نے زبردستی میری شادی تم سے کروائی غصہ نکلنا تھا وہ تم پر نکل گیا۔'' وہ خفیف ہو کر سر جھکانے لگا اسے اندازہ تھا خوشنما اسے اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گی۔
''اب کیا ہوا۔'' وہ اسے گھورنے لگی۔
''وہ اب ایسا ہوا کہ کیوپڈ کا اثر ہو گیا تم مجھے آہستہ آہستہ اچھی لگنے لگیں۔''
''فرض کریں اگر میں وہ نہیں ہوتی پھر آپ کا ردعمل کیا ہوتا؟'' خوشنما کو اس کے بولنے پر اور غصہ آیا۔
''پھر میں فارملیٹیز نبھاتا کیونکہ یہاں بات کسی کی زندگی کی تھی میری وجہ سے وہ کیوں یہ مصیبت نبھائے۔''
''کیا مطلب ہے۔'' وہ تیز لہجے میں ناگواری سے گویا ہوئی۔
''مطلب یہ کہ نانا جان بڑے ماموں کے بیٹے فاران سے تمہارا نکاح کروا دیتے مجھ سے ڈیورس دلوا کے۔''
''واٹ۔'' اسے اور بھی غصہ آیا۔
''میں کیا بے جان چیز ہوں سارے فیصلے آپ کے نانا جان ہی کرتے میری کوئی عزت نفس نہیں ہے۔'' وہ سر

پکڑ کے صوفے پر بیٹھ گئی وہ تو پہلے ہی اتنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی مزید یہ سب سن کے اس کا دکھ وافسوس سے برا حال ہو گیا۔

''خوشنما تم غلط نہیں سمجھو میں جو حرکتیں کر رہا تھا نانا جان تمہیں کوئی دکھ نہیں دینا چاہتے تھے۔''

''شٹ اپ، آپ سب ہی خود غرض ہیں ہم غریبوں کی جب دل چاہا بے عزتی کر دی، عزت تو آپ اپر کلاس لوگ کبھی دیتے ہی نہیں ہیں۔

''تم غلط بات کر رہی ہو ایسی کوئی کہانی نہیں ہے۔'' ہیشم گھبرا کے بوکھلا کے اس کے قریب بیٹھا۔ نہایا نہا گلابوں جیسا چہرہ اتنا دلکش لگ رہا تھا کہ دل کر رہا تھا خوشنما کو وارفتگی سے محسوس کرے مگر ابھی یہ سب ممکن نہیں تھا۔

''یار کوئی کمپرومائز کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔''

''میری نظروں کے سامنے سے چلے جائیں آپ سب ہی خود غرض ہیں اور آپ، آپ نے میری اتنی ہتک کی ہے ایک لڑکی کو پہلی رات اس کا شوہر چھوڑ کے چلا جائے یہ اس کے لئے مرنے کا مقام ہوتا ہے مگر مسٹر ہیشم تم معافی کے بھی قابل نہیں ہو اور یہ تمہارے سارے رشتے دار مجھے ہمیشہ گری ہوئی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔'' وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کے بری طرح رو رہی تھی اور ہیشم خود کو ندامت کی گہرائیوں میں گرتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

❖❖---○---❖❖
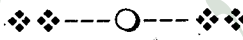
حباب میکے رہنے آئی ہوئی تھی حسنیٰ کو بھی بلا لیا تھا دونوں ایسے ملی تھیں جیسے بہت صدیوں بعد ملی ہوں۔

''حسنیٰ آنٹی آپ خاصی دبلی ہوتی جا رہی ہیں۔'' ارومہ نے اس کا خاصا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد کہا۔

''اچھا ہے نا دبلی ہو گئی ہیں۔'' حباب کو وہ بہت پیاری لگنے لگی تھی۔ ''تمہارے ماموں مجھے اتنا ڈراتے ہیں کہ دبلی تو ہوں گی ہی اور تو اور پتہ نہیں کیا کیا الٹا سیدھا بولتے ہیں۔'' حسنیٰ کو شہریار کی شکایت کرنے کا موقع مل گیا۔

''حسنیٰ آنٹی شہریار ماموں الٹا سیدھا تو نہیں یقیناً پیار بھری باتیں کرتے ہوں گے۔'' حباب نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کے بازو پر ہلکی سی دھپ لگائی۔

''تم غلط فہمی کا شکار ہو تمہارے ماموں کو پیار بھری باتیں تو کرنی آتی ہی نہیں ہیں۔''

''اب ایسے بھی نہیں ہیں شہریار ماموں رومینٹک تو ضرور ہوں گے یہ آپ ہمیں نہیں بتا رہی ہیں۔'' حباب نے سرگوشی میں پوچھا۔

''تمہارا ضمران تو ضرور رومینٹک ہوگا مگر یہ شہریار ذرا سا بھی نہیں ہوگا۔'' حسنیٰ نے دانت پیسے۔

''حسنیٰ ذرا ادب لحاظ کرو شہریار تمہارا شوہر ہے۔'' بینا نے اسے ٹوکا جو اس کی بات سن چکی تھیں۔

''آپ سب لوگ ہی ان کی سائیڈ لیتے ہیں میری کوئی بھی نہیں لیتا۔'' اس نے خفگی سے برا مان کے شکوہ کیا۔

''حسنیٰ آنٹی امی آپ کو سمجھا رہی ہیں ڈانٹ نہیں رہی ہیں اور آپ بالکل بے فکر رہیں آپ کی جب بھی شہریار ماموں سے لڑائی ہو گی میں ہی آپ کی سائیڈ لوں گی۔'' حباب نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

''حباب تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔''

''آنٹی میں کیا آپ کا مذاق اڑاؤں گی میری زندگی ہی خود مذاق بن گئی ہے۔'' حباب نے افسردہ اور معصوم

لہجے میں کہا۔
بینا کی شا کی نگاہیں اس پر اٹھ گئیں کیونکہ ان تین چار ماہ کے عرصے میں حباب نے پہلی دفعہ شادی کے بعد ایسی بات کہی تھی۔
''کیوں کیا ہوا تمہاری ساس تمہیں کچھ کہتی ہے۔'' وہ تو فوراً ہی گویا ہوئیں۔
''حباب کیا بات ہے؟'' حسنیٰ نے بھی فکرمندی سے پوچھا۔
''وہ تو کچھ نہیں کہتی ہیں البتہ ان کے سسرالی اور ساس نے میرا دم سکھا کے رکھا ہوا ہے۔''
''بات کیا ہے بتاؤ مجھے۔'' بینا اس وقت بالکل روایتی ماؤں کی طرح فکر کرتی ہوئی اس کے پاس آ کے بیٹھیں ارومہ کو آج وہ بالکل نئے انداز میں لگیں۔
''ضمران کی دادی ہر وقت بچے کا طعنہ دیتی ہیں۔'' وہ رونے لگی۔
''ارے یہ کیا بات کی انہوں نے، ابھی تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔'' بینا کو تو غصہ آنے لگا۔
''ضمران کچھ نہیں کہتے انہیں۔'' حسنیٰ کو بھی فکر لاحق ہوئی۔
''وہ انہیں بہت کچھ کہتے ہیں مگر وہ دادی ہیں ان کی شان میں گستاخی کوئی نہیں کرسکتا، میری ساس برا مناتی ہیں۔''
''ارے واہ یہ کیا بات ہوئی، تمہیں وہ کچھ بھی کہتی رہیں آگے سے کوئی انہیں کچھ کہے بھی نہیں میں خود رضوانہ باجی سے آ کے بات کرتی ہوں۔''
''امی پلیز آپ کچھ نہیں کہیے گا۔ وہ مجھے اس لئے بھی منع کرتی ہیں کہ ان کی ساس ان کے ساتھ کونسا اچھا سلوک کرتی ہیں اور پھر ان کی ساس کی مرضی تو ضمران کی پھوپھو کی بیٹی سے تھی۔''
''بینا باجی یہ تو جلن حسد والی کہانی ہوئی۔'' حسنیٰ کو دکھ بھی ہونے لگا۔
''تم ڈرتی کیوں ہو منہ توڑ جواب دیا کرو۔'' ارومہ کو تو سن کے غصہ آیا۔
''ہاں منہ توڑ جواب دیا کروں جیسے بہت آسان ہی ہے۔'' اس نے آنسو صاف کئے۔
''ضمران میرا بہت خیال رکھتے ہیں اور محبت بھی بہت کرتے ہیں شائد یہ سب ان لوگوں کو برداشت نہیں ہو رہا۔'' اس نے نوشین اور راشدہ پھوپو کی بھی ساری باتیں بتائیں۔
''وہ نوشین تو مجھے اس دن سے سخت بری لگنے لگی ہے۔'' حسنیٰ حباب کی مایوں والے دن کا ہنگامہ بھولی کب تھی۔
''نوشین جب بھی آتی ہے ضمران کے آگے پیچھے ہوتی ہے۔''
''ضمران اسے کوئی رسپانس تو نہیں دیتا۔'' بینا نے تفکر زدہ لہجے میں استفسار کیا۔
''نہیں وہ تو خود اس سے چڑتے ہیں اور آدم تو انہیں اتنی منہ پر سناتا ہے پھر بھی ہر ہفتے آ جاتی ہیں۔''
''بتاؤ تو سہی جوان لڑکوں کے گھر میں اپنی جوان بیٹیوں کو چھوڑ جاتی ہیں۔''
''امی آج کل کوئی لحاظ نہیں کرتا۔'' ارومہ ان تینوں کے لئے چائے بنا کے لے آئی تھی۔ بینا نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ انہیں ایسا لگا کہ ارومہ ان پر طنز کر رہی ہو۔

''میں آپ کو بالکل بھی نہیں کہہ رہی ہوں۔'' ارومہ جیسے ان کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ گئی تھی اس نے چائے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔

''اگر میرے ابھی تک کوئی خوشی کی خبر نہیں ملی تو ان کی دادی کہتی ہیں پہلے سال میں ہی بچہ ہو جائے تو اچھا ہے۔''

''حباب مجھے بھی فکر ہوگئی ہے میں تمہارا چیک اپ کل ہی کروا دیتی ہوں۔'' بینا تو پریشان ہوگئیں۔

''ارے بینا باجی کیا ہوگیا ہے ہماری حباب کی شادی کو کوئی عرصہ نہیں گزرا ہے جو پریشانی ہو یہ تو اللہ کی دین ہے جب دے۔'' حسنیٰ نے ان کی سوچ کو روکا۔ گھبرا تو حباب بھی گئی تھی۔ کیونکہ وہ انہیں یہ تو بتا نہیں رہی تھی ضمران سے اس نے کونسا اچھے تعلقات رکھے ہیں بچہ جادو سے تو ہونے سے رہا۔ حباب نے چائے کا کپ اٹھایا۔

''امی آپ بھی ان کی باتوں سے ڈر گئیں۔''

''جب تم رو رو کے بتاؤ گی تو ظاہر ہے ڈریں گی۔'' ارومہ کسی کو بھی نہیں بخشتی تھی۔

''تم چپ رہو۔'' حباب نے اسے ڈانٹ دیا۔

حسنیٰ خود گہری سوچ میں پڑ گئی اگر اس کے بھی پہلے سال میں بچہ نہیں ہوا تو حسین بیگم تو خود سنانے میں آ تھیں وہ کب کسی کو چھوڑتی تھیں۔ اس نے ویسے سوچ لیا تھا ایسا کچھ کرے گی کہ شہریار اس کی مٹھی میں آجائے۔

''کہاں گم ہیں چائے پئیں۔'' ارومہ نے اس کے بازو کو ہلایا۔ وہ چونک گئی اور جھینپ کے اسے دیکھنے لگی۔

❖❖---○---❖❖

اسے یہاں آئے ہوئے پندرہ دن ہوگئے تھے وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی وہ بھی چھوٹی مامی اسے زبردستی لائی تھیں۔

''اپنے میاں کو ناشتہ کھانا تم اپنی نگرانی میں دو بہت نخرے کرتا ہے۔'' چھوٹی مامی اسے مسکرا مسکرا کے ہشم کی باتیں بتا رہی تھی اور وہ کچن کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھی۔ بڑا سا کچن جدید طرز پر بنا ہوا تھا۔ اس میں ہر چیز بڑے طریقے اور سلیقے سے لگی تھی کراکری بھی خوب بھری ہوئی تھی خوشنما نے ہر چیز کا جائزہ لیا تھا۔

'' ہمارے ہاں ماسی صفائی وغیرہ کے لئے رکھی ہوئی ہے کھانا بنانے کی ہم لوگوں کی باریاں ہوتی ہیں۔ دادا جان کو ماسیوں کے ہاتھ کا کھانا بالکل پسند نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کچن کے سارے کام کھانا بنانے سے لے کے لگانے تک کا کام گھر کی خواتین ہی کریں۔'' چھوٹی مامی اسے تفصیل سے بتا رہی تھیں اور وہ چیئر پر بیٹھی صرف ان کی سن رہی تھی۔

''میرا کھانا بنانے کا نمبر کب ہوگا۔'' اس نے پوچھا۔

''ابھی تم نئی نویلی دلہن ہو ذرا ٹھاٹ سے رہو۔'' وہ مسکرائیں رات کے کھانے کے لئے چکن کڑھائی بنا رہی تھیں۔''شاہدہ کیوں تم اتنا ہر کسی کو سر چڑھاتی ہو۔'' بڑی مامی چلی آئیں۔ خوشنما جز بز ہو کے انہیں دیکھنے لگی۔ ہشم کا حکم تھا بڑی مامی کے بالکل منہ نہیں لگنا ہے۔ اگر وہ طنزیہ باتیں کریں بھی تو جواب نہیں دینا ہے۔

''بھابی خوشنما اس گھر کی فرد ہے اس میں سر چڑھانے کی تو بات ہی نہیں ہے۔'' انہیں ناگوار گزرا اور خوشنما کے سامنے شرمندگی بھی ہوئی۔

بڑی مامی کے تو دل پر اور زیادہ آرے چلنے لگے تھے کیونکہ وہ ان کی بیٹی کی جگہ پر جو آ گئی تھی۔ جب کہ ہیثم نے کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی پھر بھی وہ کوششوں میں تھیں جو ہم سے ہیثم کی شادی ہو۔

''چھوٹی مامی روٹیاں میں بنا دوں۔''

''شاہدہ ہماری روٹیاں اور کھانا بنوانے کی ضرورت نہیں ہے ہم خود اپنا الگ کچن کر لیں گے۔'' وہ یہ کہہ کر کچن نکل گئیں جیسے وہ یہی تو جتانے آئی تھیں۔

خوشنما کو ان کے لب و لہجے میں حقارت، تضحیک اور توہین سب ہی تو ظاہر ہوتی لگی یعنی اس کا غریب ہونا اس لئے کوئی موذی چیز تھی۔

''خوشنما تم بھابی کی باتوں کو دل سے نہیں لگانا یہ مزاج کی تیکھی ضرور ہیں مگر دل کی بری نہیں۔'' شاہدہ یہ بالکل ہی چاہتی تھیں خوشنما پر ان کا تاثر غلط پڑے۔ جب کہ وہ اولین دن کی بے عزتی اور ان کا جلن حسد کب بھولی تھی۔

''اور دیکھو ہیثم کو بالکل نہیں بتانا وہ بہت حساس ہے۔'' وہ اسے ہدایت بھی دینے لگیں۔

خوشنما کو کسی کے درمیان ناپسندیدہ بن کے رہنا کڑے عمل سے گزرنا لگ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی آخر ان کا رویہ ایسا کیوں ہے۔

''ارے بھابی آپ یہاں ہیں دادا جان آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔'' مہران یونیورسٹی سے اسی وقت آیا تھا اور اس کا رخ اس کا کچن میں ہی ہوتا تھا

''خیریت تو ہے۔'' شاہدہ نے مسکرا کے پوچھا۔ ''پتہ نہیں اسٹڈی روم میں تھے اور وہاں ہیثم بھائی بھی موجود تھا۔'' اس نے مزید تفصیل دی خوشنما نے اپنا دھانی آنچل قرینے سے سر پر رکھا۔

''معصومیت تو دیکھو اس لڑکی کی۔'' نزہت مامی نے پھر جلے دل سے تیر پھینکا۔

وہ انہیں ڈائننگ ہال میں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''آؤ بیٹا۔'' مرتضی علی نے سنجیدہ اور خاموش خوشنما کو جھجک کے دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی دیکھا۔

ہیثم کی بھی پر شوخ نگاہیں اُٹھیں۔ دھانی کلر اس پر کتنا سج رہا تھا سادگی میں بھی وہ یکتا نظر آتی تھی۔

''نانا جان آپ خود بولیں۔'' وہ گویا ہوا۔

''خوشی بیٹا آپ کو آج ہیثم کے دوست کے گھر ڈنر پر جا ـ۔'' وہ اسے کہنے لگے۔

ہیثم نے مرتضی علی کا سہارا لیا تھا کیونکہ اگر وہ خود سے کہتا تو وہ ضرور اختلاف کر کے اڑ جاتی۔

''جانا کیا ضروری ہے؟'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''بیٹا دیکھو ضروری تو کچھ بھی نہیں ہوتا ہے مگر بہت کچھ خود سے کرنا پڑتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم ہیثم کے ساتھ گھومو پھرو حالانکہ ہیثم اس قابل تو نہیں ہے کہ اسے معاف کیا جائے۔'' وہ ہیثم پر بھی نگاہ ڈال کے بولے جو لب بھینچے بیٹھا تھا۔

''میں نے انہیں معاف کیا بھی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے اگر آپ کا حکم ہے تو چلی جاؤں گی۔'' اس نے یہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی وہ دونوں اس کی سنجیدہ صورت دیکھنے لگے۔

❖❖---○---❖❖

حسنیٰ کو یہاں آئے ہوئے دوسرا دن تھا رفعت کی مسلسل کال آ رہی تھی۔ وہ گھر آ جائے مگر حسنیٰ کام چور اس لئے بھی رکی ہوئی تھی کہ نسرین کے کاموں سے کم از کم بچی ہوئی تو تھی۔

''حسنیٰ آنٹی...... حسنیٰ آنٹی شہریار ماموں کی کال ہے۔'' ارومہ نے اسے دو تین آوازیں دے کے جگایا۔

''ارومہ پلیز کہہ دو میں سو رہی ہوں بعد میں کر لیں۔'' وہ چادر منہ پر تان کے لیٹی۔

''ارومہ اپنی آنٹی سے کہو اگر خیریت چاہتی ہو تو بات کرے۔'' ارومہ نے اسپیکر آن کیا ہوا تھا شہریار کی آواز پر تو وہ تیزی سے جھٹکا کھا کے اٹھ بیٹھی اور حواس باختہ بھی ہو گئی جیسے موبائل سے شہریار باہر نکل آیا ہو۔

''آپ بات کریں میں ناشتہ بناتی ہوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی نکل گئی۔ لگتا تھا حباب بھی آج جلدی اٹھ گئی تھی اس لئے بیڈ پر نظر نہیں آ رہی تھی۔

''آپ آرام سے سونے بھی نہیں دیتے ہیں۔''

''سوچو جب پاس ہوں گا تو بالکل سونے نہیں دوں گا۔'' لہجہ اس کا معنی خیز تھا مگر آواز کو سنجیدہ بنایا ہوا تھا۔

''کیا بکواس ہے۔'' اس کے تو پتنگے لگ گئے۔

''تمیز سے، الفاظ کا خیال کرو۔ تمہاری زبان بھی پھوپھو کی زبان کی طرح ہی چلتی ہے۔''

''آپ کا اپنی زبان کے بارے میں کیا خیال ہے۔'' اس نے بھی تاک کے طنز کا پتھر تڑ کی بات کی مارا۔

''مجھے چھوڑو میں شروع سے ایسے ہی بولتا ہوں پورا خاندان جانتا ہے۔'' شہریار نے تفاخر زدہ لہجے میں ہی کہا۔

''اچھا یہ بتایئے کال کیوں کی ہے۔'' وہ صبح صبح کسی بھی لڑائی کے موڈ میں نہیں تھی۔ اس لیے وہ کھسیا بھی گئی تھی۔

''ہوں، کال کیوں کی ہے دھیان سے سننا اور کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرنا۔''

''ایسی کیا بات ہے۔'' اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

''تم پتہ لگاؤ اپنے طور پر حباب، ضمران کے ساتھ ٹھیک رہ رہی ہے یا دونوں کی کچھ کھٹ پٹ ہے۔'' اس نے مدعا بیان کیا۔

حسنیٰ کو کل کی باتیں یاد آئیں حباب جو اپنی سسرال کی بتا رہی تھی مگر ضمران کے بارے میں تو ایسا کچھ نہیں بتایا وہ سوچنے لگی۔

''حباب نے کبھی ضمران کا ذکر ہی نہیں کیا۔'' وہ بولی۔

''یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کیونکہ میری کل ضمران سے بات ہوئی، لگتا ہے حباب اسے اہمیت نہیں دیتی ہے دونوں میں دوریاں ہیں۔'' وہ خاصا تفصیل سے اسے بتانے لگا۔

''حباب، ضمران کا ذکر کرتی بھی نہیں ہے۔''

''یہی تو کہہ رہا ہوں موٹی عقل کی عورت پتہ کرو۔'' وہ پھر اسے سلگانے لگا۔

''آپ سے تو کبھی بھی طریقے سے بات نہیں ہوتی۔'' وہ غصہ میں آ گئی۔

''دیکھو تم اس وقت میری بات پر غور کرو، سوال میں سے سوال نہیں نکالا کرو مجھے سخت چڑ ہے۔'' وہ برہم ہو رہا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے میں آج ہی بات کرتی ہوں۔'' وہ خفیف ہو گئی۔

''رات میں کال کروں گا۔ پاکستان کے وقت کے مطابق گیارہ بجے۔'' وہ بولا۔
''پلیز ایک درخواست ہے، صبح ہی صبح نہیں کیا کریں کال، میں سو رہی ہوتی ہوں۔''
''جتنا سونا ہے سولو بعد میں سونے بھی نہیں دوں گا۔'' وہ قہقہہ لگا کے بولا تھا۔
حسنیٰ نے تپ کے سیل ہی آف کر دیا جلدی جلدی فریش ہوئی۔
''ہوگئی شوہر نامدار سے بات۔'' حباب نے شرارتی لہجے میں مسکرا کے چھیڑا۔
''میری تو اپنے شوہر نامدار سے ہوتی رہتی ہے بات، تم کچھ نہیں بتاتی ہو اپنے شوہر نامدار کی کوئی بات۔'' ناشتہ کے ارومہ نے لاؤنج میں ہی لگا دیا تھا۔ بینا ابھی تک سو رہی تھیں۔
''میرے شوہر کی سن کے کیا کریں گی۔'' اس نے بات ہنس کے مذاق میں اڑائی۔
''کیوں میرے بڑے پیچھے پڑی رہتی ہو، شہریار مجھ سے کیسی باتیں کرتے ہیں وہ رومینٹک بھی ہیں یا نہیں۔''
''میں تو اس لئے پوچھتی ہوں شہریار ماموں کا پتہ ہی نہیں چلتا ہے۔ ہر وقت ایک سے موڈ میں رہتے ہیں امی سے ہمیشہ نصیحت آمیز لہجے میں بات کرتے ہیں اور امی کو جو کہ ناگوار گزرتا ہے نانی اماں سے بھی رعب والے انداز میں بات کرتے ہیں مجھے یہ تجسس رہتا ہے شہریار ماموں آپ سے یقیناً اچھے موڈ میں کرتے ہوں گے بات۔''
''بکومت تمہارے ساتھ وہ کب برے انداز میں بات کرتے ہیں۔''
''حسنیٰ آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' ارومہ چائے کی کیتلی اٹھائے چلی آئی۔
''تم پھر اس میں لے آئیں پتہ ہے اس میں ٹھنڈی ہو جاتی ہے چائے فلاسک میں لایا کرو۔'' حباب کو ٹھنڈی چائے میں مزا نہیں آتا تھا۔
''فلاسک میں اسمیل آ رہی تھی گرم پانی سے دھلے گا۔'' اس نے عذر بھی بتایا۔
''ارے بینا باجی کو بھی اٹھا دیتیں تم۔''
''آنٹی وہ اپنی مرضی سے اٹھتی ہیں آپ کو پتہ ہی ہے ارومہ سے ان کی بنتی ہی کب ہے۔'' حباب نے ناشتہ شروع کر دیا تھا۔
''زیادہ بدتمیزی نہیں کیا کرو ان کے ساتھ۔'' حسنیٰ نے ارومہ کو چپت لگا کے سرزنش کی۔
تینوں نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ ارومہ کچن سمیٹ ... کے آگے بیٹھ گئی تھی۔
حباب اور حسنیٰ باتوں میں لگ گئی تھیں۔
''تم لگتا ہے جان بوجھ کے بچہ نہیں چاہ رہی ہو۔''
''آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں۔'' حباب نے چتون تیکھے کر کے اسے دیکھا۔
''زیادہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کرو۔''
''ارے میں کیا چھپاؤں گی۔'' وہ حسنیٰ کے سوال پر سوال کرنے پر گھبرا گئی مگر اس نے سوچا ہوا تھا اپنے کسی بھی ذاتی معاملات میں کسی کو نہیں انوالو کرے گی۔
''مجھے لگتا ہے تم ضمران کو قبول نہیں کر رہی ہو۔'' حسنیٰ کا انداز تفتیشی اور شاکی ہو گیا حباب کی شادی کے بعد وہ تفصیلی بہت عرصے بعد ملی تھی اس لئے بھی وہ حباب سے زیادہ کچھ سسرال والوں کے متعلق نہیں پوچھ سکی تھی۔

''جب شادی ہوگئی تو قبول بھی کرلیا۔ ضمران بہت اچھے ہیں کہ ایک بدنام لڑکی کو ایسے حالات میں قبول کرلیا ارے اس سے بڑی کیا بات ہوگی۔'' ایکدم ہی وہ طنزیہ اور تلخ ہوگئی۔

''یہ کیا بول رہی ہو ضمران تم سے ایسی کچھ بات کہتا ہے۔'' حسنیٰ نے اچانک استفہامیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فکرمند لہجے میں پوچھا۔

''کہتے تو نہیں ہیں۔''

''تمہاری ساس کہتی ہوں گی۔'' حسنیٰ کو بھی جاننے کی بے چینی ہوگئی تھی۔

''وہ سب بہت اچھے ہیں مگر حسنیٰ آنٹی کاش میری شادی ایسے حالات میں نہ ہوتی۔'' لہجے میں حسرت اور افسردگی تھی۔

''دیکھو حباب اللہ تعالیٰ جس کی قسمت میں جو لکھ دیتے ہیں وہ سب اسی طرح ہوتا ہے۔ اس کی منشاء کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔''

''پھر لوگ یہ کیوں کہتے ہیں قسمت انسان خود بناتا ہے۔'' وہ آہستگی اور افسردگی سے پھر گویا ہوئی۔

''قسمت بھی تدبیر سے بنتی ہے اور پھر تمہارا جوڑ ضمران سے ایسے ہی لکھا تھا مگر یہ تم پر منحصر ہے تم یہ سب کیسے خوشی خوشی قبول کرتی ہو۔ اگر تم ضمران کو منفی ردعمل دوگی تو وہ تم سے دور سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ یہ سب تم بھی اندازہ کر چکی ہو۔ نوشین کو بھی تم اچھی طرح جانتی ہو۔ میں تمہیں یہ کہتی ہوں آئندہ کی قسمت تم خود خراب نہیں کرو اسے اچھی بناؤ۔'' حسنیٰ اسے بڑے مدبرانہ انداز میں سمجھا رہی تھی۔

❖❖---O---❖❖

''امی آپی تو ایسی گئی ہیں، ان کی کوئی خیر خبر ہی نہیں ہے۔ میں نے کال بھی کی تھی ان کا سیل بند ہے۔'' رمنا کو بہت فکر ہو رہی تھی۔

''آپی تو میرے خیال میں اپنا سیل یہیں چھوڑ گئی ہیں۔ میں نے الماری میں ان کی دراز میں دیکھا تھا۔'' ایمن الماری میں کسی کام سے کچھ نکالنے لگی تھی اسے خوشنما کا سیل نظر آیا تھا۔

''لو تو پھر اس کی خیر خیریت کیسے ملے گی۔'' امی کو اس کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

خوشنما ویسے ہی زبردستی تو گئی تھی وہ اس کے مزاج سے واقف تھیں۔ غصے کی وجہ سے بھی وہ کال نہیں کر رہی ہوگی کیونکہ جاوید احمد کے سمجھانے پر وہ گئی تھی۔

''امی مجھے لگتا ہے آپی کو غصہ ہے جب ہی انہوں نے خود بھی کال نہیں کی۔'' رمنا کو اتنا اندازہ تھا۔

''ہیثم بھائی کے سیل سے ہی کر دیتیں۔''

''تمہارے پاس نہیں ہے ہیثم کا نمبر۔'' امی نے ایمن سے پوچھا۔

''نہیں اتنی ہماری بات چیت ہی کب رہی ہے جو وہ نمبر وغیرہ دیتے۔''

''ایسا کرتے ہیں ہم لوگ چلتے ہیں۔'' رمنا کو یہی سمجھ آ رہا تھا۔

''نہیں ایسے جانا ٹھیک نہیں ہے۔'' امی نے پرسوچ انداز میں منع کیا۔

''امی کیوں ٹھیک نہیں ہے ہم آپی کے گھر جا سکتے ہیں،'' رمنا کو ان کا یہ اعتراض سمجھ نہیں آیا۔
''پہلے کبھی یوں گئے نہیں ہیں۔'' وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئیں۔
''امی ہم اگر جائیں گے نہیں تو وہ لوگ آپی کو دبا کے رکھیں گے۔'' رمنا کو خوشنما کی بہت فکر ہو رہی تھی۔
''ارے وہاں ایسی کوئی بات نہیں مرتضی صاحب بہت خیال کریں گے اور ہیثم بھی خود ہمیں یقین دلا کے گیا ہے۔ وہ دونوں اس کا خیال رکھ رہے ہوں گے۔''
''امی ہم پھر بھی جائیں گے تاکہ ہماری تسلی ہو جائے۔''
''ٹھیک ہے میں تمہارے ابو سے پوچھتی ہوں وہ اگر اجازت دے دیں گے تو ٹھیک ہے چلتے ہیں۔'' امی بھی اسے دیکھ کر اطمینان حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ خوشنما کس طرح وہاں رہ رہی ہے۔
جاوید احمد نے اجازت دے دی تھی۔ وہ تینوں تیار ہو کر نکل گئی تھیں شام کے پانچ بج رہے تھے اسٹاپ پر وہ کھڑی تھیں کسی ٹیکسی یا رکشے کے انتظار میں مگر رکشے ٹیکسی کے کرائے بھی بہت تھے پانچ سو سے کم کی تو بات ہی نہیں کر رہا تھا پھر فیصلہ کیا گلشن اقبال تک بس سے چلے جاتے ہیں وہاں سے ٹیکسی لے لیں گے گلشن کے اسٹاپ پر کھڑی تھیں ہیثم کے دوست کی گاڑی آ کے رکی۔
''آپ نے کہاں جانا ہے۔'' اشعر کی نگاہ فیروزی کپڑوں میں ملبوس رمنا پر پڑی۔ وہ چونک کے حیرانی سے دیکھنے لگی۔
''دماغ تو درست ہے۔'' رمنا نے پہچانتے ہی انکار کر دیا تھا، امی حیرانی سے رمنا کو دیکھنے لگیں۔
''میں ہیثم کا دوست ہوں، بھابی کے ساتھ یہ ملی تھیں میں نے انہیں دیکھ کر گاڑی روکی ہے۔'' اشعر نے جھٹ وضاحت دی۔ وہ مبادہ کچھ الٹا سیدھا ہی نہیں سوچ لیں۔
''جی امی۔'' رمنا نے بھی تائید کی تھی۔
''آیئے آنٹی میں ڈراپ کر دوں جانا کہاں ہے۔''
''ہم ہیثم بھائی کے گھر ہی جا رہے ہیں۔'' ایمن نے جلدی سے کہا کہیں یہ دونوں انکار ہی نہ کر دیں۔ وہ اسٹاپ پر کھڑی کھڑی کوفت میں مبتلا ہو گئی تھی۔
''نہیں بیٹا ہم چلے جائیں گے۔'' امی نے بھی انکار کیا۔''
اور وہ ویسے بھی نہیں بیٹھنا چاہ رہی تھیں۔ ہیثم نے اگر برا منایا تو یہ اچھا نہیں ہوگا اور جوان غیر مرد کے ساتھ اپنی جوان بیٹیوں کو لے کے جا کے باتیں نہیں بنوا سکتی تھیں۔
اشعر بھی جیسے سمجھ گیا تھا وہ پھر سلام کر کے گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔
''تم دونوں کیا اس کی گاڑی میں بیٹھی تھیں۔''
''امی یہ آپی کے باس بھی تھے جہاں پہلے آپی جاب کر رہی تھیں۔'' رمنا نے تفصیل بتائی۔
''یہ ابو کو ہاسپٹل بھی دیکھنے آئے تھے۔'' آپی بتا رہی تھیں۔
''ہوں مگر اچھا نہیں لگتا ایسے بیٹھ کر جانا۔ تم جانتی ہی ہو ہیثم کی بڑی مامی ویسے ہی مجھے عجیب عورت لگتی ہیں انہیں پتہ چلا تو پھر خوشنما کو سننے کو ملے گا۔'' امی خاصی دور اندیش بھی واقع ہوئی تھیں۔ ایمن منہ ہی منہ میں

بڑبڑانے لگی تھی۔

رمنا کا اس وقت سے دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اشعر کی نگاہوں میں بہت کچھ نظر آ رہا تھا۔

''تین دن ہو گئے ہیں تم اسے لے آؤ گھر سونا سونا لگ رہا ہے۔'' رضوانہ کو حباب کی یاد آنے لگی تھی ان کی ساس رات ہی گئی تھیں۔ انہوں نے پھر ضمران سے حباب کو لے کے آنے کو کہا تھا۔

''جی وہیں جا رہا ہوں۔ بینا آنٹی کی کال آئی تھی۔ کہہ رہی تھیں بہت دن سے آئے نہیں ہو حباب کو بھی لے آنا۔'' وہ جلدی جلدی چائے کے سپ لینے لگا۔

''تمہاری دادی نے بھی حد کر دی وہ انہی سے تنگ آ کے گئی ہے۔'' رضوانہ نے بھی اسے نہیں روکا جانے دیا کیونکہ وہ چڑچڑی بھی ہو گئی تھی۔

''امی آپ دادی جان کو اتنا تو سمجھائیے حباب کو کچھ نہیں کہیں۔''

''تم دیکھتے ہی ہو شروع سے میرے ساتھ کیسا سلوک رکھتی ہیں۔''

''اس وجہ سے آپ کے ساتھ سلوک رکھتی ہیں۔ ابو کی کمزوری ہے وہ بھی آپ کی سائیڈ کبھی نہیں لیتے تھے۔'' مزمل بھی اپنا چائے کا کپ لے کے ان کے کمرے میں آ گیا۔

''آپ ابو سے کہیں یہاں آ کے رہیں۔''

''ارے یہ تم نے کیا بات کی وہ یہاں کبھی نہیں آئیں گے۔ راشدہ پھپھو بھی پتہ نہیں کیوں انہیں وہاں رکھے ہوئے ہیں۔'' مزمل نے ضمران کی بات کے جواب میں کہا۔

''پھپھو کا مفاد ہی ہو گا۔'' ضمران کا لہجہ بھی پر سوچ تھا۔

''تم دونوں الٹی سیدھی کوئی بات نہیں کرو۔'' رضوانہ نے دونوں کو ہی سرزنش کی۔

''امی میں آپ کو بتا دوں پھپھو اپنی کسی بھی بیٹی کو یہاں بیاہنے کے چکر میں ہیں۔''

''یہ تم کیسی بڑوں کی طرح باتیں کر رہے ہو چلو جا کے اپنا کام کرو۔'' رضوانہ نے ڈانٹ دیا مزمل خفیف سا ہو گیا۔

''ویسے نوین آدم کے لئے مناسب رہے گی۔ اس طرح پھپھو اور دادی جان کا منہ بند ہو جائے گا۔'' ضمران کو یہی سمجھ آ رہا تھا۔

''نہیں بیٹا میں آدم کے ساتھ زبردستی نہیں کروں گی۔ پھر وہ یہ نہیں سوچے گا تمہاری کیوں نوشین کے ساتھ نہیں کر دی شادی۔'' رضوانہ ہر بات اور کام بہت سوچ سمجھ کے کرنے کی قائل تھیں۔

''جی یہ تو میں نے بھی نہیں سوچا۔'' وہ کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پستئی کلر کے قمیض شلوار میں اونچا لمبا ضمران بہت ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

''مزمل سے کہتے جانا کچن نہ پھیلائے کبھی پھر کچھ پکانے میں لگ گیا ہو۔'' رضوانہ عصر کی نماز کے لئے اٹھ گئیں، ضمران خدا حافظ کہہ کر نکل گیا تھا۔ چند قدم پر ہی تو بینا کا گھر تھا۔ اسے خبر مل گئی تھی حسنیٰ بھی آئی ہوئی ہے۔

حباب لو دیکھے آج چوتھا روز تھا اس کی راتیں اور دن بے کل گزر رہی تھیں۔ دو ایک دفعہ اس نے حباب کو کال بھی کی مگر وہ سوئی ہوئی تھی۔ آج رضوانہ کے کہنے پر وہ لینے بھی جا رہا تھا۔ وہ حباب کی طبیعت سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ وہ بہت حساس لڑکی تھی۔ ہر چھوٹی بات کو محسوس کرتی تھی جس کی اہمیت ضمران کے نزدیک نہیں تھی۔

❖❖---○---❖❖
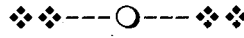
ان تینوں کی آمد سے گھر میں بھونچال ہی آ گیا تھا' کیونکہ یوں اچانک سے مرتضیٰ علی کو خوشی بھی ہوئی اور حیرانی بھی ہوئی تھی۔ نزہت نے حسب معمول ان سے سلام دعا نہیں کیا' شاہدہ ہی میزبانی نبھا رہی تھیں' ہیثم اتفاق سے کچھ ہی دیر پہلے آ گیا۔ آج ویسے بھی وہ اور خوشنما اشعر کی طرف ڈنر پر انوائٹ تھے۔

''آپی! آپ تو اپنا سیل تک وہیں چھوڑ آئیں کوئی خیر خبر ہی نہیں مل رہی تھی' اس لیے آنا پڑا۔'' رمنا نے ساتھ ہی وضاحت بھی دی۔

''اوہ سوری خوشنما کو سیل میں نے ہی اب تک نہیں دلایا پتہ نہیں کیسے بھول گیا۔'' ہیثم کو اپنی لاپروائی پر غصہ آیا۔

خوشنما نے اپنا چہرہ سپاٹ ہی بنایا ہوا تھا۔

رمنا اور ایمن ہیثم کا بدلہ ہوا اور شوخ انداز دیکھ کر حیران ہوئی تھیں۔

''ارے بھئی آپ لوگ یہ سب تو لیں۔'' شاہدہ نے ان کے آگے پلیٹیں رکھیں۔

''اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔'' ثمینہ گویا ہوئیں۔

''پہلی دفعہ آئی ہیں ہمیں تو بہت خوشی ہو رہی ہے اتنا سب کچھ تو چلے گا۔'' ہیثم نے ان کی پلیٹ میں لوازمات رکھے۔

مرتضیٰ علی بھی آ گئے تھے۔ جو اہم میزبان تھے سب نے ہی آ کے سلام دعا کی تھی نہیں کی تو نزہت نے۔ پتہ نہیں جلن اور حسد ان کے دل میں تھا یا شرمندگی تھی۔ ہیثم نے تو ان سے بات کرنی ہی بند کر دی تھی۔

''تم یہاں خوش تو ہو مطلب کوئی کچھ کہتا تو نہیں اور ہیثم اس کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟'' ثمینہ ماں تھیں نہیں اپنی اولادوں کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔

''اب خوش ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے اور ہیثم مجھے خوش رکھ بھی رہے ہیں تو کیا فائدہ اس وقت تو میری بے عزتی کردی۔'' اس کے دل میں غم اور افسردگی تھی' وہ تضحیک اور توہین کبھی نہیں بھولی تھی اور نزہت مامی کی نگاہوں میں بھی اسے توہین ہی لگتی تھی۔ وہ اسے ایسا سمجھتی تھیں جیسے وہ بہت گرے ہوئے خاندان سے زبردستی آ گئی ہو۔

مرتضیٰ علی اور سب ان ماں بیٹی کو بات کرنے کا موقع دے کر اُٹھ گئے تھے۔

''آپی اتنی بھی ناشکری نہیں بنیں۔ ہیثم بھائی دیکھیں کتنا خوش ہو رہے ہیں ہمارے آنے سے اور آپ کا بھی بہت خیال رکھتے ہوں گے ہمیں اندازہ ہو گیا ہے۔'' رمنا آہستگی سے گویا ہوئی۔

''اس شخص نے میری عزت دو کوڑی کی کر دی اور اب چاہتا ہے سب کچھ ٹھیک ہو جائے۔'' وہ دانت پیسنے لگی۔

''خوشنما فضول کوئی حرکت نہیں کرنا۔ گزری باتوں کو بھلا کے ہیثم کے ساتھ خوشی خوشی رہو۔'' ثمینہ ذرا ڈپٹ کر اسے سرزنش کرنے لگیں۔

ایمن خوبصورت سے جدید طرز پر بنے ہوئے ڈرائنگ روم کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھی۔
''آپ کو تو بس یہی چاہیے اس انسان کو سر پر بٹھالوں۔'' وہ غصے میں آ گئی۔
''ایکسیوزمی اندر آ سکتا ہوں؟'' ہیثم ایزی سے شلوار سوٹ میں ملبوس نکھرا نکھرا فریش چلا آیا۔
''آپ کو اپنے ہی گھر میں اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔'' رمنا نے مسکرا کے ہی کہا۔
خوشنما کا چہرہ ایسے ہی تنا ہوا تھا آج اشعر کی طرف وہ دونوں بھی انوائٹ تھے۔
''ہم بھی اب چلتے ہیں۔'' ثمینہ کو وقت کا احساس ہوا پھر خوشنما نے انہیں باتوں میں بتا دیا کہ وہ تو اشعر کی طرف بھی جائیں گے۔
''ارے آنٹی یہ کیا کھانا کھا کے جایئے۔''
''نہیں بیٹا چلیں گے ان کے ابو انتظار کر رہے ہوں گے۔''
''یہ کیا بات کی آپ نے کھانا کھائے بغیر بالکل نہیں۔'' وہ بضد تھا۔
''تم لوگ جانے کی تیاری کرو بُری بات ہے کوئی انتظار کر رہا ہوگا۔''
''کس کی بات کر رہی ہیں؟'' وہ سمجھا نہیں۔
''میں نے امی کو بتا دیا ہے کہ ہم اشعر بھائی کی طرف انوائٹ ہیں۔'' خوشنما نے نگاہ اُٹھا کے اسے دیکھا' اتنے میں شاہدہ' مرتضٰی علی اور باقی لوگ بھی آ گئے۔
''مجھے خوشنما کی فکر تھی اس لیے آ گئے ہم لوگ تو......''
''ارے آپ لوگوں کا گھر ہے جب دل چاہے آیئے اور خوشنما ہماری بیٹی ہے اس کی فکر نہیں کریں۔'' مرتضٰی علی نے اطمینان دلایا۔
''نانا جان تو صرف اپنی ،آپ کی بیٹی کو پوچھتے ہیں مجھے تو پوچھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔'' ہیثم نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔
''خوشی میری بیٹی ہے میں تو رکھوں گا اس کا خیال تم نالائق اس قابل ہی کہاں ہو۔'' وہ خوشی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کہنے لگے۔
رمنا اور ایمن کو اپنی بہن کی زندگی پر رشک آنے لگا۔ سب کچھ اتنی جلدی سب ٹھیک ہو گیا تھا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔

❖❖---○---❖❖

سات بجنے والے تھے وہ نہا کے نکلی تھی کپڑے تو اس کی سمجھ نہیں آ رہے تھے وارڈ روب میں اس کے سارے سوٹ شاپرز میں ہینگر کیے لٹکے تھے۔ اس کی بری کے سارے ہی جوڑے خوبصورت اور قیمتی تھے۔ سات ماہ کے عرصے میں بھی اس میں ایسا فرق نہیں پڑا تھا کہ یہ تمام کپڑے اس کے نہیں آتے۔
''ایسا کرتی ہوں شاہدہ مامی سے پوچھتی ہوں۔'' گیلے بالوں کو سمیٹ کر اس نے وارڈ روب بند کی۔
اسی وقت ہیثم بیڈ روم میں آیا نگاہوں کے تصادم میں وہ اکثر نگاہ پھیر لیتی تھی۔

''یہ سوٹ تم پہننا۔'' ہیثم نے اپنی وارڈ روب میں سے ایک ڈبہ نکال کر بیڈ پر ڈالا۔
''اتنے کپڑے پہلے ہی لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے پہن لوں گی۔'' وہ جیسے ہیثم کی پسند کو کوئی اہمیت نہیں دینا چاہتی تھی۔
''مگر میں چاہتا ہوں تم یہ پہنو۔'' اس نے ڈبے میں خوبصورت فیروزی کلر کا اسٹائلش کامدانی سوٹ نکالا' میچنگ جیولری بھی تھی۔
''اس کی ضرورت کیا تھی' آپ نے سوچا ہوگا میں بیک ورڈ سی پتہ نہیں اپنی مرضی سے تیار ہو کر آپ کی ناک ہی نہ کٹوا دوں۔'' اس نے طنز میں ڈوبا تیر ناگواری سے پھینکا۔ ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس میرا دل چاہ رہا ہے میری مرضی کا تیار ہو۔ آج ہم پہلی دفعہ کہیں ساتھ جا رہے ہیں۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوا۔
''سوچ لیں کہیں آپ کو میرا ساتھ مہنگا نہیں پڑے۔'' وہ کپڑوں کا جائزہ لینے لگی۔
''تم کیا ساری زندگی مجھ پر ایسے ہی طنز کرتی رہو گی۔'' وہ تھوڑا کھسیایا بھی۔
''کیوں اکتا گئے؟'' وہ تمسخرانہ ہنسی کے ساتھ گویا ہوئی۔
''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ پلیز جلدی سے تیار ہو۔ اشعر کی کال آ چکی ہے۔ وہ سمجھا کہ ہم نے کینسل کر دیا ہے۔ راستے میں تمہاری امی اور بہنیں ملی تھیں اسے۔''
''اچھا امی نے تو نہیں بتایا۔'' ڈریسنگ ٹیبل پر جیولری کا ڈبہ رکھا۔
''انہوں نے ضروری نہیں سمجھا ہوگا۔'' ہیثم بھی اپنے کپڑوں کے انتخاب میں لگ گیا۔
خوشنما تیار ہو کے بہت دلکش اور منفرد لگ رہی تھی۔ نزہت مامی کے تو دل پر جیسے سانپ ہی لوٹ گئے۔
''بہت پیاری لگ رہی ہو آج ہیثم کی خیر نہیں۔'' شاہدہ مامی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔
''فرش سے عرش پر آ گئی ہو ظاہر ہے اچھی اور قیمتی چیزیں پہن کے بندہ پیارا ہی لگتا ہے۔'' نزہت مامی نے اس کی بے عزتی کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔
ہیثم نے سن لیا وہ جز بز ہو کے اندر بڑھ گئیں شاہدہ مامی تاسف سے سر ہلا کے رہ گئیں۔
''جانے کیوں مامی کو مجھ سے بیر کیوں ہو گیا ہے۔'' وہ دکھ و افسوس سے گویا ہوا۔
''تم لوگ جاؤ ان باتوں کو نہیں سوچو۔'' شاہدہ نے ہی بات کو پلٹ دیا۔
وہ دونوں مرتضیٰ علی کو بتا کے جانے کے لئے نکل گئے تھے۔ خوشنما کو یہ لمحے لمحے کی تضحیک برداشت نہیں ہو رہی تھی اور وہ ابھی تک خاموش تھی اس لئے کہ وہ ان کی عزت جو کرتی تھی۔

❖❖---○---❖❖

''چلنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔'' ضمران نے تنہائی پا کے اسے مخاطب کیا وہ گلابی قمیض اور ٹراؤزر میں بڑے سے دوپٹے میں بہت حسین لگ رہی تھی۔
''آپ کی دادی جان نہیں آئیں۔'' اس نے پوچھا۔
''وہ کل رات ہی گئی ہیں۔'' ضمران نے بتایا۔

''اور ضمران کیسی چل رہی ہے آپ کی جاب۔'' بینا چائے بنا کے لے آئی تھیں۔
حسنیٰ بھی جانے کی تیاریوں میں لگی تھی۔ رفعت نے ڈرائیور کو بھیج دیا تھا۔
''بہت اچھی۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوا۔
''اگر اجازت ہو تو میں حباب کو لے جاؤں۔''
''لو اس میں اجازت کی کیا بات ہے؟ تمہاری امانت ہے جب دل کرے لے جاؤ۔''
حباب کلس کے رہ گئی اس کا جانے کا موڈ نہیں تھا۔
''امی میں ابھی کچھ دن اور رکوں گی۔'' وہ جھٹ بولی۔
''آنٹی میری امی کا ان کے بغیر دل نہیں لگ رہا ہے۔ وہ بول رہی تھیں ساتھ لے کے آؤں۔''
''امی سے کہیے' آپ وہ یہاں روز آجایا کریں برابر میں ہی تو گھر ہے۔'' حباب نے جیسے مسئلہ حل کیا۔
''حباب یہ تم کیسی بات کر رہی ہو۔ امی تم سے بڑی ہیں وہ کیوں ملنے آئیں، تم گھر نہیں چل سکتی کیا؟ اتنے دا
تو رہ لی ہو۔'' ضمران کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔
''حباب یہ تم کس طرح کی بات کر رہی ہو، بینا سمجھ گئی تھیں ضمران کو برا لگا ہے۔
''سوری اگر آپ کو برا لگا تو۔''
''حباب میں تو چلی۔'' حسنیٰ اپنا بیگ تیار کر کے چلی آئی۔
''بھابی آپ بھی جا رہی ہیں۔'' ضمران حسنیٰ کو بھابی کہنے لگا تھا جب سے شہریار سے نکاح ہوا تھا۔
''تین دن بہت ہوتے ہیں مما کال پر کال کر رہی ہیں گھر آجاؤ۔''
''آپ دونوں کا یہاں مشترکہ پروگرام تھا رہنے کا۔'' ضمران نے شرارتی لہجے میں کہا۔
''میں نے ہی کہا جو بھی دل چاہ رہا ہے، جہاں رہنے کا دل ہے، شادی سے پہلے مزے کرلو۔ بعد میں شہریا
تمہیں موقع نہیں دے گا۔'' بینا نے بھی ہنس کے بتایا۔
حسنیٰ جھینپ گئی ضمران سے اب ایسی بھی بے تکلفی نہیں تھی کہ ایسی باتیں کرتے۔
''بینا باجی اسے بھی بھیج دیجیے گا کیونکہ یہ کہہ رہی ہے میں اور رکوں گی۔'' حسنیٰ نے حباب کا ارادہ بتایا۔
کل سے اب تک وہ مسلسل حباب کو سمجھا ہی رہی تھی۔ وہ بھی شہریار کی ہدایتوں کے مطابق' ورنہ تو حسنیٰ کو ملا
ان باتوں کا کوئی آئیڈیا نہیں تھا۔
ضمران ہنسنے لگا۔ حباب جبکہ دانت پیس رہی تھی۔ حسنیٰ کو ڈرائیور لینے آ گیا تھا۔ وہ چلی گئی تھی۔ ارومہ، حباب ا
بیگ تیار کر کے لے آئی تھی۔
''تمہیں بھگانے کی بڑی جلدی ہے۔'' وہ غصے سے گویا ہوئی۔
''ارے میں تو خیال کر کے لائی ہوں تم خود ہی کھوگی اتنا بھی نہیں کر سکتی کہ میرا بیگ پیک کردو۔'' ارومہ اں
کے غصے کی وجہ سمجھ رہی تھی کیونکہ اس کا جانے کا جو موڈ نہیں تھا۔
گھر آئی تو سب کچھ نیا نیا لگ رہا تھا مگر اپنا اپنا بھی۔ جب سے شادی ہوئی تھی میکہ اپنا گھر لگتا ہی نہیں تھاا
دو بول کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ سب کچھ پرایا لگنے لگتا ہے۔

بیڈ روم کی حالت ضمران نے خاصی بگاڑی ہوئی تھی حالانکہ وہ عام دنوں میں ایسا کرتا نہیں تھا کیا امی نے بھی بیڈ روم کا جائزہ نہیں لیا۔

''تم اپنے ذہن میں کوئی غلط فہمی نہیں لانا امی روز کمرا ٹھیک کرتی تھیں میں ہی بگاڑ دیتا تھا۔ غصے میں کیونکہ مجھے تمہاری عادت ہوگئی ہے۔'' اس نے مخمور لہجے میں کہتے ہوئے حباب کا بازو پکڑ کے خود پر گرا لیا۔

''کیا وحشت ہے۔'' وہ چیخی۔

''یار تھوڑا تو خیال کرو غصہ کسی اور وقت کے لئے رکھ لو مجھے تمہارے پیار کی ضرورت ہے۔'' وہ بہت تھکا تھکا ہو رہا تھا۔

حباب نے خود کو اس کے حصار سے نکالا اور سیدھی ہوگئی۔

''کمرا پورا اصطبل ہو رہا ہے۔''

''کیا کروں پھر تم نے مجھے گھوڑا ہی سمجھا ہوا ہے جو گھاس نہیں ڈالتی ہو پتہ نہیں میرا قصور کیا ہے۔'' وہ جھنجھلا کے گویا ہوا۔

''مجھے پہلے کمرا صاف کرنا ہے۔''

''ٹھیک ہے کرتی رہو۔'' وہ تکیہ اٹھا کے کمرے سے نکل گیا' حباب نے لب بھینچ کے اسے جاتے ہوئے دیکھا وہ روز بروز چڑچڑی ہو رہی تھی اور اس کا شکار ضمران ہو رہا تھا۔

❖❖---○---❖❖
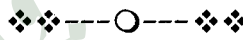
''آنٹی آپ بھی اشعر کی شادی کر ہی دیں کب تک اکیلی رہیں گی۔'' ڈنر سے فارغ ہو کے وہ لوگ ڈائننگ روم میں آ گئے تھے۔

''میں باز آیا شادی سے، بعد میں پھر آنے والی مجھے بھی لے گئی تو کیا ہوگا جیسے اسفر بھائی چلے گئے۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کے منع کیا خوشنما نے غور سے اس کی بات سنی۔

''یہ مامتا ہی نہیں ہے۔'' مسز ارشد گویا ہوئیں۔

''یار اشعر ضروری نہیں ہے ہر لڑکی ایسی ہو۔'' ہیثم نے اسے سمجھایا۔

''نیلو بھابی بھی ایسی نہیں تھیں۔ انہیں بس یہ اختلاف تھا یا انہیں غلط فہمی تھی ڈیڈی کا سارا بزنس میرے نام ہے۔ پھر خود ہی ان کا حصہ دے کر الگ کر دیا کیونکہ یہ ڈیڈی کی وصیت تھی۔'' اشعر نے بتایا۔

''خوشنما بیٹا آپ کے جاننے والوں میں کوئی اچھی لڑکی ہو تو بتانا۔''

''اچھی لڑکی۔'' اشعر کے ذہن میں رمنا آ گئی جانے کیوں وہ اسے دو ملاقاتوں میں اچھی لگنے لگی تھی مگر وہ اپنی خواہش اور پسند کا اظہار کر کے غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیا پتہ وہ بھی نیلو بھابی کی طرح نکلی تو کیا ہوگا۔''

''آنٹی لڑکی تو ہے پر اشعر مانے بھی تو۔'' ہیثم کے ذہن میں جو ہم آ گئی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نزہت مامی کی جلن اور حسد ایسے ہی ختم ہو۔

''بس یار رہنے دے۔''

''انسان کو خود پر جب تک بھروسہ نہیں ہو کوئی بھی اسے الگ نہیں کر سکتا۔ آپ خود میں حوصلہ رکھیے کیسے کوئی لڑ
آپ کو یہاں سے لے جائے گی۔'' خوشنما نے اچانک ہی اتنی گہری بات کی وہ تینوں ہی حیرانی سے ہنسنے لگے۔

''بات بالکل ٹھیک کہی ہے خوشنما نے۔'' مسز ارشد نے تائیدی سر ہلایا۔

''آپ کی بھابی ایسے کیسے لے گئیں؟ آپ کے بھائی کو پھر مضبوط ارادے نہیں ہوں گے۔''

''ہوں بھابی آپ نے یہ بات ٹھیک کہی۔ بھائی جان بھی کچھ کچے کانوں کے ہو گئے تھے جو ان کی بیوی کہا
تھیں وہی کرتے تھے۔''

''اگر آپ ایسے نہیں ہیں تو آپ کی بیوی آپ کو ہلا نہیں سکتی۔'' وہ بولی۔

''لو جی اب تو ٹھیک ہے لڑکی دیکھی جائے۔'' ہیثم نے ہنس کر پوچھا۔

''ہاں اگر کوئی نظر میں ہے تو بتاؤ۔''

''ابھی نظر میں تو ہے بات کرلوں پھر آپ کو بتاؤں گا۔'' ہیثم نے قدرے توقف کے بعد سوچ کے جواب دیا

''کاش رمنا کی شادی اشعر سے ہو جائے۔'' خوشنما کے دل میں خیال آیا مگر وہ رمنا کو جانتی تھی امیر لوگوں سے
وہ بہت خائف تھی۔ جب سے اس کی اور ہیثم کی شادی ہوئی تھی۔

''تمہیں مجھے کنوارہ دیکھ کر لگتا ہے جلن ہو رہی ہے۔'' اشعر نے مکہ تان کے کہا۔

ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی گیارہ بجے ان دونوں کی واپسی ہوئی تھی۔ خوشنما کو ہیثم کی ہمراہی میں چلنا بہت اچھا
لگ رہا تھا مگر وہ اپنے جذبے کسی پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''تمہارا جو ہم کے بارے میں کیا خیال ہے۔'' چینج کر کے بستر پر آ کر لیٹا۔

''جی......'' وہ ڈریسنگ کے آگے کھڑی تھی اور کلینزنگ سے اپنا میک اپ اُتار رہی تھی۔

''جو ہم اچھی لگے گی اشعر کے ساتھ۔''

''آپ بہتر سمجھتے ہیں میں کیا کہہ سکتی ہوں اور امیروں کی لڑکیاں امیروں میں جائیں تو اچھا ہے۔ کیونکہ برابر
والوں میں رشتے کرنا ٹھیک رہتا ہے۔'' اس کے کانوں میں نزہت کی بات گونج رہی تھی۔

''ضروری نہیں ہے۔'' ہیثم لاجواب ہو گیا تھا۔

''ضروری ہے کیونکہ آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ شادی تو آپ کو اپنے جیسے لوگوں میں کرنی چاہیے تھی۔''
وہ بہت زیادہ تلخ اور زہر میں بجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

ہیثم جز بز ہو کے لب بھینچ کے رہ گیا۔ وہ جلدی جلدی کلینزنگ کر کے واش روم میں چلی گئی۔

''یہ تو روز بروز زہر بنتی جا رہی ہے اس کا موڈ آخر کیسے ٹھیک ہوگا۔''

''لائٹ آف کر رہی ہوں مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ تکیہ اُٹھا کے اپنے بستر پر نیچے رکھ چکی تھی۔

''خوشنما تم میرے ساتھ ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔''

''میں تو ایسے ہی کروں گی۔ نہیں برداشت تو چھوڑ دیں اور کرلیں کسی الٹرا ماڈرن لڑکی سے۔'' وہ چادر تان کر
لیٹ چکی تھی۔

ہیثم نے اس وقت بھی تحمل مزاجی کا ہی مظاہرہ کیا تھا۔ اسے پتہ تھا وہ اس سے گن گن کے بدلے لے رہی ہے۔

''تم کتنا دور ہو جاؤ مگر خود آؤ گی میرے پاس۔'' ہیثم نے زور سے ہانک لگائی جو خوشنما نے سُن لیا تھا۔

❖❖---○---❖❖
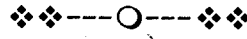
''اور کیا بات ہوئی اس سے؟'' شہریار اتنا فکر مند اور سنجیدہ ہو رہا تھا۔

''اس نے اتنا ہی بتایا ہے ضمران کی دادی اسے بچے نہ ہونے کا طعنہ دے رہی ہیں۔'' حسنیٰ کو شہریار سے ایسی بات کرنے پر حیاء آ رہی تھی۔

''تم نے اور نہیں پوچھا اس کے اور ضمران کے درمیان کیسے تعلقات ہیں۔''

'جی ٹھیک ہی ہیں۔ میں اور کیا گہرائی سے پوچھتی۔'' وہ چڑنے لگی تھی شہریار کی ایسی باز پرس پر۔

''ویسے تو بہت زبان چلتی ہے فضول کاموں میں۔'' وہ حسنیٰ کو سنانے میں ذرا لحاظ نہیں کرتا تھا

''دیکھیے آپ میرے شوق پر کوئی طنز نہیں کر سکتے۔'' وہ سمجھ گئی تھی شہریار کا اشارہ کس طرف ہے۔

''کیوں تم آرٹس کونسل ابھی تک جا رہی ہو۔''

''آپ بات کیا کر رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف نکال لیتے ہیں۔'' وہ چڑ گئی۔

''تمہارا دماغ تو میں ٹھیک کروں گا۔ بہت سر پر چڑھ گئی ہو۔''

''اونہہ......'' وہ ہنکارنے لگی۔

''سُنو ساری بات کا پتہ لگاؤ آخر ضمران کے ساتھ اس کی کیسی نبھ رہی ہے۔''

''ضمران آپ کا دوست ہے خود پوچھ لیں۔'' تپ کے جواب دیا۔

''اچھا نہیں لگتا بھانجی کا شوہر داماد ہوا کچھ لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔''

''ہاں اپنوں کے ساتھ لحاظ کریں۔ یہ رعایت میرے ساتھ نہیں ہوگی۔'' وہ بہت جل اور کلس رہی تھی۔

''بکواس نہیں کرو۔'' وہ چیخا۔

''آپ مجھ سے کبھی بھی ٹھیک لہجے میں بات کیوں نہیں کرتے ہیں۔'' وہ کچھ افسردہ ہوگئی۔

''جب موقع آئے گا تب بات کروں گا۔'' وہ ذومعنی ہوگیا۔

''مطلب......'' وہ سمجھی نہیں۔

''مطلب تو میں سمجھایا نہیں کرتا عمل کر کے بتاتا ہوں۔'' وہ ہنسا۔

''چند دن ہیں عیش کر لو پھر تمہیں اندازہ ہوگا تم کس کے چنگل میں آئی ہو۔'' شہریار کو اپنی پچھلی تضحیک کب بھولتی تھی۔ اس نے تو کہہ کر اس کا رشتہ ریجیکٹ کیا تھا۔ وہ کینیڈا سے آیا تو نسرین کو لالچ ہوگیا۔ وہ اپنی ماں اور نسرین کی لالچ کو خوب سمجھتا تھا۔

''ایک کام کہا تھا وہ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا۔''

''خود کر لیں مجھے کیوں تنگ کیا اتنی گہری نیند سو رہی تھی اُٹھا دیا۔'' وہ اپنی نیند خراب ہونے پر پہلے ہی غصہ تھی رات کے دو بجے شہریار نے کال کر لی تھی' آج ہی وہ آف کرنا بھول گئی تھی۔

''میں ہی کروں گا کیونکہ تم ہو ہی نکمی۔''

''جتنا دل چاہے میری بے عزتی کریں مگر یاد رکھیے یہ آپ کو مہنگی پڑے گی۔'' وہ بھی بھنا گئی۔
''اچھا دیکھتے ہیں حسنیٰ بیگم۔'' وہ تمسخر ہی اُڑانے لگا۔
''ایک بات یاد رکھنا آئندہ آنے والی زندگی میں مجھ سے توقع نہیں رکھنا میں تمہارا خیال کروں گا۔''
''آئندہ کیا آپ اب کونسا رکھتے ہیں۔'' وہ ترکی بہ ترکی بولی۔
شہریار شاید اسے زچ کر کے دلی تسکین حاصل کرتا تھا' حسنیٰ کو شہریار سے چڑ ہونے لگی تھی۔ ایک تو گھر کے کاموں کی وجہ سے اسے آرام کا موقع نہیں ملتا تھا رات شہریار کی کالز۔
''اچھا مجھے سونے دیں۔''
''اوکے۔'' یہ کہہ کر شہریار نے کال کاٹ دی۔
''پتہ نہیں بعد میں میرے ساتھ کیا کریں گے۔'' اس کی نیند اُڑ گئی تھی۔ اس کا بھی دل چاہتا تھا کہ شہریار اس سے پیار بھری باتیں کرے مگر وہ تو ہر وقت چراغ پا ہی رہتا تھا۔ حسین بیگم کو بھی وہ جانتی تھی کیسی ہیں۔ سکھ سے وہ اسے بھی نہیں رہنے دیں گی۔
''کاش میری شادی اس شخص سے نہیں ہوتی۔'' وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ اگر شادی نہیں ہوتی تو مما کبھی اس کی شادی کرنے کا نام نہیں لیتیں ابھی بھی وہ کونسا خوش تھیں۔
دوبارہ کال آ گئی وہ روہانسی ہو کے رہ گئی۔
''آخر آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''
''تم اتنی حسین نہیں ہو۔'' وہ بولا۔
''خیر حسین تو ہوں گوری چٹی ہوں۔'' وہ کچھ اترا کے بولی۔
''مگر گوری چٹی کے ساتھ ساتھ چوڑی بھی تو ہو۔ خاندان بھر میں تم سے کوئی کرتا کب شادی۔ میرا احسان مانو جو تم سے شادی کر رہا ہوں۔'' اس نے حسنیٰ کی خوش فہمی نکالی۔
اور وہ کلس کے رہ گئی۔
''آپ انتہا سے زیادہ بے حس ہیں۔''
''بالکل ٹھیک کہا۔ بے حس ہی تو ہوں جو تم سے شادی کر رہا ہوں۔'' اس نے ذو معنیٰ لہجے میں گہری بات کی۔
''اچھا سُنو حباب سے رابطے میں رہا کرو جو بھی بات ہوا کرے مجھے بتایا کرو۔''
''اچھا جو حکم۔'' وہ بدمزہ تو پہلے ہی ہو گئی تھی۔
''گڈ۔'' وہ ہنسا۔
''یہ بتاؤ تم کچھ کم بھی ہوئیں یا اسی طرح بوری کی طرح ہو۔''
''شٹ اپ۔'' سلگ کے رہ گئی۔
'آخر یہ انسان کیوں ایسی باتیں کرتا ہے اتنی تو دُبلی ہو گئی ہوں کیوں اسے یقین نہیں آتا۔' وہ مغموم سی ہو گئی۔
'کون سا دن ہو گا جب تم مجھ سے پیار محبت کی باتیں کرو گے ضمران کیسے حباب کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا' مجھے تو رشک آ رہا تھا۔' وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''کاش شہریار آپ کو میرا احساس ہو جائے میری اتنی بھی تضحیک نہیں کریں۔' وہ بیڈ سے ٹیک لگا کے بیٹھ گئی تھی اور شہریار کو ہی سوچے جا رہی تھی شادی میں صرف دو ماہ تھے اسے ایسا لگ رہا تھا دن پر لگا کر اُڑ رہے ہوں۔ ادھر نسرین فراج کی بھی ساتھ ساتھ شادی کی تیاری کر رہی تھیں۔ حسنٰی کی تو حالت خراب تھی کیونکہ گھر کے کاموں کی ذمہ داری بھی بڑھ گئی تھی پر رات کو چیزوں کی پیکنگ بھی کرنی پڑتی تھی۔

❖❖---○---❖❖

ضمران اسے ناراضی سے دیکھ رہا تھا اور حباب اسے نوٹ بھی کر رہی تھی۔

''امی! آپ نے بہت دنوں سے پلاؤ نہیں بنایا۔'' ضمران کافی دیر سے سو کر اٹھا تھا۔ اتوار کے دن چاروں بھائی عموماً دیر سے ہی اٹھتے تھے۔ حباب اور رضوانہ تو جلدی اٹھ جاتی تھیں۔ وہ ناشتہ وغیرہ کر کے اپنے کاموں میں لگ جاتی تھیں۔

''ناشتہ ہوا نہیں انہیں پلاؤ یاد آ گیا۔'' وہ مسکرا کے ضمران کے چہرے کو دیکھنے لگیں جو اخبار لے کر لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا تھا۔

''امی ان تینوں کو بھی اٹھا دیں ساتھ ہی ناشتہ کر لیں گے۔'' حباب کو بار بار ناشتہ بنانے میں کافی ٹائم لگتا تھا اور پھر دوپہر کے کھانے میں دیر ہو جاتی تھی۔

''یہ لوگ کبھی نہیں اٹھیں گے۔'' رضوانہ جانتی تھیں۔ گیارہ بارہ بجے سے پہلے تو مزمل اور طٰہٰ تو بالکل بھی نہیں اٹھیں گے۔

''امی! آپ کی بہو اب کام سے بچنے لگی ہیں۔'' ضمران نے اخبار پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ میں پھر دوپہر کے لیے پلاؤ بنانے کا انتظام کر لوں گی۔'' اس نے وضاحت دینے کے ساتھ ہی جتایا بھی۔

''ایسی نہیں ہے میری بہو، دوپہر تک تم لوگوں کا ناشتہ چلتا ہے۔'' انہیں ضمران کی بات پسند نہیں آئی۔

''حباب تم ان کے لیے ناشتہ بناؤ میں دیکھتی ہوں ان تینوں کو۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کے کہا اور خود ان تینوں کو اٹھانے چلی گئیں۔

''آپ آخر مجھ سے ایسا سلوک کیوں کر رہے ہیں۔'' حباب کو غصہ آنے لگا تھا۔

''یہ آپ مجھ سے کہہ رہی ہیں؟ میں آپ کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہوں......! میں......! میں؟'' اس نے اخبار کو سمیٹ کر زور سے صوفے پر رکھا۔ حباب سہم کر پیچھے ہو گئی۔

''تماشہ تو آپ نے میرا بنا کے رکھا ہوا ہے۔ سیدھا سا انسان تمہیں مل گیا ہے ناشکری بنی ہوئی ہو۔'' وہ تو بہت ہی غصے میں تھا۔ حباب نے کسمسا کے اطراف میں دیکھا۔ اگر رضوانہ آ گئیں یا کوئی بھائی تو کتنی شرمندگی ہو گی۔

''آہستہ تو بولیے۔''

''بڑی فکر ہے کوئی سُن نہ لے ارے سُن لے۔'' وہ تو جیسے کچھ سُن ہی نہیں رہا تھا۔

''آ جائے شہریار میں اس سے بھی بات کرتا ہوں تم نے بہت ڈرامے کر لیے۔'' حباب تو ٹپٹا کے گھبرا کے

جلدی سے اٹھ گئی۔

ضمران نے کچھ مسکرا کے لب بھینچ لیے۔اس نے اندازہ کرلیا کہ حباب اس سے ڈر گئی ہے۔

''اُف اگر امی سُن لیتیں تو کتنی شرمندگی ہوتی اور آج یہ کس لہجے میں بات کرر ہے تھے۔کتنا غصہ بھی ہور ہے تھے۔'' وہ خود سے ہمکلام صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں ضمران بھی کمرے میں آ گیا۔وہ پُر اعتماد انداز میں بیٹھی رہی تھی۔

''کب تک آپ نے میرے ساتھ یہی رویہ رکھنا ہے؟'' وہ اس کے قریب ہی بیٹھا۔

حباب گھبرا کے اٹھنے لگی ضمران نے ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھالیا۔

''چھوڑیئے میرا ہاتھ۔'' وہ غصہ اور ناراضی دکھانے لگی۔

''انداز تو بڑے پُر اعتماد ہوتے ہیں مگر ڈر کیوں رہی ہو۔'' اس کی آنکھوں میں کچھ شوخی اور شرارتیں لگ رہی تھیں۔

حباب نے اس کے وجیہہ چہرے کو غور سے دیکھا۔نگاہوں کے تصادم پر ضمران کے لب مسکرانے لگے۔

''زبردستی میری سرشت میں شامل نہیں ہے مگر تمہاری غلط فہمیوں کا میں کیا کروں جو تم نے پال رکھی ہیں۔ مجھے آج کچھ زیادہ ہی غصہ آ گیا۔''

''آپ مردوں کی یہی نفسیات ہے۔جب بات نہیں بنتی تو اپنے رتبے اور مردانگی کا زعم چڑھ جاتا ہے۔'' وہ دانت پیس کے طنز کرنے لگی۔

''اگر ایسی بات ہوتی تو تم اور میں فاصلوں پر نہیں سور ہے ہوتے۔'' وہ معنیٰ خیزی سے گویا ہوا۔

''اینی ویز تم جو کرنا چاہو وہ کرو اور مجھے جو کرنا ہے وہ میں کروں گا۔'' اس نے حباب کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر خود سے قریب کیا۔

''کیا شکایت کریں گے؟'' وہ چھڑانے لگی۔

''تمہیں بتا کے نہیں کروں گا۔'' وہ پھر مسکرایا حباب کو غصہ آنے لگا اور ہاتھ چھڑا کے باہر نکل گئی۔ضمران نے قہقہہ لگایا تھا۔

❖❖---○---❖❖

وہ بہت الجھا ہوا تھا کام زیادہ بڑھ گیا تھا۔ابھی تک کسی بھی ایسی ایمپلائیر کا انتظام نہیں ہوسکا تھا جو خوشنما کی طرح ذمہ داری اٹھا سکے۔خوشنما ہر کام بہت سمجھداری سے کرر ہی تھی۔اسے زیادہ سمجھانا بھی نہیں پڑتا تھا۔ساری ڈیلنگ خود کرتی تھی اور ہیثم کو بس برنس دیکھنا ہوتا تھا۔کیسا چل رہا ہے۔

خوشنما کی نگاہیں اسے کب سے جانچ رہی تھیں وہ کچھ پریشان بھی ہے۔

''یار! اشعر کسی ایمپلائر کا بندوبست کرو بہت پرابلم ہور ہی ہے۔'' وہ سیل پر اشعر سے بات کرنے لگا۔خوشنما سمجھ گئی اس کی سیٹ پر ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے جس کی وجہ سے ہیثم بہت الجھا ہوا ہے اور وہ اس سے کچھ پوچھے یہ تو وہ چاہتی نہیں تھی۔ہیثم کو ہر طرح سے ٹارچر کر کے اپنے دل کی تسکین چاہتی تھی۔

''ہاں یار! کوئی نہیں ملی خوشنما کی جگہ پر۔''

''نہیں میں اسے لانا نہیں چاہتا۔'' وہ بہت دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا مگر خوشنما کے کان اس کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔

''نہیں یار! نانا جان شاید نہیں مانیں۔''

''اچھا اچھا اب تم ان باتوں کو چھوڑو کسی ایمپلائر کا بندوبست کرو سیلری ٹھیک ٹھاک دوں گا۔'' اس نے ساتھ یہ بھی کہا۔

''اوکے۔'' یہ کہہ کر سیل آف کر دیا۔

❖❖---O---❖❖
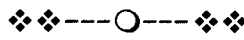
وہ کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھی جو وہ مرتضیٰ علی کی لائبریری سے لائی تھی وہ پڑھنے میں مصروف تھی یا ظاہر کر رہی تھی۔

''اگر اعتراض نہ ہو تو ایک دو دن آفس چل سکتی ہو؟'' ہیثم نے بہت سوچ سمجھ کے فیصلہ کیا تھا۔

''کیوں؟'' وہ صوفے پر دونوں پاؤں سمیٹے بیٹھی تھی۔ نگاہ بدستور کتاب پر تھی۔

''کچھ اپروول ہیں تم جانتی ہو وہ چیک کر کے آگے کام چلوا دو کیونکہ مہروز انٹرنیشنل کے ٹیک ابھی تک ریڈی نہیں ہوئے ہیں۔'' وہ بہت پریشان بھی تھا۔

''پچاس لاکھ کا آرڈر ہے میں کینسل نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ بہت نقصان ہوگا۔''

''اپنے نقصان کی کتنی پرواہ ہے۔'' ساتھ ہی طنز میں بجھا تیر پھینکا۔

ہیثم نے نگاہ اٹھا کے پنک کپڑوں میں اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

''تم مجھ پر جتنے طنز کرنا چاہتی ہو کر لو میں برا نہیں مانوں گا کیونکہ میں انجانے میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں اس لیے تمہارا ہر نخرہ میں اپنی سر آنکھوں پر رکھوں گا۔'' ہیثم نے ایسے مضبوط اور دلفریب لہجے میں کہا کہ وہ جھینپ کر رہ گئی مگر نگاہ ابھی بھی نہیں اٹھائی۔

''مجھے یہ بتاؤ چلو گی یا نہیں؟''

''آپ کے آفس والے کیا کہیں گے۔'' اس نے پھر طنز کیا۔

''آفس والے کون ہوتے ہیں اور آفس میرا ہے اور تم میری بیوی ہو۔ میں کسی کی پروا نہیں کرتا۔''

''یہ تو مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا آپ کبھی کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔''

''پلیز خوشی ابھی میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ تم نہیں جانا چاہتی تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔'' اس نے لیپ ٹاپ سمیٹا اور اپنے بیگ میں رکھا۔

''مجھے کچھ دنوں کے لیے گھر جانا ہے۔''

''کیوں؟'' وہ جاتے جاتے رکا اور لہجہ استفہامیہ تھا۔

''کیوں کا کیا مطلب ہے؟ میں اپنے ماں باپ سے ملنے جا سکتی ہوں۔'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''ہاں جاسکتی ہو مگر ابھی نہیں میں بہت بزی ہوں۔''

''آپ کے بزی ہونے سے میرا کوئی مطلب نہیں میں خود جاسکتی ہوں۔'' وہ اس کے بولنے پر تنک گئی۔

''مگر تم میرے ساتھ جاؤ گی جب تک میرا کام نہیں کرو گی میں جانے بھی نہیں دوں گا۔'' وہ معنی خیز انداز میں گویا ہوا۔

''کیسا کام؟'' وہ انجان بنی۔

''آفس کا کام۔''

''یہ آپ کی خود غرضی ہوئی جو کام کے لیے اپنی بیوی کو استعمال کریں گے۔'' وہ بھنا گئی۔

''تم بیوی ہو میں اپنے ہر کام کے لیے تمہیں استعمال کروں گا۔تم خود بھی مجھے نہیں روک سکتی ہو۔''

''آپ نے مجھے خریدا نہیں ہے۔'' وہ چڑ گئی۔

''خیر یہ لڑائی رات کے لیے رکھو میں ابھی کام سے جارہا ہوں۔ آج ویسے بھی سنڈے ہے میں آرہا ہوں ابھی۔'' وہ گہری نگاہوں سے دیکھتا ہوا جانے لگا۔

خوشنما کی پیشانی تو عرق آلود ہوگئی تھی۔ ہیثم کی شوخیاں تو بڑھتی جارہی تھیں۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا اگر کسی دن ہیثم نے زبردستی کرلی تو وہ تو کچھ بھی نہیں کرسکے گی۔ وہ ویسے بھی بہت فاصلوں پر رہ کر بات کرتی تھی۔

❖❖---O---❖❖

شہریار نے اچانک ہی آنے کی کال کردی تھی۔ حسین بیگم تو جیسے ہول گئی تھیں۔ وہ تو آرام سے بیٹھی ہوئی تھیں کوئی بھی خاص تیاری نہیں کی تھی۔شہریار جبکہ شادی کی تیاری کی وجہ سے خاصی کثیر رقم بھی بھیج رہا تھا اور وہ شہریار کی عادت تو جانتی ہی تھیں۔ وہ انہیں بولنے سے نہیں چھوڑے گا۔

''نازیہ!ایسا کرو تم اور بینا جاکر حسنٰی کے چند سوٹ لے آؤ۔''

''اماں! اتنی جلدی میں تو پوری تیاری بھی نہیں ہوگی آپ پہلے سے شروع کردیتیں۔'' نازیہ سبزی کاٹنے میں مصروف تھی ان سے گویا ہوئی۔

''ہاں تم بھی سنالو ایک تم ہی تو باقی تھیں۔'' وہ گویا خفگی اور ناراضی دکھا کے برا مان گئیں۔

''میں تو ایک بات کہہ رہی ہوں۔'' وہ جیسے ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوئی تھی۔

''اگر آپ کہیں تو بینا کو بلالیتے ہیں اور ہاں حسنٰی کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔''

''ہاں اسے ساتھ لے جاؤ تو اچھا ہے ورنہ وہ شہریار بعد میں ہمیں سنائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔'' حسین بیگم اپنے بیٹے کی عادت سے اچھی طرح واقف تھیں۔

نازیہ نے جلدی جلدی دوپہر کا کھانا اور رات کا ساتھ ہی بنادیا کیونکہ شاپنگ سے واپسی پر ہمت نہیں ہوتی۔ بینا کو بھی کال کرکے بلالیا تھا اور ارومہ کو بھی مجبوراً یہاں آنا پڑا تھا۔

بینا اور نازیہ، نسرین بیگم کے گھر چلی آئی تھیں۔ حسنٰی ان کی اچانک آمد سے سخت ناگواریت محسوس کرنے لگی۔ وہ رات کافی نیٹ پر بیٹھی رہی تھی اس لیے ابھی تک دن چڑھے تک سورہی تھی۔ آرٹس کونسل بھی شہریار کے کہنے پر

چھوڑا تھا۔
''بھابی! کیا ہم ایک دو دن بعد نہیں جا سکتے؟'' فان کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں اس کی سرخ و سپید رنگت بالکل ہی ہم رنگ ہو رہی تھی۔
''شہریار اسی مہینے کے آخر میں آ رہا ہے۔ ساری تیاریاں جلدی ہی کرنی ہیں۔'' بینا نے اس کی حجت پر کہا۔
رات ہی تو شہریار نے اسے بھی بتایا تھا وہ آ رہا ہے۔ اس کی رات سے فکر میں جان ہلکان ہو رہی تھی۔
''چلی جاؤ زیادہ نخرے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' نسرین نے ڈپٹ کر کہا۔
وہ کسمسا کے منہ بنانے لگی۔ بینا نے اور نازیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تیار ہونے لگی تھی۔ اسے غصہ تو بہت آ رہا تھا۔ اس نے جھٹ فون اٹھایا اور شہریار کو مس کال دی وہ جواب میں خود کرتا تھا۔
''آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی اتنی جلدی آنے کی اور شاپنگ پر میرا جانا ضروری ہے کیا؟''
''مجھے تو آنا ہی ہے اور شاپنگ تمہاری مرضی سے کر رہی ہیں میری ماں بہن جبکہ تمہاری پسند ایسی بے کار ہے۔'' وہ سلگانے سے باز نہیں آتا تھا۔
''آخر آپ مجھ پر یہ احسان کر کیوں رہے ہیں شادی کر کے۔'' حسنیٰ کو ایسی کھلی اہانت پر رونا ہی آ جاتا تھا وہ اس کے روز کے طعنوں سے تنگ آ گئی تھی۔
''میں احسان دوسرے لڑکے پر کر رہا ہوں اگر تم کسی لڑکے کے پلے بندھتی تو وہ ساری زندگی سر پکڑ کر روتا۔''
''آپ انتہائی بے حس انسان ہیں۔ آپ کے علاوہ میری کسی دوسرے لڑکے سے شادی ہو جاتی تو وہ میری قدر کرتا۔''
''ہاں اتنا وزن دیکھ کر قدر ہی تو کرتا۔'' پھر طنز کیا۔
''آخر کیوں میرے وزن کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔ شہریار پتہ نہیں کب اس کی تذلیل کرنا چھوڑے گا۔
''شہریار صاحب! ایک بات یاد رکھیے گا۔ کسی کی جب حد سے زیادہ تذلیل کر دی جاتی ہے بعد میں پھر سامنے والے کو پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''
''ہاہاہا ٹھیک کہا اور میں تم سے شادی کر کے پچھتا بھی سکتا ہوں مگر یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں بعد میں بھی پچھتاؤں گا نہیں کیونکہ یہ فیصلہ میرا خود کا ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ جتا جتا کے بول رہا تھا۔
''آپ سے بات کرنا ہی فضول ہے۔'' وہ کھسیا کے چڑ گئی۔
''پھر کیوں کرتی ہو نہیں کیا کرو؟'' وہ پھر بولا۔
''میں جا رہی ہوں۔''
''جاؤ جاؤ اور ہاں ذرا ڈھنگ کے کپڑے خریدنا۔''
''اونہہ۔'' وہ ہنکار کر کال کاٹ گئی۔
''پتہ نہیں کیسا انسان ہے جو مجھے خوش بھی نہیں رکھنا چاہتا اور چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔'' حسنیٰ کا دل شہریار کی

طرف سے بدگمان ہوتا جا رہا تھا۔ بے دلی سے تیار ہو کر نیچے آ گئی۔ شاپنگ پر جانے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ نازیہ اور بینا اس کی خاموشی تفتیشی نگاہوں سے نوٹ کر رہی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

اس دن وہ دوپہر کی روٹیاں بنا رہی تھی۔ حالانکہ شاہدہ نے کہا بھی رہنے دو بازار سے منگوالی جائیں گی۔ خوشنما نے خود کہا کہ کافی دن اسے یہاں آئے ہوئے ہو گئے تھے ابھی تک اس نے کوئی کام نہیں کیا تھا اور پھر اسے نہ جانے کیوں اس گھر میں اپنائیت بھی نہیں لگتی تھی۔ کچھ اس وجہ سے یہ ہیثم کا ننھیال تھا۔

''شاہدہ مامی! میں نے روٹی بنا دی ہے۔''

''بھابی کل سے میں بنا دوں گی۔'' جوہم نے جھٹ کہا۔

''تمہیں ضرورت نہیں ہے سب اپنی اپنی روٹیاں بنائیں گے۔'' نزہت مامی بولیں۔

''بھابی! ویسے بھی ہیثم نے اپنا کھانا پینا الگ کر لیا ہے۔ خوشنما نے الگ کھانا بنایا ہے۔'' شاہدہ نے گویا انہیں جتانے کے ساتھ احساس بھی دلایا۔

نزہت تو لاجواب ہی ہو گئیں۔ کیونکہ خوشنما کے سامنے انہیں شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی۔

''شاہدہ مامی! میں رات کا کھانا جلدی بنا لوں گی۔ خواہ مخواہ آپ لوگوں کو میری وجہ سے تکلیف ہو گی۔''

''ارے یہ اس گھر میں ہو کیا رہا ہے۔ سب الگ کھانا کیوں بنا رہے ہیں۔'' جوہم کو یہ بالکل اچھا نہیں لگا۔

''تم بڑوں کے معاملے میں بولنے کی کوشش مت کرو۔''

''کیوں امی! میں کیوں نہ بولوں؟ دادا جان کو یہ بالکل پسند نہیں ہے پھر یہ الگ الگ کیوں بن رہا ہے۔'' وہ تو جیسے بپھر ہی گئی۔

''جوہم کھانا اور کوئی الگ نہیں بنا رہا صرف ہیثم کا الگ بنے گا۔'' شاہدہ نے وضاحت دی۔

''مگر چاچی! یہ تو غلط بات ہے۔ ہیثم بھائی کی ایسی کیا غلطی ہے جو ایسا ہو رہا ہے۔'' خوشنما کو نزہت کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سخت گراں گزر رہے تھے۔

''جوہم بیٹا! تم ان معاملوں میں نہیں پڑو جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔'' شاہدہ نے اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے بات کو ختم کیا۔

''تم تو ہو ہی بے وقوف کچھ پتہ ہی نہیں گھر میں کیا ہو گیا ہے۔'' لہجہ ان کا طنزیہ اور معنیٰ خیز تھا۔

خوشنما ان کا ایسا گہرا طنز سمجھ گئی تھی۔ وہ نزہت مامی کے منہ لگ کے کوئی بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر اسے غصہ تو آ رہا تھا۔

''امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟''

''مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میرا تو کسی کو کوئی خیال ہی نہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئیں۔

''کیا بات ہے کھانا بن گیا یا نہیں؟'' ہیثم نے نزہت کی آواز سنی تو کچن میں چلا آیا۔ شاہدہ تو گھبرا گئیں جبکہ خوشنما چونک گئی اور نزہت ایک لمحے کو خاموش ہوئیں۔

''ہیثم بھائی! آپ نے اپنا کھانا پینا الگ کیوں کرلیا؟'' جوہم ڈائریکٹ اس سے سوال جواب کرنے لگی۔
''اس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ کسی پر ناگوار گزرے میرا اور میری بیوی کا کھانا بنانا۔ بس چند دن کی بات اور ہے میں اپنے فلیٹ میں شفٹ ہونے والا ہوں۔'' اس نے جتایا۔
''جی یعنی آپ جا رہے ہیں مگر کیوں؟'' نزہت کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ کیونکہ ہیثم کے فرنشڈ فلیٹ کو سب نے ہی دیکھا تھا۔ خوشنما سے انہیں حسد اور جلن ہو رہی تھی۔ کاش اس کی جگہ پر جوہم ہوتی۔
''اس لیے کہ میرا چلے جانا ہی بہتر ہے۔'' خوشنما کو یہ بالکل گوارا نہیں تھا کہ وہ حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے یہاں سے فرار ہو اور وہ الگ گھر میں رہے گی کیسے۔
نزہت وہاں سے چلی گئیں۔ وہ اور بہت کچھ خوشنما کو سنانا چاہتی تھیں مگر ہیثم کی وجہ سے چپ ہوگئی تھیں۔
''ہیثم بھائی! آپ امی سے ناراض ہیں؟''
''میں کسی سے بھی ناراض نہیں ہوں۔ البتہ میری قسمت مجھ سے ناراض ہے۔ پہلے ماں باپ چلے گئے اور اب یہ رشتے دار بھی اپنے نہیں رہے۔'' لہجے میں افسردگی تھی۔
شاہدہ نے ہیثم کے بازو پر ہاتھ رکھا۔
''ہیثم! ایسی بات نہیں کرو ہم سب تمہارے ہیں۔''
''مامی! مجھے بھی یہ بات کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے مگر کیا کروں۔'' وہ بھی مڑ گیا۔
خوشنما نے گہری نگاہوں سے ہیثم کو جانچا تھا۔
''ہیثم بھائی تو فاران سے بھی بات نہیں کرتے ہیں۔ دونوں میں کتنی دوستی تھی۔'' جوہم کو اپنی امی پر غصہ تھا کیونکہ ان کی وجہ سے ہی گھر میں تناؤ آ گیا تھا۔
ہیثم بچپن سے ہی حساس تھا۔ ماں باپ کا سایہ جو جلدی سر سے اٹھ گیا تھا۔

❖❖---○---❖❖

حباب کچھ دنوں کے لیے گھر جانا چاہ رہی تھی مگر راشدہ پھوپھو کی بے وقت آمد کی وجہ سے اسے رکنا پڑا۔ نوشین نے جیسے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ ان دونوں کی زندگی میں شک بوتی رہے گی۔
''تم ایسا کرو جانا چاہو تو چلی جاؤ۔'' رضوانہ نے اس کی تیاری دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ رات ہی ان سے جانے کا کہہ چکی تھی اور پھر شہریار کی شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔
''ابھی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' ضمران نے کچھ سوچ کر ہی کہا تھا۔
''ارے جانے دو۔'' رضوانہ اس لیے بھی بھیجنا چاہ رہی تھیں کہ نوشین کی حرکتوں سے حباب کا دل جلنے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔
''امی! جب تک پھوپھو یہاں ہیں میں نہیں چاہتا کہ حباب جائے کیونکہ آپ سب جانتی ہیں۔'' اس نے آہستگی سے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔ اس وقت راشدہ لاؤنج میں کاؤچ پر لیٹی سو رہی تھیں اور ان کی تینوں بیٹیاں انڈین ڈراموں میں لگی ہوئی تھیں۔

''ہوں کہہ تو ٹھیک رہے ہو۔''

''ارے کھانا نہیں پکا۔'' راشدہ کی شاید بھوک کی وجہ سے آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ ان کے کمرے میں چلی آئیں تھیں۔

''کھانا تو تیار ہے وہ مزمل آجائے میں روٹیاں منگواؤں گی۔''

''لو ایسا بھی کیا کہ تم روٹیاں باہر سے منگواؤ۔ ارے میری نوشین سے کہا ہوتا وہ جھٹ پٹ روٹی بنالیتی۔ وہ زیادہ روٹیاں بنانے سے ذرا نہیں گھبراتی۔'' وہ نوشین کی تعریف کے ساتھ گویا حباب پر طنز کر گئیں۔ جیسے وہ پکانے سے بچتی ہو۔

''حباب تو پکا رہی تھی میں نے ہی منع کیا تھا۔ قورمہ بنا ہے تندور کی روٹی سے کھانے میں مزہ آئے گا۔'' ضمران نے جواب دیا۔

راشدہ لب بھینچ کے ان دونوں کو دیکھتی رہ گئیں۔ کیسے ضمران نے بیوی کا بچاؤ کیا تھا۔

''راشدہ میں ویسے بھی روٹی زیادہ تر باہر سے ہی منگواتی ہوں۔''

''لو بازار کی روز روز کھا کے پیٹ خراب نہیں ہوتا۔'' انہوں نے تعجب سے کہنے کے بعد گویا نکتہ اعتراض اٹھایا۔ راشدہ کو کچھ جلن بھی ہوئی رضوانہ اپنی بہو کا کتنا خیال کرتی تھیں۔ کاش اس کی جگہ ان کی نوشین ہوتی۔

''امی! پھوپھو ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ روز روز کھاتے پیٹ ہی خراب ہو جائے گا۔ ایسا کریں نوشین پکالیتی ہے روٹیاں۔'' ضمران کے دماغ میں جھٹ آیا کیونکہ راشدہ ہر بات میں نوشین کا ذکر لے آتیں تھیں۔ فدا انہیں بھی پتہ چلے زیادہ پُراعتمادی بھی گلے پڑسکتی ہے۔

''ہاں ہاں میں نوشین کو کہتی ہوں وہ پکالے گی۔'' راشدہ فوراً ہی تعمیل کے لیے کھڑی ہوئیں۔

رضوانہ ابھی کچھ بولنے ہی والی تھیں۔ ضمران نے انہیں اشارے سے چپ کرادیا۔

''میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ بھی ان کے پیچھے چل دیا۔

''امی کیا ہوگیا ہے میں اتنی ڈھیر روٹیاں بناؤں گی بالکل نہیں۔ کل ہی میں نے فیشل وغیرہ کروایا ہے۔'' نوشین تو غصے سے منمنانے لگی۔ ضمران لاؤنج کے باہر ہی رُک گیا۔

''ارے تو کیا ہے پھر کروالینا ضمران نے کہا ہے۔'' وہ کسی بھی طرح نوشین کو یہاں فٹ کرنا چاہتی تھیں۔

''امی! اتنا بھی آگے آگے نہیں بولا کریں۔'' وہ تو غصہ کیے جا رہی تھی۔

''ارے اچھا ہے ناں حباب کی پوزیشن خراب ہو میں چاہتی ہوں ضمران تیرے ہی کام کے گُن گائے۔'' ضمران کے لب مسکرا رہے تھے۔ کتنا فرق تھا حباب اور نوشین میں۔ حباب اپنی پروا کب کرتی تھی۔ وہ اپنا کام خود کرتی تھی۔ رضوانہ کو تو اس نے منع کیا ہوا تھا مگر پھر بھی صبح کے ناشتے کی ذمے داری اس نے خود لی ہوئی تھی۔

''امی! ضمران تو بہت تیز ہے وہ مجھ پر توجہ نہیں دیتا ہے۔'' اسے حباب سے رقابت ہوتی تھی۔

''آگے بڑھ بڑھ کے اس کے کام کیا کر توجہ نہیں دیتا ابھی بھی تو دیکھ تیرا ہی نام لیا کہ نوشین روٹیاں پکالے گی۔''

''امی! ضمران بہت تیز' میسنا اور گھنا ہے وہ اپنی بیوی کو بچا گیا ہے۔'' نوشین کو اپنی ماں کی ناسمجھی پر افسوس ہوا۔

''ارے ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔'' وہ رخسار پر انگلی رکھ کر سوچ میں ڈوب گئیں۔

''کچھ بھی ہے ابھی تو روٹیاں پکا لو ورنہ ضمران تجھے ہی کام چور سمجھے گا۔'' اس وقت انہیں اپنی ناک کی پڑی تھی۔نوشین جلتی کلستی روٹی بنانے کچن میں چلی آئی۔ وہاں حباب پہلے ہی سے موجود تھی۔ کیونکہ حسنی کی باتوں پر بھی اسے عمل کرنا تھا۔نوشین کو گھر میں اتنی آزادی نہ دے کہ وہ گھر کے ہر معاملے میں دخل دے اور ضمران کے آس پاس تو اسے بالکل پھٹکنے نہیں دے مرد کا کیا بھروسہ کب پھسل جائے۔

''وہ میں روٹیاں بنادوں؟'' وہ اسے دیکھ کر جھجک بھی گئی تھی۔

''ہاں ہاں بنادو اور یہ پیاز بھی کاٹ دینا اور ہاں یہ سلاد بھی پڑی ہے یہ بھی بنا دینا۔'' حباب نے تو گویا اسے کام پر ہی لگا دیا۔

''مجھ سے ضمران نے کہا تھا کہ تم روٹی بناؤ گی تو میں تم سے دوسرے کام کروالیتی ہوں۔'' حباب اسے زچ ہی کرنا چاہ رہی تھی۔

نوشین نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا لمبے لمبے ناخن پر کیوٹکس لگی ہوئی تھی اسے اپنے ہاتھ بھی تو پیارے تھے۔

''ارے تمہارے تو اتنے لمبے لمبے ناخن ہیں تم آٹا کیسے گوندلیتی ہو۔'' حباب نے برا سا منہ بنایا اور نوشین کی اس وقت رونے جیسی شکل ہو رہی تھی۔

''ہر کام مکروہ ہوتا ہے سوری میں نہیں کرواسکتی۔'' حباب نے چہرے پر سنجیدگی طاری کی ہوئی تھی۔

''تم میری ایسی بے عزتی نہیں کرسکتی ہو۔'' وہ تنک ہی گئی۔

''میں نے تو کوئی بے عزتی نہیں کی ہے۔'' حباب نے پیاز کے چھلکے اتارنے شروع کردیے۔ وہ تو نوشین کو جان بوجھ کے تنگ کرنے لگی تھی۔

''تم آخر اتنا اتراتی کیوں ہو؟''

''دیکھو نوشین تمہاری میری ایسی کوئی بے تکلفی نہیں ہے جو میں اِتراؤں، وہ بھی تمہارے سامنے۔ ضمران کی کزن ہو اور اس رشتے سے میری نند، میں صرف ضمران کی بہن کی نظر سے تمہیں دیکھتی ہوں۔''

''اونہہ۔'' وہ تو لاجواب ہو کے جلے پیر کی بلی کی طرح چلی گئی۔ ضمران فوراً سائیڈ پر ہوگیا اس نے یہاں کی گفتگو بھی سُن لی تھی۔

حباب نے ضمران کو دیکھا تو گڑبڑا گئی۔ شرمندہ الگ ہوگئی کیونکہ نوشین، ضمران کی کزن تھی اسے برا بھی لگ سکتا تھا کہ گھر آئے مہمان کی بے عزتی کی جبکہ اس نے بے عزتی نہیں کی تھی صرف نوشین کو اپنے رویے سے احساس دلایا تھا کہ وہ غلط کر رہی ہے۔

''اگر اسی طرح سب کا سامنا کرو اور مقابلہ کرو تو کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔'' وہ مسکرایا۔

''میں کوئی مقابلہ نہیں کر رہی تھی جو غلط ہے اسے سمجھا رہی تھی۔'' اسی اثناء میں گھر میں شور ہی ہوگیا۔نوشین نے رو رو کر یہ بتایا کہ حباب نے اس کی بے عزتی کی ہے اور راشدہ بھی شروع ہوگئی تھیں۔ وہ تو وہاں ضمران موجود تھا اس نے ساری گفتگو سُن لی تھی۔نوشین کی مبالغہ آرائی پر اسے غصہ بھی آرہا تھا۔

''نوشین! حباب نے صرف تمہارے ناخنوں کو کہا تھا اور یہ غلط بھی نہیں کہا۔ ناخن سے سارے کام مکروہ ہوتے ہیں۔'' وہ سمجھانے لگا۔

رضوانہ کو اسی ہنگامے کا ڈر تھا حباب نے نوشین کی مکاری پر افسوس کیا۔
''جب تمہیں ان باتوں کا ہی نہیں پتہ کہ لمبے ناخن ہوں گے تو پانی پینا مکروہ ہے اور باتوں کا کیا پتہ ہوگا۔'' ا
گہرا اور صاف معنی خیز طنز کر کے وہ گئی تھی۔ راشدہ اور نوشین کا منہ کھلا رہ گیا۔

❖❖---○---❖❖

جاوید احمد کی دوائیاں ختم ہوگئی تھیں اور اسے لینے بازار جانا تھا۔ خوشنما تھی تو کسی قسم کی پریشانی نہیں تھی مگر اب
سارے کام کا دھیان رمنا کو ہی رکھنا پڑتا تھا۔ ایمن اپنے کالج سے آنے کے بعد سوگئی تھی اور اسے اکیلے جانے کی
ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔
''چلو میں چلتی ہوں۔'' ثمینہ نے ہی کہا کیونکہ رمنا کبھی اکیلی باہر نہیں گئی تھی۔
''ایمن دروازہ بند کرلو۔'' رمنا نے اسے اُٹھایا۔ وہ دونوں نکل گئی تھیں۔ ہاسپٹل کے میڈیکل سے دوائی ملتی تھی
چھوٹے میڈیکل پر تو ملتی ہی نہیں تھی۔ واپسی پر وہ لوگ بازار بھی چلی گئی تھیں۔ کچھ ضرورت کی چیزیں لینی تھیں۔
''رمنا جلدی نکلو شام ہو رہی ہے۔ تمہارے ابو فکرمند ہو رہے ہوں گے۔'' وہ بس اسٹاپ پر کھڑی تھیں اور بس
کا انتظار کر رہی تھیں بس بھی جلدی ہی آ گئی۔ آدھے گھنٹے کے قریب وہ اپنے گھر کے قریب اسٹاپ پر اتر گئیں۔
سامنے ہی ہیشم اپنی گاڑی میں موجود تھا۔ وہ اسے دیکھ کر چونک گئیں۔
''السلام علیکم۔'' اس نے بڑے مودب انداز میں خوش باش لہجے میں سلام کیا۔
''ارے آپی آپ؟'' رمنا خوش ہوگئی۔ ایک ماہ بعد وہ گھر آئی تھی۔ خوشنما پنک کلر کے اسٹائلش سوٹ میں
لائٹ سے پنک میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی بلکہ اور زیادہ ہی پیاری ہوگئی تھی۔
''کہاں گئی تھیں؟''
''سچ آپی! آج آپ بہت یاد آ رہی تھیں۔ ابو کی دوائی ختم ہوگئی تھی امی کو لے کر گئی تھی۔'' وہ بتانے لگی۔ ہیشم
جاوید احمد کے پاس بیٹھا تھا۔
ثمینہ رات کے کھانے کے لیے چکن کا گوشت نکال کر پانی میں ڈال آئی تھیں۔ اتنے عرصے بعد اور بیٹی داماد
آئے تھے وہ اچھی طرح خاطر داری کرنا چاہتی تھیں۔
''یہ بتائیے ہیشم بھائی! آپ کے ساتھ خوش تو ہیں خیال تو کرتے ہیں آپ کا؟''
''وہ تمہارے سامنے ہیں دیکھ لو کتنا خوش ہیں۔'' خوشنما اپنی طرف سے کوئی بھی بات کہہ کر فکر میں مبتلا نہیں کرنا
چاہتی تھی اور یہ سچ تھا ہیشم اس کے ساتھ بہت خوش تھا اور وہ خود اس کے ساتھ کیا کر رہی تھی وہ جانتی تھی۔
''کھانا کھا کے جانا۔'' ثمینہ نے کہا۔
''جی۔'' وہ سر ہلا کر رہ گئی۔
''میں ابو کے پاس تو بیٹھ جاؤں وہ کیا سوچ رہے ہوں گے سلام کر کے چلی گئی۔'' خوشنما کو وقت گزرنے کا
احساس ہوا۔
''آنٹی! دوائیاں آپ مجھے بتا دیا کریں میں لا دیا کروں گا۔'' ہیشم نے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

''بیٹا وہ تو خوشنما لاتی تھی تو پتہ ہی نہیں چلتا تھا آج میں اور رمنا نکل گئے تھے۔ دوائیاں اور کچھ اور چیزیں بھی لائی تھیں وہ لینے گئے تھے۔'' ثمینہ نے بتایا۔
رمنا اس دوران چائے کے ساتھ کچھ لوازمات بھی لے آئی تھی۔ ہیثم کا خوش مزاج انداز اتنا اچھا لگ رہا تھا۔ خوشنما نے ایک نگاہ ہیثم پر ضرور ڈالی کتنا خوش اخلاق بھی ہو گیا تھا۔
''کیا بات ہے نظر لگاؤ گی۔'' اس نے تنہائی ملتے ہی اس کے کان میں سرگوشی کی۔
''اونہہ۔'' وہ ہنکار کے اٹھ گئی۔ جاوید احمد نماز کے لیے اٹھ گئے تھے۔ وہ دونوں کمرے میں اکیلے تھے۔
''پتہ نہیں کیوں آپ کا لہجہ بناوٹی لگ رہا ہے۔''
''یہ تمہاری سوچ ہے جبکہ میں واقعی خوش اخلاق تھا اور ہوں۔ یہ الگ بات ہے کچھ انجانے میں بے وقوفیاں کی ہیں۔'' وہ گویا ہوا۔
''اور بیٹا مرتضیٰ صاحب کیسے ہیں۔'' جاوید احمد فارغ ہو کے اندر آ گئے دونوں ہی سنبھل گئے۔
''نانا جان بالکل ٹھیک ہیں۔ آج کل کتابوں کے مطالعے میں مصروف ہیں۔'' اس نے بتایا۔
''اور آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے؟''
''زبردست اللہ کا شکر ہے بہت اچھا۔'' ہیثم نے مسکرا کر بتایا۔
خوشنما نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا اس کے ابو کے سامنے یہ بالکل نہیں کہنا۔ وہ میرے آفس میں جاب کرتی تھی۔
''ماشاءاللہ، اللہ اور ترقی دے۔'' انہوں نے دل سے دعا دی۔
نو بجے تک کھانا تیار ہو چکا تھا جلد ہی لگا بھی دیا۔ ہیثم اسے زبردستی لے کر نکلا تھا کیونکہ وہ اپنے امی ابو اور بہنوں سے نہیں ملی تھی اسے اس کا پورا احساس تھا۔
''بیٹا! آتے رہا کرو مجھے بہت خوشی ہوئی آپ خوشنما کو لے کر خود آئے۔'' جاوید احمد نے رخصت کرتے وقت ہیثم سے کہا وہ مسکرا کے سر ہلا کے رہ گیا۔
''انکل! آپ لوگ فکر نہ کریں میں آتا رہوں گا۔'' خوشنما نے بھی دکھاوے کا تبسم رکھا ہوا تھا ورنہ تو اسے ہیثم پر بہت غصہ آ رہا تھا۔
جاوید احمد اور ثمینہ مطمئن ہو گئے تھے ان دونوں کو دیکھ کر۔

❖❖---○---❖❖
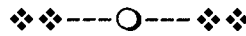
شہریار کو لگتا تھا زیادہ ہی جلدی تھی۔ وہ پاکستان آ گیا تھا۔ حسین بیگم تو بوکھلا گئیں تھیں۔ کیونکہ اس نے آتے ہی ان سے حساب کتاب کرنا شروع کر دیا تھا۔
''شہریار! سانس تو لے لو آتے ہی شروع ہو گئے۔'' بینا کو اس کی جرح بہت ناگوار گزری تھی۔ کیونکہ حسین بیگم خاموش بیٹھی تھیں۔
''ارے میں تو صرف پیسوں کا حساب کتاب پوچھ رہا ہوں۔'' شہریار انہیں وہاں سے پانچ لاکھ روپے بھیج چکا تھا۔ اس کے حساب سے تو تیاری ہو جانی چاہیے تھی مگر ابھی بھی باقی تھی۔

''لے لینا بعد میں بھی لے سکتے ہو۔''

''اماں! آپ بتائیں کمرے میں پردے کیوں نہیں لگائے۔''

''کیوں نسرین نہیں بھیجے گی پردے اور قالین سب وہی تو کرے گی۔'' حسین بیگم فوراً بدکی تھیں۔

''آپ نے ان سے کہہ دیا ہے۔'' شہریار کو ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی اس لیے وہ طنزیہ بولا۔

''بولنے کی کیا ضرورت ہے اسے سب خبر ہے اوپر کا پورشن اس کی بیٹی کا ہوگا اس حساب سے سب د

چاہیے۔

''اماں! آپ کو پتہ ہے کیا کہہ رہی ہیں۔''

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں اور زیادہ تمہیں عورتوں کے معاملات میں بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' انہوں نے ذرا تیز لہجے ڈپٹ کے کہا۔

''سُن رہی ہیں آپ بینا باجی اماں کیا کہہ رہی ہیں۔'' شہریار نے تیکھی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

''ارے بینا سے کیا بول رہے ہو میں جو کہہ رہی ہوں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں فقیروں والی حرکت کرنے کی میں کیا پردے قالین بھی نہیں لے سکتا۔''

''پیسہ بچاؤ تمہیں وہاں بھی ضرورت ہوگی۔'' وہ جھٹ بولیں۔

''ہاں جب ہی آپ اتنی موٹی سونے کی چین پہنے بیٹھی ہیں۔''

''بے غیرت ذرا تجھے شرم لحاظ نہیں؟ ماں کی چیزوں پر نظر رکھ رہا ہے۔''

''میں آپ کی چیزوں پر نظر نہیں رکھ رہا بولنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں نے پانچ لاکھ بھیجے تھے۔ آپ لوگوں کے پاس اتنے بھی نہیں تھے کہ پردے اور قالین بھی لے لیتیں۔'' شہریار کی کوئی بات ایسی ناجائز نہ تھی کہ جس سے نکتہ اعتراض نہ اٹھایا جائے۔

''شہریار ابھی تیری بیوی آئی نہیں ہے اور اس کی فکر پہلے سے ہونے لگی ہے کہ اس کی تیاری ہوئی یا نہیں۔ حسین بیگم سے برداشت نہ ہوسکا تو وہ پھٹ پڑیں۔

''میں تو صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ کیسے خرچ کر رہی ہیں۔'' وہ بھی پیچھے نہیں ہٹا۔

''شہریار اس وقت ان باتوں کو چھوڑو اور کھانا کھالو۔'' نازیہ نے ان سب کا دھیان ہٹانے کے لیے کہا۔

''ہاں بھئی مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' بینا، حسین بیگم کے بیڈ سے اتریں۔

''یہ ارومہ کہاں ہے؟'' شہریار نے پوچھا۔

''اندر بچوں کے ساتھ ہے۔'' نازیہ نے بتایا۔

''بینا باجی! آج حباب کے گھر چلتے ہیں۔'' شہریار نے کہا۔

''میں بھی چلوں گی۔'' ارومہ بھی ڈائننگ روم میں آگئیں۔

''آپ حباب کے پاس جاتی رہا کریں۔''

''جاتی ہوں مگر کم۔'' بینا نے کہا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد شہریار بچوں کے پاس بیٹھ گیا کیونکہ اسے اپنے بھتیجے بھتیجی کے پاس بیٹھنے کا موقع کم ہی ملتا تھا۔

''شہریار ماموں! حباب کے گھر میں بھی چلوں۔'' ارومہ نے پوچھا۔
''ہاں چلو۔''
''نہیں رہنے دو۔'' بینا نے جھٹ منع کیا۔
''امی کو میں جانتی ہوں اپنا سکوپ خراب ہونے کی جو پڑی رہتی ہے۔'' ارومہ تو ایک منہ پھٹ تھی۔
''ساری اس میں باپ والی خصلت ہے وہ بھی مجھ سے ایسے ہی بات کرتا تھا۔'' بینا نے بہت غصہ میں کہا۔
''وہ آپ کی حرکتوں کی وجہ سے ہی کہتے ہوں گے۔'' ارومہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
''ارومہ بہت بری بات ہے۔'' شہریار نے خاصی سنجیدگی سے اسے سرزنش کی۔
''یہ اوقات ہے اولاد مجھے باتیں مارتی ہے اور میں نے اپنی جوانی ان کو پالنے میں گزار دی اور یہ اپنی ماں کو ایسے بولتے ہیں۔'' بینا روہانسی ہو گئیں۔
''کم آن بینا باجی! یہ ناسمجھ بچی ہے۔'' شہریار گویا ہوا۔
''ایسی بھی ناسمجھ نہیں ہے ہر وقت اپنی ماں کی بے عزتی کرتی ہے۔'' وہ آج باقاعدہ رونے لگی تھیں ارومہ جز بز ہو گئی تھی۔ وہ تو اپنے اندر کا غصہ نکالتی تھی۔ وہ بینا کی عدم بے توجہی کی وجہ سے تلخ اور ترش ہو گئی تھی۔
شہریار کو آج واقعی بینا پر بہت ترس آنے لگا اور وہ روئی بھی تو تھیں۔

❖❖---O---❖❖

''امی یہ لوگ تو لگتا ہے یہاں چپکنے کے لیے آتی ہیں۔'' آدم کو بہت غصہ آ رہا تھا۔
رضوانہ کچن میں تھیں۔ شہریار اور بینا ملنے آئے تھے۔ ان کے لیے چائے وغیرہ بنانے آئیں تھیں۔ حباب کو انہوں نے اٹھنے نہیں دیا تھا۔
''مامی لائیے میں کچھ کام کروادوں۔'' نوین نے اپنی خدمات پیش کیں۔
''نہیں تم آرام سے بیٹھو آرام کرنے آئی ہو۔'' آدم نے اسے دیکھتے ہی سلگتے ہوئے طنز کیا۔
''آدم! میں آپ سے بات نہیں کر رہی ہوں۔'' نوین ویسے بھی ان لڑکوں کے منہ نہیں لگتی تھی۔ وہ تو یہاں آنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ وہ تو راشدہ اسے اتنی سناتی تھیں۔ مجبوراً آنا پڑتا تھا۔ جبکہ اس کی پڑھائی بھی اتنی ڈسٹرب ہوتی تھی۔
''امی سے بھی کیوں کہہ رہی ہو تمہیں اور کوئی کام نہیں ہوتا جو یہاں پڑی رہتی ہو۔''
''آدم! کیا بدتمیزی ہے دماغ تو درست ہے۔'' رضوانہ ناشتے کی ٹرے تیار کر چکی تھیں۔
''مامی! دیکھیے میں ایسی بالکل نہیں ہوں یہاں تو امی مجھے زبردستی لے کے آتی ہیں۔ جبکہ میری پڑھائی بہت ڈسٹرب ہوتی ہے۔'' اس نے برا ماننے کے ساتھ تفصیل سے وضاحت بھی دی۔
آدم اسے طنزیہ اور فہمائشی نگاہوں میں تمسخر لیے دیکھنے لگا۔
''لگتا تو نہیں تمہیں پڑھائی سے لگاؤ ہے۔''
''آدم! تم چپ کر جاؤ اور جاؤ یہاں سے۔'' انہوں نے اسے ڈانٹ دیا۔

نوین جز بزسی خاموش کھڑی تھی۔ رضوانہ نے اسے بغور دیکھا۔

''بیٹا تم اس کی باتوں کا برا نہیں ماننا ذرا مزاج کا تیز ہے اس لیے چڑ چڑا ہو گیا ہے۔ ہر وقت کام میں مصروف جو رہتا ہے۔'' انہوں نے کہا۔

''اچھا تم ایسا کرو کہ یہ چائے کی کپوں کی ٹرے تم لے کے چلو۔''

نوین ان کے ساتھ ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ حباب نے اسے دیکھا تو نگاہوں میں ناگواری آ گئی۔

''ارے بیٹھ جاؤ۔'' رضوانہ نے نوین کو ٹرے لے جاتے دیکھا۔

''مامی مجھے امی بلا رہی ہیں۔'' وہ بہانہ بنا کر چلی گئی یا پھر اس نے حباب کی نگاہوں میں ناگواریت دیکھ لی تھی۔

''بیٹا! کتنے دن کی چھٹی پر آئے ہو؟''

''اس دفعہ تو تین ماہ کی چھٹی پر آیا ہوں۔'' شہریار نے رضوانہ کو بتایا۔

''آپ کے گھر کوئی آیا ہوا ہے؟'' بینا نے جیسے نوین کی آمد پر استفسار کیا۔ انہیں اندازہ تو ہو گیا تھا۔ رضوانہ کی نند اپنی بیٹیوں کے ساتھ آئی ہیں۔

''بینا باجی کیسی باتیں کرتی ہیں ان کا گھر ہے کوئی بھی آئے۔'' شہریار کو ان کا یوں پوچھنا اچھا نہیں لگا۔

''شہریار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' ضمران نے جھٹ کہا۔

''وہ ان کی پھوپھو آئی ہیں اپنی بیٹیوں کے ساتھ۔'' رضوانہ نے بتایا۔

حباب ان سب کے سامنے لوازمات رکھنے لگی تھی۔ گفتگو کے ساتھ چائے وغیرہ چل رہی تھی۔

''تم ان لڑکیوں پر نظر رکھا کرو۔'' بینا نے سرگوشی میں حباب کو گویا نصیحت کی۔

حباب سنبھل گئی کیونکہ ضمران کی توجہ اس کی طرف ہی تھی۔

شہریار نے پھر کچھ دیر میں جانے کی اجازت لی تھی۔

''ضمران کچھ دن کے لیے میری بھانجی کو رہنے بھیج دو۔'' شہریار نے کہا۔

''میری طرف سے پابندی نہیں ہے۔'' اس نے خوشدلی سے کہا۔

''حباب کل آ جاؤ۔'' شہریار نے کہا تھا۔

''شہریار ماموں کچھ دن بعد آ جاؤں گی۔'' راشدہ جب تک وہاں تھی، وہ بھی جانے کا نام نہیں لے رہی تھی اور وہ اپنے شوہر پر کسی اور لڑکی کی نگاہ اور توجہ برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''اوکے۔'' وہ بولا تھا۔

ان کے جانے کے بعد کچن سمیٹا نوشین اور کرن ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ البتہ نوین، راشدہ سے الجھی ہوئی تھی۔ حباب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس بات پر برہم ہو رہی تھی۔

''مجھے آئندہ آپ ساتھ لے کے نہیں آئیے گا۔'' نوین کو آج آدم کی باتیں بہت بری لگی تھیں اور حباب کی ناگواریت بھی۔

''زیادہ میرا دماغ نہیں کھاؤ۔'' آدم نے جاتے جاتے رُک کے سنا نوین، راشدہ کے سامنے کھڑی تھی۔

''میں آئندہ نہیں آؤں گی اور آپ بھی۔''

''اوہو آج محترمہ کو بری لگ گئی ہے۔'' آدم کو خوشی ہوئی۔ کسی طرح تو اسے احساس ہوا کہ یہاں آ کے غلطی کرتی ہے۔

❖❖---O---❖❖

''اور سناؤ تمہارا مسئلہ حل ہوا۔'' اشعر نے پوچھا۔
''مسئلہ تو وہیں کا وہیں ہے خوشنما نے صاف انکار کر دیا ہے۔''
''تم اشتہار دے دو نیوز پیپر میں۔''
''وہ تو میں نے دیا ہوا ہے ہر بندے کو نئے طریقے سے سمجھانا یار بہت مشکل ہوتا ہے۔'' ہیثم واقعی بہت پریشان لگ رہا تھا۔
''لگتا ہے تم بھابی کو ہی رکھنا چاہتے ہو۔''
''نہیں یار میں اب خود بھی اسے لانا نہیں چاہتا آفس میں کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔'' اسے جیسے سمجھ آ گیا تھا کہ خوشنما کو آفس میں لانا ٹھیک نہیں ہے آفس کا تمام اسٹاف غلط سوچوں سے ان دونوں کو دیکھیں یہ مناسب نہیں تھا۔
''پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔'' اشعر نے کہا۔
''مگر یار میرا بہت لاس ہو رہا ہے کیا کروں؟''
''بھابی سے کہو وہ کچھ ہیلپ تو کر ہی دیں گی۔'' اس نے ہیثم کو دیکھا جو ٹیبلٹ میں لگا ہوا تھا۔
''یار! اس سے آفس کی بات کرنا نہیں چاہتا۔'' وہ پچھلی بحث ولڑائی کب بھولا تھا۔ خوشنما نے صاف انکار کر دیا تھا۔
''خیر بھابی تمہارا کچھ تو خیال کریں گی تم دوبارہ بات کرو۔''
''مجھے یہ بتاؤ جب تمہارے آفس میں کام کرتی تھی تب ایسی ہی تیکھی تھی۔''
''ہاں وہ اپنے کام سے کام رکھتی تھیں۔ زیادہ کسی سے بات چیت نہیں کرتی تھیں بلکہ زیادہ تر اپنا چہرہ سخت بنا کے رکھتی تھیں۔'' اشعر نے خوشنما کو بہت دفعہ چیک کیا تھا۔ وہ کسی بھی اسٹاف ممبر کو فری نہیں کرتی تھی اور نہ ہی بلا ضرورت بات کرتی تھی۔
''جب میرے پاس جاب کرتی تھی تو وہ ایسی ہی تھی۔'' ہیثم نے بھی کہا۔
''ہوں۔'' اشعر نے پھر اسے پُرسوچ دیکھا۔
''تمہاری کہیں بات وغیرہ چلی؟'' ہیثم نے بات ہی پلٹ دی۔
''بات وغیرہ، یار! میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' اشعر اپنے بڑے بھائی کی وجہ سے بہت بددل۔ تھا وہ شادی کے بعد بیوی کے کہنے پر الگ ہو گیا تھا اور ابھی تک کوئی بھی رابطہ نہیں رکھا تھا۔ اشعر کی ماں کو اتنا دلی صدمہ ہوا تھا اس نے اتنی مشکلوں سے انہیں سنبھالا تھا۔
''کیوں اکیلے زندگی گزارنی ہے آنٹی کا خیال کرو وہ کتنی بیمار رہنے لگی ہیں کوئی تو ان کی دیکھ بھال کے لیے ہو۔''
''ضروی ہے میری شادی ہونے سے ان کی بیماری ختم ہو جائے گی۔'' اشعر نے تمسخر اڑا کے کہا۔

''تمہاری بیوی آئے گی تو ان کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔'' ہیثم جواب میں گویا ہوا۔

''اصغر بھائی کی شادی امی نے کتنے ارمانوں سے کی تھی۔ کیا ہوا بیوی نے آتے ہی تیرا میرا شروع کر دیا اور ڈیڈی کی پراپرٹی میں سے حصہ مانگ لیا۔ ڈیڈی نے پراپرٹی اس لیے بنائی تھی کہ ہم دونوں بھائی الگ ہو جائیں۔'' وہ بولتے بولتے افسردہ ہو گیا۔

''ضروری ہے تمہاری بیوی بھی ایسی ہو۔''

''ضروری نہیں کہ میری بیوی اچھی ہو۔'' وہ ترکی بہ ترکی گویا ہوا۔

''اشعر آنٹی کا بھی تو خیال کرو۔''

''میں ان کا ہی تو خیال کر رہا ہوں کیونکہ اگر بیوی آئی اور اس نے بھی وہی کچھ کیا تو میری ماں برداشت نہیں کر سکے گی۔''

''تم خود میں اتنی کوالٹی رکھنا کہ بیوی کو اپنے کہنے پر چلانا۔''

''فرض کرو اپنے کہنے پر چلایا تو سوائے لڑائی جھگڑے کے کچھ نہیں ہوگا اور پھر امی کہیں گی، وہ جو کہتی ہے اس کی بات مانو ہیثم میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔'' اشعر کی نگاہوں میں ہر وقت رمنا رہتی تھی وہ چاہ کے بھی تمنا نہیں کر رہا تھا۔

''اگر میں تمہاری بہت اچھی لڑکی سے شادی کروا دوں۔'' ہیثم کے دماغ میں جو ہم تھی۔ کیونکہ اس کو جو ہم اشعر کے لیے مناسب لگ رہی تھی۔

''ایک اچھی لڑکی تو میرے ذہن میں بھی ہے۔'' وہ بھی جھٹ بولا۔

''پھر تو کوئی مسئلہ نہیں۔''

''نہیں ہیثم میں بہت ڈر گیا ہوں۔''

''اشعر یہ تو تم خود پر ظلم کر رہے ہو اگر کوئی لڑکی ہے تو گھر بساؤ۔''

''نہیں یار یہ ممکن نہیں۔'' وہ کپوں میں چائے نکالنے لگا۔

اشعر شاید اس لیے بھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ رمنا سے اس کی شادی ممکن نہیں اور وہ رمنا کے علاوہ کسی اور لڑکی کو اپنی زندگی اور دل میں جگہ نہیں دینا چاہتا تھا۔

ہیثم نے پھر اس پر کوئی بھی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

❖❖---○---❖❖

وہ آیا بیٹھا تھا اور حسنیٰ کی طلبی ہو رہی تھی۔ ابھی وہ نہا دھو کے لیٹی تھی، نیند بھی بہت آ رہی تھی مگر نسرین کے بلاوے پر اسے اٹھنا پڑا۔

''بھابی کو بھی چین نہیں ہے۔'' رفعت کو جتنے دن حسنیٰ کی شادی کے قریب آ رہے تھے افسردگی ہو رہی تھی۔

''مما مجھے تو جانا پڑے گا۔'' گیلے بالوں کو جوڑے کی طرح لپیٹ کر لائٹ پرپل دھاگوں کی کڑھائی کا تھری پیس سوٹ میں اس کا سرخ و سپید چہرہ دمک رہا تھا۔

''پھر بھی تمہیں تھوڑا آرام تو کرنے دیں۔''

''اب کیا آرام، زندگی میں بھی ہل چل مچانے والا آ گیا ہے تو۔'' اس کا اشارہ شہریار کی طرف تھا۔ جلدی جلدی دوپٹہ شانوں پر سمیٹ کے اوڑھا اسے دوپٹہ اوڑھنے سے نا جانے کیوں اتنی الجھن ہوتی تھی۔

''بڑی جلدی آ گئیں۔'' نسرین کی تنقیدی آواز پر وہ خفیف سی ہو گئی۔

''میں نہا رہی تھی۔'' اس نے عذر پیش کیا۔

شہریار نے اسے بغور دیکھا دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔

آج تو حسین بیگم بھی آئی ہوئی تھیں حسنیٰ نے گڑبڑا کے انہیں جھٹ سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔''

''خاصی دبلی ہو گئی ہو کیا کھانے کو نہیں دیا تم نے اسے۔'' سلام کے جواب کے بعد دوسری بات یہ کر دی۔

''اماں! اتنی بھی دبلی نہیں ہوئی۔'' شہریار تو اس کی بے عزتی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

''لگتا ہے آپ کی نظر کمزور ہو گئی ہے جو دھندلا نظر آتا ہے۔''

''آئے ہائے نسرین کیسے بھاڑ کی طرح بولی ہے یہ لڑکی۔'' حسین بیگم کو اس کی بات ناگوار گزری تو پھر تنقیدی نگاہ بھی ڈالی۔

''حسنیٰ کو ذرا شرم لحاظ نہیں۔''

''پھوپھو اس میں اس کی غلطی نہیں ہے۔'' شہریار نے بھی مداخلت کی۔

''ہاں میری تربیت ہی ایسی ہوئی ہے۔'' وہ دانت پیسنے لگی۔

نسرین کو تو غصہ آنے لگا۔ وہ ان کے سامنے بول رہی تھی۔

''جاؤ اندر کچھ بنا کے لے آؤ۔'' وہ نسرین کے حکم پر جلتی کلستی کچن میں چلی گئی تھی۔

شہریار نے اسے کتنے ماہ بعد دیکھا تھا وہ خاصی اسمارٹ۔ زیادہ خوبصورت اور دلکش ہو گئی تھی۔

''پتہ نہیں کیوں آ گئے ہیں میرا سکون غارت کیا ہوا ہے۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے لوازمات کی ٹرے تیار کر رہی تھی۔

''زور سے بولا کرو۔'' وہ پتہ نہیں کیسے یہاں آ گیا تھا حسنیٰ تو گڑبڑا گئی۔

''آپ؟'' اسے شہریار کو دیکھ کر گھبراہٹ ہوئی۔

''کتنے دن میں خود کو کم کیا ہے۔''

''مجھے خود کو کم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے میرا جینا دوبھر کیا ہوا ہے ظاہر ہے کم تو ہو جاؤں گی۔'' وہ خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔

بلیک پینٹ بلیو شرٹ میں وہ ڈیسینٹ لگ رہا تھا۔

''کچھ کھانے بنانے بھی سیکھے یا نہیں۔''

''نہیں سیکھے۔'' وہ جھٹ تنک کے بولی۔ شہریار کے لب مسکرانے لگے وہ اس کا غصے میں بل کھانا سب سمجھ رہا تھا۔ کیسے وہ اس سے ہر دفعہ شادی سے انکار کرتی تھی اور اب کیسے وہ اس کی بنا دی گئی تھی۔ شہریار کچھ تو حساب بے

باق کرنا چاہتا تھا۔

''چلو چند دن ہیں، سیکھ لو۔''

''ایسا کریں کسی کھانا بنانے والے کی بیٹی سے شادی کرلیں میں نے اجازت دی۔''

''واقعی تم لڑکیاں بہت بے وقوف ہوتی ہو جو منہ میں آتا ہے وہ بول دیتی ہو۔'' اس نے چپس اٹھا کے کھانے شروع کردیئے۔

''مجھ سے الٹی سیدھی بکواس نہیں کیا کریں جس کام سے آئے ہیں وہ کام کریں اور جائیں۔'' وہ ٹرے لے کر کچن سے نکلنے لگی۔

''مجھ سے اس ٹیون میں بات کرنے کی کبھی غلطی نہیں کرنا۔ تمہارا شوہر ہوں کوئی ایرا غیرا نہیں ہوں۔ میں نہیں، اماں کام سے آئی ہیں میں تو انہیں چھوڑنے آیا تھا۔'' وہ بھی کچن سے نکلا۔

''اماں! میں جا رہا ہوں واپسی میں لیتا چلوں گا۔'' وہ رُکا نہیں یہ جا وہ جا ہوگیا تھا۔ نسرین اسے روکتی ہی رہ گئیں حسنٰی اس کے غصے سے اچھی طرح واقف ہوگئی تھی وہ بدلہ ضرور نکالے گا۔

❖❖---○---❖❖

اس دفعہ نوین کو کچھ زیادہ ہی بری لگی تھی بات۔ وہ ان سب کو جلدی ہی زبردستی لے کے آگئی تھی۔ نوشین کے تو دل و دماغ میں حسد، جلن اور بدلہ سوار تھا۔ وہ کسی طرح بھی حباب کا گھر خراب کرنا چاہتی تھی۔ ارادے راشدہ کے بھی یہی تھے اس لیے وہی نوشین کو چڑھاتی رہتی تھیں۔

آدم کی بے عزتی وہ بھولی نہیں تھی۔ وہ تو اپنا حق بھی نہیں سمجھتی تھی کہ وہ محبت کر سکے۔ اسے محبت ہوئی بھی تو آدم سے تھی جو اگر اسے پتہ چل جائے تو اسے جان سے ہی مار دے۔ ہر دفعہ وہ آدم کے دیدار کی وجہ سے ہی چلی جاتی تھی۔

''امی! آپ ماموں کو بولیں وہ اپنے گھر چلے جائیں۔'' نوین راشدہ کے ساتھ سبزی بنوا رہی تھی۔ اسے ہی کچن کے کاموں سے دلچسپی تھی۔ وہی اکثر کھانا بھی بنا لیتی تھی۔ نوشین کو سوائے میک اپ اور فیشن کے کچھ خیال نہیں رہتا تھا۔

''یہ تمہارے دماغ میں بیٹھے بیٹھے کیسے آگیا۔'' انہوں نے حیرانی سے ہی پوچھا۔

''اس لیے کہہ رہی ہوں کہ ان کا گھر بار موجود ہے۔ انہیں اپنی بیوی اور بیٹوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔'' نوین آج پہلی دفعہ سمجھداری سے بولی تھی۔ مگر راشدہ کو تو جیسے رضوانہ سے بدلے کی ہی پڑی رہتی تھی اس لیے جان کر بھائی کو رکھے ہوئے تھی۔

''زیادہ اماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کے بدستور پالک کو کاٹنا شروع کردیا۔

''میں جو ٹھیک ہے وہ کہہ رہی ہوں۔''

''بھابی نے کبھی بھیا کا خیال نہیں رکھا۔'' وہ ایسے افسردگی اور دکھ سے گویا ہوئیں جیسے یہ سچ ہی ہو۔

''امی! ماموں نے کبھی مامی کا خیال نہیں رکھا اگر وہ خیال رکھتے تو یوں اپنی ذمے داریوں سے بچ کے یہاں

نہیں رہتے۔''
''بہت بڑوں والی زبان آ گئی ہے بہت خیال آ رہا ہے تجھے اپنی مامی کا۔'' وہ تو غصے سے تنک ہی گئیں۔
''میں سچ کہہ رہی ہوں اور جو سچ ہے وہ آپ بھی جانتی ہیں۔'' اس نے جو سبزی گلی سڑی تھی اسے شاپر میں بھرنا شروع کر دیا۔
''جو سچ ہے وہ تمہیں بھی نہیں پتہ اور ہاں خبردار بھیا کے سامنے کچھ بکنے کی ضرورت نہیں۔'' عتیق احمد کے سامنے کچھ بکنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ انہوں نے سُن لیا اور ان کے قدم اپنے کمرے کی طرف اٹھ گئے۔
''پتہ نہیں کیسی بیٹی ہے ماں کا ساتھ دینا چاہیے تو ان کا ساتھ دے رہی ہے۔ میری نوشین کا حق مار کے بھابی کیسے پرائے خاندان کی بہو ضمران کے لیے لے آئیں اپنی بہن کا تجھے ذرا خیال نہیں۔'' وہ تیز لہجے میں آ گئیں۔
''بجو خود ضمران بھائی کے پیچھے لگی ہیں۔ انہوں نے کبھی بجو کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ الٹا ان کی سسرال میں جو تماشہ بجو نے کیا تھا اس کے بعد تو وہ کسی کی بھی پسندیدہ نہیں رہی ہوں گی۔''
''بک بک بند کرو اور جاؤ یہاں سے۔'' انہوں نے لاجواب ہو کے اسے ڈانٹ ہی دیا۔
''امی! آپ اور بجو یہ ٹھیک نہیں کر رہی ہیں۔ بجو تو الٹے سیدھے انڈین ڈرامے دیکھ دیکھ کے ان جیسی بنتی جا رہی ہیں ولن جیسی۔'' نوین نے تہیہ کر لیا تھا اپنی ماں اور بہن کو صحیح راستے پر لا کر چھوڑے گی اور ماموں کو اپنی غلطی کا احساس کرا کے چھوڑے گی۔ وہ مامی اور ان کے بیٹوں کی نظروں میں اچھی نہیں تو بری بھی نہیں بننا چاہتی تھی۔
''زری اور کرن نوشین کدھر گئیں۔'' انہوں نے آوازیں دینی شروع کر دیں۔
''بجو سو رہی تھیں اور کرن رسالہ پڑھ رہی تھی۔'' اس نے خود تفصیل دی۔
''لائیے میں سبزی چڑھا دوں گی۔'' وہ ساری چیزیں اٹھا کے کچن میں لے جانے لگی۔
راشدہ کا موڈ خراب تو ہو ہی گیا تھا۔ وہ وہیں کارپٹ پر کشن رکھ کر لیٹ گئیں۔
نوین کو کبھی کبھی ان سب کی بڑی فکر ہوتی تھی جو آنکھیں بند کیے ہوئے تھیں۔
''کاش امی اور بجو کو عقل آ جائے وہ کسی کا گھر خراب کر کے بہت برا کریں گی کچھ تو ایسا کرنا ہوگا کہ اس کی امی اور بہن اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں۔''
ادھر عتیق احمد ایک لمحے کے لیے گہری سوچ میں غرق ہو گئے تھے۔ وہ تو ابھی تک بھی آنکھیں بند کیے پڑے تھے کتنے عرصے سے وہ اپنی بہن کے گھر پڑے تھے۔
کتنی ہی دفعہ ضمران نے ان سے کہا تھا کہ وہ گھر آ کے رہیں مگر ان کی انا ایسا کرنے سے روکے ہوئے تھی۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ رضوانہ ان کا مذاق اڑائے گی کیونکہ ہر سرد و گرم میں وہ اپنی ذمے داریوں سے دور رہ کر بیوی اور بچوں سے دور ہی رہے تھے۔ پھر رضوانہ کے میکے والوں میں صرف اس کے بھائی ہی تھے جنہوں نے ان کا بہت ساتھ دیا تھا۔

❖❖---O---❖❖

وہ لیپ ٹاپ بند کر کے کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ اتنے ایمپلائیرز کے انٹرویو کر رہا تھا ابھی تک بھی

اسے کوئی ٹھیک نہیں لگی تھی۔

دودھ کا کنگ سائزمگ اس نے ہیثم کی رائٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

''کپ رکھا ہے، پی لیجیے گا۔'' وہ بھی لیٹنے کا قصد کرنے لگی۔ہیثم نے اس کو دیکھا جو ابھی تک اس سے لاتعلق تھی۔مگر کچھ کام اس کے کرنے لگی تھی جبکہ ہیثم نے اس کے لیے ماسی بھی رکھ دی تھی تا کہ اس کا ہاتھ بٹا سکے۔

''خوشنما بہت ڈسٹرب ہوں کام آفس کا اتنا ہے اور کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو تمہاری طرح کام سمجھ کے کر سکے۔'' وہ کروٹ لے کے لیٹ گئی۔

''ارے میں بات کر رہا ہوں تم کروٹ لے کر لیٹ گئیں۔'' ہیثم اس کے قریب آ گیا۔

وہ تو گھبرا گئی دو ماہ کے عرصے میں ہیثم کی یہ پہلی خود ساختہ حرکت تھی۔

''پیچھے ہوئیے۔'' دونوں کا چہرہ اتنا قریب تھا کہ خوشنما کو ڈر بھی لگا۔اگر ہیثم نے زبردستی کر لی تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گی۔''اگر نہیں ہوں تو۔'' اس نے خوشنما کی گہری فسوں خیز آنکھوں میں دیکھا اور پھر ہاتھ رینگتے رینگتے خوشنما کی پشت کے نیچے چلے گئے اور وہ اس کے اور قریب آ گئی۔

''پلیز مجھے یہ بے تکلفی پسند نہیں ہے۔'' اس نے منہ ہی پھیر لیا۔

''میاں بیوی میں کتنی ہی لاتعلقی ہو یہ بے تکلفی پھر بھی ہو جاتی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

خوشنما کو اس کی آنکھوں میں جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''آپ نے ایسا کچھ نہیں رکھا کہ ہماری بے تکلفی ہو۔'' وہ خود کو چھڑانے لگی۔

''خوشنما! تم مجھے اتنا بے عزت کرتی ہو میں برداشت کرتا ہوں۔''

''آپ کے گھر والے بھی تو میری بے عزتی کر کے حساب برابر کر دیتے ہیں۔'' اسے نزہت مامی کا رویہ کب برداشت ہوتا تھا۔وہ ہمیشہ حقارت لیے ہوئے نظر آتی تھیں۔

''تم سے کوئی کچھ کہتا ہے؟ مجھے پتہ ہے نزہت مامی ہی تم سے بیر رکھتی ہیں۔'' ہیثم سمجھتا تھا۔

''تم فکر نہیں کرو ہم اپنے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو جائیں گے۔'' ہیثم تو بضد تھا یہاں سے جانے کے لیے۔مگر مرتضیٰ علی اسے جانے نہیں دے رہے تھے۔

''کسی کے ایسے رویے سے کیا ہم یہاں رہنا چھوڑ دیں گے۔'' خوشنما نے کہا۔

''تم خود ہی تو کہہ رہی ہو۔'' ہیثم سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

''میں یہاں سے جانے کو نہیں کہہ رہی۔'' وہ ہیثم کو باتوں میں لگانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

''تم خود ہی تو کہہ رہی ہو کہ میرے گھر والے تمہاری بے عزتی کرتے ہیں۔''

''میں تو آپ کو بتا رہی تھی۔'' وہ بھی بیٹھ گئی۔

''دیکھو خوشنما! بڑی مامی مزاج کی ایسی ہی ہیں ورنہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔'' اسے مامی کی محبتوں بھرا انداز نہیں بھولا تھا۔مگر وہ یہی سمجھتا تھا کہ وہ اس سے سچا پیار کرتی ہیں مگر وہ تو اپنی بیٹی کے لیے دیکھتی تھیں۔

''پیار تو اس وقت ختم ہو گیا جب آپ نے ان کے ارمانوں کا خون کر دیا۔'' خوشنما تو صاف گو تھی اُسے بناوٹ اور بناوٹی لوگ بہت برے لگتے تھے۔

''میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا۔'' وہ خود بہت الجھا ہوا اور بکھرا ہوا ہو گیا تھا۔

''خوشنما! پلیز مجھے کچھ دیر کے لیے اپنی قربت دے دو میں بہت ڈسٹرب ہوں۔''

''جی۔'' وہ تو اچھل گئی۔

''میرا مطلب ہے مجھ سے میری دلجوئی کرو۔''

''مسٹر ہیثم میں ایسا بالکل نہیں کروں گی۔ آپ نے میرے ساتھ اور میرے ماں باپ کے ساتھ بہت برا کیا ہے میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔'' وہ ایک دم سخت دل ہو گئی۔ ہیثم نے دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ دیکھا۔

''تم میری محبت کو ابھی بھی نہیں سمجھ سکی ہو۔''

''آپ کبھی محبت کر ہی نہیں سکتے۔'' وہ جھٹکے سے بیڈ سے اٹھی۔

''خوشنما اتنی بھی بے حس نہیں بنو۔'' وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

''میں بے حس ہی سہی۔'' وہ منہ پھیر کے کھڑی ہو گئی۔

''ٹھیک ہے تم جتنی نفرت کر سکتی ہو کرو مگر میں تم سے کبھی نفرت نہیں کروں گا۔''

''ایک دن اکتا جائیں گے آپ اور چھوڑ دیں گے مجھے۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے ہی نکل گئی۔

ہیثم تو دونوں طرف سے مار کھاتا رہا تھا۔ کس سے اپنے دل کا حال کہے گھر بھی تو اب اجنبی لگنے لگا تھا۔

❖❖❖---O---❖❖❖

اتنی جلدی دن تمام ہو رہے تھے کچھ پتہ ہی نہیں چل رہا تھا۔ نسرین بیگم فراج کی بری لے کے پشاور گئی ہوئی تھیں۔ فراج کا کمرہ اس کے دوست سجا رہے تھے۔ ادھر وہ گھبرائی گھبرائی پھر رہی تھی۔ آزادی کے دن تمام ہو گئے تھے اور پھر ساری ذمے داری نسرین اس کے سپرد کر کے چلی گئی تھیں۔ ابھی وہ مایوں نہیں بیٹھی تھی۔ اکیلی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بینا، نازیہ بھابی، اور حباب یہ سب دو تین چکر لگا کے گئی تھیں۔

''بھابی کو بھی پتہ نہیں کیوں اتنی کنجوسی کی عادت ہے۔ یہ نہیں ہوا کہ پہلے فراج کی ہی کر لیتیں تمہاری بعد میں ہو جاتی۔'' رفعت کو خود حسنیٰ کے رخصت ہونے کی وجہ سے اداسی ہو رہی تھی۔

''مصیبت کو اگر ٹالا جائے تو وہ مصیبت نہیں رہتی بلکہ بلا بن جاتی ہے اور شادی ایک مصیبت اور بلا ہے ابھی ہو یا بعد میں ہونی تو ہے۔'' وہ بہت تپی ہوئی تھی۔

''تمہاری بھی مجھے سمجھ نہیں آتی آخر چاہتی کیا ہو؟'' رفعت جیسے کھسیا گئی تھیں۔

''مما! میری مرضی تو کبھی چلی ہی نہیں ہے، میں کیا چاہتی ہوں۔'' وہ بہت روہانسی ہو رہی تھی۔ وہ تو بچپن سے رفعت اور نسرین کے اشاروں پر چلتی آ رہی تھی اور آئندہ کی زندگی میں شوہر کے اشاروں پر چلنا تھا۔

''تم لگتا ہے اس شادی سے خوش نہیں ہو؟''

''مما! جب بات اتنی آگے بڑھ گئی ہو، پھر اپنی کوئی سوچ اور سمجھ نہ رہی ہو تو خوش ہونا لفظ جانے کیوں بے معنی لگتا ہے۔'' وہ اتنی گہرائی سے بات کر رہی تھی کہ رفعت نے اچنبھے سے اسے بغور دیکھا اس کے چہرے پر انہیں ویرانگی اور اداسی لگ رہی تھی۔

''حسنیٰ! تم اب بھی انکار کرسکتی ہو، پھر نکاح ہی تو ہوا ہے کون سا رخصتی ہوگئی ہے۔'' وہ ہر طرح سے اسے بدگمان ہی کرنا چاہ رہی تھیں۔

اس نے چونک کے رفعت کو دیکھا۔ ایک یہ تھیں جنہوں نے ماں بن کے پالا اور ایک وہ ماں جس نے اسے جنم دیا۔ وہ تو دونوں ماؤں کے درمیان پس رہی تھی۔ اس کی ماں کو فکر تھی وہ اپنے گھر کی ہو جائے اور یہ ماں چاہتی ہیں وہ گھر میں ہی رہے۔

''آپ کیا نہیں چاہتی ہیں کہ میری شادی ہو۔'' اس نے الٹا ہی سوال کر ڈالا۔

''نن......نہیں ایسی بات نہیں ہے۔'' رفعت کچھ گڑبڑا ہی گئیں۔ انہیں ایسا لگا حسنیٰ نے ان کے چہرے اور آنکھوں کی سچائی پڑھ لی ہو۔

''مما! اب نکاح ہو چکا ہے۔''

''تم توڑ بھی سکتی ہو۔'' وہ جیسے خوش ہوگئیں۔ حسنیٰ کچھ تو راضی ہوئی۔

''فرض کریں میں نے توڑ بھی دیا تو کیا گارنٹی ہے کہ میری شادی کہیں اور اچھی جگہ ہو۔'' وہ رفعت کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

''تمہیں شادی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، اپنی مرضی کی زندگی گزارو۔''

''مما! یہ آپ کہہ رہی ہیں۔ اگرامی نے سن لیا تو بہت بڑا طوفان آجائے گا۔''

''بھابی! کو تو طوفان ہی مچانے آتے ہیں۔'' وہ بھی زچ ہوگئی تھیں۔

''مجھے ذرا نیچے جانا ہوگا۔ فراج بھائی کے روم میں سیٹنگ دیکھنی تھی۔'' وہ انہیں یہ کہہ کر چلی گئی۔

رفعت کے اندر تو بے کلی ہی مچ گئی تھی مگر حسنیٰ کی بھی فکر ہو رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖

وہ بڑی ہمت کر کے عتیق احمد کے روم میں آئی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر بیٹھے سگریٹ نوشی فرما رہے تھے۔ اس نے دروازے پر دستک دی تو عتیق احمد نے چونک کر دیکھا اور سگریٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھی ایش ٹرے میں مسل دیا۔

''آجاؤ وہاں کیوں کھڑی ہو۔'' وہ نوین کی باتوں میں الجھے ہوئے تھے۔

''ماموں کچھ کر رہے تھے مطلب آپ بزی تو نہیں تھے۔'' اس نے ذرا مسکرا کر ان سے پوچھا۔

عتیق احمد نے اسے دیکھا جو ان کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھی تھی اور کچھ گھبرا بھی رہی تھی۔

''ہاں بولو کیا بات کرنی ہے۔'' وہ جیسے بہت دن سے تیار تھے۔ یقیناً نوین بھی ان سے بات ضرور کرے گی۔

''ماموں! آپ کی کیا مامی سے کوئی لڑائی چل رہی ہے؟''

اس غیر متوقع سوال پر چونک گئے۔

''وہ ماموں میں اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ آپ یہاں اکیلے کمرے میں پڑے رہتے ہیں۔ گھر کے کام کرتے ہیں۔ مجھے ذرا اچھا نہیں لگتا۔ کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ آپ یہاں کیوں رہنے لگے۔ میری بات کا غلط مطلب نہیں لیجیے گا کہ مجھے آپ کا یہاں رہنا برا لگ رہا ہے۔ آپ کی بہن کا گھر ہے۔ میں کون ہوتی ہوں یہ سب بولنے

والی۔ مگر ماموں میں صرف آپ سے اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ مجھے آپ ادھورے سے لگتے ہیں۔ آپ کے ماشاء اللہ جوان چار بیٹے ہیں۔ آپ کا دل نہیں کرتا کہ ان کے پاس رہیں۔ اب تو آپ کی بہو بھی آ گئی ہے۔''

''بیٹا! تم یہ سب باتیں کیوں کر رہی ہو۔'' عتیق احمد کا سر جھکا ہوا تھا۔

''ماموں! میں آپ کو صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ جوان بیٹوں کے باپ ہیں۔ آپ کا اپنا گھر ہے۔ یہاں آپ کی وہ عزت قدر نہیں ہے جو آپ کی آپ کے گھر میں ہو گی۔ امی تو آپ کو کبھی سمجھاتی نہیں ہیں۔ وہ بس بدلے لینا چاہتی ہیں۔ مامی بہت اچھی ہیں۔ آپ ان کی قدر کریں۔'' وہ آہستہ لہجے میں انہیں سمجھاتی جا رہی تھی۔

''اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ گھر واپس جائیں گے تو آپ کی کوئی عزت نہیں کرے گا۔ ایسا بالکل نہیں ہے آپ انہیں اور اپنے آپ کو ناکردہ گناہوں کی سزا دے رہے ہیں۔'' وہ بولتی جا رہی تھی اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ راشدہ کو جب پتا چلے گا تو وہ اسے کتنا سنائیں گی۔

عتیق احمد کی سوچوں کو وہ سزا دے گئی تھی۔ انہوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں یہاں بہن کے گھر میں پڑے رہنے سے ان کی حیثیت ایک ملازم کی سی ہی تھی جو باہر کے کام وہ کرتے تھے بہنوئی انہیں تو منہ ہی نہیں لگاتے تھے۔ وہ راشدہ کی چاپلوسی تو بھولتے ہی نہیں تھے۔ کیسے ضمران کی شادی پر انہیں چڑھایا تھا اور شادی میں جانے ہی نہیں دیا تھا اور خود وہ چلی گئی تھیں۔

''ماموں! مجھے غلط نہیں سمجھیے گا آپ سوچیں کہیں کچھ تو غلط ہو رہا ہے۔ آپ سے یا پھر ہم سب سے۔'' قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی اور پھر وہ کھڑی ہو گئی۔ وہ عتیق احمد کو سوچنے پر مجبور کرنے پر کامیاب ہو گئی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا۔ عتیق احمد کو ان کے گھر بھیج کے ہی رہے گی اور پھر اس کے بعد راشدہ اور نوشین کو راہ راست پر لانا تھا جو کسی کا گھر برباد کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں۔

❖❖---○---❖❖

اسے ایک معقول امپلائی مل تو گئی تھی مگر وہ مطمئن نہیں تھا کیوں کہ جو ذمہ داری خوشنما نے اٹھائی ہوئی تھی وہ کوئی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ آج کل وہ اپنا فلیٹ بھی فرنشڈ کروا رہا تھا مگر گھر میں کسی کو بھی نہیں بتایا تھا۔ خوشنما سے بھی ذکر نہیں کیا تھا۔

وہ سیل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ فاران اس کا کب سے منتظر کھڑا تھا۔ ہیثم نے اسے دیکھ بھی لیا تھا۔

''ہیثم یار! تم نے تو مجھ سے بات کرنا ہی بند کر دیا ہے۔'' اس نے لمبے چوڑے ڈیشنگ سے ہیثم کو مخاطب کیا جو بلیک ڈریس پینٹ پر آف وائٹ ٹی شرٹ میں دلکش لگ رہا تھا۔

''میں نے سوچا کہ میری وجہ سے لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے۔ اس لیے اپنا راستہ ہی الگ کر لوں۔'' وہ اٹھنے لگا۔ ہال کمرے میں وہ سیل پر بات کرنے کے لیے بیٹھا تھا کیوں کہ فلیٹ کی ڈیکوریشن ہو رہی تھی۔ وہ کسی کو بھی نہیں بتانا چاہ رہا تھا مگر فاران کے چہرے سے لگ رہا تھا اس نے ساری گفتگو بغور سنی ہے۔

''تم میری بات کر رہے ہو یا امی کی۔'' وہ ڈائریکٹ بولا۔

''عقلمند ہو سمجھ گئے۔'' وہ پھیکی مسکراہٹ لیے استہزائیہ ہو گیا۔

''ہیشم! تم ایسے تو بالکل نہیں تھے۔ تم کب سے بڑوں کا برا ماننے لگے؟''
''ٹھیک کہا میں ایسا بالکل نہیں تھا مگر میرے بڑے بھی ایسے نہیں تھے۔'' اس نے بھی ترکی بہ ترکی طنز ہی کیا۔
وہ نزہت مامی کے طنز کب بھولتا تھا۔ کیسے اسے منہ پر سنایا تھا جب نانا جان نے فاران کے نکاح کی بات کی تھی۔
''یار! تم اور میں کزن ہونے کے ساتھ دوست بھی ہیں۔''
''میں سب جانتا ہوں، سمجھتا ہوں مگر میں نے جان لیا اور سمجھ لیا ہے اپنے صرف ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ میں بچپن سے کتنی بڑی غلط فہمی میں رہا کہ بڑے ماموں چھوٹے ماموں مامی سب میرے ماں باپ ہیں۔ میں نے کبھی ماں باپ کی کمی محسوس ہی نہیں کی مگر مجھے محسوس کروائی گئی اور یہ بھی کہ میں پتا نہیں کیا کرتا پھرتا ہوں۔ میرے کردار تک کو مشکوک بنا دیا۔'' وہ آہستہ لہجے میں بول رہا تھا مگر فاران کا شرمندگی اور ندامت کی وجہ سے سر جھک گیا تھا۔
''امی کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے وہ ایسی باتیں پتہ نہیں کیوں کرنے لگی ہیں۔''
''حیرانی ہے تم نہیں سمجھے چلو اچھا ہے جو تم نہیں سمجھے۔'' وہ پھر ہنسا۔
''میں سمجھا نہیں۔'' وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔
''اچھا ہے جو نہیں سمجھے مگر میری ایک بات یاد رکھنا لڑکی تم، ہمیشہ اپنے برابر والوں میں سے ہی لانا میری طرح مڈل کلاس میں نہیں پھنس جانا، خواہ مخواہ مامی کو پھر کمپلیکس ہو گا۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی فاران سے تلخ اور طنزیہ باتیں کر رہا تھا۔
''میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔'' وہ جھٹ نفی میں گویا ہوا۔
''تمہارے نہ ماننے سے کیا ہو گا مامی جو چاہیں گی وہ وہی کریں گی۔'' وہ جانے لگا۔
''یار ہیشم! تم مجھ سے تو ایسی بات نہیں کرو میرے رویے میں تم نے کبھی بدلاؤ دیکھا جو تم مجھ سے بھی ناراض ہو۔''
''میں تم سے کیا ناراض ہوں گا مجھ سے تو شاید میرے اوپر والا ناراض ہے جو سارے رشتے چھین لیے۔ میں کسے اپنا سمجھوں۔'' خوشنما اسے دیکھنے کے لیے ہی آرہی تھی جو کافی دیر سے نظر نہیں آرہا تھا۔ آفس سے آنے کے بعد وہ اپنے روم میں آیا ضرور تھا مگر پھر باہر نکل گیا تھا۔ اور اب دروازے کے پاس پہنچ کر وہ پریشان بھی ہو گئی۔
''تم ایسی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟''
''کیوں کہ مجھے مجبور کیا گیا ہے۔ ایسی باتیں کرنے کے لیے۔ میں نے تو کبھی کسی بات کی پرواہ ہی نہیں کی تھی کیوں کہ میری فکر کرنے والے میرے اپنے موجود ہیں مگر صرف چند لمحوں میں مجھے غیر کر دیا گیا۔'' خوشنما باہر کھڑی سب سن رہی تھی۔ اس کے منہ سے ایسی سنجیدہ اور افسردہ باتیں سن کے وہ حیران بھی ہو رہی تھی۔
''تمہارے سارے اپنے ہی ہیں۔ بس تم نے ہی ہم سب کو پرایا کر دیا ہے۔'' فاران کو اس پر بہت زیادہ ترس آرہا تھا جو ایسا مغموم اور مایوس لگ رہا تھا۔
''میں نے نہیں تم سب نے پرایا کیا ہے۔'' وہ پھر رکا نہیں چلتا چلا گیا۔ وہ ہیشم کے اچانک باہر نکلنے پر گڑبڑا گئی۔
''خیریت تم ادھر کھڑی کیا کر رہی ہو؟''

''وہ کچھ نہیں میں تو آپ کو دیکھنے آئی تھی کہ آفس تو نہیں چلے گئے۔'' اس سے بات بھی تو نہیں بن رہی تھی۔
''کہو تو چلا جاؤں تمہیں پریشانی ہے کوئی۔'' وہ الٹا مسکرا کے طنز کرنے لگا۔
''مجھے کیا پریشانی ہوگی۔'' وہ لمبے لمبے قدم بڑھاتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔ ہیثم نے ریڈ کپڑوں میں ملبوس اسے جاتے دیکھا۔

❖❖---O---❖❖

''پھوپھو بھی پورے دن لگا کے ہی آئی ہیں۔'' شہریار نے کہا۔
''فراج کی دلہن ہے پیاری۔'' نازیہ نے تعریفی کلمات ادا کیے۔ رات ہی وہ سب مل کے آئے تھے۔ نسرین چند بڑے لوگوں کو لے کر سعدیہ کو رخصت کرا کے لے آئی تھیں۔
''ویسے پھوپھو بھی بڑی تیز ہیں۔ ایک پنتھ میں دو کاج کیے ہیں۔'' بینا نے ہنس کے کہا۔
''ارے جہیز کیسا ہے دیکھا تم لوگوں نے۔'' حسین بیگم کو تو اسی کی پڑی تھی۔
''اماں جہیز کیسا بھی ہو کون سا ہمیں فائدہ ہے۔'' شہریار کو اپنی ماں کا یوں روایتی عورتوں کی طرح مادی چیزوں پر تبصرہ اور تنقید کرنا ناگوار گزرتا تھا۔ آج سب حسنیٰ کی مہندی لے جانے کی تیاریوں میں لگے تھے حسنیٰ کا جہیز اور فرنیچر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ فکر تھی تو حسین بیگم کو تھی۔
''پھر بھی دیکھیں تو بھائی نے بیٹی کو جہیز کیسا دیا ہے۔'' وہ پاندان سے پان بنانے میں مصروف تھیں۔
''ارے اماں! جیسا بھی دیا ہو آپ کو اس سے کیا۔''
''تو تو چپ کر ہر کام تو اپنی مرضی سے کر رہا ہے۔ تو یہی بکواس کرے گا۔'' انہوں نے شہریار کو ڈانٹ دیا۔
''ظاہر ہے شادی میری ہے تو اپنی مرضی سے ہی کروں گا۔'' وہ ناشتہ کر کے اٹھا۔
''بینا باجی! حباب رکنے نہیں آرہی۔''
''آج کہہ رہی تھی کہ رکنے آئے گی۔'' وہ بتانے لگیں۔ بچے بھی ناشتے سے فارغ ہوئے تو نازیہ نے دستر خوان سمیٹ دیا۔
''آپ حباب کا خیال رکھا کریں۔ میں نے نوٹ کیا ہے شادی کے بعد سے خاموش ہوگئی ہے۔'' شہریار کو اس کی بہت فکر تھی۔ اس نے اندازہ بھی کرلیا تھا اور حسنیٰ نے جو کچھ بتایا تھا اس سے واضح تھا وہ ضمران کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہوئی تھی۔
''اس نے اپنی ایسی اچانک سے شادی کا بہت اثر لیا ہے۔ پھر اس کی ساس کے سسرال والے بھی کم نہیں ہیں۔ کچوکے لگانے میں۔'' وہ بتانے لگیں۔
''یہ تو خیر عورتوں کی بات ہے، میں کیا بول سکتا ہوں ہاں مگر اسے اتنا ضرور سمجھائیں کہ اپنے شوہر کو خوش رکھے۔ سارے لوگ جائیں بھاڑ میں۔'' وہ بولا۔
''ارے کیا اسی طرح باتوں میں لگے رہو گے۔ نازیہ تم ساری چیزیں دیکھ لو کچھ رہ تو نہیں گیا بری کے سامان میں۔'' حسین بیگم کو پھر یکدم یاد آیا۔

''بھابی آپ آجائیں ہم لوگ دیکھ لیتے ہیں۔ برتن ارومہ دھوئے گی۔'' انہوں نے ارومہ کو اشارے سے اٹھنے کو کہا۔
بری وغیرہ جلدی سے لے جانی تھی کیوں کہ شہر کے حالات کی وجہ سے سب ہی محتاط ہو گئے تھے۔
''اماں سونے کا سیٹ نہیں لے کے جا رہی ہیں۔'' بینا کو یاد آیا۔
''ارے چپ کر میں یہ بعد میں خود دے دوں گی منہ دکھائی میں۔'' وہ بڑی چالاکی سے جیولری کو بچانا چاہ رہی تھیں کیوں کہ جب تک وہ یہ نہیں دیکھ لیتیں نسرین اور رفعت حسنیٰ کو سونے میں کیا دے رہی ہیں۔
''آپ شہریار کو جانتی ہیں وہ غصہ کرے گا۔''
وہ سب ہی تیار کھڑی تھیں۔ حباب بھی آ گئی تھی۔ زرد جوڑے میں موتیے کی کلیاں چوٹی میں لگائی ہوئی تھیں، آج بہت پیاری لگ رہی تھی حباب پر ضمران کی نگاہیں مسلسل تھیں۔
''بہت حسین اور خوب صورت لگ رہی ہو۔'' کان میں سرگوشی ہوئی تو وہ ہاتھوں میں موتیے کے کنگن چڑھا رہی تھی اتنی منہمک تھی کہ اطراف کی آوازیں لگتا تھا اسے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔
''میں نے کہا کہاں ہو، سنو۔''
''جی۔'' اب سرگوشی بالکل کان کے قریب ہوئی تو وہ اچھل گئی کنگن ہاتھ سے نکل گیا۔
''اف......ڈرا دیا۔'' یلو غرارہ سوٹ میں وہ ملکوتی حسن لیے اتنی دلکش اور پیاری لگ رہی تھی کہ ضمران کی نگاہیں اس میں الجھ گئیں۔
''لاؤ میں پہنا دوں۔''
''نہیں رہنے دیں زیادہ اوور لگ رہا ہے زبردستی مامی نے دے دیئے تھے۔'' وہ پہلے ہی اتنی تیار تھی بقول اس کے یہ کنگن اوور لگیں گے۔
''پہن لو بہت خوب صورت لگ رہے ہیں کنگن۔'' ضمران نے جان بوجھ کے کنگن کو کہا۔
حباب نے چونک کے اس کی مسکراتی نگاہوں میں دیکھا۔ وہ جب بھی اسے غور سے دیکھتا تھا ہمیشہ آنکھوں میں محبت و پیار کی قندیلیں روشن رہتی تھیں۔ کبھی وہ اس سے ایسے غصہ سے بات نہیں کرتا تھا کہ لگے وہ اس سے بے زار ہے۔ شادی کے آٹھ نو ماہ کے عرصے میں ضمران کی محبت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا اور جواب میں وہ بدگمان ہی ہو رہی تھی۔ صرف اس کی وجہ نوشین تھی۔ وہ ان دونوں کے درمیان دراڑ ڈالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔
''نہیں پہنو بہت پیارے لگتے ہیں تمہارے ہاتھ۔'' وہ مسکرایا۔
حباب چونک گئی۔ اسی وقت اکرام ماموں کے اشعر کی انٹری ہوئی تو وہ جھینپ گئی۔
''ضمران انکل! آپ کو چاچو بلا رہے ہیں۔''
''اوہ میں تو بھول گیا شہریار کی کال آئی تھی مجھے بلا رہا تھا۔'' وہ سر پر ہاتھ مار کے بولا۔
حباب نے اسے پستئی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس نکھرا نکھرا دیکھا۔
''ارے بھئی جلدی جائیں گے تو جلدی آئیں گے۔'' حسین بیگم بھی سونے کے زیورات پہن کے حسین ترین بنی ہوئی تھیں۔

''ارے لڑکیو! کب نکلو گی؟''
''آرہے ہیں نانی اماں۔'' ارومہ بھی کچھ سامان کے شاپرز لے کے چلی آئی تھی۔
چند ہی منٹوں میں خوش رنگوں سے سجا یہ قافلہ نسرین کے گھر روانہ ہو گیا تھا۔ ضمران اور حباب ایک ہی گاڑی میں تھے۔ شہریار بھی ساتھ ہی جا رہا تھا، انہیں ڈراپ کرنے۔ اکرام شہریار کی گاڑی میں تھے حسین بیگم نے چند خاص خاص لوگوں کو ہی بلایا تھا حباب کی ساس کو بھی لیا تھا۔ وہ بھی آ گئی تھیں۔
ادھر حسنیٰ پیلے غرارے میں کلیوں کی طرح دمک رہی تھی۔ فراج کی بیوی سعدیہ بھی ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ دلہن ہی بنی ہوئی تھی خاصی پرکشش گوری چٹی لڑکی تھی۔ حسنیٰ کی رخصتی پر ان کا ولیمہ تھا مگر سعدیہ گھر کے کاموں میں بھی لگی ہوئی تھی۔ وہ دلہن کے لباس میں بھی دوڑتی بھاگتی کام کر رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖

رات ڈنر کے بعد اشعر اس کے پاس آ گیا تھا۔ دونوں کو باتوں میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ ہیثم کولڈ ڈرنک وغیرہ کے لیے خوشنما سے کہنے آیا تھا۔
''پلیز جمبو بوتل بھیجنا گلاسوں میں ڈال کے نہیں دینا۔'' وہ اسے ساتھ ہی ہدایت بھی دے رہا تھا۔
وہ پنک کپڑوں میں ملبوس کچن میں کھڑی ٹرے ترتیب دے رہی تھی۔
اسی وقت نزہت مامی بھی کچن میں آ گئیں۔ وہ دونوں ہی ایک سائیڈ پر ہو گئے۔ البتہ نزہت ان سے نگاہ نہیں ہٹا رہی تھیں۔
''تم بھی آ جانا۔'' وہ ہمیشہ ان کے سامنے فرینک انداز کا تاثر دیتا تھا۔ تاکہ نزہت ان دونوں کی ان بن سے کچھ بھی اخذ کر کے طنز میں باتیں نہ ماریں۔
''وہ مجھے عشاء کی نماز پڑھنی ہے۔'' اس نے آہستگی سے عذر پیش کیا۔
''سلام ودعا کر کے چلی جانا، وہ تمہیں پوچھ رہا تھا اور شاید کچھ ضروری بات بھی کرنی ہے۔'' اس نے نزہت کی موجودگی کو اگنور کر کے خوشنما سے کہا۔
نزہت کے دل پر جانے کیوں آرے چلتے تھے۔ جب بھی وہ ان دونوں کو ساتھ دیکھتی تھیں انہوں نے ہمیشہ یہی سمجھا اور سوچا تھا بابا جان جو ہم اور ہیثم کی شادی کریں گے مگر انہوں نے تو کچھ اور ہی کر دیا تھا۔
خوشنما، ہیثم کی تقلید میں ساتھ ہی چل دی۔ نزہت کو تجسس بھی ہوا کہ اشعر آخر خوشنما سے کیا ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ بھی کچھ دیر میں ڈرائنگ روم کے باہر کھڑی ہو گئیں۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے دبیز پردے پڑے تھے۔ ان کی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کے کچھ سنیں۔
''امی کیا بات ہے آپ وہاں کیوں کھڑی ہیں؟'' فاران کوریڈور سے گزر رہا تھا انہیں یوں کھڑا خاموش دیکھ کر حیران بھی ہوا۔
''وہ آں ہاں کچھ نہیں۔'' وہ گڑبڑا گئیں۔
''اندر کیا کوئی آیا ہوا ہے۔'' وہ الٹا ان سے سوال کرنے لگا۔

''پتہ نہیں۔'' وہ آگے بڑھ گئیں۔

فاران نے خود ہی آگے بڑھ کے اندر جھانک کے دیکھنے کی کوشش کی۔

''اوہ......اشعر آیا ہے۔'' وہ رک گیا۔

''مگر امی! اس طرح کیوں اندر جھانک رہی تھیں۔'' فاران کو تشویش بھی ہو رہی تھی۔ اگر ہیثم اور خوشنما اچانک سے باہر آجاتے تو کتنی شرمندگی کی بات ہوتی۔

فاران سے رکا نہیں گیا وہ ان سے باز پرس کرنے چلا گیا تھا۔

''مجھے نماز پڑھنی ہے۔'' وہ کھڑی ہوئی۔

''بھابی! آپ سے جو کام کہا ہے اس پر عمل کریں گی۔'' اشعر کا لہجہ بڑا آس لیے ہوئے تھا۔

''اشعر بھائی مجھے پہلے ابو اور امی سے بات کرنی ہوگی۔ میں پہلے سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔'' خوشنما کے لیے حیران کن جھٹکا تھا۔ اس نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

''یار! تم ہی کچھ میری سفارش کرنا۔'' اشعر نے ہیثم سے معصوم صورت بنا کے کہا تھا۔

''او کے......او کے۔'' وہ مسکرایا۔

خوشنما چلی گئی تھی۔ دونوں پھر باتوں میں لگ گئے تھے۔

''یار فاران کی بہن جو ہم بھی بری نہیں ہے۔ تم اسے بھی دیکھ لو ایک نظر پھر ہی کوئی فیصلہ کرنا۔'' ہیثم چاہتا تھا کہ جو ہم سے ہو جائے تا کہ نزہت مامی کا موڈ ہی ٹھیک ہو جائے۔ اشعر ایک قابل بزنس مین تھا۔ غرور و تکبر اس میں نام کو نہیں تھا۔

''یار! سوری میں نے صرف ایک لڑکی کو ہی دیکھا، وہی مجھے اچھی لگی ہے۔ میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر امی نے اپنی ایسی قسم دی کہ مجھے پھر ماننا پڑا مگر لڑکی؟ میں نے کہا آپ کی پسند کی لڑکی سے کروں گا مگر امی نے کہا کہ تم اپنی پسند سے کرو جب کہ اسفر بھائی کا تجربہ اور حال میں بھولا نہیں ہوں۔''

''جب تک انسان خود کچھ نہیں چاہے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔'' اس نے اشعر کی جانب دیکھا۔

''یار! میرا دل ڈر بھی رہا ہے، کیوں کہ میں نے پکا ارادہ باندھا ہوا تھا کہ کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔'' وہ گہری سوچ میں ڈوب کے گویا ہوا۔

''چل یار! یہ تجربہ بھی کر لے بہت مزے کی لائف ہوتی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''لگتا ہے لفٹ کرادی ہے بھابی نے۔'' اشعر نے معنی خیزی سے اسے مسکرا کے چھیڑا۔

''فضول بکواس مت کرو۔'' وہ جھینپ گیا۔

دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر اشعر کو وقت کا احساس ہوا تو وہ اٹھ گیا۔

ہیثم بھی اٹھ کے کمرے میں جانے لگا۔ کافی تھکا ہوا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرے میں اندھیرا تھا نائٹ بلب آن تھا اور وہ شاید سو گئی تھی۔

آج تو پوری جگہ گھیرے لیٹی ہوئی تھی۔ نماز کا دوپٹہ بند کے اسٹائل میں لیا ہوا تھا۔ تسبیح اس کے دائیں طرف پڑی تھی۔ شاید پڑھتے پڑھتے اسے نیند آگئی تھی۔

وہ واش روم میں چینج کرنے چلا گیا۔
''کاش یہ لڑکی مجھے ایسے حالات میں نہ ملی ہوتی۔'' وہ چینج کر کے آ گیا تھا۔
خوشنما اور لڑکیوں سے بہت مختلف اور سادہ تھی۔ اسی طرح اس کے گھر والے بھی تھے۔ مگر اس نے ابھی تک اسے معاف نہیں کیا تھا۔
کیا اسی طرح وہ سچے پیار کو ترستا رہے گا۔ اسے آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا تھا مگر یہ اس کے اپنے ان کا دکھ تو اسے بھول ہی نہیں رہا تھا۔ نزہت مامی کی نگاہوں میں خوشنما کے لیے طنز اور تضحیک ہی نظر آتی تھی۔ وہ اتنی مغرور اور تکبر والی کیوں تھیں۔
وہ بیڈ پر جگہ بنا کے اس کے اتنے قریب لیٹ گیا کہ دونوں کے بازو مل رہے تھے۔ وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ خوشنما کے چہرے پر بناوٹ اور مکاری ذرا نہیں تھی۔ وہ اول روز کی طرح آج بھی ایسی ہی تھی خوددار۔
اسے کتنا زعم تھا وہ کبھی بھی کسی لڑکی کا اسیر نہیں ہوگا مگر جب اوپر والے کی مرضی ہوگی تو بندہ کچھ نہیں کر سکتا اسے یہ خوشی تھی کہ جس سے اس کی شادی ہوئی تھی اسی لڑکی سے محبت بھی ہوگئی۔
خوشنما نے کروٹ لی تو اس کا ہاتھ ہیثم کی ناک سے ٹچ ہو گیا۔ اس نے بمشکل ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا وہ اس کے اتنے قریب تھی۔ تسبیح اس نے اٹھائی اور اٹھنے لگی۔ ہیثم نے شاید اس کا ارادہ بھانپ لیا تھا۔ اس کی کلائی پکڑ لی وہ اس کے سینے پر ہی آ کے گری۔
''کیا بدتمیزی ہے چھوڑیئے۔'' سانس تیز تیز چلنے لگا۔ ابھی تک دونوں کی اجنبیت کی دیوار نہیں گری تھی۔
''میاں بیوی کی ایسی بے تکلفی کو بدتمیزی کب سے کہنے لگیں۔'' اسے خوشنما کے وجود کی لرزاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔
''پلیز مجھے آپ کی یہ بے تکلفی کبھی بھی اچھی نہیں لگ سکتی۔'' اس نے منہ پھیرا ہوا تھا مگر وہ ہیثم کے لہجے کی شوخی کو سمجھ گئی تھی۔
''اچھا یہ بات ہے چلو آج بے تکلفی کی ابتداء کر دیتے ہیں، پھر تمہیں اچھی بھی لگنے لگے گی۔'' وہ معنی خیزی سے شوخ ہو گیا۔
''شٹ اپ۔'' زبردستی خود کو چھڑایا مگر مارے حیا کے اس کے پسینے بھی ہاتھوں سے پھوٹنے لگے۔
''میں تمہارے شٹ اپ کے رعب میں آنے والا نہیں ہوں میں اگر جو رکا ہوا ہوں تو صرف اس وجہ سے کہ زبردستی کا قائل نہیں ہوں لیکن اگر تم نے مجھے زیادہ تنگ کیا تو پھر میں لحاظ نہیں کروں گا۔'' وہ اس کے کان میں سرگوشی کے انداز میں بول رہا تھا۔ خوشنما نے لب بھینچ لیے تھے۔ وہ اتنی جلدی اس کے آگے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ کیوں کہ وہ لمحہ لمحہ مری تھی اور ہیثم کو ایسے کبھی بھی معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔
''چھوڑیئے مجھے واش روم جانا ہے۔'' اس نے جان چھڑانے کے لیے یہی مناسب سمجھا۔
''سچ میں جانا ہے یا بھاگنے کے لیے کہا ہے؟'' اس نے اس کا پورا وجود اپنے حصار میں لے لیا۔ وہ تو کرنٹ کھا کے رہ گئی۔ آج سے پہلے ہیثم نے اتنی بے تکلفی کبھی نہیں کی تھی۔
''چھوڑیں۔'' وہ چیخی۔

ہیثم قہقہہ لگاتے دور ہو گیا۔ وہ دوپٹہ کھول کے اوڑھنے لگی۔ نماز کے بعد وہ ایسے ہی لیٹ گئی تھی۔ تسبیح دراز میں رکھی اور واش روم میں گھس گئی۔ دل کی دھڑکنوں نے شور کر دیا تھا۔

❖❖---○---❖❖
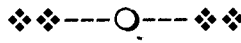
حسنیٰ کا دل اتنا گھبرا رہا تھا اس سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں جا رہا تھا۔ درمیان میں صرف ایک دن تھا آج اس کا جہیز وغیرہ بھی جا رہا تھا۔ رفعت بار بار اس سے کہے جا رہی تھیں سوٹ کیس میں لاک لگا دے مگر وہ تو روئے جا رہی تھی۔

''ارے حسنیٰ! بیٹا لاک تو کر دو تمہیں پتا ہے تمہارے اتنے اچھے اور قیمتی سوٹ اور چیزیں اِدھر اُدھر ہو گئیں تو تم بعد میں پریشان ہوتی رہنا۔'' رفعت اس کے پاس چلی آئیں۔

وہ لیٹی ہوئی تھی۔ ذہن اس کا بہت منتشر اور پریشان تھا۔ شہریار نے بھی اس دوران بات کرنا بند کر دی تھی اس نے شکر ادا کیا تھا۔ مگر اسے یہ بھی پریشانی تھی پتا نہیں بعد میں اس کا کیا ردعمل نکلتا ہے۔

''حسنیٰ بیٹا! میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔''

''اوہو مما! آپ تو پیچھے ہی پڑ جاتی ہیں۔'' وہ جھنجھلا گئی۔

''رفعت پھوپھو...... رفعت پھوپھو۔'' سعدیہ کی آواز پر دونوں ہی چونک گئیں۔ شادی والا گھر تھا مگر لگ نہیں رہا تھا۔ کوئی رشتے دار وغیرہ ایسے نہیں تھے جو رکتے۔ سعدیہ کے گھر والے بھی اس کے ماموں کے گھر رکے ہوئے تھے۔ یہاں تو جگہ نہیں تھی کہ وہ رکتے ولیمہ کر کے سب کو چلے جانا تھا۔

''سعدیہ! آ گئی ہے اچھا ہے وہی تمہارے کام کرے گی۔'' رفعت جیسے بری الذمہ ہو گئی تھیں۔

''حسنیٰ سو رہی ہو ابھی تک کیا؟'' وہ مسکراتی ہوئی اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی انگوری شیفون جارجٹ کے کپڑوں میں ملبوس لائٹ میک اپ میں سعدیہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''پوری رات تو ویسے ہی نہیں سوئی ہے۔ وہ سب ہی رات کو اتنی دیر سے گئے تھے۔'' رفعت نے گویا تفصیل بتائی۔

''ہاں رات مزہ بھی بہت آ رہا تھا۔'' وہ بولی۔

''میں اس سے کہہ رہی تھی۔ اپنے سوٹ کیس چیک کر کے لاک لگا دے کیوں کہ سارا سامان آج ہی جائے گا۔''

''چلیں میں کچھ چیک کر لوں گی نیچے پھوپھو نے تو سارا سامان پیک کر کے رکھا ہوا ہے فراج اٹھیں گے تو جلدی بھیج دیں گی۔'' اس نے مزید تفصیل سے بتایا۔

حسنیٰ تو ایسے لیٹی ہوئی تھی جیسے ان دونوں کے درمیان موجود ہی نہیں ہو۔

سعدیہ نے زبردستی اسے اٹھایا اور اس کی ساری چیزوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ سعدیہ دو دن کی دلہن تھی مگر اس نے اور لڑکیوں کی طرح ذرا نخرے نہیں دکھائے اور ولیمہ ہوئے بغیر ذمہ داریاں اٹھانا شروع کر دی تھیں۔ نسرین نے ذرا بھی مروت میں نہیں کہا کہ وہ رہنے دے نسرین کو تو ایک گھر سنبھالنے والی چاہیے تھی جو گھر کی ذمہ داریاں اٹھائے اور خود روزانہ اپنے رشتے داروں کے وزٹ پر روانہ ہو جائیں۔

''سعدیہ! بس کرو بیٹا آرام کرلو تمہاری شادی کو بھی کون سا زیادہ دن ہوئے ہیں۔'' رفعت نے کہا۔

''ارے پھوپھو آرام کر کے کرنا کیا ہے جب ساری زندگی یہی کام کرنے ہیں چند دن آرام کر کے کوئی فائدہ ہیں۔'' حسنیٰ کو ایسا لگا وہ طنز کر رہی ہے۔ کیوں کہ امی نے بھی تو اسے کام میں لگا دیا تھا ذرا بھی مروت نہیں برت ہی تھیں پتا نہیں وہ اتنی خود غرض کیوں تھیں۔

''کیوں، کیا تم سے بھابی نے کچھ کہا ہے۔'' رفعت جیسے سمجھ گئی تھیں وہ نسرین کی عادت سے بھی واقف تھیں وہ نی روکھی اور بے مروت بھی تھیں۔

''نہیں وہ میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔'' سعدیہ گڑبڑا بھی گئی۔

مگر حسنیٰ اپنی ماں کو جانتی تھی وہ کبھی سعدیہ کی تعریف تو کرتی نہیں تھیں چاہے وہ گھر میں کولہو کا بیل بن کے کام لرے۔

''سعدیہ میں تمہاری باتوں کا مفہوم سمجھ گئی ہوں۔''

''حسنیٰ تم تو پاگل ہوگئی ہو۔ میں نے تو ویسے ہی ایک بات کہہ دی تھی۔ پھوپھو اکیلی سب کیسے کریں گی۔ میرا رض ہے کہ ان کا ہاتھ بٹاؤں۔'' اس نے مسکرا کے سہولت سے بات بنا دی۔ رفعت تو خوب جانتی تھیں نسرین کیسی شکری اور بے مروت عورت ہیں۔ دوسروں کو سراہنا تو وہ جانتی ہی نہیں تھیں۔

''بھابی کو تو نوکرانی چاہیے تھی، وہ مل گئی انہیں۔'' رفعت نے سوچا مگر منہ سے نہیں کہہ سکیں۔ انہیں سعدیہ پر ترس نے لگا۔

سعدیہ ہنس مکھ عادت کی تھی۔ جب سے یہاں سے گئی تھی وہ کچھ سنجیدہ ہوگئی تھی کیوں کہ نسرین نے اتنے ویلے کیے تھے فراج کی پسندیدگی پر کہ وہ تو پشاور چلی گئی مگر نسرین کے زرخیز دماغ میں تو ہر بات اپنے مطلب کی تی تھی۔ بھائی کا بھی خیال نہیں کیا بلکہ یہ سوچ کے فراج سے اس کی شادی کی گھر میں کام کرنے والی تو آئے گی۔ عدیہ شاید یہ بات نہیں سمجھ رہی تھی یا پھر وہ جان بوجھ کے انجان تھی۔

❖❖---○---❖❖

رات مہندی سے اتنی دیر میں واپسی ہوئی تھی۔ سب ہی صبح دن چڑھے تک سوتے رہے تھے مگر حباب کو اپنی ادی کا لہنگا لینا تھا۔ جو وہ گھر ہی چھوڑ آئی تھی۔ اس لیے وہ زین کے ساتھ گھر آ گئی تھی۔ اکرام ماموں کا اشعرا سے ھوڑ کے چلا گیا تھا۔

آتے ہی کمرے کو سمیٹا کیوں کہ ضمران نے اچھا خاصا پھیلایا ہوا تھا۔ وہ کل تیار ہوا ہوگا تو ہر چیز ایسے ہی ھیلا کے چھوڑ دی تھی۔

کب سے صحن میں کچھ آوازوں کا شور تھا اسے اتنا تو پتا تھا آج آدم ابھی تک اسٹور نہیں گیا تھا۔ وہی اکثر لھانے پینے پر شور کرتا تھا مگر یہ شور اور آوازیں کچھ اور ہی نوعیت کی تھیں۔ حباب تجسس کے مارے باہر نکل آئی۔

سامنے لاؤنج میں عتیق احمد کو دیکھ کر وہ تو حیران رہ گئی۔ رضوانہ سامنے صوفے پر بیٹھی رو رہی تھیں۔ آدم خاموش ا مزمل اور طٰہٰ بھی اتفاق سے گھر پر ہی تھے۔ عتیق احمد کی موجودگی حیرت سے کم نہیں تھی۔

''چلو آدم! تم اپنے کام پر جاؤ۔'' رضوانہ نے اسے اٹھایا۔

عتیق احمد کا سر جھکا تھا پتا نہیں ندامت سے یا پھر غصے سے وہ اندازہ نہیں کر سکتی تھی۔
''حباب! سلام کرو اپنے سسر کو۔'' رضوانہ نے گلابی کپڑوں میں حیرانی سے دیکھ لیا تھا۔
عتیق احمد کا اسی وقت سر اٹھا تھا حباب سلام کرنے آگے آچکی تھی۔
''جیتی رہو! اس وقت میرے پاس تمہیں منہ دکھائی میں دینے کو کچھ نہیں ہے۔''
''ارے کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرائی اسے ان کے سامنے جھجک اور شرم بھی آرہی تھی۔ کیوں کہ آج اس نے یوں پہلی بار انہیں یہاں دیکھا تھا۔
''ضمران کب تک آتا ہے؟''
''وہ کبھی چھ بجے یا آٹھ بجے تک آتے ہیں۔'' وہ سائیڈ والے صوفے پر بیٹھی قدرے توقف سے گویا ہوئی۔
''بیٹا! تمہیں حیرانگی ہو رہی ہوگی۔ میں آج یہاں کیسے۔'' وہ خود ہی جیسے اس کے آنکھوں میں سوال دیکھ کر سمجھ گئے تھے۔
''آج اگر میری آنکھیں وہ بچی نہیں کھولتی تو یہاں میں کبھی نہیں آتا۔''
''چھوڑیے ابو! آپ ان سب باتوں کو ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ آپ لوٹ آئے ہیں۔'' آدم نے ان کی بات کاٹ دی۔
آدم کو نوین کی عقل مندی اور سمجھ داری پر ابھی تک حیرانی تھی۔ وہ راشدہ پھوپھو کی الگ ہی بیٹی ثابت ہوئی۔ نوشین اور کرن کو تو سوائے میک اپ فیشن کے کوئی انہیں کام نہیں ہوتا تھا۔ البتہ اس نے نوین کو اکثر یہاں بھی اپنی پڑھائی اور کام میں مشغول ہی دیکھا تھا۔ وہ فضول باتوں میں بھی نہیں بیٹھتی تھی اسے آج اندازہ ہو رہا تھا نوین اچانک سے اسے اتنی اچھی کیوں لگنے لگی تھی۔ آدم پریشان ہو گیا تھا۔
''میں اب یہیں اپنے بچوں کے پاس رہوں گا۔'' انہوں نے مسکرا کے خوش ہو کے کہا۔
''میں ان سب کا گناہ گار ہوں۔''
''آپ ایسی باتیں نہیں کریں آپ کے بچے ایسے نہیں ہیں کہ آپ کو یوں مجرم بنا دیکھیں وہ بہت خوش ہیں۔''
رضوانہ کے دل کو بھی جیسے قرار مل گیا تھا۔ گھر کا ماحول اچانک سے اتنا اچھا اور خوش باش ہو گیا تھا۔ رضوانہ کو سکون مل گیا تھا۔ اتنے برسوں بعد عتیق احمد نے ان کی حیثیت جان لی تھی اور انہیں یہی کافی تھا۔
ضمران شام میں چھ بجے ہی آگیا۔ مزمل نے جو اسے کال کر دی تھی وہ عتیق احمد کے گلے لگ کے آنکھوں میں نمی لیے مسکرا دیا۔
''ابو! آج آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہے آج ہمارا گھرانہ پورا ہو گیا ہے۔'' وہ ان کے ہاتھوں کو تھام کے چومنے لگا۔
حباب نے شام کی چائے پر خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ خوشی کا دن جو تھا۔
''تم کیسے آگئیں۔'' ضمران نے اس کی موجودگی پر پوچھا۔ آج ہی تو شہریار کی شادی تھی۔
''مجھے کپڑے اور کچھ چیزیں لینی تھیں زین کے ساتھ آگئی تھی۔'' اس نے بتایا۔
''رات تم بہت پیاری لگ رہی تھیں۔'' ضمران اس کی پشت پر کھڑا بڑے پریم سے مخمور لہجے میں بولا۔ وہ

ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے کاسمیٹکس کی چیزیں نکال رہی تھی۔ حباب کی نگاہ نہیں اٹھ رہی تھی۔

''تم عجیب لڑکی ہو۔ لڑکیاں تو شوہر تعریف کریں خوش ہوتی ہیں تم خوش ہی نہیں ہوتی ہو۔'' وہ کھسیا گیا تھا۔

''یہ تعریف اس وقت اچھی لگتی ہے سب کچھ پلاننگ سے ہو۔'' وہ معنی خیزی سے بولتی دراز بند کرنے لگی۔

ضمران کے خاک بھی پلے نہیں پڑا، وہ ساری چیزیں بیگ میں رکھ رہی تھی۔ ضمران خاصا بدمزہ بھی ہو گیا تھا وہ منہ لپیٹ کے پڑ گیا تھا۔

❖❖---○---❖❖

اس نے گھر میں جیسے ہی قدم رکھا تھا سب کے چہروں پر پریشانی اور ہوائیاں دیکھی تھیں۔

''خیریت تو ہے۔'' اس نے چھوٹی مامی سے پوچھا۔ وہ ہال کمرے میں خاموش بیٹھی تھیں کیوں کہ اسے سارا ماحول ہی خاموش لگ رہا تھا۔

''آں...... ہاں؟'' وہ جیسے کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ ہیثم کے بولنے پر اچھل ہی گئیں۔

''مامی آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں اور گھر کے باقی لوگ کہاں ہیں؟ نانا جان بھی اپنے روم میں نہیں ہیں۔'' اس کو بہت پریشانی اور فکر ہو رہی تھی۔

''وہ سب بھابی کے کمرے میں ہیں۔'' وہ بتانے لگیں۔

''ایسا کیا ہو گیا خیریت تو ہے۔''

''ہیثم! تم ابھی آفس سے آئے ہو فریش ہو جاؤ پھر تمہیں بھی سب پتا چل جائے گا۔''

''مجھے ابھی بتایئے۔'' وہ تو بے چین تھا۔ بڑی مامی کے روم میں وہ جان کے نہیں جا رہا تھا۔ کیوں کہ بڑی مامی اس سے کون سا خوش تھیں۔

''فاران نے شادی کر لی ہے۔''

''واٹ......؟'' وہ تو بیٹھے سے اچھل کے کھڑا ہو گیا۔ کیوں کہ شاہدہ مامی نے لگتا تھا کوئی بم پھاڑا ہو۔

''بھابی کا رو رو کے برا حال ہے۔''

''مگر مامی یہ کیسے کر سکتا ہے۔ فاران سے مجھے اس بے وقوفی کی توقع نہیں تھی۔'' وہ تو بہت زیادہ فکر مند ہونے لگا۔

''ارے بیٹا! یہاں تو بس کیا کروں کیا ہو رہا ہے مجھے پتا نہیں ہے۔ یہ سب فاران نے کسی مجبوری میں ہی کیا ہو گا۔'' شاہدہ کا دل مان نہیں رہا تھا کہ فاران اپنی ماں کا دل دکھانے کے لیے ایسی کوئی حرکت کرے گا۔

ہیثم گہری سوچ میں میں پڑ گیا۔ کل تک بڑی مامی اسے کیا کیا نہیں کہہ رہی تھیں اور آج ان کے خود کے بیٹے نے ایسی حرکت کر دی انہیں بڑے بول سے پتا نہیں کیوں ڈر نہیں لگتا تھا۔

اس نے تو خیر اپنے بڑوں کی مرضی سے جو اس کے اپنے تھے۔ نانا جان ان کی مرضی سے شادی کی تھی جب بھی بڑی مامی کو یہ سب پسند نہیں تھا۔

''کچھ نہ کچھ تو کہیں گڑبڑ ہوئی ہے۔'' وہ زیر لب گویا ہوا۔

''گڑبڑ ارے اس نے تو اچھی خاصی گڑبڑ کر دی ہے۔ بھابی کو تو فاران پر فخر تھا۔ ان کی مرضی کے بغیر کہیں

شادی نہیں کرے گا۔"

"مامی یہ بڑے بول بھی ٹھیک نہیں ہوتے اتنا فخر اور اعتماد بھی نہیں کرنا چاہیے۔ فاران باشعور سمجھ دار ہے وہ اپنی مرضی سے کیوں شادی نہیں کر سکتا۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے ہو کہ اس نے یہ اچھا نہیں کیا اور اب یہ بات۔" وہ جیسے سمجھی نہیں۔

"میرا مطلب ہے کہ فاران کو بھی اپنی پسند کا اختیار ہے یہ اس نے غلط کیا اچانک سے شادی۔ پہلے گھر والوں کو بتاتا تو سیدھے طریقے سے اس کی شادی کرتے۔"

"ارے بیٹا مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ اٹھ گئیں۔ ہیثم نے بھی اپنے روم کا رخ کیا اس وقت مامی کے روم میں جانے کی اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

اندر آیا تو خوشنما اسی وقت عصر کی نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھی۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا اس کے لب ہل رہے تھے صاف واضح تھا۔ وہ ورد کر رہی ہوگی۔ جائے نماز تہہ کر کے ڈریسنگ روم میں رکھی اور خود سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

"یہ سب گھر میں کیا ہو رہا ہے۔"

انسان کو اتنی اکڑ بھی نہیں رکھنی چاہیے اس ذات پاک کے آگے۔ وہ پل میں کیا سے کیا کر سکتا ہے۔ دیکھنا یہ سب اللہ کو ناپسند ہے۔" وہ گھر میں ہوئی ایسی بات سے خوش تو نہیں تھی۔ مگر نزہت مامی پر اسے افسوس ہوتا تھا جو ہر وقت اسے حقیر جو سمجھتی تھیں۔ غریب ہونا اس کا گناہ تھا۔ عزت، شرافت، انسان کی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ کون ہوتی ہیں۔ اس کی پل پل میں بے عزتی کرنے والی۔

"یہی بات اگر میں تمہارے لیے کہوں؟" وہ شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ آتے ہی وہ فریش ہو کے ایزی سا قمیض شلوار پہنتا تھا۔

"تم بھی تو مجھے حقیر سمجھتی ہو اور ناپسند کرتی ہو۔"

"میں نے کبھی آپ کو حقیر نہیں سمجھا ہے بلکہ حقیر اور ناپسند تو آپ نے کیا ہے۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" وہ تو تنک ہی گئی۔ ہیثم لب بھینچ کے رہ گیا کیوں کہ وہ پچھلی باتوں کا حوالہ دے کر اسے شرمندہ کرتی رہتی تھی۔

"جب سے میں تم سے ملا ہوں کتنا بے پناہ پیار کرنے لگا ہوں۔ پتا نہیں تم میری سزا کب ختم کرو گی۔" وہ خاصا سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔ خوشنما نے اسے بغور دیکھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ خاموش اور افسردہ بھی لگ رہا تھا۔ شاید گھر کے ماحول کی وجہ سے یا پھر اس کے اندر کہیں خالی پن تھا جو اسے بار بار احساس دلاتا تھا کہ وہ تنہا ہے۔

"ہش یہ مجھے کیا ہوا میں اتنی جلدی اس کے بارے میں اتنا نرم کیوں سوچنے لگی۔ اس شخص نے مجھے سب کے سامنے رد کیا تھا۔" وہ فوراً ہی سرد مہر اور سخت بن گئی۔

"آپ کے پیار کا کیا پتا کہاں کہاں نہیں نچھاور کر چکے ہوں۔"

"اب تم یہ مجھے غصہ دلانے والی بات کر رہی ہو۔" وہ ایک دم ہی ریش ہو گیا۔ چتون تن گئے۔ اپنے کردار پر تو اسے انگلی تک اٹھانا برداشت نہیں ایسی ہی بات بڑی مامی نے بھی تو کہی تھی، اسے اس وقت ان کی بات کا افسوس تو ہوا تھا مگر جلد بھول گیا تھا مگر خوشنما کے منہ سے یہ بات بالکل گوارہ نہیں تھی۔

''کیوں جھوٹ تو نہیں ہے۔'' وہ دور صوفے پر بیٹھی اسے سلگائے جا رہی تھی۔
''جسٹ شٹ اپ بہت ہو گیا، جس کا دل چاہتا ہے میری تضحیک کرتا رہتا ہے۔ میرے ماں باپ نہیں ہیں کہ جس کا دل چاہے گا وہ مجھے بے عزت کرتا رہے گا۔ میں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ مجھے شرمسار ہونا پڑے، میری تربیت میرے نانا جان نے کی ہے۔ مجھے فخر ہے میں ہر بری صحبت سے بچا ہوا ہوں۔'' وہ تو پھٹ پڑا۔
خوشنما اس کے اتنے درشت لہجے پر اور چراغ پا ہونے پر سہم سی گئی۔ لب بھینچ لیے وہ لمبے لمبے سانس بھرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔
''اف...... انہیں تو غصہ بھی آتا ہے۔ خوشنما آگے تیری خیر نہیں جو مزید تو نے بکواس کی تو۔'' وہ لب کچل رہی تھی۔ اسے ہیثم کی فکر بھی ہو رہی تھی جو پتہ نہیں کہاں نکل گیا ہو گا۔ ویسے ہی گھر کی فضا افسردہ تھی۔

❖❖---O---❖❖

اگر وہ امی کو احساس نہیں دلاتی تو وہ تو برے سے برا کرتی ہی چلی جاتیں۔ کیسے ہیثم کی شادی پر بھی واویلا مچایا تھا۔ ان کی مرضی تھی جو ہم سے ہو اور جو ہم اس نے کبھی ہیثم کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ عمر میں بھی تو خاصی چھوٹی تھی۔ وہ ہیثم کو فاران کی طرح ہی بھائی سمجھتی تھی۔
''ہیثم بھائی! کتنے اچھے ہیں، سب کا خیال رکھتے ہیں۔'' اس نے اپنے آنسو صاف کیے دل تو اس کا ماں کی طرف سے اداس تھا کیوں کہ انہوں نے کتنا اسے برا بھلا کہا تھا۔
''امی! میں آپ کو کچھ بھی برا نہیں کرنے دوں گی اور رہے فاران بھائی ہمیں ان کی پسند بھی قبول کرنی ہو گی۔'' اس نے عزم کر لیا تھا۔ وہ سب کچھ ٹھیک کر کے رہے گی اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑے۔
''جو ہم امی کے لیے دودھ گرم کر کے لے جاؤ، انہیں میں نے دوائی کھلا دی ہے۔'' میران امی کے روم سے باہر آ کے اسے ہدایت دینے لگا۔
''اچھا!'' اس نے سر ہلایا۔
''اور ہاں مزید کچھ بولنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ بہت رو رہی ہیں۔''
''میران میں نے کیا غلط کہا ہے؟''
''تم نے سب ٹھیک کہا مگر مزید انہیں کچھ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہیں زیادہ طبیعت خراب نہ ہو جائے۔''
میران کافی دیر سے نزہت کے پاس ہی تھا کیوں کہ ارتضیٰ علی کو تو خود وقتی غصہ تھا جو مرتضیٰ علی نے کہہ کر انہیں کم کر دیا تھا مگر وہ نزہت سے ناراض تھے جو ہیثم کو بہت برا بھلا کہہ رہی تھیں۔

❖❖---O---❖❖

حسنیٰ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ ہو گئی تھی۔ شہریار اسے کاموں میں لگائے رکھتا تھا۔ ابھی بھی وہ سارا کمرا سمیٹ کے نہانے جا رہی تھی۔ نازیہ بھابی میکے رہنے گئی ہوئی تھیں۔ ابھی تک حسنیٰ کا ہاتھ کھیر میں بھی نہیں پڑا تھا وہ

اور ہی آرام سے ہوگئی تھی کام کی تو ویسے ہی چور تھی۔

''سنو مجھے روٹی بنا کے دو بھوک لگ رہی ہے۔''

''بھابی سے کہہ دیں۔'' وہ اپنے ہاتھ پیروں کی کلینزنگ کر رہی تھی۔

''بھابی سے کیوں کہہ دوں تمہاری ذمہ داری ہوں، ان کی نہیں۔'' اس نے اس کے سرخ و سپید سراپے کو بغور دیکھا۔ جب سے اس نے ویٹ کم کیا تھا اور زیادہ خوب صورت اور دلکش ہوگئی تھی۔ شہریار اسے ذرا بھی اس کی خوب صورتی کا احساس نہیں دلاتا تھا۔

''بھابی اپنی امی کے گئی ہوئی ہیں۔''

''مگر میری تو ابھی کھیر پکائی کی رسم بھی نہیں ہوئی۔'' وہ جھٹ بولی۔

''ضروری ہے یہ فضول رسم ہوگی تو ہی تم کچن کا کام کرو گی کوئی کھیر پکائی نہیں ہوگی۔ میں نے منع کر دیا ہے۔''

''واٹ! آپ کی امی تو کہہ رہی تھیں کہ وہ ضرور کریں گی۔''

''میں نے منع کر دیا ہے۔''

''آپ کی امی کو ویسے بھی پیسے بچانے کی پڑی رہتی ہے۔'' وہ تو بہت ہی بھنا رہی تھی۔

''زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ہے اور یاد رکھنا میں تمہاری بکواس برداشت بھی نہیں کروں گا۔'' وہ تو آنکھیں نکال کے اسے وارننگ دے رہا تھا۔

حسنیٰ کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ شہریار ذرا بھی تو اس کا خیال نہیں کر رہا تھا۔ نئی دلہن کے تو شروع شروع میں شوہر ہر ناز نخرے بھی اٹھاتے ہیں یہاں شوہر تو کیا سسرال والے بھی اس کے کوئی ناز نخرے نہیں اٹھا رہے تھے۔

''جلدی سے نہا کے آؤ پھر مجھے روٹی بنا کے دو اور ہاں رات کا بھی کھانا بنا لینا کیوں کہ اماں گھر میں ہی ہوں گی۔ میرے دوست کے گھر دعوت ہے اس نے بلایا ہے وہاں جانا ہوگا۔'' وہ اسے ساتھ ساتھ ہدایتیں بھی دیئے جا رہا تھا اور وہ جل کے کلس ہی رہی تھی۔ اسے کیا خبر تھی اسے یہ دن بھی دیکھنا پڑیں گے۔ کیسے اس کی نوابوں والی زندگی تھی۔ رفعت تو اسے کسی کام کو ہاتھ لگانے نہیں دیتی تھیں مگر نسرین اس سے سارے کام لیتی تھیں مگر اسے یہ سب اس وقت کرنا ناگوار نہیں گزرتا تھا مگر یہاں شہریار کے حکم پر ہر کام کرنا اس کی جان ہی جلا رہا تھا۔

''دل میں خوب کوس رہی ہوگی۔ ہے نا۔'' اس کا جائزہ لینے لگا۔ پنک لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں اس کی سرخ و سپید رنگت غصے کی وجہ سے اور سرخ ہی ہو رہی تھی۔

''کوسنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ طنز کرتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل پر اپنی گولڈ کی چوڑیاں اتار کے رکھنے لگی۔

شہریار بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹا تھا نگاہ اس پر ہی جمائی ہوئی تھی۔

''تم عورتیں فائدے نقصان میں ہی پڑی رہتی ہو۔''

''اگر اتنی بری تھی تو مجھ سے شادی کیوں کی؟'' وہ تیز لہجے میں پھنکاری۔

''تمہارا میرا جوڑ لکھا جا چکا تھا اور یہ بڑے بڑے بول تمہارے آگے آئے ہیں کیا کہا تھا مجھ سے شادی کرنے سے پہلے میں خودکشی کر لوں گی۔'' وہ اسے یاد دلانے لگا۔

''آپ سے شادی بھی خودکشی سے کم نہیں ہے۔'' دانت پیسے شہریار اٹھ کے اس کے راستے میں ہی آ گیا حسنیٰ

مائیڈ سے ہو کے نکلنے لگی۔
''کیا ہے مجھے کام کرنے دیں۔'' وہ جھنجھلا گئی۔
''تیور تو تمہارے ایسے ہیں جیسے کہیں کی شہزادی ہو۔'' ہاتھ پکڑے بیڈ پر گرا چکا تھا۔
حسنیٰ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اسے شہریار کے ہر لمس سے جانے کیوں انتقام ہی کیوں محسوس ہوتا اس نے ایک دفعہ بھی اسے پیار سے نہیں چھوا تھا۔
''چھوڑیں ناں۔'' وہ چیخی۔
''آواز نیچی رکھو۔'' وہ اس کے کان کے قریب آہستگی سے ڈپٹ کے بولا تھا۔
''میرا جب دل چاہے گا تمہیں میرا خیال رکھنا ہوگا۔''
''آپ کو بیوی نہیں اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے چاہیے تھی میں ہی کیوں کوئی اور لڑکی لے آتے۔''
''کیا کروں ہم لوگ خاندان بھی تو دیکھتے ہیں۔'' وہ پھر جلانے لگا۔
حسنیٰ جلتی رہی کلستی رہی مگر وہ اسے جلاتا رہا تھا جتنا وہ اس کے سامنے پراعتماد بنتی وہ اسے اتنا بے عزت کرتا۔ وہ اکیلے کمرے میں منہ چھپائے روتی مگر اس نے بھی سوچ لیا تھا شہریار کو سبق سکھا کے ہی رہے گی۔ اسے جب محبت ہی نہیں تو کیوں وہ اس کے ساتھ زبردستی یہ رشتہ جوڑے رکھے۔ گھر سے نسرین بھی تو نہیں آئی تھیں جو وہ ان کے ساتھ ہی کچھ دنوں کے لیے گھر چلی جاتی۔

❖❖---○---❖❖

بڑی مامی کو تو جیسے چپکی ہی لگ گئی تھی۔ وہ فاران سے بات بھی نہیں کر رہی تھیں۔ ارتضیٰ علی نے فاران کو بہت سنایا تھا مگر اس نے ایسی مجبوری بتائی کہ وہ خاموش ہو گئے تھے۔
''امیر علی، فاران کی دلہن کو رخصت کروا کے اس گھر میں لے آؤ۔'' مرتضیٰ علی نے اچانک ہی کہا تھا۔ وہاں بیٹھے لوگ سب ہی چونک گئے تھے۔ فاران کو تو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ہیثم نے پہلو بدلا تھا جب کہ خوشنما کی نگاہ گاہے بگاہے ہیثم پر بھی تھی جو کل سے اس سے بات بھی نہیں کر رہا تھا اور کمرے میں بھی آ کے نہیں سویا تھا۔
''بابا جان! نزہت بالکل نہیں مانے گی۔''
''اسے سمجھانا تمہارا کام ہے جب کہ تمہارے بیٹے نے یہ قدم اٹھا ہی لیا ہے تو اسے تم نے پورا کرنا ہے۔''
''اور ہاں ہیثم تم نے بھی کسی لڑکی سے نکاح کیا تھا اس لڑکی کو بھی تم لے آؤ۔''
''جی۔'' ہیثم کو لگا جیسے سر پر بم پھوڑا ہو۔ خوشنما تو گھبرا گئی کیوں کہ اصل حقیقت تو کسی کو بھی نہیں معلوم تھی۔
''نانا جان یہ آپ کہہ رہے ہیں۔''
''میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اس لڑکی کی بھی حق تلفی نہیں ہو اور خوشی بیٹی کی بھی۔'' نوجوان پارٹی کو مرتضیٰ علی نے آنکھ کے اشارے سے جانے کو کہا تھا۔
''ہیثم میں چاہتا ہوں تم خوشی بیٹا سے بات کرو اور راضی خوشی اس لڑکی کو لاؤ۔'' خوشنما فوراً ہی جھٹکے سے اٹھ گئی سب کی حیرانی سے استفہامیہ نگاہیں اٹھ گئی تھیں۔

''خوشی کو میری یہ بات بری لگی ہے میں چاہتا تو یہ بات میں اس کے سامنے نہیں کرتا مگر میں نے جان کے بات کی تا کہ اسے اندازہ ہو جائے کہ میں اس کا بھی خیال رکھتا ہوں۔'' مرتضیٰ علی سمجھ رہے تھے خوشنما کا وہ خیال کر رہے ہیں جب کہ ایسا کچھ نہیں تھا خوشنما کو ان کی یہ بات بری لگی تھی۔

''نانا جان! آپ کو اچانک سے یہ خیال کیوں آیا۔''

''میں نے فیصلہ کیا ہے تم اور فاران سیدھے طریقے سے اپنی زندگی گزارو۔ فاران نے بھی اپنی ماں کو دھوکا دیا ہے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا اس کا یہی حل ہے کہ فاران اس لڑکی کو لے آئے اور وہ لڑکی نزہت کا دل جیتنے کی کوشش کرے۔'' وہ بڑے نرم اور مدبرانہ انداز میں ان دونوں کو ہی سمجھا رہے تھے۔ اشرف علی اور ارتضیٰ علی اور شاہدہ خاموش بیٹھے ان کی بات سن رہے تھے۔

ہیثم کا سارا دھیان خوشنما کی طرف تھا کیوں کہ اسے اب موقع ملا تھا خوشنما کو ذہنی ٹارچر کرنے کا۔

''شاہدہ بیٹا! آپ دلہنوں کی تیاریاں شروع کریں یہ فرض تو ادا کرنا ہی ہے۔'' مرتضیٰ علی خاصے تھکے تھکے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

''چلو ارتضیٰ میں نزہت سے بھی بات کرلوں ایسے کب تک وہ ناراض رہیں گی۔'' وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے کھڑے ہو گئے۔

فاران نے بڑی فکر مندی سے پہلو بدلا تھا کیوں کہ نزہت اس سے بالکل بھی بات نہیں کر رہی تھیں۔ کتنی ہی وہ معافیاں مانگ چکا تھا۔

''چلو دلہا میاں تیار ہو جاؤ اپنی دلہن لانے کو۔'' ہیثم نے شوخی سے کہہ کے اس کی پشت معنی خیزی سے تھپکی تھی۔

''تمہیں بھی تو کہا ہے۔''

''مجھ سے ایک سنبھالی نہیں جا رہی ہے۔ دوسری کہاں افورڈ کر سکتا ہوں۔'' اس نے خود ہی اپنا تمسخر اڑایا۔

''پھر ہیثم تم اس لڑکی کا کیا کرو گے جسے تم گھر لائے تھے نکاح کر کے۔''

''مامی میں اس لڑکی کو کچھ دے دلا کے چپ کرا دوں گا۔'' اسے اب اندازہ ہو رہا تھا ایک جھوٹ چھپانے کے لیے کتنے جھوٹ بولنے پڑ رہے تھے۔

''لگتا ہے خوشنما بھابی کو دادا جان کی یہ بات پسند نہیں آئی ہے۔'' فاران نے خوشنما کے تیور نوٹ کیے تھے۔

''اگر نانا جان نے مجھے زیادہ ہی فورس کیا تو مجھے پھر کچھ تو کرنا پڑے گا۔''

''اپنی اس بیگم کا کیا کرو گے وہ تو بالکل برداشت نہیں کریں گی۔''

''ارے ہیثم کے لیے کوئی مشکل تھوڑی ہے دوسرا فلیٹ خرید کے اس میں رکھ لے گا کیوں ہیثم۔'' شاہدہ نے جیسے مسئلے کا حل پیش کیا ہو۔

''مامی وہ میں نے نکاح مجبوری میں کیا تھا کہ نانا جان میری خوشنما سے جان چھڑا دیں اور اب میں ایسا بالکل نہیں چاہتا۔'' وہ اس وقت بہت مشکل میں تھا کیسے سچ بتائے اگر نانا جان کو یہ پتا چلا کہ اس نے جھوٹ ہی کہا تھا وہ کتنا ناراض ہوں گے۔

''میں ذرا چلتا ہوں امی کے روم میں۔'' فاران کو وہاں کی بھی فکر تھی اور ہیثم کو اس وقت صرف یہ فکر بھی کہ وہ کیا

لرے کہ یہ جھوٹ ختم ہو ادھر خوشنما بھی غصے میں ہو گی۔

❖❖---○---❖❖

''یہ کارنامہ انجام دے کر بہت اچھا کیا ہے۔ یہ نظر نہیں آیا بہن کی خوشیاں ضمران کسی اور کی جھولی میں ڈال
کا ہے۔'' راشدہ، نوین پر بہت ناراض ہو رہی تھیں۔
''ہم زبردستی کسی کو بھی مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ ہم سے شادی کرے۔ ضمران بھائی نے کبھی نوشین باجی کو پسند
ں نہیں کیا یہ آپ ہی تھیں جو آئے دن جا کے وہاں رک جاتی تھیں اور اپنی عزت اور اہمیت کم کرتی تھیں۔'' نوین کو
ب اچھا لگتا کانوں سے بھی سنتی تھی کتنا دکھ ہوتا تھا صرف اپنی ماں اور بہن کی وجہ سے۔
''عتیق بھائی کو کیا کہا جو وہ سیدھے یہاں سے چلے گئے۔''
''ماموں کو احساس دلانا تھا جو میں نے دلا دیا۔ ان کی سمجھ میں آ گیا جو وہ چلے بھی گئے۔''
''نوین کیسی اولاد ہے تجھے ذرا اپنی ماں اور بہن کا خیال نہیں۔''
''آپ سب کا ہی خیال تھا جو میں نے ایسے کہا۔'' وہ بڑی سنجیدہ تھی اپنی ماں اور بہن کی عقلوں پر ماتم کرنے کو
ل چاہتا تھا۔
''تم کیا سمجھ رہی ہو میں ضمران کو ایسے ہی چھوڑ دوں گی۔''
''نوشین باجی! آپ کو اللہ کا واسطہ کیوں ایسی عزت کرا رہی ہیں۔ کیوں ان کی ہنستی بستی زندگی میں ٹانگ اڑا
ہی ہیں۔''
''بکواس بند کرو۔'' اس نے نوین کو ڈانٹ دیا۔
''مجھے تو رضوانہ بھابی پر شک ہو رہا ہے ضرور اسے کچھ گھول کے پلا دیا ہے جو یہ ان کی کہے جا رہی ہے۔''
''امی اگر مامی کو پلانا ہوتا تو ماموں کو آپ کو اور نانی جان کو پلاتیں تا کہ آپ سب ان کے گن گاتے۔ نہ ماموں
ھر سے بھاگتے اپنی ذمے داریوں سے منہ چھپا کے۔''
''امی دیکھیں کیسی اس کی زبان چلے جا رہی ہے۔'' نوشین کے تو اور ہی پتنگے لگ رہے تھے۔ وہ حیران بھی تھی
د نوین بالکل چپ رہتی تھی۔ آج کیسے اس کی زبان چل رہی تھی۔
''نوین! بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' کرن نے بھی آ کے تائید کی۔
''ہاں تمہاری کمی تھی آ جاؤ اس کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور ماں کے خلاف محاذ کھول لو۔''
''آپ غلط بات کر رہی ہیں۔ میں صرف حقیقت بیان کر رہی ہوں اور سچ بول رہی ہوں۔'' وہ ترکی بہ ترکی
ل رہی تھی۔
''دونوں کیسی گھنی میسنی ہیں مامی کے گھر والوں سے ملی ہوئی ہیں۔'' نوشین کے تو پتنگے لگ رہے تھے۔
''آپی یہ آپ کی سوچ ہے ہم کوئی مامی کے گھر والوں سے نہیں ملے ہوئے ہیں آپ اپنی فکر کریں ضمران بھائی
ے سسرال والوں میں بھی آپ کی خاصی شہرت ہو گئی ہے۔ مہندی کے دن کا ہنگامہ یاد ہے؟'' کرن بھی اسے
حساس دلانے لگی کہ کسی طرح تو اس کی بہن سدھر جائے۔

''میرے حق پر وہ لڑکی ڈاکہ ڈالنے آگئی۔ میرے آگ نہیں لگے گی تو کیا کروں۔''
''آپی آپ بالکل اَن پڑھ لوگوں کی طرح ری ایکٹ کرنے لگی ہیں۔ پڑھی لکھی باشعور ہیں کچھ تو عقل سے سوچیں۔''
''زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں جاؤ تم اپنا کام کرو۔'' اس نے کرن کو ڈانٹ دیا۔ نوین اور کرن ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ ان دونوں کو اپنی ماں اور بہن کی سوچوں پر دکھ ہو رہا تھا جو پتا نہیں کیوں نہیں سوچ رہی تھیں۔
''آپ کو اس طرح کرنے سے کچھ حاصل وصول نہیں ہوگا۔''
''میں حباب کو بھی ضمران کے ساتھ رہنے نہیں دوں گی۔ دونوں کو الگ کروا کے رہوں گی۔'' اس نے نوین کو بتایا نوشین کی آنکھوں میں تو جیسے خون اترا ہوا تھا۔
''نوین چھوڑو ان کو ان کے حالوں پر جیسے ابو نے چھوڑ دیا ہے۔'' کرن نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''دونوں لڑکیوں کو دیکھو کیسے میرے منہ کو آرہی ہیں۔''
''امی ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ ہماری ماں ہیں اور آپی ہماری بہن ہیں۔ میں نہیں چاہتی کوئی آپ دونوں کو برا کہے۔ پلیز آپ دونوں اپنی سوچوں کو وسیع کریں غلط سوچنا بند کریں۔ دوسروں کی خوشی میں خوش رہنا سیکھیں۔'' نوین مدبرانہ انداز میں سمجھا رہی تھی۔
نوشین تو ہنکارے ہی چلی گئی اور راشدہ اسے گھورنے لگیں۔
''دونوں اپنے باپ پر گئی ہیں جیسے وہ کسی کی نہیں سنتا ایسی تم ہو۔'' انہوں نے نوین کو برہم ہوئے کہا۔
نوین اپنا سر تاسف سے ہاتھوں میں تھام کے ہی رہ گئی کیوں کہ اس وقت راشدہ اور نوشین جیسے کچھ سوچنا سمجھنا نہیں چاہتی تھیں غصے اور رقابت کی آگ میں دونوں جل رہی تھیں۔

❖❖---○---❖❖
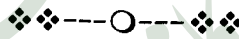
''یار! میں نے تجھ سے ایک کام کہا تھا۔'' اشعر اسے اپنی گزشتہ دنوں کہی گئی بات یاد دلانے لگا۔
''تمہیں اپنی پڑی ہے، وہاں گھر میں الگ ہنگامہ پڑا ہے۔ ایسے میں مجھے خوشنما سے بات کرنے کا بھی موقع نہیں ملا۔'' ہیثم خاصا پریشان اپنی ریوالونگ چیئر پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔
''خیریت تو ہے۔'' اشعر نے بھی فکرمندی سے پوچھا۔
''یار! وہی میرا جھوٹ میرے لیے مسئلہ بن رہا ہے۔''
''جھوٹ۔'' وہ سمجھا نہیں۔
''وہی جو میں نے خوشنما کو گھیرنے کے لیے کہا تھا کہ میں نے نکاح کر لیا ہے۔''
''تم نے ابھی تک کسی کو حقیقت نہیں بتائی کہ وہ خوشنما تھی۔'' اشعر گویا ہوا۔
''نہیں نا میں نے کسی کو یہ تھوڑی ہی بتایا ہے خوشنما میرے آفس میں جاب کرتی تھی اور میں بتانا بھی نہیں چاہتا۔'' ہیثم خاصی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔
''ایسے میں بھابی کیا کہتی ہیں؟''

''ارے اس سے تو میری بات ہی نہیں ہو رہی ہے۔'' ہیثم نے اپنے اور اس کے درمیان کی ناراضی بھی اسے دی۔

''تم بھی اتنی سی بات لے کے بیٹھ گئے۔ ان کا غصہ بجا ہے تم نے کون سا ان کے ساتھ اچھا کیا تھا۔'' اس نے م کو احساس دلایا۔

''یار! ہر بات کی حد ہوتی ہے ایک بندہ جھکا جا رہا ہے مگر اسے ذرا احساس نہیں۔'' وہ خاصا جھنجھلایا ہوا تھا۔

''یار! میرے مسئلے کا کیا ہوگا۔ امی مجھے فورس کر رہی ہیں۔ شادی کرو جب تک میں بھابی سے بات نہیں کر لوں کیسے بات آگے بڑھ سکتی ہے۔''

''تم ایسا کرو خوشنما کو کال کرلو۔''

''نا نا میں خود سے!'' وہ گھبرایا۔

''تم تو ایسے گھبرا رہے ہو جیسے لڑکی کو اپنے رشتے کی بات کرتے ہوئے جھجکتے ہیں۔''

''میری بھابی سے ایسی کوئی زیادہ بات چیت نہیں ہے۔ تم خود ہی یہ کام سرانجام دے دو۔ پلیز بعد میں میرے بچے بھی دعا دیں گے۔'' وہ منت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

''چل بکواس نہیں کر پہلے شادی تو کر لے بچے بعد کی بات ہے۔'' ہیثم کے چہرے پر بھی ایک سایہ سا آ کے زر گیا۔

''یار بچے بھی اللہ کی نعمت ہوتے ہیں کیسے زندگی میں رونق آ جاتی ہے۔''

''اے ہیلو کیا بات ہے کوئی خوش خبری ہے کیا۔'' اشعر نے معنی خیزی سے مسکرا کے پوچھا۔

''نن...... نہیں...... تو۔'' وہ سیدھا ہو گیا۔ ''خوشنما ایسے حالات ہی نہیں پیدا کر رہی کہ ایسی کوئی بات ہو۔''

''وہ تو میں تمہاری بات پر کہہ رہا تھا۔'' اس نے انٹرکام پر جوس کا آرڈر دیا۔

''میں آج خوشنما سے بات کروں گا۔''

''بچے کے متعلق۔'' اشعر نے جھٹ سے کہا۔

''یار! کیا بکواس ہے۔'' وہ جھینپ گیا۔

''تمہارے رشتے کی تمہارا کیا ارادہ ہے ویسے یار جو ہم بھی بری نہیں ہے۔''

''دیکھو ہیثم! میں نے تمہاری کزن کو صرف تمہاری شادی پر دیکھا تھا اور میں ایسا کچھ اس کے متعلق جانتا بھی ں ہوں۔''

''اچھی لڑکی ہے تمہیں خوش رکھے گی۔''

''تمہاری بات ٹھیک ہے مگر مجھے کچھ میچور لڑکی چاہیے رمنا اس کے مقابلے میں سمجھدار ہے کیوں کہ میں نے اس بجھ داری دیکھی ہے۔''

''سوچ لو تمہاری بھابی کی طرح نہ نکلے یہ بھی۔ تمہیں بھی تڑا کے لے جائے۔'' ہیثم نے مسکرا کے آ گہی دی۔

''جب خوشنما بھابی تمہیں تڑا کے نہیں گئیں۔ وہ بھی انہی کی بہن ہے ایسا بالکل نہیں کرے گی۔'' اشعر کو جیسے اس ہت یقین تھا۔

''خوشنما کی تو بات ہی نہیں کرو۔'' وہ اس دن کے بعد سے خوشنما سے بہت مایوس ہو گیا تھا۔
''میں بھابی کی بات ضرور کروں گا کیوں کہ تمہاری لائف انہوں نے اچھی بنا دی ہے تمہارا بزنس اور تمہیں بھی۔''
''ہوں۔'' ہیثم نے جیسے اس کی بات سے اتفاق بھی کیا۔
اتنے میں جوس بھی آ گیا تھا۔ دونوں ہی سنبھل گئے۔
''یار! اب میں چلوں گا کیونکہ میں تو آج جلدی آفس سے اٹھ کے آ گیا تھا امی کا چیک اپ کروانا ہے۔'' اس نے جلدی جلدی جوس کا گلاس ختم کیا۔
''سن جلدی بات کر لینا۔''
''ہاں ہاں کر لوں گا بہت بے قراری ہے۔'' وہ معنی خیزی سے کہہ کر ہنسا تھا۔
اشعر پھر اس سے ہاتھ ملا کے رخصت ہو گیا تھا۔

❖❖---O---❖❖

''کسی دن شہریار کو اس کی مسز کو کھانا پر بلا لیتے ہیں۔'' ضمران نے اسے مخاطب کیا جو سارے کام سے فارغ ہو کے کمرے میں آ گئی تھی۔
''شہریار ماموں منع کر رہے تھے۔'' اپنے دراز بالوں میں برش پھیرنے کے لیے اٹھا رہی تھی۔
''بٹ وائے۔'' وہ تکیوں کے سہارے نیم دراز ہو گیا۔
''کہہ رہے تھے کھانے پر بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود کسی دن آ جائیں گے۔''
''شہریار بھی عجیب ہے بھانجی کا گھر سمجھ کے گریز کر رہا ہے۔''
''ہوں شاید۔'' اس نے صرف سر ہلایا۔
''پھر میں خود ہی بات کر لوں گا۔'' اسی دوران دروازے پر ناک ہوگئی۔
''ارے بھئی کون ہے آ جاؤ۔'' ضمران نے چونک کے کہا۔
''واقعی آ جاؤں۔'' مزمل کی شوخ آواز ابھری۔
''ہاں یار۔'' وہ ہنسا۔
''آپ دونوں کے لیے ایک اطلاع ہے دادی جان آئی ہیں۔ آپ دونوں کو پوچھ رہی تھیں۔ امی نے کہا کہ میں آپ کو بلا کے لے آؤں۔'' حباب تو گھبرانے لگی ان کی آمد کسی طوفان سے تو کم نہیں تھی۔
''ابو کے آنے کی خبر ہو گئی ہو گی راشدہ پھپھو سے کہاں برداشت ہو رہا ہو گا سوچا آگ لگا کے تماشا دیکھ لوں۔''
''مزمل کوئی فضول بات نہیں۔'' ضمران نے ٹوکا۔
''بھائی جان مزے کی بات بتاؤں ابو تو دادی جان کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔''
''تم کیا ان باتوں میں پڑے ہو جاؤ اور ہاں بڑوں کی باتوں میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''
''او کے......او کے۔'' اس نے گم صم حباب کو دیکھا۔ جو لب کچلتی گہری سوچ میں مستغرق تھی۔
''بھابی کو لگتا ہے، دادی جان کا آنا فکر مند کر رہا ہے۔''

''تم فضول بکواس میں لگ جاؤ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جاؤ تم۔'' مزمل مسکراتا ہوا چلا گیا۔ ضمران کی نگاہیں ...ا پر چلی گئیں۔

''حباب تم گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''مگر وہ تو پھر پوچھنے لگیں گی میں کیا جواب دوں گی۔'' وہ حیران پریشان سی سکتے کے عالم تھی۔

''کیا پوچھیں گی......'' وہ جیسے سمجھا نہیں۔

''یہی کہ کچھ نہیں۔'' اسے احساس ہوا تو وہ جھینپ کے رہ گئی وہ کیا بولنے والی تھی۔

''ابھی تم جو کچھ سوچ رہی ہو بعد میں سوچ لینا۔'' ضمران نے جلدی سے چپل پاؤں میں ڈالی۔ اس نے بھی ...وں کو سمیٹ کر کیچر لگا کے کھلے چھوڑ دیے۔ ضمران کی ہمراہی میں جھجکتے ہوئے باہر آ گئی۔ ابھی وہ لوگ عتیق احمد ...ے کمرے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ عتیق کی آواز پر رکے۔

''آپ نے کبھی مجھ سے پیار ہی نہیں کیا۔ میرے بچوں اور بیوی کو در در بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا میری تو غلطی تھی ...کبھی آپ نے مجھے اچھی صلاح نہیں دی۔ مجھے گمراہ ہی کرتی رہیں اور راشدہ؟ اس نے بھی کبھی کوئی اچھی بات ...ں کی۔ مجھے اپنے گھر میں رکھا اور خود میری بیوی اور بچوں سے ملتی رہی اور آ کے برائیاں ہی کرتی رہی۔ آپ ...نے بھی اسے نہیں سمجھایا۔'' عتیق احمد کی روہانسی آواز نکل رہی تھی۔

''مجھے خود عقل نہیں تھی۔'' دادی جان بولیں۔ ضمران نے جب دیکھا بات بہت زیادہ تلخی میں جا رہی ہے تو وہ ...ر آ گیا۔

''امی! یہ میرے بچے ہیں ان کی رضوانہ نے بہت اچھی تربیت کی ہے۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی ان ...ں نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ اگر نوین میری آنکھیں نہیں کھولتی تو میں شاید ایسے ہی زندگی گزارتا رہتا۔

''وہ نوین بھی بہت گھنی ہے۔ ماں کا دماغ خراب کر رکھا ہے اس نے۔'' دادی جان کو نوین کی بھی خبریں مل گئی ...ں۔

''کیوں آپ کو خوشی نہیں ہوئی میں اپنے بچوں سے مل گیا۔'' وہ انہیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے جو ذرا بھی خوش ...ں لگ رہی تھیں۔

''عتیق احمد دیکھنا یہ بچے تجھے ایک دن لات مار کے نکال دیں گے۔ وہ آدم اس کی تو زبان ہی بہت چلتی ہے ...و تجھے بالکل برداشت نہیں کرے گا۔''

رضوانہ چپ بیٹھی تھیں۔ ان ماں بیٹے کی باتوں میں مداخلت نہیں کر رہی تھیں مگر انہیں اس بات کا بہت دکھ ہو تھا کہ کیسی ماں تھیں بیٹے کو پھر غلط بات کر کے چڑھا رہی تھیں۔

حباب تو ان کی بزرگی کا خیال کر کے خاموش تھی۔ ورنہ وہ بھی بول سکتی تھی۔

''کوئی بات نہیں میرے چاروں بیٹوں میں سے کوئی تو ایک ہو گا جو اپنے باپ کو رکھ لے گا۔''

''ارے ابو آپ بالکل بھی ایسا نہیں سوچیں ہم آپ کے بیٹے ہیں ہم ایسا بالکل نہیں کریں گے دادی جان سے ...م ذرا تلخ ہو جاتا ہے تو یہ ایسا بول رہی ہیں ورنہ آدم ایسا نہیں ہے۔'' ضمران نے حمایت میں وضاحت دی۔

''بیٹا مجھے اندازہ ہے مگر میری ماں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ صحیح اور غلط کا انہیں اندازہ نہیں ہو رہا۔''

''چل چل مجھے سب اندازہ ہے۔'' وہ ہاتھ اٹھا کے بولیں۔
''اے لڑکی تمہیں سلام دعا سب بھول گیا۔'' ان کا نزلہ حباب پر گرا وہ تو ویسے ہی پہلے سے گھبرائی ہوئی تھی جھٹ سلام کیا۔
''رضوانہ چائے تو بنا کے بھیج دینا میں باہر بیٹھا ہوں۔'' عتیق احمد بہت تھکے تھکے ہو گئے تھے۔ انہیں اپنی ماں رویہ اور سوچ پر بہت دکھ اور افسوس ہو رہا تھا۔
''ہاں ماں کی شکل بری لگ رہی ہے۔''
''امی ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے سر میں درد ہو رہا ہے نیند بھی آ رہی ہے۔'' انہوں نے عذر پیش کیا۔
''ابو آپ اپنے کمرے میں ہی آرام کریں ہم صبح ملتے ہیں۔'' ضمران نے ہی ماحول کی تلخی کو دور کرنا چاہا۔
''آدم آ جائے میں پھر سوؤں گا۔'' وہ جب سے یہاں آئے تھے ان کے اندر بچوں کی محبت اور زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔
دادی جان، عتیق احمد کے بیڈ پر ہی دراز ہو گئیں۔
''بیٹا تم جاؤ آرام کرو۔'' انہوں نے حباب کے سر پر ہاتھ رکھا۔
ضمران اور وہ دونوں چلے گئے۔ عتیق احمد کو یہی دکھ اور افسوس تھا۔ ان کی ماں کو کوئی پشیمانی اور دکھ نہیں تھا۔ وہ کتنے سالوں سے اپنے بیوی اور بچوں سے دور تھے۔
''رضوانہ تم بے فکر ہو جانا اب مجھے کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا۔'' انہوں نے کچن میں چائے بناتی رضوانہ سے کہا کیوں کہ ان کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔

❖❖---○---❖❖

وہ سب رات میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے کمروں کا رخ کر رہے تھے۔ جب کہ آدم گہری سوچ میں ڈوبا ہال کمرے میں بیٹھا تھا۔ اشعر نے بھی ایک ذمہ داری اسے سونپی تھی۔ اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا خوشنما سے بات کرے یا نہیں؟ کیوں کہ اس دن کے بعد سے وہ اس سے ہنوز اسی طرح ناراضی رکھے ہوئے تھا اس نے ذرا زور دار انداز میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔ وہ تو اچھل ہی گئی بیڈ شیٹ ٹھیک کر رہی تھی۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔ ڈارک مہرون پرنٹڈ کپڑوں میں اس کی سرخ وسپید رنگت اور زیادہ چمک رہی تھی یا پھر دن بہ دن نکھرتی جا رہی تھی۔ اس کا ایک ایک نقش اتنا حسین تھا۔ وہ اکثر رات کے اندھیرے میں نائٹ بلب کی ملگجی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھتا رہتا تھا۔ کیوں کہ دن کے اجالے میں تو وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کرتا تھا۔
خوشنما نے اپنے چہرے کا رخ نیچے کیا اور بیڈ شیٹ کی شکنیں ہاتھوں سے نکالنے لگی تھی۔
''کیسے بات کروں اور اب میں اس سے بات کروں، کبھی نہیں میری۔ ہر وقت توہین اور تضحیک کیے جاتی ہے۔ میں پھر بھی نرم پڑ جاتا ہوں مگر اب نہیں جھکوں گا۔'' ڈریسنگ ٹیبل پر اپنا سیل رکھا اور چینج کرنے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔
''لگتا ہے زیادہ ہی برا لگ گیا ہے جو اتنے دن گزرنے کے بعد بھی بات نہیں کر رہے ہیں۔'' خوشنما کو اس

یہ خاموشی کسی حیرانی سے کم نہیں لگ رہی تھی وہ بات نہیں کر رہا تھا تو یہ بھی اسے مخاطب نہیں کر رہی تھی۔
یہی تو وہ چاہتی تھی اس شخص کو پل پل کی مار مارے اور اسے احساس ہو بے عزتی کیا چیز ہوتی ہے۔ سوچ جا رہی تھی اور اپنا کام بھی کیے جا رہی تھی۔ بال ایک دم ہی آبشار کی طرح بکھر کے پشت پر لہرانے لگے۔ ہیثم اسی وقت واش روم سے ایزی سے قمیض شلوار میں ملبوس باہر آیا تھا۔ اس نے جلدی سے بالوں کو سمیٹا تھا وہ بیڈ پر تکیہ درست کر کے لیٹ گیا۔
خوشنما جھجک کے پیچھے ہٹ گئی تھی۔
'موصوف کو کچھ زیادہ ہی برا لگ گیا ہے۔' وہ اسے چوری چھپے دیکھنے لگی۔ اس وقت ہیثم نے اس کی چوری پکڑی وہ گڑبڑا کے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی تھی۔
وہ اٹھا اور بیڈ کی سائیڈ کی لائٹ آف کر دی۔ آدھے حصے میں بیڈ روم سیٹ تھا اور آدھے میں ڈریسنگ ٹیبل اور دیگر فرنیچر سیٹ تھا۔ ہیثم ذرا اسٹائلش بندہ تھا۔ اس نے اپنا بیڈ روم بھی اسٹائلش ہی سیٹ کیا تھا۔
''پلیز یہ کھٹر پٹر بعد میں کر لینا میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' اس نے ناگواری سے کہہ کر اپنا رخ دوسری طرف کر لیا۔
''اگر زیادہ ہی میں آپ کو بری لگ رہی ہوں تو مجھے روانہ کیوں نہیں کر دیتے۔'' وہ تیز لہجے میں دہاڑی۔
''پلیز آہستہ بولو اور مجھ پر دہاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پہلے ہی پریشان ہوں۔'' وہ نانا جان کے فیصلے کی وجہ سے بہت الجھا ہوا تھا۔
''جو دوسروں کو پریشان کرتے ہیں بعد میں خود ہی اپنی پریشانیوں میں الجھ جاتے ہیں۔'' خوشنما نے گہرا طنز کیا۔
''پلیز! اگر درد کم نہیں کر سکتی ہو۔ پریشانی دور نہیں کر سکتی ہو تو مرچیں لگانے کا کام بھی نہیں کرو۔'' وہ تو بری طرح بھنایا مگر خود کو کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔ وہ ایسا کوئی ری ایکٹ نہیں کرنا چاہتا تھا جو بعد میں پھر خوشنما کو اس کی کمزوری ہاتھ لگ جائے۔
''درد اور پریشانی آپ کو کیا پتا کیا ہوتی ہے۔'' وہ ترش روی سے جلتا ہوا تیر اس پر اچھالنے لگی۔
''تم کیا چاہتی ہو میں سولی پر ٹنگ جاؤں؟ کیوں کہ تمہارا بدلہ ہی پورا نہیں ہو رہا۔ ایک شخص معافیاں مانگ رہا ہے مگر تم ایسی بے حس بن گئی ہو کہ ذرا احساس نہیں۔'' وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔
خوشنما نے دیکھا اس کا چہرہ پریشانی اور غصے کی وجہ سے تمتما رہا تھا۔
''ہاں میں بے حس ہوں اور مجھے احساس نہیں۔ سارے احساس تو آپ رکھتے ہیں۔'' وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔
''اگر بعد میں نتائج کا اندازہ نہیں ہوا کرے تو جذبات میں آ کر غلط بات نہیں کیا کریں۔'' وہ طنزیہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔
''ساری پریشانیاں آپ کی پیدا کردہ ہیں۔ ایک جھوٹ کو جھوٹ کیسے ثابت کریں گے یہ آپ کا دردِ سر ہے میرا نہیں،'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے ہی نکل گئی۔ وہ اتنی تو بے حس بالکل نہیں تھی۔ ہیثم کتنا اسے منانے کی کوشش کر چکا تھا۔ اس کے لیے بڑی مامی تک سے لڑ لیا۔ اتنا تو وہ اس کے ساتھ برا نہیں تھا۔ اسے بھی بعد میں یقین دلانا مشکل

ہو جائے۔ ہیشم کو اپنی غلطی کا احساس تھا اور کیا چاہیے تھا۔

❖❖---○---❖❖

وہ ابھی تک پڑی ہوئی سو رہی تھی اور وہ اسے کئی آوازیں بھی دے چکا تھا۔

''حسنیٰ کم آن یار اُٹھ جاؤ۔'' وہ بہت بے زار کھڑا تھا۔ بھوک سے برا حال تھا اور نازیہ بھابی تو ابھی تک نہ اٹھی تھیں۔ حسین بیگم بھی سو رہی تھیں اور وہ کچن میں کبھی اپنے لیے کچھ بنانے گیا نہیں تھا۔

''آپ کو کھانے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہوتا۔'' وہ تو چلبلا ہی گئی۔

''سنو! زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارا شوہر ہوں کوئی ملازم نہیں ہوں۔'' اس نے حسنیٰ کلائی پکڑی اور اٹھا کے بٹھا دیا وہ تو تکلیف سے چیخ ہی پڑی۔

''کیا وحشت ہے۔'' وہ کلائی چھڑا کے سہلانے لگی۔

''تم بکواس کرتی رہو اور میں سنتا رہوں۔''

''میں ابھی نئی دلہن ہوں آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ چاہتے ہیں کہ کولہو کا بیل رہوں۔'' وہ تو غصے میں دانت پیسنے لگی۔

''تمہاری ماں نے بھی تو اپنی بھتیجی کو کولہو کا بیل بنایا ہوا ہے۔ اس کے لیے تو کبھی احساس نہیں کیا ایسا۔'' شہر دبنے والوں میں سے تو تھا ہی نہیں۔ وہ حسنیٰ پے رعب اور دھونس رکھے ہوئے تھا کہ جیسے اگلے پچھلے سارے حساب اس سے لے رہا ہو۔

''آپ کو بڑا خیال ہے میری ماں کی بھتیجی کا۔'' اس نے فہمائشی انداز میں طنز ہی کیا۔

''فضول بکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ ناشتہ بناؤ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ اسے حکم دے کے صوفے دھڑ سے لیٹا تھا۔

حسنیٰ دانت پیس رہی تھی۔ اس گھر میں آ کے اسے لگتا تھا کسی کو بھی فکر نہیں، نہ ہی عزت و قدر ہے۔

''الٹا سیدھا سوچتی رہو گی تو ایسے ہی برے منہ بناتی رہو گی۔'' وہ اس کے چہرے کے زاویے دیکھ رہا تھا۔ تلملا کے واش روم میں گھس گئی۔

''حسنیٰ بیگم جب تک تم اپنے مزاج میں تبدیلی نہیں لاؤ گی میں ایسے ہی تمہاری بے عزتی کرتا رہوں گا۔ تمہ دماغ ہمیشہ آسمان پر رہتا ہے۔'' شہریار سوچے جا رہا تھا۔ حسنیٰ باہر نکل کے اسے گھورنے لگی۔

''تمہیں لگتا ہے یہ احساس نہیں کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔''

''شوہر ہیں تو کیا سر پر بیٹھا کے ناچوں۔'' وہ تو تنگ ہی گئی۔

''شٹ اپ تمہیں ذرا بڑے چھوٹے کی تمیز نہیں ہے۔''

''آپ کو جیسے بہت ہے۔'' بالوں کو تیزی سے برش چلا کے سیدھے کر رہی تھی۔

''خیر میں تو اپنی بات کر ہی نہیں رہا۔'' اس نے سیل پر کال چیک کی۔

اور وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔ اسے سب کا ہی ناشتہ بنانا پڑا تھا۔ حسین بیگم تو کب کسی کے احس

ماننے والوں میں سے تھیں۔

''ہمارے ہاں تو بہوئیں گھر کے سارے کام کرتی ہی ہیں۔'' وہ پراٹھے کا لقمہ منہ میں رکھ کے گویا ہوئیں۔

حسنیٰ غصے میں پہلو بدل کے رہ گئی۔

'ہاں بہوؤں کے دل تو ہوتے نہیں ہیں وہ محض نوکرانیاں ہوتی ہیں اپنے ماں باپ کے گھر فالتو ہوتی ہیں جو سسرال بھیج کے ایک نوکرانی مہیا جو کر دیتے ہیں۔' وہ دل ہی دل میں بہت بھنا رہی تھی غصے میں ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ کسی نے بھی اسے ناشتہ کا کہا بھی نہیں تھا۔

شہریار اس کا غصہ سب سمجھ رہا تھا مگر وہ بھی کچھ نہیں بولا تھا۔

''مجھے کچھ دنوں کے لیے گھر جانا ہے۔''

''کیوں خیریت؟'' شہریار نے حیرانی سے پوچھا۔

''میرا دل چاہ رہا ہے۔ مما یاد آ رہی ہیں۔''

''کام سے بچنے کے طریقے ہیں۔'' وہ حسنیٰ کو ہر طرح سے ہی سلگا کر رکھتا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے جب سے ہماری شادی ہوئی ہے میں ابھی تک رکنے نہیں گئی۔'' وہ خاصی برا مان کے گویا ہوئی تھی۔

''ابھی تو تم نہیں جا سکتیں۔ کیونکہ میری چند دن کی چھٹیاں اور ہیں پھر تم بعد میں رکنے چلی جانا۔'' وہ ٹی وی کی اسکرین پر ہنوز نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔

حسنیٰ نے حیرت بھری نگاہ اس پر ڈالی جب سے شادی ہوئی تھی شہریار نے ایک دفعہ بھی اس سے پیار بھرے لہجے میں بات نہیں کی تھی، نہ ہی وہ اسے وہ کھانے کے لیے باہر لے کے گیا تھا۔ اس کا بھی دل چاہتا تھا شہریار بھی اس کے نازنخرے اٹھائے مگر وہ تو اس سے لٹھ مار ہی انداز میں بات کرتا تھا۔ حسنیٰ جانتی تھی اس کی ذمہ دار تھی شہریار اس سے بدلے ہی لے رہا تھا۔ وہ اس کے آگے جھکنے کو تیار نہیں تھی اور شہریار اس پر توجہ دیتا نہیں تھا۔

''پتا نہیں ایسے کیسے کب تک چلے گا۔'' وہ سوچ رہی تھی۔

❖❖---O---❖❖

''آخر کب تک وہ اس کے ساتھ ایسا کرے گی۔'' کتنا وہ اس کا خیال رکھتا تھا اور وہ جواب میں اسے کیا دے رہی تھی۔ بے رخی مگر وہ بھی کیا کرے۔

''نہیں تم غلط ہو۔'' اندر سے کوئی بول رہا تھا۔

وہ جھنجھلائی ہوئی بیٹھی تھی۔ دل اس کا بہت اُداس تھا۔ ضمران کی دادی کی باتیں اسے برداشت نہیں ہوتی تھیں۔ وہ اور زیادہ ضمران سے دور ہو رہی تھی۔ نوشین کے نام کی غلط فہمی تھی دل میں بال رکھتی تھی حالانکہ رضوانہ نے اور ضمران نے کلیئر بھی کر دیا تھا ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر جانے کیوں حباب کو ایسا لگتا تھا اس نے نوشین کے حق پر ڈاکا ڈالا ہے جب کہ ضمران کی ذرا بھی توجہ نوشین کی طرف نہیں تھی۔

''حباب! شہریار کی کال ہے وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔'' ضمران کی آواز پر وہ چونک گئی۔ ناشتے کے بعد

وہ برتن دھو رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖

شہریار سے بات کرنے لگی تھی۔

''جی کوشش کرتی ہوں آجاؤں گی۔'' اس نے کہا تھا۔ شہریار اسے گھر بلا رہا تھا۔ اس نے رات میں کھانے پر سب کو بھی بلایا تھا اور ناہید کو بھی مگر ناہید کو نخرے کرنے سے فرصت نہیں تھی اس لیے انہوں نے معذرت کرلی تھی۔

''ناہید باجی نہیں آرہیں۔'' شہریار بولا۔

''اچھا اچھا آجاؤں گی میں۔'' اس نے کہا اور پھر سیل آف کیا۔

''شہریار ماموں مجھے بلا رہے ہیں۔''

''چلی جاؤ میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔ میں آفس کے لیے تیار ہو رہا ہوں۔ جب تک تم ریڈی ہو جاؤ گی۔'' اس نے کہا۔

''میں اتنی جلدی تو نہیں جا سکتی آپ آفس چلے جائیں۔ میں خود چلی جاؤں گی کیوں کہ ابھی کچن کا کام بھی رہتا ہے۔'' وہ اپنی ذمے داریوں سے بھاگتی نہیں تھی۔

''ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو، میں امی کو کہہ دوں گا وہ تمہارے ساتھ چلی جائیں گی۔'' اس نے کہا۔

حباب نے پھر بقیہ کام سمیٹا دوپہر کا سالن بنا دیا تھا۔ ضمران کی دادی ابھی گھر میں موجود تھیں ان کے اعتراضات بھی ہوتے رہتے اس لیے بہت سارے کام ختم کیے اور پھر وہ بارہ بجے تک چلی گئی تھی۔

''اور سناؤ تمہارے سسر صاحب سے کیسی بنی تمہاری۔''

''وہ بہت اچھے ہیں بہت خیال بھی کرتے ہیں۔'' حباب نے عتیق احمد کی تعریف میں بتایا۔

''نوشین کوئی گڑبڑ تو نہیں کرتی۔'' اس نے پھر پوچھا۔

شہریار اندر آرہا تھا۔ حسنیٰ کی بات پر باہر ہی رک گیا تجسس بھی ہوا کیوں کہ اسے اتنا اندازہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ حباب ابھی تک بھی اپنی سسرال میں ایڈجسٹ نہیں ہوئی ہے۔

''حسنیٰ آنٹی مجھے ایسا لگتا ہے میں نے نوشین کے ساتھ زیادتی کی ہے۔''

''بے وقوفی کی بات نہیں کرو، نوشین میں جب ضمران بھائی اور ان کے گھر والے انٹرسٹ ہی نہیں رکھتے تھے تو تم نے کہاں سے زیادتی کردی۔'' وہ اس کی بے وقوفی پر گویا ہوئی۔

''ضمران تمہارا شوہر ہے اس کے ساتھ ظلم نہیں کرو اگر تم اسی طرح انہیں اگنور کرتی رہو گی اور طنز کرو گی ضمران بھائی تم سے دور ہو جائیں گے اور نوشین کو موقع مل جائے گا۔ تم ان کی بیوی ہو پورا پورا حق رکھتی ہو، اتنا تم سے پیار کرتے ہیں اور تم ابھی تک ایسی ہی زندگی گزار رہی ہو۔'' شہریار کو حسنیٰ کی ایسی مدبرانہ باتوں کی توقع نہیں تھی وہ کتنی سمجھ داری سے حباب کو سمجھا رہی تھی۔

''شوہر کو اگنور کیے جانا سخت برا لگتا ہے، جب کہ تمہارا شوہر تو اتنا نرم مزاج ہے تمہاری کسی بات پر غصہ نہیں کرتا۔ شکر ادا کرو۔'' حسنیٰ کے لہجے میں حسرت تھی۔ کیوں کہ شہریار تو سوائے اسے طنز کرنے کے اور ڈانٹنے کے

کچھ کرتا ہی نہیں تھا۔
''مجھے احساس ہے میں ضمران کے ساتھ غلط کر رہی ہوں۔'' حباب نے یہ بات قبول بھی کی۔
''تمہارے دماغ میں جو بھی فضولیات ہیں انہیں دفع کرو اور ضمران بھائی کے ساتھ ہنسی خوشی رہو۔'' حباب نے اسے بڑی گہری نگاہوں دیکھا جیسے حسنیٰ کو جانچا ہو۔
''اور آپ نے شہریار ماموں کے ساتھ ایڈجسٹ کر لیا۔'' اس نے معنی خیزی سے پوچھا۔
''جب نکاح پڑھوا لیا تو ایڈجسٹ بھی کر لیا۔ یہ الگ بات ہے تمہارے ماموں میرے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہو رہے ہیں۔'' اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔
''آپ بھی تو انہیں شادی سے پہلے کیا کیا نہیں کہتی تھیں۔''
''وہ سب میں شادی نہ کرنے کی وجہ سے کہتی تھی۔'' اس نے وضاحت دی۔
''اب کیا کہتی ہیں۔'' مسکراتے اور شرارتی لہجے میں پوچھا۔
''اب وہ ہی سب کچھ کہتے رہتے ہیں مجھے موقع ہی نہیں ملتا تمہارے ماموں غصہ بہت کرتے ہیں۔ کبھی جو اس انسان نے پیار بھری بات کی ہو۔'' وہ شکایت ہی کرنے لگی۔
شہریار نے اسی وقت اندر قدم رکھا۔ دونوں ہی سنبھل گئیں۔
''کہیں انہوں نے میری بات تو نہیں سن لی۔'' حسنیٰ گھبرا کے نگاہ چرانے لگی۔
''کیا بات ہے کب سے باتوں میں لگی ہو کچھ کھانا وغیرہ بھی ملے گا یا نہیں۔'' اس نے حسنیٰ کو مخاطب کیا۔
''دیکھا ہر وقت کھانا پینا ہی مانگتے رہتے ہیں۔'' اس نے حباب کے کان میں سرگوشی کی۔ اس کی تو ہنسی نکل گئی۔
''کیا کہا ہے میری بھانجی کے کان میں۔'' شہریار سمجھ گیا تھا اس کے متعلق ہی کچھ کہا ہوگا۔
''شہریار ماموں! آپ حسنیٰ آنٹی سے کبھی پیار و محبت سے بھی بات کر لیا کریں۔''
حسنیٰ اسے آنکھیں دکھانے لگی۔ اسے شہریار کے سامنے ایسی بات پر حیا بھی آئی۔
''اچھا تو میری شکایتیں لگائی ہیں تم نے۔''
''جی نہیں میں کیوں لگاؤں گی شکایتیں۔'' وہ گڑبڑا کے رہ گئی۔
''حباب! میں کچن میں جا رہی ہوں تم وہیں آ جانا۔'' اس نے اپنی جان بچانے میں ہی عافیت جانی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ شہریار کے لب مسکرانے لگے تھے۔ اسے حسنیٰ آج بہت مختلف لگی تھی۔

❖❖---○---❖❖
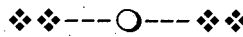
''نزہت تو جیسے ہر کسی سے بائیکاٹ کیے ہوئے تھیں۔ وہ ابھی تک بھی فاران کی دلہن کو دیکھنے نہیں گئی تھیں۔ مرتضیٰ علی نے شاہدہ اور خوشنما کو بھیج دیا۔
فاران نے بھی زبردستی ہی نکاح کیا تھا کیوں کہ اسے معلوم تھا اس کی ماں کبھی بھی نہیں چاہے گی۔ مریم، فاران کی کلاس فیلو تھی۔ وہ شروع سے اسے پسند کرتا آ رہا تھا۔ اس لیے پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی اس نے مریم سے رابطہ نہیں توڑا تھا۔ مریم متوسط گھرانے کی لڑکی تھی۔ وہ اکلوتی تھی۔ اس کے ماں باپ کچھ عرصہ پہلے ہی چل بسے تھے۔ وہ اپنی خالہ کے گھر رہتی تھی۔ فاران نے خالہ کو مجبور کیا کہ وہ نکاح کر دیں، وہ اپنی ماں کو ساتھ لائے گا تو

رخصتی بھی کروا لے گا مگر اسے نہیں خبر تھی کہ اس کی ماں اتنی سخت دل عورت ہوں گی۔ وہ اپنی ضد پر ہی اڑی رہیں گی آج وہ پھر ہمت کر کے ان کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

''امی آپ میری ذرا سی بات نہیں سنیں گی۔''

''مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی چلے جاؤ۔'' وہ پشت پھیرے ہوئے تھیں۔

''امی! سوچ لیجیے گا آپ، میں اس گھر سے ہی ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا۔ میری صورت تک کو ترس جائیں گی۔''

''مجھے ایسی دھمکی دے کے ڈرا نہیں سکتے۔''

''امی میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ خاصا سنجیدہ تھا۔

''اولاد کو پال پوس کے بڑا کرو اور وہ ماں و باپ کو یہ انعام دیتے ہیں۔'' وہ تو کلس رہی تھیں۔

''تم نے میرے اعتماد کو توڑا اور میرے ارمانوں کو بھی کتنی خواہش تھی میں اپنے بیٹے کی اپنی پسند سے شادی کروں گی۔''

''آپ ایک دفعہ مریم سے مل تو لیں۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔''

''مجھے نہیں ملنا۔'' وہ اتنی سخت دل ہو گئی تھیں فاران بہت مایوس اور افسردہ ہو گیا تھا۔

''ٹھیک ہے آپ مجھے معاف کریں گی اور مریم کو اپنی بہو تسلیم نہیں کریں گی تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں مگر یاد رکھیے گا ساری زندگی شادی نہیں کروں گا دوبارہ۔'' وہ یہ کہہ کر رکا نہیں چلا گیا۔

نزہت تو ہکا بکا رہ گئی تھیں۔ وہ یہ کیا کہہ کر چلا گیا تھا۔ ان کا دل بے چین ہوا۔

فاران سیدھا مرتضٰی علی کے پاس گیا تھا۔ ان سے بھی یہی بات کی وہ تو ایک دم غصے میں آ گئے۔

''تمہارا دماغ خراب ہے ایک لڑکی کو خود سے باندھا اور اسے چھوڑنے کی بات کر رہے ہو پہلے تو بے وقوفی کی ہی تھی دوبارہ سے یہ غلطی کرنے جا رہے ہو۔''

''تو کیا کروں، امی کسی طرح بھی مریم کو قبول نہیں کر رہی ہیں۔ میں نے ایک بے سہارا لڑکی کو تحفظ دیا ہے تو کیا غلط کیا ہے۔ میں مانتا ہوں، میں نے یوں چوری چھپے نکاح کر کے آپ سب کے اعتماد کو توڑا ہے مگر میرا قدم اس لیے تھا کہ امی کبھی بھی مریم سے میری شادی نہیں کریں گی۔ اس لیے میں نے نکاح کیا، سوچا تھا بعد میں آپ سب کو بتا دوں گا مگر مجھے یہ امی کو بتانا پڑا خوشنما بھابی کی بے عزتی کرتی رہتی تھیں۔ کیونکہ وہ غریب گھرانے سے ہیں میں نے امی کی سوچ کو بدلنے کے لیے یہ سب کیا تھا۔''

''دادا جان! مجھے بتائیے کیا کروں میں۔'' وہ ان کے گھٹنوں پر سر رکھتے ہوئے بہت رنجور اور دلگرفتہ ہو رہا تھا۔

''تم اس لڑکی کو چھوڑنے کی بات نہیں کرو۔ ہم تمہارا ولیمہ کر رہے ہیں اسی لیے کہ تا کہ اس لڑکی کو عزت سے رخصت کروا کے لائیں اور بڑی دلہن بھی مان جائیں گی تم مزید الٹا سیدھا نہیں سوچو۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کے تسلی دی۔

''دادا جان مجھے معاف کر دیں۔''

''ہشت مرد روتے اچھے نہیں لگتے۔ اٹھو اور اپنا کام کرو جا کے اس طرح تم اپنی جاب کو چھوڑ کے بیٹھے رہو گے

تو کچھ نہیں کر سکو گے۔'' اس نے سر ہلایا۔
''ارتضٰی آفس گیا ہے تم بھی جایا کرو ایسے کام نہیں چلے گا۔''
''دادا جان آپ بہت اچھے ہیں۔'' اس نے ان کے ہاتھ چوم لیے۔
''اچھا، اچھا بس کر آئندہ کوئی بھی قدم اٹھاتے وقت اتنا ضرور سوچنا تمہارے بڑوں کی بھی اہمیت ہے۔''
فاران نے شرمندگی سے سر ہلایا تھا۔

❖❖---O---❖❖

ہیثم جاوید احمد اور ثمینہ سے رمنا کے رشتے کی بات کر چکا تھا خوشنما سے اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔
''انکل میرے دوست کی امی جب ہی آئیں گی جب آپ کی رضا مندی ہو گی۔''
''بیٹا اتنے بڑے لوگوں میں ہمارا جوڑ نہیں بنتا۔'' وہ ہچکچا رہے تھے۔
''آپ ایسی بات سوچ بھی کیوں رہے ہیں۔'' ہیثم ان کی بات سمجھ گیا تھا کیوں کہ خوشنما کے ساتھ جو کچھ ہوا کون سا اچھا ہوا تھا۔ اس لیے انہوں نے سوچ لیا تھا اپنی باقی دونوں بیٹیوں کی شادی اونچے لوگوں میں نہیں کریں گے کیوں کہ رشتے برابر کے لوگوں میں ہی کرنے چاہئیں۔
''بیٹا حالات ایسی بات سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ آپ ان لوگوں سے معذرت کر لیں۔''
''انکل آپ ایسی بات تو نہیں کریں اشعر کی فیملی بہت اچھی ہے انہوں نے خوشنما کو دیکھا ہے جب ہی تو اشعر کی امی نے خواہش ظاہر کی کہ خوشنما کی بہن سے رشتہ کرنا چاہتی ہیں۔'' اس نے اشعر کا نام لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔
''آپ نے خوشنما سے ذکر کیا۔'' ثمینہ نے پوچھا۔
''خوشنما کو پتا ہے میں نے سوچا میں خود جا کر بات کروں تو بہتر ہے۔'' وہ کچھ بڑبڑایا بھی مگر فوراً ہی بات کو سنبھال بھی لیا۔
''خوشنما اشعر کی امی کے ساتھ آئے گی۔'' وہ جھٹ بولا۔
''انکل پلیز انکار نہیں کریں۔ پہلے آپ ان لوگوں سے مل لیں۔ پھر ہی کوئی فیصلہ کیجیے گا۔ کیوں کہ میری یہ خواہش ہے کہ رمنا اور ایمن کی اچھی جگہ شادی ہو، وہ میری بہنوں کی طرح ہیں۔'' جاوید احمد نے ثمینہ کی طرف دیکھا کیوں کہ وہ چاہ رہی تھیں پہلے ان لوگوں سے مل لیں پھر ہی کوئی فیصلہ بھی کریں۔
''ٹھیک ہے بیٹا آپ ان لوگوں کو آنے کا کہہ دیں۔''
''شکریہ انکل بہت بہت شکریہ۔'' وہ مسکرا کے ان کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔
''میں رمنا کو دیکھوں ابھی تک چائے نہیں لائی۔''
''آنٹی چائے وغیرہ بعد میں پیوؤں گا اب میں چلوں گا۔'' اس نے ٹائم دیکھا، خاصا ہو گیا تھا۔ آفس سے نکلے ہوئے اسے دو گھنٹے ہو گئے تھے۔
''بیٹا تھوڑی دیر اور۔''
''نہیں انکل مجھے کچھ ضروری کام بھی ہیں۔ میں کل ہی ان لوگوں کو لے کے آؤں گا۔''
وہ ان سے سلام دعا کر کے رخصت ہو گیا۔ ادھر رمنا کی دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں دو تین بار ہی اشعر کو دیکھا

تھا اس نے اندازہ نہیں کیا تھا اشعر اس کے لیے کیا جذبات رکھتا ہے۔
جھٹ خوشنما کو بھی کال کرلی تھی۔
''کیا ہیشم آئے تھے۔'' خوشنما کو حیرانگی بھی ہوئی۔
''کیوں آپ کو نہیں بتایا۔'' رمنا کو حیرت ہوئی۔
''نہیں بتایا تو تھا۔'' اس نے خود ہی بات بھی بنائی۔
''آپی اتنے امیر لوگوں میں میرا رشتہ میں ایسا بالکل نہیں چاہتی، کیا پتہ آپ کے سسرال والوں کی طرح مجھے بھی کمتر سمجھیں وہ لوگ۔'' رمنا بھی رضا مند نہیں تھی۔
''ضروری نہیں ہے ہر کوئی ایسا ہو۔''
''آپی آپ کے ساتھ کون سا اچھا ہوا ہے جو آپ یہ بات کہہ رہی ہیں۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔
''اچھا اچھا بس زیادہ فضول سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آؤں گی تو پھر بات ہوگی آج کل یہاں گھر میں بھی ٹینشن چل رہی ہے۔''
''کیسی ٹینشن؟'' رمنا نے پوچھا۔
''گھر آ کے بتاؤں گی۔''
''آپی پھر بھی کچھ تو بتائیے۔'' رمنا خاصی ضدی واقع ہوئی تھی۔
خوشنما نے فاران کے نکاح کی بات بتائی مگر اس نے ہیشم کی کوئی بات نہیں بتائی کیوں کہ اس کے گھر والے ان سب باتوں سے لاعلم تھے اور وہ چاہتی بھی نہیں تھی انہیں کچھ پتا چلے۔ مگر کب تک ایک نہ ایک دن تو پتہ چل ہی جانا تھا۔
''دیکھا کیسے آپ کو کمتر سمجھتی تھیں ان کے بیٹے نے بھی ایسے ہی شادی کرلی۔''
''بری بات رمنا ایسے نہیں بولتے۔'' اس نے اسے سرزنش کی۔
''آپی اتنا غرور بھی اچھا نہیں ہوتا ہے انہیں بھی سبق مل گیا۔''
''اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم کل ذرا اچھا سا تیار ہو جانا، اشعر کے گھر سے ان کی امی آئیں گی۔'' خوشنما نے ان پر یہ بالکل ظاہر نہیں کیا اسے ہیشم نے کچھ نہیں بتایا۔ وہ جانتی تھی وہ اپنے معاملے کی وجہ سے بھی الجھا ہوا تھا اس سے وہ ابھی تک بات بھی نہیں کر رہا تھا اور اسے ہی ایسا کوئی قدم تو اٹھانا ہی تھا ہیشم کی الجھن ختم ہو کیونکہ وہ اتنی بے حس بھی نہیں تھی۔

❖❖---○---❖❖

حسنیٰ نے کافی حد تک کچھ کو ایڈجسٹ کرلیا تھا۔ شہریار کے جانے کے دن قریب آ رہے تھے۔ حسنیٰ کو اس نے بلاوجہ ڈانٹنا چھوڑ دیا تھا وہ بھی حیران تھی شہریار اسے کیسے رہ سکتا تھا۔
''کتنے عرصے بعد بلاؤ گے حسنیٰ کو۔'' نسرین ملنے آئی ہوئی تھیں۔
''پھپھو یہ تو میں وہاں جا کر دیکھوں گا کیوں کہ میں نے فلیٹ بھی کرائے پر لینا ہے وہ سب سیٹ ہو جائے تو

ر بلاؤں گا۔" اس نے ذرا آہستگی سے سمجھا کے انہیں بتایا۔
حسنیٰ ان سب کے درمیان بیٹھی تھی مگر وہ بہت خاموش سی ہوگئی تھی یا پھر شہریار کے جانے سے وہ اداس ر رہی تھی۔
"جب تک بیٹا تم اسے بلاؤ گے میں ایسا کرتی ہوں حسنیٰ کو گھر لے جاتی ہوں۔" نسرین نے کہا۔
"اے نسرین ایسی بھی تمہیں کیا مار پڑی ہے۔ تمہاری بیٹی یہاں آرام سے ہے اور شہریار بھی بلا ہی لے گا۔" سین بیگم روایتی ساس بن کے گویا ہوئیں۔
"بھابی بہت دن ہو گئے حسنیٰ رہنے نہیں آئی ہے رفعت کہہ رہی تھی میں اسے ساتھ لے آؤں۔"
"بس رفعت کی تو رہنے ہی دو۔" وہ ویسے بھی ان سے خاصی جلی ہوئی تھیں کیوں کہ رفعت نے جو کچھ بھی دیا تھا رف حسنیٰ کو دیا تھا ان کے لیے تو کچھ بھی نہیں دیا تھا۔
"ٹھیک ہے پھپو آپ لے جائیے مگر ابھی نہیں۔" اس نے حسنیٰ کے خاموش چہرے پر نظر ڈالی ریڈ پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ میں اس کی سرخ و سپید رنگت اور نمایاں ہو رہی تھی۔
"امی! مجھے جب آنا ہوگا میں آجاؤں گی۔" وہ یکدم ہی بولی تھی۔
نسرین حیرانگی سے اس کے بگڑتے تیور دیکھنے لگیں۔ شہریار نے اسے جانچ لیا تھا اُسے حسین بیگم کی بات ناگوار لزری ہے اس لیے اس نے غصے میں اسے کہا تھا۔
شہریار اس کے پیچھے ہی چلا آیا وہ کونے میں کھڑی اپنے آنسو آنچل کے کونے سے صاف کر رہی تھی۔ اسے یکھ کر وہ گھبرا گئی اور اس سے بچ کے کچن میں چلی گئی۔
"کیا بات ہے تم نے پھپھو کو ایسے کیوں جواب دیا۔" وہ استفسار کر رہا تھا۔
"آپ لوگ جو چاہتے ہیں اسی طرح جواب دے تو دیا ہے۔ نہیں جا رہی میں کہیں کبھی آپ بے فکر ہو جائیں۔" حسنیٰ بہت افسردہ اور مایوس ہوگئی تھی اسے اپنی زندگی بے مصرف سی لگنے لگی تھی کوئی بھی چارم نہیں تھا اس نے اندازہ کرلیا تھا۔ شہریار نے اسے نیچا دکھانے کے لیے اس سے زبردستی شادی کی تھی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا۔" وہ اس کی سرخ ہوتی ناک کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سنک میں پڑے گندے برتن دھو رہی تھی۔
"آپ لوگوں کو نوکرانی چاہیے تھی۔ آ تو گئی ہوں۔ ہاں اور آپ بھی جیت گئے، کیوں کہ میں نے آپ کو پتا نہیں کیا کیا کہا تھا۔ وہ سب مجھے آپ لوٹا تو رہے ہیں۔" لہجے میں بہت افسردہ تھی وہ شہریار کے سرد رویے سے تنگ آگئی تھی جسے اس کے جذبات اور احساسات کی ذرا پروا نہیں تھی۔
"شہریار صاحب! آپ جیت گئے مجھے، آپ نے ختم کرلیا جیسا دل چاہے آپ سلوک کریں میرے ساتھ کیوں کہ میں اسی قابل ہوں کیوں کہ میں نے آپ کو پہلے بہت کچھ الٹا سیدھا بولا ہے۔"
"کیا بکواس کر رہی ہو۔" وہ ایک لمحے کو گڑبڑا بھی گیا کیوں کہ حسنیٰ بہت ٹوٹی ہوئی بکھری ہوئی لگ رہی تھی۔
"مجھے تو پہلے بھی کوئی خوشی نہیں ملی اور ابھی بھی کوئی خوشی نہیں ملی۔ میرے مرحوم باپ نے مجھے پیدا ہوتے ہی پھپھو کی گود میں ڈال دیا۔ میری تو شخصیت ہی بٹ گئی۔ کس کی سنتی پھپھو کی یا اپنی ماں کی۔ دونوں نے مجھے اپنی ملکیت سمجھ کے اپنی مرضی مجھ پر چلائی اور اب آپ اپنی چلا رہے ہیں۔ میں تو کہیں بھی نہیں ہوں۔" وہ پھوٹ

پھوٹ کے رودی اور پھر اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ شہریار کو شرمندگی اور دکھ ہو رہا تھا۔ واقعی حسنیٰ کے ساتھ تو شروع سے ہی زیادتی ہوتی آ رہی تھی اور اب وہ اس کے ساتھ کون سا اچھا کر رہا تھا۔ اگر اسے حسنیٰ سے محبت ہے تو وہ پھر اسے کیوں دکھ دے رہا تھا جب کہ حسنیٰ نے تو یہاں آ کر خود کو کافی حد تک ایڈجسٹ کر لیا تھا۔ شہریار کو اپنی غلطی کا احساس شدت سے ہونے لگا تھا۔ وہ بھی دلگرفتہ سا ہونے لگا۔

❖❖---○---❖❖

سوچنے اور سمجھنے کے بعد اس نے خود نانا جان سے بات کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ حقیقت جب تک انہیں نہیں بتائی جائے گی اسی طرح اس کے اور ہیشم کے درمیان دوریاں بڑھتی جائیں گی اور پھر وہ اب نہیں چاہتی تھی کہ اپنی وجہ سے اپنے ماں کو باپ کو کوئی بھی فکر اور پریشانی میں مبتلا کرے۔ ہیشم کی بات بھی اس کے دل کو لگ گئی تھی اس نے اسے بے حس کہا تھا۔ اور وہ بے حس تو نہیں تھی کہ اسے یوں پریشانی میں مبتلا دیکھے۔ پھر گھر کے جو کچھ حالات ہو رہے تھے اس نے سوچا تھا اسے ہی یہ سب ٹھیک بھی کرنا ہوگا۔ نزہت مامی الگ ناراض بیٹھی تھیں۔ فاران کے ولیمے کی بھی تیاریاں ہو رہی تھیں اور ادھر ہیشم سے نانا جان نے یہ کہا ہوا تھا کہ جس لڑکی سے اس نے نکاح کیا ہے اسے بھی رخصت کروا کے گھر لائے اور خوشنما کو جھوٹ سے تو پردہ ہٹانا ہی تھا۔ ہیشم کبھی بھی نانا جان سے بات نہیں کرے گا۔ اس نے اپنے کاسنی کپڑوں کے آنچل کو سلیقے سے شانوں پر ڈالا تھا اور ان کے روم کے دروازے پر دستک دینے لگی۔ حالانکہ دل دھک دھک بھی کر رہا تھا۔

''کون ہے آ جاؤ۔'' نانا جان کی نحیف سی آواز آئی۔

''میں ہوں۔'' وہ جھجکتی ہوئی اندر آئی۔ نانا جان شاید سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ دوائی کھا رہے تھے۔

''ارے خوشی بیٹا! کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے ہیشم سے لڑائی تو نہیں ہو گئی۔'' وہ گھبرا ہی گئے۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ جھینپ سی گئی۔

''آؤ بیٹا بیٹھو تو۔'' انہوں نے ایزی چیئر کی جانب اشارہ کیا۔ خوشنما جھجکتی ہوئی سمٹ کے بیٹھ گئی۔ اسے الفاظ کو ترتیب دینا تھا کس طرح بات کرے۔

''کوئی پریشانی ہے۔'' وہ اس کے سامنے ہی چیئر پر بیٹھ گئے۔

''نانا جان مجھے آپ کو بہت ضروری باتیں بتانی ہیں۔'' اس نے جھٹ کہا۔

''ہاں ہاں بولو کیا بات ہے۔'' وہ اس کے چہرے کی رنگت بھی دیکھ رہے تھے۔ وہ بہت گھبرا رہی تھی۔

''بیٹا آپ کو جو بھی بات کرنی ہے خواہ ہیشم کی شکایت ہی کیوں نہ کرنی ہو بلا جھجک کر سکتی ہو۔'' انہوں نے جیسے اس کی ہمت بندھائی تھی۔

''نانا جان بات ہیشم کے ہی متعلق ہے مگر شکایت میں نہیں بلکہ آپ کو کچھ بتانا ہے۔'' اس نے پھر بلا تمہید باندھے انہیں اپنی جاب کی بات سے لے کے آخر تک ہی ساری بات تفصیل سے بتا دی۔ نانا جان تو حیران ہی رہ گئے۔

''آپ اس سارے قصے میں مجھے غلط نہیں سمجھئے گا میں تو جاب اشعر کے آفس میں کر رہی تھی۔''

''میں آپ کو غلط نہیں سمجھ رہا بلکہ ہیثم کو بہت بڑا بے وقوف کہہ رہا ہوں جس لڑکی سے وہ بھاگ رہا تھا۔اصل میں وہی لڑکی اسے پسند بھی آئی اور تمہارا ہی ہاتھ پکڑ کے لے آیا کہ تم سے اس نے شادی کر لی ہے۔''

''میں تو جانتی تھی اس لیے میں نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا مگر یہ تو میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے۔ میں اپنے شوہر سے طلاق لے کے ان سے شادی کر لوں۔'' وہ سر جھکائے ہوئے بول رہی تھی۔

''وہ بے وقوف یہ نہیں جانتا تھا کہ شوہر بھی وہ خود ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''شکر ہے میرے مالک کا اس نے یہ الجھن سلجھا دی۔ میں تو تمہارا سوچ کر پریشان تھا پتا نہیں تم ہیثم کی دوسری بیوی کو کیسے برداشت کرو گی، مجھے کیا پتا تھا دوسری بیوی بھی تم ہی ہو۔'' نانا جان بہت ہلکے پھلکے ہو گئے تھے۔ انہوں نے خوشنما کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''مجھے یہ اور خوشی ہوئی کہ تم نے ہیثم کا احساس کرنا شروع کر دیا ہے۔''

''نانا جان! یہ جاب کی اور نکاح کی بات آپ یہ سب باتیں کسی کو بھی نہیں بتائیے گا کیونکہ میں نے اپنے گھر والوں تک کو نہیں بتائی ہیں۔''

''تم بے فکر ہو جاؤ ایسا کچھ میں نہیں کہوں گا اور ہاں ہیثم سے تو ضرور بات کروں گا۔'' وہ بولے۔

''جی اچھا۔'' وہ سر ہلا کے کھڑی ہو گئی۔

''نانا جان! آپ مجھے غلط نہیں سمجھئے گا کہ میں جاب کرنے اس لیے نکلی تھی۔''

''بیٹا میں ایسا دقیانوس نہیں ہوں۔ آپ پریشان نہیں ہوں اور آرام سے سو جائیں ایسا کچھ میں سوچتا بھی نہیں ہوں۔'' انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کے یقین دلایا تھا۔

❖❖---O---❖❖

''حسنی آنٹی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ مجھے ضمران کے ساتھ ایسا رویہ نہیں رکھنا چاہیے۔ضمران شوہر ہے۔ میں سارے حقوق رکھتی ہوں۔ جب وہی نوشین پر توجہ نہیں دیتا تو میں کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہوں۔'' اپنے سے ضمران کو کیوں دور کر رہی تھی چند ماہ بعد شادی کو سال بھی ہو جائے گا۔ زندگی اس کی ایسی ہی بے مقصد سی ہو گئی تھی۔ اس کی سسرال میں تینوں دیور، ساس، سسر سب ہی تو اسے اتنی اہمیت دیتے ہیں اور وہ اسی بات کا رونا لے کے بیٹھی ہے۔ میری شادی ایسے حالات میں کیوں ہوئی لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے جیسی ماں ویسی بیٹی لوگوں کو تو فرصت ہی نہیں تھی۔ جب اسے لوگوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں تھی تو وہ کیوں ایسا سوچ کے اپنے اچھے دن برباد کر رہی تھی۔ رہا نوشین کا سوال نوشین غلط سمت میں سفر کر رہی تھی۔ غلط تو وہ کر رہی تھی۔ ایک شادی شدہ مرد کے پیچھے تھی اور وہ ایسے تو اپنے شوہر کو نہیں چھوڑ سکتی تھی جو دل و جان سے اس کی قدر کرتا تھا۔ محبت کرتا تھا۔ اور وہ جواب میں اسے کیا دے رہی تھی۔ بے رخی۔ وہ کافی دیر سے صوفے پر لیٹی گہری سوچ میں مستغرق تھی۔ ضمران کی موجودگی میں بھی نہیں چونکی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی پھیلی تھی۔ اس لیے بھی کمرے کا ماحول خاموش لگ رہا تھا۔

''محترمہ جب سے اپنے میکے سے آئی ہیں گم صم ہیں۔ پتا نہیں کیا بات ہے؟'' ضمران چینج کر کے آ گیا تھا

کمرے کی لائٹ آن کی۔

حباب جیسے خیالات اور سوچوں سے واپس آ گئی۔

''کب سے آیا ہوں، کھانا وغیرہ نہیں ملے گا۔'' ضمران آفس سے کچھ دیر پہلے آیا تھا۔ گھر کے تمام افراد ہی کھانا کھا چکے تھے۔ وہ کچن سے فارغ ہو کے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

''اوہ سوری میری آنکھ لگ گئی۔ کھانا میں ابھی لاتی ہوں۔'' وہ جھٹ کھڑی ہو گئی۔

''ایسا کرتا ہوں وہیں ڈائننگ روم میں آ رہا ہوں۔ وہیں کھاؤں گا تم نے کھایا کھانا؟'' اس نے پوچھا۔

''جی۔'' اس نے سر ہلایا اور وہ نکل گئی۔ ضمران کی نگاہوں میں دیکھنے کی اس میں ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی یا پھر اسے اپنی ہی غلطیاں نظر آ رہی تھیں۔

''تم اب کیا بنا رہے ہو؟'' حباب نے مزمل کو فرائی پین میں کچھ فرائی کرتے دیکھا۔

''کچھ نہیں کباب پڑے تھے انہیں انڈوں کے ساتھ مکس کر کے سینڈوچ بنا رہا ہوں۔'' اس نے بتایا۔

''ارے آلو قیمہ بنا تو لیا ہے۔'' وہ سالن کی پتیلی چولہے پر رکھنے لگی۔

''بھابی میرا موڈ یہ بھی کھانے کا تھا۔'' وہ بولا۔

اتنے میں رضوانہ بھی آ گئیں۔ وہ عشاء کی نماز پڑھ کے اٹھیں تھیں۔

''مزمل! حد ہوتی ہے کھانا پینا کر لیا، اب یہ کون سی کھانے کی تک ہے۔ پورا کچن پھیلا دیا ہے۔'' وہ اسے ڈانٹنے لگیں۔

''امی! آپ جائیں میں سب سمیٹ لوں گا۔'' وہ رضوانہ کو شانوں سے پکڑ کے کچن سے باہر لایا۔

حباب کچن پھر سمیٹنے لگی تھی۔ ضمران بھی کھانے کے لیے آ گیا تھا۔

''تم تو میری بہو کا ناک میں دم کر دیتے ہو۔ کب سے کچن میں لگی تھی۔ تم نے پھر پھیلا دیا۔''

''اپنی بہو کے لیے دوسری ہیلپر بہو لے آئیے۔''

''شرم نہیں آتی اپنے بھائی کی دوسری شادی کروائے گا۔'' ضمران نے اس کو گدی سے پکڑا۔

''ضروری ہے میں آپ کی بات کر رہا ہوں۔ میں تو آدم بھائی کی شادی کی بات کر رہا ہوں۔'' اس نے گدی چھڑائی۔ حباب اور رضوانہ ہنسنے لگی تھیں۔

''آدم کے لیے تو کوئی ایسی لڑکی ڈھونڈنی پڑے گی جو چپ رہے۔''

''امی! ان کے ساتھ، چپ رہنے والی کا گزارہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ آدم بھائی جتنے مین میخ والے ہیں ان کی طرح ہی کی کوئی لائیے۔''

''امی! آدم کے لیے نوین کیسی رہے گی؟'' حباب نے اچانک ہی بول دیا۔

''کیا نوین؟ بھابی آپ آدم بھائی کے سامنے بول بھی نہیں دیجیے گا۔'' وہ اپنے فرائی کیے کباب اور انڈے ڈائننگ ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔

''ویسے حباب نے بات ٹھیک کی ہے۔'' رضوانہ کو جیسے سمجھ آ گئی۔
''آدم بھائی تو گھر سر پر اٹھا لیں گے۔ وہ پھپھو کی کسی بھی بیٹی کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔'' مزمل آدم کے
مزاج سے اچھی طرح واقف تھا۔
''امی! میں نے بس ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ آپ نوین کو چھوڑیں کوئی دوسری ہی لڑکی دیکھیں۔'' حباب بھی ڈر رہی گئی۔
''نہیں حباب! تم نے میرے دماغ میں ڈال دی ہے، اس طرح راشدہ کا بھی موڈ ٹھیک ہو جائے گا۔''
''دیکھا امی کو ابھی بھی اپنے سسرال والوں کی ہی پڑی ہے۔'' مزمل نے کہا۔
''زیادہ بڑوں کی طرح نہیں بولا کرو۔ تم سے پوچھ کے نہیں رشتے کروں گی۔'' انہوں نے اسے سرزنش کی۔
''ارے امی! آپ کو آدم سے تو پوچھ کے کرنا پڑے گا اور آپ جانتی ہیں آدم کے مزاج کو۔ پھپھو سے ویسے ہی
اس کا نہیں ہوتا اور ان کی کسی بیٹی سے شادی کرے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' ضمران بھی آدم کے مزاج سے
واقف تھا۔
''اچھا، اچھا بس کرو جو مجھے کرنا ہو گا میں کروں گی۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کے ان دونوں کی ہی بات کو رد
کر دیا۔
حباب تو لب کچلنے لگی۔ اسے اپنی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ کیسے اس نے یہ بات کر دی۔
''بھابی! آپ کو بھی ابھی بولنا تھا۔''
''مجھے کیا پتا تھا۔'' وہ شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔
جب کہ ضمران نارمل انداز میں چیئر گھسیٹ کے بیٹھا، حباب کھانا لگانے لگی۔

❖❖---O---❖❖

''تم لوگ کان کھول کے سن لو میں جو فیصلہ کر چکا ہوں۔ وہی ہو گا۔'' انہوں نے راشدہ کو درشت اور قطعیت
بھرے لہجے میں گویا جتایا۔
''بیٹی کی مرضی کے بغیر تو رشتہ نہیں کر سکتے۔'' وہ ان سے لڑ بیٹھیں۔
''دیکھو! تم نے اب تک جو کیا میں کچھ نہیں بولا۔ حتیٰ کہ تم نے اپنے بھائی کا گھر خراب کرنے میں بھی کسر نہیں
چھوڑی تھی۔ میں جب بھی نہیں بولا اور تم نے اپنی بیٹی کو بالکل ہی ناکارہ کر دیا ہے۔ تم نے یہ تک نہیں سوچا
بیٹیوں کی عزت کتنی نازک ہوتی ہے مگر تم کچھ سوچتی تو یہ حرکتیں تو نہیں کرتیں کہ تمہاری بیٹی......'' وہ انہیں سخت
سست سنا رہے تھے۔
''ضرور یہ نوین نے آپ سے بکواس کی ہو گی۔'' راشدہ، سرفراز صاحب کے ایسے غضب ناک انداز سے ڈر تو
گئی تھیں مگر پھر بھی ان پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہی تھیں۔
''نوین تم لوگوں کی طرح بے وقوف نہیں ہے کہ ہر بات مجھے بتائے اور میں کیا دیکھ نہیں رہا تھا۔ راشدہ! تم نے
میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ میں نے تم پر کبھی روک ٹوک نہیں کی تو تم سر پر چڑھتی گئیں۔ جیسی خود سر ہو
ویسی ہی نوشین کو بھی بنا دیا۔'' نوشین اپنے کمرے کے باہر کھڑی سب سن رہی تھی۔ وہ تو راشدہ کی تیز آواز پر لاؤنج

سے اٹھ کے باہر آ گئی تھی۔

''راشدہ! تم کیسی ماں ہو، بیٹیوں کو اچھی تربیت اور اچھی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔تم نے سوائے نوشین
بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اپنی بھابی سے بدلے کے چکر میں تم نے اپنی ہی بیٹی کی غصے اور نفرت
شخصیت خراب کردی۔'' سرفراز صاحب ان کی غلطیاں گنوار ہے تھے۔

''راشدہ! تم کیسی ماں ہو اپنی بیٹی کو تباہ کررہی ہو تمہیں اس سے ذرا پیار نہیں۔''

''آپ مجھ پر غلط الزام تراشیاں کرر ہے ہیں۔'' راشدہ کے پاس تو صفائی میں وضاحت دینے کے لیے الفا
ہی نہیں تھے۔

''میں الزام تراشیاں نہیں کرر ہا، تمہیں بتا رہا ہوں۔تم کیا کیا کرتی آ رہی ہو اور اب میں تمہیں اپنی بیٹی ا
زندگی برباد کرنے نہیں دوں گا۔نوشین کے لیے بہت اچھا رشتہ ہے یہ۔ میں ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔'' وہ
ٹوک لہجے میں گویا ہوئے۔

''نوشین مانے گی ہی نہیں۔'' راشدہ کو جیسے پورا پورا یقین تھا۔

''نوشین کو میں سمجھاؤں گا کیونکہ تم نے ابھی تک ماں بن کے اسے اچھا اور برا سمجھایا ہی نہیں۔'' وہ اتنے طیش
اور غصہ ہو رہے تھے راشدہ اچھل ہی گئیں۔

نوشین کی تو جیسے دل و دماغ کی کھڑکیاں کھل گئیں۔آج سے پہلے اس نے ابو کا ایسا انداز نہیں دیکھا تھا۔ ا
ابو کی باتیں خاصی دل کو لگی تھیں۔ابو کو اس کی کتنی فکر تھی اور امی نے آج تک کبھی اسے اچھا برا سمجھایا ہی نہیں۔ ا
نفرت غصہ اور بدلہ ہی ذہن میں رہا۔ضمران کو حاصل کرنا اس کی ضد بن چکا تھا۔اسے ضمران سے محبت تو نہیں
ہوئی اس کے بس شروع سے راشدہ نے یہ دماغ میں بٹھایا ضمران سے اس کی شادی ہوگی۔نوشین نے کبھی یہ سو
ہی نہیں کہ ضمران اسے ایسا کوئی رسپانس دیتا ہی نہیں ہے۔ پھر یک طرفہ بھی کوئی محبت ہوئی؟ جب کہ نوشین
خود کو کھنگالا اسے بھی کون سا ضمران سے محبت تھی۔ وہ تو بس بے وقوفی میں فضول حرکتیں کرتی جا رہی تھی۔راشدہ
شروع سے رضوانہ سے خار تھا۔اس لیے کہ ان کے چار بیٹے تھے اور وہ جلن اور حسد میں مبتلا تھیں۔ کیونکہ ان ا
تین بیٹیاں تھیں۔انہیں بیٹے کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔شروع سے انہوں نے اپنی بیٹیوں کی پیدائش
کبھی خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جب کہ سرفراز صاحب نے انہیں کبھی بیٹے نہ ہونے کا کبھی طعنہ تک نہیں دیا تھا
ان کے ساتھ نرمی کا بھی سلوک رکھتے تھے۔کبھی روک ٹوک نہیں کی۔ جواب میں راشدہ نے اپنا غصہ اپنی بیٹیوں
ہی نکالا تھا۔نوشین کو آج بہت رونا آ رہا تھا۔

ابو نے ٹھیک کہا تھا، اس کی شخصیت ہی امی نے خراب کردی تھی۔ وہ کیوں ایسی بے وقوف بن گئی اور اپ
بہنوں کو دشمن سمجھنے لگی۔کرن اور نوین اسے کتنا سمجھاتی رہیں کہ وہ غلط کررہی ہے۔

''آہ......میں نے اپنی شخصیت جو خراب کی ہے ہمیشہ کیوں امی کے کہنے پر چلتی گئی۔'' وہ تکیے میں منہ چھپا
پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔اسے آج سب سے شرمندگی ہو رہی تھی۔

❖❖---O---❖❖

ثم تیزی سے اندر آیا تھا۔ وہ عصر کی نماز پڑھ کے پنج سورہ پڑھ رہی تھی۔ ہیثم اس کے فارغ ہونے کا انتظار
نے لگا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی تھی جب کہ وہ اپنے کپڑے وارڈ روب سے نکالنے لگا۔ کن انکھیوں سے خوشنما کو بھی دیکھے
تھا۔
اسے یوں اچانک سے چلنے کا کہوں گا تو بہت غصہ کرے گی۔'' ہیثم کو اسے فیس کرنا بھی بہت مشکل لگ رہا
۔
دنوں سے دونوں میں کوئی بات چیت بھی نہیں ہو رہی تھی۔
جب یہ پتا چلے گا رمنا کے رشتے کی میں پہلے ہی بات کر آیا ہوں اور چیخے گی۔'' اس نے اپنا اسکائی بلیو
شلوار نکالا پریس بھی کروانا تھا۔ کام والی پہلے ہی چلی جاتی تھی، کپڑے پریس کروائے تو کس سے؟ جو ہم
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، رہی ماہ رخ وہ ٹھیک طرح کرتی نہیں ہے۔ وہ بالوں میں ہاتھوں کی انگلیاں
ئے سوچ میں گم تھا۔
وشنما پنج سورہ پڑھ کے فارغ ہو گئی تھی۔
''کپڑے پریس کرنے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔
''آں ہاں۔'' اس نے چونک کے سر اٹھایا۔
''اگر تکلیف نہیں ہو تو کر دو۔'' وہ صوفے سے کھڑا ہو گیا۔
وشنما نے بیڈ سے اس کا قمیض شلوار اٹھایا اور جانے لگی۔
''خوشنما ایک منٹ رکنا۔'' اس نے یکدم ہی پکار لیا۔
ہ رک گئی۔ ہیثم کا پرسوچ اور پریشان چہرہ دیکھنے لگی۔
''جی۔'' وہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔
ہ خوشنما کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔
ہ دو قدم پیچھے ہو گئی۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ جب سے ہیثم نے اس سے بات چیت بند کی تھی۔ پتا نہیں
ات ہی بدل گئے تھے۔ راتوں کو وہ گھبرا کے اٹھ جاتی تھی۔ اسے ایسا لگا ہیثم اس کے بہت قریب آ جاتا ہے
ب آنکھ کھول کے دیکھتی تو ہیثم بے خبر کروٹ لیے سو رہا ہوتا تھا۔
''اشعر کی امی رمنا کا رشتہ لے کے جا رہی ہیں۔ تمہیں بھی ساتھ چلنا ہوگا۔'' وہ رک رک کے گویا ہوا۔
''سارے معاملات طے کر لیے، مجھے اب بتا رہے ہیں۔'' وہ تو کب سے تیار بیٹھی تھی کہ وہ کوئی بات نکالے
ہیثم پر برس پڑے۔
''دیکھو! تم نے حالات ہی ایسے کر دیئے ہیں، میں سب طرف سے پریشان ہوں۔ کیا کروں۔ نانا جان کی
مانوں یا اشعر کا معاملہ سیٹ کرواؤں، تم سے یہ سارے حالات چھپے تو نہیں ہیں۔'' وہ بری طرح منتشر ہو رہا
وشنما پزل ہو گئی کیونکہ ہیثم کو اس طرح پریشان کبھی نہیں دیکھا تھا۔
''ابھی آپ رمنا کی بات کریں۔''
''اشعر کو رمنا پسند آئی ہے، وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ پہلے تمہارے گھر والوں سے بات
ں تو ہی بات آگے بڑھاؤں گا۔ تمہارے امی ابو نے مشکل سے رضامندی دی ہے۔'' وہ بتانے لگا۔

''تم سے کیسے بات کرتا تم نے میری عزت تو دو کوڑی کی کر کے رکھ دی ہے۔ کس منہ سے بات کروں؟ تمہا خطا وار ہوں تم پتا نہیں مجھ سے چاہتی کیا ہوں۔'' وہ بہت مضمحل اور رنجور ہو رہا تھا۔

''کچھ دیر، میں نکلنا ہے۔ اشعر کی امی انتظار کر رہی ہوں گی۔'' اس نے پھر بات ہی پلٹ دی اور واش ر میں گھس گیا۔

خوشنما کو اس پر ترس آنے لگا۔ اس نے واقعی حد کر دی تھی اب تو اس کی سزا ختم کر دے، کتنی تو وہ عزت و اہمیہ دیتا ہے اس گھر میں بھی کیسے نزہت مامی سے لڑ گیا تھا اس کی خاطر۔ اگر وہ اب اسے یہاں لایا تھا تو اسے عزت اہمیت بھی دے رہا تھا اور کیا چاہیے تھا۔ اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا تھا۔ خوشنما اتنی تو سنگدل نہیں تھی کہ ا یوں تڑپتا دیکھتی رہے۔

''بس کر دو خوشنما! اور کتنا جھکاؤ گی اسے اپنی غلطیاں مان تو رہا ہے۔ تم سے کتنی معافیاں مانگ چکا ہے اتنی سنگدل نہیں بنو معاف کر دو اوپر والا بھی تو معاف کر دیتا ہے پھر ہم بندے کیا چیز ہیں۔'' اندر سے کوئی ہیثم ا حمایت کر رہا تھا۔

''ہاں اب بس کر دو بہت ہو گیا۔'' وہ خود سے ہمکلام تھی۔

''کپڑے جلدی پریس کر دو جلدی جانا ہے۔'' وہ واش روم سے نکلا تو خوشنما کو ایسے ہی کھڑے دیکھا۔

''جی جی اچھا۔'' وہ گڑبڑا گئی۔ تیزی سے قدم اٹھاتی کمرے سے نکل گئی۔ ہیثم نے اس کی خودکلامی سن لی تھ مگر اسے سمجھ نہیں آیا تھا وہ کسے کہہ رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖

حسنیٰ اس کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی سونے کی تیاری کر لیتی تھی۔ شہریار دو دن سے اس کی یہ حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا۔ ابھی بھی وہ چادر تان کے لیٹی ہوئی تھی مگر اسے ایسا کیوں لگ رہا تھا، وہ جاگ رہی تھی۔

''حسنیٰ! تم جاگ رہی ہو نا؟'' وہ اس کے سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔

مگر وہ تو ساکت و جامد ہو کے لیٹی رہی کیونکہ شہریار نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا۔ وہ جاگ رہی تھی۔

''حسنیٰ اٹھ جاؤ۔'' وہ تیز لہجے میں گویا ہوا۔

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ بمشکل آواز کو نکال کے بولی تھی۔

''نیند آ رہی ہے یہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے مگر مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' اس نے حسنیٰ کی چادر گھسیٹ کے اتار دی۔

اور وہ سرخ سرخ روئی روئی آنکھوں میں ناگواری لیے شہریار کو سنجیدہ دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری یہ کیا حرکت ہے روز تم میرے آنے سے پہلے سونے کا ڈرامہ کر کے لیٹ جاتی ہو۔'' وہ خاصا برہم ہو رہا تھا۔

حسنیٰ نے لب بھینچ کے منہ دوسری طرف ہی کر لیا۔

''جب مجھے نیند آئے گی تو ہی سوتی ہوں مجھے ڈرامے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ڈرامے تو آپ نے میرے ساتھ کیے ہوئے ہیں۔'' آخر کب تک برداشت کرتی وہ روہانسی ہو گئی۔

شہریار حیرانی سے اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ اس کا چہرہ بہت مرجھایا ہوا بھی ہو رہا تھا۔

''پل پل میری تضحیک کرتے ہیں، ہر ایک کے سامنے میری عزت دو کوڑی کی کر دیتے ہیں۔ میرا اتنا بڑا گناہ تھا آپ کو ریجیکٹ کرنے کا، آپ پل پل میری ذات کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔ میرے وجود کو تنقیدی الفاظ میں سب کے سامنے بولتے ہیں۔ میرا اتنا بڑا گناہ تھا کہ آپ نے میری عزت نفس کو مجروح کیا ہے اور ابھی بھی کر رہے ہیں آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟'' وہ پھٹ پڑی تھی۔

''میں، ہاتھ جوڑ کے آپ سے معافی مانگتی ہوں اپنے وہ سارے الفاظ واپس لیتی ہوں جو میں نے آپ کو کہے تھے مگر پلیز مجھے بار بار جھڑکنا بند کر دیں۔'' وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کے اندر کی سسکیوں کو روکنے لگی۔

''مجھے تو کبھی کوئی محبت سچی ملی ہی نہیں۔ پیدا ہوتے ہی ماں نے پھپھو کی گود میں ڈال دیا۔ نہ مجھے سگی ماں کی

محبت ملی اور نہ پالنے والی ماں کی محبت۔ سب اپنے ہی مطلب کے ہوتے ہیں۔ میری ذات اتنی غیر اہم ہے جس کا دل چاہا اپنی مرضی چلاتا ہے میری تو کوئی مرضی ہی نہیں رہی۔ کبھی کسی نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں۔ میری ماں نے ڈانٹ ڈپٹ کے سوا کچھ نہیں دیا اور منہ بولی ماں نے سوائے اپنا سہارا بنائے رکھا اور آپ نے بھی مجھے بے وقعت کردیا۔ حسنیٰ تو آپ کے کسی کے پاس تھی ہی نہیں۔ وہ بس حکم سننے کے لیے دنیا میں آئی ہے۔'' وہ اپنے اندر کی محرومیاں آج زبان پر لے آئی تھی۔

شہریار کو شدت سے ندامت و شرمندگی ہورہی تھی۔ اسے نہیں پتا تھا حسنیٰ اتنی نازک احساسات کی مالک۔ ہے وہ تو اسے ہمیشہ لاابالی اور لاپرواہ سمجھتا رہا تھا۔ اسی لیے ہی وہ اسے ہر وقت ڈی گریڈ کرنے کے چکر میں لگا رہتا تھا۔ جب سے شادی ہوئی تھی وہ اسی کے کہنے پر تو چل رہی تھی۔ اس کی تو مرضی واقعی کہیں بھی نہیں تھی۔

''مجھے زندگی میں سب کچھ ملا زندگی کی ساری آسائشیں مگر مجھے محبت کہیں بھی نہیں ملی۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

''مجھ سے جتنی بھی غلطیاں ہوئی ہیں، معاف کردیجیے گا۔ اگر معافی کے قابل سمجھتے ہوں تو؟'' لہجہ طنزیہ اور روکھا بھی ہوگیا تھا۔

''زندگی بغیر محبت اور اپنائیت کے ٹھیک نہیں گزرتی۔ جب میں آپ کو پسند نہیں تھی، موٹی بھدی لگتی تھی تو کیوں کی شادی؟ نہیں...... آپ کو مجھ سے بدلہ جو لینا تھا کیونکہ آپ کی سوچ یہ تھی میں مغرور اور بد دماغ ہوں۔ مجھے آپ ہی سبق سکھا سکتے ہیں۔ کوئی اور نہیں۔'' شہریار لب بھینچ کے رہ گیا حسنیٰ نے لمحوں میں اسے فرش پر پٹخ دیا تھا۔ وہ کتنا کچھ سوچتی تھی۔ وہ تو اسے سمجھتا ہی نہیں تھا۔

''آپ پلیز لائٹ آف کردیں مجھے سونا ہے۔'' وہ پھر لیٹ گئی تھی۔

شہریار کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے کہ وہ کچھ بولتا مگر اسے آج یہ ادراک ہوگیا تھا، حسنیٰ بہت بدگمان ہے۔ اسے محبت اور پیار کی ضرورت ہے ورنہ وہ ایسے ہی اس سے دور ہوتی جائے گی اور وہ اپنی محبت کو ایسے بکھرنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

❖❖---○---❖❖

نوشین کو ایسا لگ رہا تھا اس کا نیا جنم ہوا ہو۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہی تھی۔ اس نے سچے دل سے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی تھی۔ نوین اور کرن اس کے ایسے بدلتے روپ پر حیران تھیں البتہ راشدہ کو جیسے چپکی لگ گئی تھی۔ تینوں ہی کچن میں گھسی ہوئی تھیں۔

''نوشین بیٹا! آپ کچھ کررہی ہیں؟'' سرفراز صاحب نے کچن میں دیکھا۔ وہ کھانا لگانے کی تیاری میں لگی ہوئی تھی۔ ''ابو! کھانا لگانے لگی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے بیٹا! آپ لوگ کھانا لگائیں پھر مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' انہوں نے اسے بغور دیکھنے کے بعد کہا۔ ''جی اچھا ابو!'' اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔ ''ابو اسی رشتے کی بات کریں گے۔'' کرن نے اس کے کان میں کہا۔

''کون سے؟'' وہ جیسے انجان بنی۔

''زیادہ بنومت۔'' وہ ہنسی تھی۔ تینوں نے کھانا لگایا اور راشدہ کو نوین اور کرن زبردستی لے کے آئی تھیں۔
''آج تو پھر بھی ہمیں رات کے کھانے میں دیر ہوگئی ہے۔'' کرن نے کہا۔
راشدہ خاموش تھیں سرفراز گاہے بگاہے انہیں دیکھے جارہے تھے کھانے سے فارغ ہو کے وہ نوشین کو بلا کے گئے تھے۔
نوشین سر جھکائے خاموش سی ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ راشدہ کا ابھی بھی منہ بنا ہوا تھا۔
''دیکھو بیٹا! میں لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھوں گا۔ میرا دوست اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ سے پاکستان آیا ہے اور اس اتوار کو وہ اپنی بیگم اور بیٹے کے ساتھ آئیں گے۔ میں چاہتا ہوں تمہارا رشتہ یہاں ہو جائے باقی اللہ کی مرضی۔''
''ابو جیسے آپ کی مرضی۔'' اس نے سعادت مندی سے رضامندی دی۔ سرفراز صاحب حیران ہی رہ گئے۔ البتہ راشدہ کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔
''ارے ایسے کیسے مان رہی ہو۔''
''راشدہ! تم چپ رہو۔ تمہارا کام ختم۔ تم نے جو کرنا تھا کرلیا۔ اب مجھے کرنے دو جو مجھے کرنا ہے۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کے درشت لہجے میں انہیں سرزنش ہی کی تھی۔
''امی! اب مجھے سمجھ آگیا ہے۔ میں اس راستے پر چل رہی تھی جس پر کوئی منزل ہی نہیں تھی اور جسے میں اپنی منزل سمجھ رہی تھی۔ وہ اوپر والے نے پہلے سے ہی کسی کی منزل بنا دیا تھا۔ میں تو خود غلط راستے پر جارہی تھی۔'' نوشین اتنی گہری سوچ کے ساتھ بہت دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔
سرفراز صاحب کو اس کی ایسی بات کرنے پر بہت خوشی اور سکون ملا تھا۔ راشدہ تو دانت پیس رہی تھیں۔
''ابو! آپ نے جو بھی میرے لیے فیصلہ کیا ہے میں دل سے اس پر راضی ہوں۔''
''جیتی رہو، میری بیٹی! آج تم نے مجھے خوش کردیا اور احساس دلا دیا تم میری بیٹی ہو۔'' سرفراز صاحب نے اس کی پیشانی چوم لی۔
''میری دعا ہے میری بیٹی کے لیے سدا خوش رہو۔''
''میری مرضی کے بغیر آپ یہ رشتہ کریں گے۔'' راشدہ ابھی بھی اپنی انا کے بت کو لیے بیٹھی تھیں۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا اگر وہ ہار مان گئیں تو سب ان پر ہنسیں گے اور سب سے زیادہ ان کی بھاوج رضوانہ اور وہ رضوانہ کو خوش نہیں رہنے دینا چاہتی تھیں۔
''راشدہ! کب تک اکیلی لڑتی رہو گی مان لو جو کچھ تم کرتی رہی ہو۔ وہ سب غلط تھا اگر اپنی غلطی مان لو گی تو تمہاری شان میں کمی نہیں آجائے گی، غلطی مان لینے سے انسان اور بڑا ہو جاتا ہے۔''
''امی! ابو بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اپنی نفرت اور غصے کو دور پھینکیں۔ کیونکہ نفرت اور غصے نے ہمیں سب سے دور کردیا تھا سب کی نظروں میں ہم کتنے چھوٹے ہو گئے تھے۔'' نوشین انہیں سمجھانے لگی۔ کیونکہ اسے اپنی غلطیوں پر بہت شرمندگی تھی۔ کتنوں سے وہ لڑ چکی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا اپنی آئندہ زندگی شروع کرنے سے پہلے سب سے معافیاں مانگے گی۔ سب سے پہلے حباب سے کیونکہ اس کی ازدواجی زندگی کو وہی تو خراب کررہی

تھی۔

''نوشین! تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' راشدہ تو جلے پیر کی بلی کی طرح ہو رہی تھیں۔

''امی پلیز! بس، بہت ہو گیا۔'' راشدہ نے اس کے اٹھے ہاتھ کو دیکھا۔

''امی! کبھی آپ نے ہم بیٹیوں کو پیار و محبت سے کچھ سمجھایا ہی نہیں اور ابو سے کبھی قریب ہونے ہی نہیں دیا۔'' راشدہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ نوشین کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

''امی! آپ نے اپنے ساتھ تو کیا کیا میرے ساتھ بھی ظلم کیا۔'' وہ رو رہی تھی۔

''ابو! قصور آپ کا بھی ہے آپ نے ہم سب کو اتنی ڈھیل کیوں دی۔'' وہ واضح الفاظ میں یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ امی کو ڈھیل کیوں دی، ورنہ راشدہ تو ہنگامہ ہی کر دیتیں۔

''اچھا چلو چھوڑو ان باتوں کو ہم سب لوگ کل عتیق بھائی کے گھر چلیں گے۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' راشدہ پھٹ پڑیں۔

''راشدہ! بس کرو اپنی اکڑ اور بت کو توڑ دو ورنہ تم خود اندر سے ٹوٹتی چلی جاؤ گی۔ کیونکہ اس میں صرف تمہارا ہی نقصان ہو گا میں اس دفعہ تمہاری ایک نہیں سنوں گا۔ اپنی مرضی سے سب کروں گا بے عزتی تمہاری ہو گی۔'' سرفراز صاحب اتنے سنجیدہ تھے ان کے لب و لہجے سب درست تھا۔

نوشین کھڑی ہو گئی تھی کیونکہ وہ چاہتی تھی ابو امی کو اچھی طرح سمجھا دیں تاکہ وہ بعد میں کوئی ایسی بات نہیں کریں۔

''سوائے تم نے ہنگامے کرنے کے کچھ نہیں کیا ہے۔''

''ہاں میں ہی بری ہوں۔'' وہ روہانسی ہو گئیں۔

''برا بھی تم نے اپنے آپ کو خود کیا، سدھر جاؤ ورنہ بہت برا ہو گا۔'' وہ بہت برہم ہو رہے تھے اور راشدہ سہم سی گئیں۔ آگے سے ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

نوین اور کرن باہر کھڑی سب سن رہی تھیں۔ جو ابو کو پہلے کرنا چاہیے تھا وہ آج کیا تھا۔

❖❖---○---❖❖

''امی! اس دفعہ راشدہ پھپھو سچ مچ کا ہی برا مان گئی ہیں۔ جب سے ابو یہاں آئے ہیں وہ ایک دفعہ بھی نہیں آئیں۔'' طٰہٰ کو تشویش کے ساتھ حیرانی بھی تھی۔

''راشدہ کو اللہ کرے عقل آ جائے بچیوں کے ساتھ پتا نہیں کیا کر رہی ہے۔ نوشین تو بالکل ہی اپ سیٹ ہو گئی ہے۔''

''آپ کو تو ابھی بھی ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔'' مزمل کو برا لگا۔

''بچیاں بری نہیں ہیں۔ بس راشدہ کی ضد اور انا کی وجہ سے وہ سب مجبور ہوتی ہیں۔'' سب ناشتے سے فارغ ہو کے لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ سنڈے کو سب ہی ساتھ ناشتہ کرتے تھے عتیق احمد ٹی وی پر نیوز چینل لگائے بیٹھے تھے۔

''نوین اور کرن تو پھر بھی راشدہ کی باتوں میں نہیں آتی ہیں مگر نوشین اس کے کہنے پر چلتی ہے۔'' عتیق احمد

نے کہا۔
''ابو! آپ کو برا نہیں لگ رہا، امی آپ کی بہن اور بھانجیوں کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔'' مزمل نے پوچھا۔
''کوئی غلط بات نہیں کر رہی ہے۔ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔'' انہوں نے تائید کی۔
''امی! آج دوپہر میں کیا پکانا ہے۔'' حباب کچن سمیٹ کے آ گئی تھی۔
''انہیں بس کھانا پکانے کی پڑی رہتی ہے۔'' طٰہٰ نے کہا۔
''بھوک کا شور بھی تم ہی سب سے زیادہ مچاتے ہو۔'' اس نے طٰہٰ کے سر پر چپت لگائی۔
''ارے بیٹا! ایسا کرو چکن پلاؤ بنالو، رات کو پھر دیکھتے ہیں کیا پکائیں۔'' رضوانہ نے اس وقت کا تو مسئلہ نمٹایا۔
''پلیز لہسن کی چٹنی ضرور بنائیے گا، پلاؤ کے ساتھ۔''
''دیکھا آرڈر بھی اسی کے چلتے ہیں۔ یہ کھانا ہے، وہ کھانا ہے۔'' ضمران نے ہنس کے کہا۔
''زبان کو چٹخارہ چاہیے۔''
''ارے رضوانہ! کیوں بچوں کو بولتی ہو یہی کھانے کے دن ہیں۔'' عتیق احمد نے طٰہٰ سے لاڈ دکھائے۔
''دیکھا ابو کو میرا کتنا خیال ہے۔''
''چل اٹھ یہاں سے کب سے پڑا ہوا لوٹ رہا ہے۔'' رضوانہ نے اس کی پشت پر دھپ لگائی۔
''میں آج آدم سے نوین کے لیے بات کروں گی۔''
''امی کیوں آپ گھر میں بے سکونی کروائیں گی آدم بالکل نہیں مانے گا۔'' ضمران نے کہا۔ حباب کو تو گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ اس نے تو مذاق میں یہ بات کی تھی رضوانہ تو اس بات کو لے کے ہی بیٹھ گئی تھیں۔
''دیکھ لو تم کیونکہ تم آدم کے مزاج سے واقف ہو۔'' عتیق احمد گویا ہوئے۔
''میں چاہتی ہوں کہ نوین اس گھر میں بہو بن کے آئے۔ کیونکہ وہ اچھی لڑکی ہے بات کو سمجھتی ہے اور پھر راشدہ کا بھی موڈ ٹھیک ہو جائے گا۔''
''تم راشدہ کو نہیں دیکھو۔ آدم راضی ہوا تو کرنا کوئی زبردستی نہیں کرنا، میرے بیٹے کے ساتھ۔'' انہوں نے گویا رضوانہ کو سمجھایا۔
تھوڑی دیر میں آدم بھی اٹھ کے آ گیا تھا۔ سنڈے کی وجہ سے اسے ذرا دیر تک سونے کا موقع مل جاتا تھا۔ ورنہ تو وہ صبح ہی میڈیکل اسٹور چلا جاتا تھا۔ کچھ دنوں سے عتیق احمد بھی ساتھ جانے لگے تھے۔
''میرا بیٹا! اٹھ گیا۔'' رضوانہ نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔
''آدم بھائی! امی کو آپ سے کچھ مطلب ہے اس لیے اتنا پیار کر رہی ہیں۔'' طٰہٰ نے لقمہ دیا۔
''بدتمیز! ماں کے پیار کو بھی مطلب کہہ رہا ہے۔'' انہوں نے طٰحہ کے دھپ لگائی۔
''مجھے کچھ سن گن لگ تو گئی ہے۔'' وہ کہنی ٹکا کے بڑے صوفے پر عتیق احمد کے قریب ہی بیٹھا۔
حباب تو تیزی سے نکل گئی۔ کیونکہ وہ ویسے ہی ڈری ہوئی تھی طٰہٰ اور مزمل کو بھی ضمران نے اشارے سے جانے کو کہا۔

''کیسی سن گن؟'' رضوانہ نے اسے بغور دیکھا۔
''امی! میں نے کل رات بھابی کی اور آپ کی گفتگو کچن میں سنی تھی۔''
''کیا؟ تم وہاں کب تھے؟'' وہ تو حیران رہ گئیں۔
''میں موبائل کا چارجر طٰہٰ سے لینے اس کے کمرے میں جا رہا تھا۔ آپ سب کے کچھ شور کی آوازیں تھیں سن لیا۔'' وہ اطمینان سے بولا۔
''امی! پھر تو آپ کا مسئلہ ہی آسان ہو گیا۔ آدم کو شروع سے بات بتانے کی ضرورت نہیں۔'' ضمران نے کہا۔
''رضوانہ! میں اپنے بیٹے پر کوئی زبردستی نہیں چاہتا۔ راشدہ کی جو حرکتیں رہی ہیں اس کے بعد میرے بیٹے کیسے قبول کریں گے۔'' عتیق احمد نے کہا۔
''ابو! آج تک ہم بیٹوں نے امی کی کوئی بات بھی رد نہیں کی ہے۔'' وہ اٹھ کے بیٹھا۔
''اس بات پر تو مجھے بھی فخر ہے تم چاروں کی تربیت رضوانہ نے بہت اچھی کی ہے۔'' وہ شرمندہ تھے۔ کیونکہ جب ان کے بچے چھوٹے تھے، وہ رضوانہ کا ساتھ تک دینے کے لیے نہیں تھے۔ کس مشکلوں سے بچوں کو پالا ان کے ماں باپ کے گھر کے حصے میں سے ان کے بھائی نے حصہ دیا تھا۔ سر چھپانے کی جگہ مل گئی تھی اور پھر اس گھر کو انہوں نے بیٹوں کی کمائی سے بنایا تھا۔
''آدم! تمہیں نوین پسند ہو تو اس رشتے پر رضامندی دینا، کوئی زبردستی اپنی ماں کی وجہ سے یہ فیصلہ نہیں کرنا کہ اپنی ماں کا ہمیشہ کہنا مانا ہے۔ اس لیے اس بار بھی ایسا ہی کرو گے اور میں نہیں چاہتا میری وجہ سے پھر کوئی غلط بات ہو جائے۔''
''ارے ابو! آپ ایسی بات کیوں کر رہے ہیں۔'' آدم نے انہیں ریلیکس کیا کیونکہ اس نے نوٹ کیا تھا جب سے وہ یہاں آئے تھے، ان سب سے شرمندہ ہی رہتے تھے۔
''پھر بیٹا! اپنے دل سے فیصلہ کرنا۔'' انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''تو پھر سنیے امی وہ لڑکی فیشن بہت کرتی ہے اور میک اپ۔'' وہ سر کھجانے لگا۔
''کیا......؟'' وہ تو حیران رہ گئیں۔ کیونکہ آدم سے اتنی جلدی رضامندی، یقین نہیں آیا۔
''ارے فیشن میک اپ تو نوشین کرتی ہے نوین اور کرن نہیں کرتی ہیں۔'' ضمران نے جھٹ وضاحت دی۔
''لیکن پتا نہیں مجھے ایسا لگتا ہے وہ بھی کرتی ہے۔'' وہ منمنایا۔
نوین سے اس کی دو ایک بار تکرار اور بحث ہو گئی تھی۔ اس نے پھر آنا بھی کم کر دیا تھا لیکن جب سے عتیق احمد نے بتایا تھا نوین نے ہی انہیں سمجھا کے یہاں بھیجا تھا تو اسے ایک لمحے کو نوین کا خیال آنے لگا تھا۔ وہ اس سے یقیناً ڈرتی تھی۔ بات بھی کم کرتی تھی۔ وہ اسے بھی نوشین کی طرح ہی سمجھتا تھا مگر وہ بہت مختلف تھی۔
''اب تم میک اپ کو ایشو بنا کے انکار نہیں کرنا۔'' ضمران نے مسکرا کے کہا۔
''خیر میں ایسا تو بالکل نہیں کرنے والا، بٹ آپ لوگ یہ سوچ لیں پھپھو راضی ہو جائیں گی رشتہ کرنے پر۔''
''راشدہ اگر راضی نہیں ہوئی تو کیا ہوا ہم زبردستی منائیں گے۔'' رضوانہ، آدم کی نیم رضامندی پا کے جیسے خوش ہو گئیں۔

اتنے میں مزمل حباب کو بلا کے لے آیا۔ وہ ان سب کے سامنے جھینپ رہی تھی کیونکہ یہ بات بھی تو اسی کی نکالی ہوئی تھی۔

''مبارک ہو بھابی! آپ کی دیورانی آنے والی ہے اور آپ کی تجویز کردہ۔'' مزمل نے شوخی سے کہا۔

''حباب نے نوین کا نام لے کے جیسے میری مشکل ہی آسان کردی ہے۔'' رضوانہ نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔

طٰہٰ نے تو بھنگڑا ڈالنا شروع کردیا تھا۔ آدم نے کشن اٹھا کے مارا۔

''ابھی وہاں سے کوئی جواب نہیں ہے اس لیے زیادہ خوش نہیں ہوا۔''

''آدم بھائی جواب ہاں میں ہی آئے گا۔'' اسے جیسے مکمل یقین ہی تھا۔

عتیق احمد اپنے چاروں بیٹوں کو بڑے فخر سے دیکھ رہے تھے۔

❖❖---O---❖❖

رمنا اور اشعر کا رشتہ طے ہوگیا تھا۔ حالانکہ اشعر اس سے پہلے بھی اپنی خواہش ظاہر کر چکا تھا۔ اسے موقع ہی نہیں ملا تھا۔ گھر جا کے امی اور ابو سے بات کرنے کا کیونکہ اسی دوران فاران کا مسئلہ کھڑا ہو چکا تھا۔ گھر کی فضا ابھی تک مکدر ہی تھی مگر زندگی کچھ معمول پر آگئی تھی۔ نزہت مامی کچن میں بھی نظر آنے لگی تھیں۔

خوشنما کی کوشش ہوتی تھی اس کا اور ان کا سامنا نہیں ہو۔ کیونکہ جب وہ نخوت سے منہ بناتی تھیں اسے اپنی تضحیک ہی لگتی تھی۔

اس وقت بھی وہ روٹیاں بنا کے کچن سے نکل رہی تھی کہ ان سے ٹکراؤ ہوگیا۔ جھٹ سلام کردیا۔

''وعلیکم السلام!'' بڑی نرمی سے جواب دیا تھا۔ خوشنما تو حیرت و انبساط میں ڈوب گئی۔ آج پہلی دفعہ نزہت مامی نے اس کے سلام کا جواب دیا تھا وہ بھی اتنی نرمی سے۔

وہ شاید چائے وغیرہ بنانے آئی تھیں۔ اس کی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ پوچھ لے اور کچھ بنا دے۔ وہ کچن سے نکل گئی۔

''شاہدہ مامی! میں نے روٹیاں بنا دی ہیں۔'' سنڈے تھا سب ہی اپنی اپنی مرضی سے جب موڈ ہوتا تھا کھانا کھاتے تھے۔

ہیثم لگتا تھا نانا جان کے روم میں تھا۔ اس نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی انا کی وجہ سے اس سے مخاطب بھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر جب یہ سوچتی ہیثم نے اس کے ساتھ اب تک اچھا ہی کیا تھا اس کے کڑوے کسیلے جملوں کے جواب میں کبھی بھی برا بھلا نہیں کہا تھا جب کہ وہی اسے سناتی ہی رہتی تھی۔ رمنا کا رشتہ بھی اشعر سے لگوا یا تھا۔ ابو اور امی کی رات دن کی فکر رمنا اور ایمن کی شادی تھی۔ وہ دوسرے فرض سے بھی سبکدوش ہونے جا رہے تھے اور یہ خوشنما کے لیے خوش کن بات ہی تھی۔

وہ نہانے کی تیاری کرنے لگی۔ ظہر کی نماز بھی پڑھنی تھی۔ اتنے میں وہ ایزی سے قمیض شلوار میں ملبوس بڑی گہری سوچ کے ساتھ اندر آیا تھا۔

اس نے ہیثم کو دیکھا جو اسے ہی بغور دیکھ رہا تھا۔ گھبرا کے اس نے نگاہیں اپنے بالوں میں برش چلانے پر مرکوز کر دیں۔

''اس کے دل میں میرے لیے احساس ہے جب ہی نانا جان سے یہ بات بھی کر لی۔ اسے بڑی خوشی ہو رہی تھی خوشنما اس کے لیے نرم گوشہ رکھتی ہے جب ہی تو اس نے یہ نکاح والا معاملہ نانا جان کو بتا دیا ورنہ وہ کتنا پریشان تھا۔

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں نانا جان کے علم میں ساری بات آ چکی ہے۔''

''کون سی بات؟'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے مرر سے اس کا کھلتا ہوا چہرہ دیکھ چکی تھی۔

''یہی کہ میں نے کوئی نکاح نہیں کیا اور جس لڑکی کو میں گھر لایا تھا وہ تم تھیں۔''

''سچ تو بتانا تھا۔ نانا جان بہت پریشان تھے آپ کی طرف سے اس لیے میں نے سچ بتا دیا۔'' وہ نگاہ چرانے لگی۔

''اس کا مطلب تم بھی میرے لیے نرم جذبات رکھتی ہو۔'' وہ مبہم مسکراہٹ لیے اسے معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے قریب آ گیا۔

''میں نے ایسا کب کہا؟'' وہ گڑبڑا گئی اور کھلے بالوں کو لپیٹ کے جوڑا بنا لیا۔

''خوشنما تم اب مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو۔'' وہ سمجھ گیا تھا۔ ساری لڑکیاں انا کے چکر میں اپنا نقصان ہی کرتی ہیں اور خوشنما کو وہ ایسا کرنے نہیں دے گا اس سے اقرار تو سن کے ہی رہے گا۔

''میں کیوں جھوٹ بولوں گی آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے وہ سب کیا کم تھا جو میں بھول کے آپ کے لیے ایسا سوچنے لگوں گی۔'' خوشنما کے ہاتھوں سے تو پسینہ ہی پھوٹنے لگا تھا۔ ہیثم اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

''سنو جھوٹ کو چھپانا بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر جب میں تم سے اتنی محبت کرنے لگا ہوں، مجھے یقین ہے میرے سچے جذبے ہی تمہیں میرے پاس لائیں گے۔''

''محبت اور جذبے۔'' وہ تمسخر اڑانے لگی۔ ''یہ محبت اور جذبے اس وقت کہاں چلے گئے تھے۔''

''یار تم وہ بات دہرانا بند نہیں کرو گی؟ لوگ تو برے دنوں کو بھول جانا پسند کرتے ہیں اور تم انہیں یاد ہی کرتی رہتی ہو۔ یہ یاد کیوں نہیں رکھتی ہو میں تمہیں کتنا چاہنے لگا ہوں۔ محبت کرنے لگا ہوں۔ تمہیں وارفتگی سے محسوس کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے خوشنما کو شانوں سے تھاما وہ گھبرانے لگی۔ وہ اتنی جلدی تو نہیں پگھلنا چاہتی تھی۔

''کیا کر رہے ہیں چھوڑیں۔''

''تم کب سمجھو گی مجھے۔'' اس نے شانے چھوڑ دیئے۔ خوشنما اپنے کپڑے اٹھا کے واش روم میں گھس گئی۔
دیکھتا ہوں تم مجھ سے کب تک بچو گی اقرار تمہیں کرنا ہی پڑے گا اور یہ میں کروا کے ہی رہوں گا۔ اس نے بھی جیسے مصمم ارادہ باندھ لیا تھا۔ وہ خوشنما کو تمام تر جذبوں سمیت جیت ہی لے گا۔

❖❖---○---❖❖

اس کے سامان کی وہ پیکنگ کر رہی تھی۔ ایک ایک چیز کی لسٹ بنائی تھی۔ سارے کپڑے پریس کر کے رکھے تھے۔ وہ بہت خاموش سی ہو گئی تھی۔ شہریار نے بھی بلاوجہ روک ٹوک ختم ہی کر دی تھی۔ وہ حیران بھی تھی شہریار تو

ایک منٹ بھی اسے سنائے بغیر نہیں رہتا تھا۔
''اور کچھ چیز رہ گئی ہو تو وہ بھی مجھے بتا دیں میں آپ کے سوٹ کیس میں رکھ دوں گی۔'' اس نے ٹاول تہہ کر کے اس کے بیگ میں رکھے۔
''آں ہاں بتا دوں گا۔'' وہ بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگائے لیٹا تھا۔
حسنیٰ کاسنی کاٹن کے ایمبرائیڈری کے ملگجے سے سوٹ میں الجھے بکھرے بالوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اس نے خود پر بھی توجہ دینا چھوڑ دی تھی۔ دونوں کی شادی کو تین ماہ کا عرصہ ہی بمشکل گزرا تھا۔
''اچھا میں کچن میں جا رہی ہوں مامی کے لیے روٹیاں بنانی ہیں۔''
''حسنیٰ کیا تم ابھی تک ناراض ہو۔'' وہ رک رک کے پوچھنے لگا۔ وہ حسنیٰ کے چہرے کے رنگ بھی دیکھ رہا تھا جو پھیکے پڑ رہے تھے۔
''بھابی بنا دیں گی۔'' وہ اس کا راستہ روک کے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔
''بنا تو دیں گی مگر پھر آپ کی امی کی باتیں سننے کا مجھ میں دم نہیں۔ شادی سے پہلے اپنی امی کی باتیں سنتی تھی اور شادی کے آپ کی امی کی۔ میں تو جیسے باتیں ہی سننے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔'' وہ بہت افسردہ ہو رہی تھی۔
شہریار نے جزبز ہو کے لب بھینچے۔ وہ طنزیہ بھی ہوتی جا رہی تھی۔ حسنیٰ تو ایسی نہیں تھی یا پھر وہ اسے سمجھتا تھا کہ وہ ہر بات کو سیریس نہ لینے والی ہو مگر وہ تو ہر بات کو اتنا گہرائی سے محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کے ہونٹوں کی ہنسی بھی جیسے کہیں گم ہو گئی تھی۔
''میں اماں کو سمجھا دوں گا۔''
''کیا کیا سمجھائیں گے۔ کمرے میں پردے نہ لگنے کا طعنہ دیتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ ہم نے تو اس لیے نہیں لگائے تھے کہ تم جہیز میں لاؤ گی۔''
''اف یہ اماں بھی پتہ نہیں کیسی باتیں کرنے لگی ہیں۔'' وہ شرمندگی سے اپنی عرق آلود پیشانی صاف کرنے لگا۔
''وہ ایسی باتیں ہمیشہ سے کرتی آ رہی ہیں۔ ابھی کوئی نئی نہیں کرتی ہیں۔'' اس نے طنز کرنے کے ساتھ شہریار کو شرمندہ کیا۔
''حسنیٰ تم اتنی روکھی کیوں ہو رہی ہو۔''
''جب زندگی ہی روکھی ہو گئی ہو تو طبیعت اور مزاج میں اس کا اثر آ جاتا ہے۔'' وہ سائیڈ سے ہو کے جانے لگی۔
''اوہو تم تو آرٹسٹ ہونے کے ساتھ فلاسفر بھی بن گئی ہو۔'' مسکرا کے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔
''انسان کوئی اوپر سے فلاسفر بن کے نہیں آتا یہ سب حالات اور واقعات بناتے ہیں۔'' وہ شہریار کو دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔
''اور یہ آرٹسٹ تمہیں کن حالات و واقعات نے بنایا۔'' وہ اسے باتوں میں لگا کے اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہ رہا تھا۔
''وہ سب میرے بے فکری کے شوق تھے۔ مجھے ماحول ہی ایسا دیا گیا کہ اپنی مرضی سے کچھ بھی کروں۔''
''اچھا اپنی مرضی سے اس دن تو کہہ رہی تھیں تمہاری کوئی مرضی نہیں تھی۔ سب نے اپنی مرضی سے چلایا ہے۔''

سینے پر بازو لپیٹ کے وہ جیسے اسے لاجواب ہی کرنا چاہ رہا تھا۔
''میری مرضی میرے شوق کے لیے تھی۔ اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کے لیے نہیں۔ میری زندگی پر سب نے اپنی مرضی مسلط کی ہے۔''
''ارے واہ تمہارے پاس تو ہر طرح کا جواب ہے۔'' وہ ہنسا۔
''پلیز مجھے جانے دیں۔''
''جا تو میں رہا ہوں تم مجھے ایسے ہی جانے دو گی۔'' اس نے حسنیٰ کا ہاتھ تھام لیا آنکھوں میں معنی خیزی تھی۔
''آپ اپنی مرضی سے آئے ہیں اور اپنی مرضی سے جا رہے ہیں۔ میں کون ہوتی ہوں اختیارات رکھنے والی۔'' آنکھوں میں نمی در آئی۔ ان تین ماہ کے عرصے میں اسے شہریار سے سچ مچ کی محبت ہو گئی تھی۔ اسے اس کی عادت ہو گئی تھی۔ وہ حیران تھی کہ شہریار اس کے لیے اتنا اہم ہو گیا تھا کہ اس کے بغیر رہنے کا سوچ کے ہی آنکھیں ڈبڈبانے لگی تھیں۔ حالانکہ وہ بے عزت کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ پھر بھی وہ اس کے دل کے قریب ہو گیا تھا۔
''سارے اختیارات تو اب تم ہی رکھتی ہو۔'' اس نے شانوں سے پکڑ کے اسے اپنے سامنے کیا۔
حسنیٰ نے بے یقینی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ کہیں یہ مذاق تو نہیں یا خواب وہ اسے کئی لمحے تک دیکھتی رہی۔
''ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔'' اس نے بیڈ پر بٹھایا، حسنیٰ کو حقیقت سمجھنے میں دیر لگ رہی تھی۔ کہیں یہ شہریار کا دوسرا روپ تو نہیں ہے، بے عزت کرنے کا۔ وہ سارے طریقوں سے اس کا تمسخر اڑا چکا تھا۔
''ارے کیا ہوا؟'' شہریار نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔
''تمہارے ہاتھ بہت نرم ملائم ہیں۔ پینٹنگ سیکھنے کے ساتھ کیا ہاتھوں کو نرم ملائم بنانے کا بھی کورس کر رہی تھیں۔''
''جی نہیں۔'' وہ جھینپ گئی اور اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔
''یہ بھی کوئی طنز ہے یا مذاق۔'' وہ جیسے کسی خوش گمانی میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ یہاں تو اسے سب کتنا خوب صورت کہتے تھے۔ اس کی فرینڈز اور مما اسے تو دیکھتے نہیں تھکتی تھیں۔ باقاعدگی سے پارلر ضرور بھیجتی تھیں تاکہ خوب صورت ہی نظر آئے۔ سارا زمانہ اس کی تعریفیں کرتا تھا اور اسے بھی تو کتنا غرور ہو گیا تھا۔ اس کے لیے لڑکوں کی کمی ہے مگر جب شہریار اسے بے دردی سے سناتا تھا اس کا دل ہی خراب ہو جاتا تھا۔ ہر وقت موٹی ہونے کا طعنہ دیتا تھا اور وہ بھی کانشس رہنے لگی تھی۔
''میں کوئی مذاق اور طنز نہیں کر رہا بلکہ سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھے عادت نہیں ہر وقت تعریفیں کرنے کی اور میں کہتا ہوں انسان کی صورت سے زیادہ سیرت اہمیت رکھتی ہے۔'' وہ ساتھ ہی اس پر یہ واضح کرنا چاہتا تھا وہ خوب صورتی کے پیچھے بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ حقیقت پسند اور بردبار طبیعت کا تھا۔ حسنیٰ سے اسے بچپن سے ہی کچھ لگاؤ تھا اور پھر بڑے ہونے کے ساتھ محبت کا جذبہ بھی پروان چڑھا مگر جب حسنیٰ نے اس کا رشتہ رد کیا شہریار کو بہت غصہ آیا تھا مگر اسے بھی ضد تھی۔ وہ اپنے آپ کو بہت اعلیٰ بنا کے دکھائے گا

اس کی جاب کینیڈا میں لگی تو نسرین کی نگاہ شہریار پر ہی ٹک گئی۔ وہ حسنیٰ کو حاصل کرنے کے لیے خود کو اس مقام تک لایا تھا۔

''میں نے تو کبھی یہ بھی نہیں سوچا کہ میں خوب صورت ہوں لیکن آپ موٹی موٹی کہتے تھے مجھے بہت غصہ آتا تھا۔''

''اگر تم خوب صورتی سے زیادہ اپنی سیرت اور عادت پر دھیان دیتیں تو تمہیں یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا۔ خود کو گھر کے کاموں میں لگاتیں تو موٹی بھی نہیں ہوتیں۔''

''میری امی کرواتی تو تھیں سل تک پر چٹنی پسوائی انہوں نے، مما نے تو مجھے ہل کر پانی نہیں پینے دیا۔''

''پھپھو کو تمہاری فکر تھی۔ اسی لیے وہ تم سے کام کرواتی تھیں تا کہ تمہیں عادت ہو۔''

''یہ کیسی فکر تھی کہ بیٹی پر اتنے کام لاد دو۔'' وہ بولی۔

''پھپھو کو تمہاری شادی کی فکر تھی جب کہ تمہاری مما تو کبھی کہتی ہی نہیں ہوں گی کہ تمہاری شادی ہو۔'' شہریار اس کے ذہن و دل پر لگی بدگمانی کی دھند صاف کرنے میں لگ گیا۔

''ہاں یہ آپ نے ٹھیک کہا۔''

''اگر تمہاری مما بھی کام کرواتیں تو تم ایسی نہیں ہوتیں بلکہ بڑھ بڑھ کے کام کرتیں۔''

''میں کبھی شادی کے متعلق سوچتی ہی نہیں تھی۔ سب کچھ تو مل جاتا تھا۔''

''حسنیٰ! زندگی ان آسائشوں کے سہارے پر ہی نہیں گزاری جاتی ہے۔ کہیں نہ کہیں زندگی کے حصے میں ہمیں کسی کی ضرورت ضرور پڑتی ہے۔'' اس نے پھر حسنیٰ کا ہاتھ پکڑا۔

''تم بڑی ہوگئی ہو اور شادی شدہ بھی، کوئی تم پر زبردستی اپنی مرضی نہیں مسلط کرے گا۔ پھپھو نے جو بہتر سمجھا وہ کیا اور ایک ماں، بیٹی کو چاہتی ہے کہ گھر کے کام کاج میں طاق ہو۔''

''میری امی نے کون سا میرے لیے کچھ کیا اپنے گھومنے پھرنے کی پرواہ کی اور مجھے مما کی گود میں کیوں دیا۔'' اسے یہی احساس تو مارتا تھا۔

''پھپھو نے صرف تمہاری پھپھو کا خیال کیا تھا کہ وہ اکیلی ہیں، پھر انہوں نے خود تمہیں مانگا تھا۔ پھپھو کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ تم ان سے بالکل ہی متنفر ہو جاؤ گی۔''

''یہ آپ ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں۔'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

''پھپھو نے اس دن خود اماں سے کہا تھا جب وہ تمہیں گھر لے جانا چاہ رہی تھیں۔ تم تو غصے میں اٹھ کر چلی گئی تھیں۔''

''ہوں۔'' وہ اتنا ہی بول سکی۔

''حسنیٰ آنٹی! دادی جان بلا رہی ہیں۔'' زین کی آواز آئی۔

''اف مجھے روٹی بنانی ہے۔'' وہ تیزی سے اٹھ کر جانے لگی۔

شہریار اپنی بات ادھوری رہ جانے پر ہتھیلی پر مکا مار کے رہ گیا۔

❖❖---○---❖❖

حباب نے آج بڑے دل سے کمرے کی صفائی کی اور خود بھی نہادھو کے اچھا سا سوٹ پہنا۔ آج وہ اور رضوانہ آدم کا رشتہ لے کے راشدہ پھپھو کے ہاں جارہی تھیں اور وہ اس لیے بھی خوش تھی کہ ضمران سے معافی مانگ لے گی اپنے سرد رویے کی۔ حسنیٰ نے اسے سمجھایا تھا اور اس کی سمجھ بھی آ گیا تھا۔ ضمران تو اس سے بہت محبت اور پیار کرتا تھا جواب میں وہ اسے اگنور ہی کرتی آ رہی تھی۔ بلیو جدید اسٹائلش سوٹ میں وہ اپنے دراز بالوں کی چوٹی بنائے لائٹ میک اپ میں بہت دلکش اور حسین ترین لگ رہی تھی۔ عتیق احمد مٹھائی وغیرہ مزمل کے ساتھ خود جا کے لائے تھے۔

ضمران بھی تیار ہو کے آ گیا تھا۔ فان کلر کے قمیض شلوار میں نک سک سے تیار ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

''آپ لوگ اتنی تیاریاں کرکے جا تو رہے ہیں وہاں کے حالات کا تو پتا کر لیتے کیونکہ راشدہ پھپھو، کافی عرصے سے آئی نہیں ہیں۔'' طٰہٰ نے ان سب کی تیاری دیکھنے کے بعد کہا۔

''جاتے وقت کوئی فضول بات نہیں کرو اچھا سوچ کے جا رہے ہیں۔ اچھا ہی ہوگا۔'' رضوانہ اسکن کلر کے نیٹ کے کپڑوں میں بہت سوبر اور پروقار لگ رہی تھیں۔

''امی میں تو ایک بات کہہ رہا ہوں۔'' وہ جز بز ہو کے صوفے پر ہی نیم دراز ہو گیا۔

حباب ایک لمحے کو ٹھٹھک کے سوچ میں پڑ گئی وہ ضمران سے مخاطب ہوئی۔

''سنیئے طٰہٰ ویسے ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' ضمران نے بغور اسے دیکھا آج کیسے استحقاق سے وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ کچھ دنوں سے اس کی حرکات وسکنات بھی نوٹ کر رہا تھا۔ وہ اس سے روکھی گفتگو نہیں کر رہی تھی بلکہ اس کی ہر چیز اور بات کا خیال کر رہی تھی۔

''آپ کی امی ابھی تک نہیں آئیں۔'' رضوانہ کو اپنی ساس کا بھی خیال تھا۔ رات ہی تو وہ عتیق احمد سے کہہ رہی تھیں انہیں ضرور لے کے جانا ہوگا۔

''میں نے انہیں نہیں کہا تھا جانے کو اور نہ ہی رشتے کے بارے میں۔''

''مگر کیوں۔'' رضوانہ نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

''وہ راشدہ کو پہلے سے بتا دیتیں۔ اس لیے میں چاہتا تھا کہ وہاں یہ بات پہلے نہیں پہنچنی چاہیے تھی۔'' عتیق احمد خاصے سنجیدہ تھے۔

ضمران اور حباب کچھ بولنا ہی چاہتے تھے۔ عتیق احمد کے ہاتھ کے اشارے نے انہیں چپ رہنے کو کہا۔

''کوئی بھی بحث نہیں ہوگی میں جو بہتر سمجھ رہا ہوں وہ کر رہا ہوں جب تک راشدہ یہ رشتہ قبول نہیں کر لیتی میں امی کو خود سے نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ امی راشدہ کو مجبور بھی کر سکتی ہیں اور میں راشدہ کے دماغ کو اچھی طرح جانتا ہوں، کیا کیا سوچ سکتی ہے۔''

''ارے آپ بھی کیا باتیں لے کے بیٹھ گئے۔''

''رضوانہ تم میری بات کاٹنے کی کوشش مت کرو۔ ہر جگہ تمہاری نہیں چل سکتی۔ مانتا ہوں مجھ سے زیادہ بچوں پر حق تمہارا ہے مگر میں ہر بات کا ازالہ کرنے کے لیے صحیح اور غلط میں فرق ضرور رکھوں گا۔ کوئی فیصلہ وہ بھی بچوں کے معاملے میں غلط نہیں ہونے دوں گا۔'' وہ لب بھینچ کے رہ گئیں۔ آدم نے بھی ان کی بات سنی تھی۔ عتیق احمد

یک ذمے دار باپ کی طرح ہر بات کا خیال کر رہے تھے اور اسے یہ خوشی ہوئی تھی۔ وہ ان سب کو بہت عزیز کھتے تھے۔

''اب جلدی نکلو بہت دیر ہوگئی ہے۔'' عتیق احمد نے پھر ان سب کو چلنے کا کہا۔

ابھی وہ سب جانے کے لیے نکل ہی رہے تھے۔

سرفراز صاحب کو دیکھ کر سب متحیر رہ گئے۔ راشدہ اور ان کی تینوں بیٹیاں بھی تھیں۔ راشدہ کا اتنی تیاریاں دیکھ کر ماتھا ٹھنکا تھا۔

نوشین کرن اور نوین ان سب سے سلام دعا کرنے لگیں۔ ان سب کو نوشین کے اتنے بدلے روپ پر حیرانی ورہی تھی۔

''آپ سب لوگ لگتا ہے کہیں جا رہے تھے۔''

سرفراز صاحب نے مٹھائی کے بڑے بڑے دو ڈوبے گولڈن ریپنگ میں پیک دیکھے۔

''مامی لگتا ہے کسی خاص مقصد کے لیے جا رہی ہیں آپ لوگ؟'' نوین نے حباب کو بھی اتنا نک سک سے تیار یکھا۔

''ہاں۔'' وہ مسکرائی تھیں۔

''پھوپھا جان! آج آپ کو اتنے عرصے بعد اپنے گھر میں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔'' ضمران کو واقعی ان کی آمد پر بہت خوشی ہو رہی تھی۔

''میں یہاں آنا چاہتا تھا مگر اس شرمندگی میں نہیں آتا تھا کہ راشدہ نے جانے کیا کیا کہہ کے عتیق بھائی کو آپ سب کی طرف سے بدظن کر کے گھر روکا ہوا تھا۔ میں کتنا راشدہ کو سمجھاتا تھا مگر انہیں تو جیسے یہ ضد سوار تھی کہ رضوانہ بھابی کو خوش نہیں رہنے دے گی کیونکہ انہیں جانے کیوں آپ سب سے اتنا بیر تھا۔'' راشدہ لب بھینچے سر جھکائے جانے غصہ میں تھیں یا شرمندگی میں تھیں۔

''میں آپ سب سے معافی چاہتا ہوں۔ راشدہ کی وجہ سے آپ سب اتنے دن پریشان رہے حتیٰ کہ راشدہ نے نوشین کو تباہ کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔'' سرفراز صاحب بول رہے تھے اور سب حیرت کی تصویر بنے انہیں دیکھ رہے تھے۔

''ہماری نوشین کا رشتہ پکا ہو گیا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہیں آپ سرفراز بھائی۔'' رضوانہ کو حیرانی کا دوسرا جھٹکا لگا۔

نوشین نے حیا سے سر جھکا لیا۔ رضوانہ نے اسے گلے سے جو لگا لیا تھا۔

''بھئی آج تو خوشی کا دن ہے۔'' عتیق احمد کو بھی یہ جان کے بہت خوشی ہوئی۔

''پھوپھا جان کہاں رشتہ طے کر دیا نوشین کا اسے پسند بھی آئے گا وہ لڑکا۔'' ضمران نے شوخی سے پر جوش لہجے میں پوچھا۔

حباب نے رخ موڑ کے اسے تنقیدی نظروں دیکھا۔

نوشین نے بھی دیکھ لیا تھا حباب کو ضمران کا پوچھنا برا لگا۔

راشدہ ابھی تک خاموش تھیں۔ طٰہٰ اور مزمل ان سب کے لیے کولڈ ڈرنک وغیرہ لے آئے تھے۔ اتنے میں آدم بھی آ گیا۔ وہاں کا منظر اس کے لیے بھی چونکا دینے والا تھا۔ سب سے سلام دعا کرنے کے بعد وہ نوین کو دیکھنے لگا جو پرپل کپڑوں میں ملبوس کولڈ ڈرنک کے گلاس ٹرے میں رکھ رہی تھی۔

''آپ لوگوں نے تو بتایا نہیں آپ لوگ کہاں جا رہے تھے۔'' سرفراز صاحب نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

''سرفراز اب تم سے ہم ادھر ہی بات کر لیتے ہیں۔'' عتیق احمد نے لمبی چوڑی تمہید باندھنے سے گریز کیا اور رضوانہ کو بولنے کا اشارہ کیا۔

''سرفراز بھائی! ہم لوگ آدم کے لیے نوین کا رشتہ لینے آ رہے تھے۔''

''کیا۔'' راشدہ کا حیرانی سے منہ کھلا۔ نوین نے گھبرا کے ٹرے اٹھائی اور اندر کچن میں لے جانے لگی۔

آدم چند دنوں سے اس لڑکی کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ اسے وہ اچھی بھی لگنے لگی تھی۔

''سرفراز بھائی! آپ کو اور راشدہ کو اس رشتے سے تو انکار نہیں۔'' رضوانہ نے جھٹ پوچھا۔

''ارے بھابی نہیں بالکل بھی نہیں۔'' سرفراز صاحب نے وفور مسرت میں جھٹ کہا، جب کہ راشدہ کچھ منہ سے بولنے ہی والی تھیں، وہ رک گئی تھیں۔

''چلو حباب مٹھائی نکال کے لے آؤ ہم یہیں ان کا منہ میٹھا کروا دیتے ہیں۔'' عتیق احمد نے رضا مندی پاتے ہی اسے حکم دیا۔

''یہ منہ میٹھا وغیرہ اور رسم ہم آپ کی ای کے سامنے کریں گے۔'' رضوانہ نے کہا۔

اور پھر سب ہی اس رشتے سے خوش تھے رضوانہ نے راشدہ کو گلے لگایا۔ نوشین نے بھی حباب سے معافی مانگی تھی۔

حباب کافی ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اسے ایک دم سے سب کچھ بہت اچھا لگنے لگا تھا۔

''آدم اور نوین کی منگنی بھی ہم اسی دن رکھ لیتے ہیں جس دن نوشین اور کرن کی ہو گی۔'' سرفراز صاحب نے گویا دن بھی سیٹ کر لیا تھا۔

''امی! پھر بھی آدم بھائی اور نوین بھابی کا منہ تو میٹھا کروا دیں۔'' مزمل نے شوخی اور شرارت سے کہا۔

نوین، حباب کے ساتھ ہی شرمائی شرمائی بیٹھی تھی جب کہ آدم بھی وہیں موجود تھا۔

''لو جی یہاں تو سیٹ بھی کر لیا ابھی سے بھابی۔'' ضمران نے مزمل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''بھابی مجھے معاف کر دیجیے گا۔'' راشدہ بہت شرمندہ تھیں۔ ان سے نگاہ ملاتے ہوئے بھی انہیں ندامت نے گھیرا ہوا تھا۔

''راشدہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مجھے کوئی شکایت نہیں اب کیونکہ تم نے میرے بیٹے کا رشتہ قبول کر لیا ہے۔'' انہوں نے راشدہ کی شرمندگی مٹائی۔

نوشین اور کرن حباب کے ساتھ مل کر سب کے لیے ریفریشمنٹ وغیرہ لے آئی تھیں کیونکہ کافی کچھ ریفریشمنٹ کے لیے ضمران لے کے آیا تھا اب تو ڈبل خوشی تھی۔

''نوین نے تو آتے ہی کچن سنبھال لیا ہے بھئی۔'' کرن نے بھی شرارتی انداز میں کہا۔
وہ جھینپ کے پھر راشدہ کے پیچھے جا کے بیٹھ گئی۔
''نوین یہ بھی تو اٹھاؤ۔''
''چپ کرو تم۔'' اس نے کرن کو گھورا جو ٹیبل سے حباب کے ساتھ برتن اٹھوا رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖
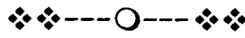
شاہدہ مامی، خوشنما اور جوہم نے فاران کی دلہن کی ساری تیاریاں کردی تھیں۔ نزہت مامی تو جیسے بالکل خاموش ہوگئی تھیں۔
''خوشی بیٹا آپ بھی کچھ شاپنگ کرلیں آپ کا بھی ولیمہ ہے۔'' شاہدہ مامی نے ساری پیکنگ کروانے کے بعد اس سے بھی کہا۔
''مامی میں نہیں کر رہی ایسی کوئی شاپنگ اور اتنے عرصے بعد ولیمہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔'' وہ جھینپ بھی رہی تھی، کیونکہ وہ اسے کئی دفعہ معنی خیزی سے چھیڑ بھی چکی تھیں۔
''خوشی بھابی کا ولیمہ کا ڈریس تو ویسے ہی پڑا ہے کیونکہ ان کا ولیمہ جو رہ گیا تھا ایسا کریں وہی پہن لیجئے گا بھابی! بہت خوب صورت ہے آپ کا برائیڈل ڈریس۔'' بڑے خوش ہو کر جوہم نے یاد دلایا۔
''آں ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔'' شاہدہ نے تائید کی۔
''ارے کیا ہو گیا ہے میں کوئی نہیں پہن رہی۔'' وہ گھبرا گئی اور پھر وہ ایسا کوئی روپ دوبارہ نہیں سہہ سکتی تھی جس نے اسے درد ہی دیا تھا۔
''خوشنما، ہیثم کو ہی خوش کردینا۔''
''مامی کیا ہوگیا ہے آپ کو۔'' وہ ان کی سرگوشی پر جھینپ کے خفگی سے گویا ہوئی۔
''جوہم......''
نزہت کی آواز پر وہ تینوں ہی چونک گئیں۔ ہال کمرے میں سارا سامان پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کا بھی جائزہ لیا تھا اور یہ تو انہیں خبر تھی مرتضٰی علی نے فاران کی باقاعدہ شادی کا بھی اعلان کردیا ہے اور چند ہفتے بعد اس کا ولیمہ بھی تھا۔
جوہم فوراً ہی ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔
''جی امی!'' شاہدہ نے بغور انہیں دیکھا جب کہ خوشنما سارے پیک کیے ڈبے بڑے صوفے پر رکھنے لگی تھی۔
''جلدی سے اٹھو۔ اپنے دادا جان اور ابو کے لیے چائے بنا کے دادا جان کے کمرے میں دے آؤ۔'' وہ بہت نرم اور دھیمے لہجے میں بھی بول رہی تھیں اور یہ ان سب کے لیے بہت حیران کن بات بھی تھی۔ جوہم فوراً ہی حکم کی تعمیل کے لیے اٹھ گئی تھی۔
''شاہدہ مامی میں بھی کمرے میں جا رہی ہوں عشاء کی نماز بھی پڑھنی ہے۔'' خوشنما کی کوشش ہوتی تھی وہ نزہت مامی کے سامنے کم سے کم رہے کیونکہ ان کی نگاہوں کی ناگواریت اسے برداشت نہیں ہوتی تھی۔

''ہاں ہاں جاؤ ہیثم بھی کب کا آیا ہوا ہے۔'' انہوں نے بھی اٹھنے کا قصد کیا۔ کیونکہ ماہ رخ کو بھی ٹی وی کے آگے سے اٹھانا تھا ورنہ وہ صبح اسکول کے لیے اٹھنے کے لیے بہت دیر لگاتی تھی۔

''کیا کیا خرید لیا۔ مجھے تم لوگوں نے دکھانا تک پسند نہیں کیا۔'' نزہت نے نہ چاہتے ہوئے بھی گلہ کر دیا جب کہ وہ فاران کے ایسے اقدام سے خوش نہیں تھیں مگر مرتضٰی علی کے سمجھانے پر وہ چپ ہو گئی تھیں اور پھر فاران ان کا بیٹا تھا انہیں خود کو نہ چاہتے ہوئے بھی نرم کرنا پڑا تھا مگر انہیں خوشنما سے نگاہ ملاتے ہوئے جھجک ہو رہی تھی۔ اسے وہ کتنا گرا ہوا سمجھتی تھیں۔

خوشنما نے حیرانی سے انہیں دیکھا تھا مگر وہ رکی نہیں چلی گئیں۔ اس کا کمرہ اوپر تھا نیچے ہال کمرے کے سائیڈ سے نکل کے جا رہی تھی کہ مرتضٰی علی کے روم سے بڑے ماموں کی آواز آ رہی تھی۔

''بیٹا تم کیوں ایسا سوچ رہے ہو۔''

''ماموں جان ہمارا جانا ہی اچھا ہے کیونکہ بڑی مامی ہم سے ناراض ہی رہیں گی۔'' خوشنما ہیثم کی آواز پر رک گئی اور ان کی بات سننے لگی۔

''نزہت کو بابا جان نے بہت اچھی طرح سمجھا دیا ہے اور دیکھو نزہت کا رویہ بھی اچھا ہو گیا ہے۔''

''ماموں جان! ان کا رویہ اپنے بیٹے کی وجہ سے اچھا ہو گیا ہے فاران ان کا سگا بیٹا ہے میں تو نہیں۔'' وہ اتنا افسردہ اور مغموم لگ رہا تھا۔ خوشنما کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

''ہیثم بیٹا! یہ بات آپ غلط کر رہے ہو۔ صرف ایک کے رویے کی وجہ سے تم سب سے ہی ناراض ہو باقی سب تو تمہیں کتنا پیار کرتے ہیں۔ ان کی بھی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔'' مرتضٰی علی بھی دل گرفتہ سے ہو رہے تھے۔

''نانا جان میرا یہاں سے جانا ہی بہتر ہے اور پھر خوشنما کی بھی میں تضحیک برداشت نہیں کر سکتا۔ بڑی مامی اسے طنزیہ باتیں سناتی رہتی ہیں۔ خوشنما میری بیوی ہے اور میں نہیں چاہوں گا کوئی بھی اسے گری ہوئی نظروں سے دیکھے۔'' ہیثم کا دل بہت رنجور تھا۔ اس کی باتوں سے لگ رہا تھا وہ بہت ہرٹ ہوا ہے۔ اسی لیے وہ یہاں سے جانا چاہتا ہے۔

''ہم تمہیں کہیں بھی نہیں جانے دیں گے۔'' بڑے ماموں نے دوٹوک اور قطعیت بھرے لہجے میں سختی سے کہا۔

''ماموں جان آپ مجھے مجبور نہیں کریں۔'' وہ ان کے گلے لگ کے رو دیا۔

خوشنما کو ایسا لگا جیسے اس کا دل مٹھی میں آ گیا ہو۔ ہیثم اتنا حساس ہو گا اس کا اندازہ اسے ہو رہا تھا۔ یعنی جو کچھ پہلے تھا وہ سب اس نے نادانستہ کیا تھا اور اب وہ سب کچھ سمجھنے لگا ہے تو اسے خوشنما کی عزت بھی عزیز تھی۔ وہ اپنی بیوی کو کسی سے بھی بے عزت نہیں کروا سکتا تھا۔

''بیٹا تم رو کیوں رہے ہو۔''

''ماموں جان میں آپ سب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ سب نے مجھے بچپن سے سنبھالا ہے اور بڑی مامی نے تو فاران میں اور مجھ میں کبھی فرق ہی نہیں کیا۔ اب پتا نہیں کیسے وہ یہ سب کرنے لگی ہیں۔'' وہ خود ہی وضاحت بھی دینے لگا۔

''نزہت تھوڑا فاران کی وجہ سے ڈسٹرب ہے۔ بابا اور میں نے اسے کافی سمجھایا ہے۔ تھوڑا وقت تو لگے گا ظاہر ہے بڑی اولاد ہے۔ اس نے اچانک سے شاک دیا ہے تو وہ غصہ کہیں تو نکالے گی۔'' وہ اسے سمجھانے لگے۔

''ارے یہ چائے ابھی تک آئی کیوں نہیں۔'' مرتضٰی علی نے ماحول کی تلخی کو دور کرنے کے لیے چائے کو یاد کرلیا۔

''نزہت گئی تو تھی چائے کا بولنے۔ وہ بھی وہیں رہ گئیں۔'' بڑے ماموں کو بھی خیال آیا خوشنما چونک کے جلدی سے وہاں سے نکل گئی کیونکہ کسی نے اسے دیکھ لیا تو باتیں سننے اچھا نہیں لگے گا۔

کمرے میں آ کے اس نے واش روم میں جا کے وضو کیا۔ اس کا دل جانے کیوں ہیثم کو ایک دم سے معاف کرنے کو کہہ رہا تھا۔ وہ اسے کتنا عزیز رکھ رہا تھا۔ اس کی خاطر وہ کیا کچھ کرنے جا رہا تھا یعنی اس کے دل میں بیوی کی عزت و اہمیت کہیں زیادہ ہے۔

عشاء کی نماز پڑھ کے پنج سورہ پڑھا اور خاموش سی وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

ہیثم بھی اسی دوران اندر آ گیا۔ وہ سنبھل گئی، جانے کیوں اسے ہیثم سے ایک دم سے جھجک آنے لگی۔ وہ جو اتنی بڑ بڑا کے پراعتماد انداز میں اس سے بات کرتی تھی آج وہ جانے کیوں اتنی پزل ہو رہی تھی۔

''کل شام میں تیار رہنا کچھ شاپنگ کے لیے۔'' وہ موبائل اور والٹ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھنے کے بعد اپنی اسکائی بلیو شرٹ کی آستین کے بٹن کھولنے لگا۔

''کیوں کس لیے؟'' آواز کو پراعتماد بنایا۔

''نانا جان نے کہا ہے ولیمے کے لیے۔''

''سنیے ہیثم صاحب! مجھے اتنا پرانا ولیمہ کروانے کا قطعی شوق نہیں ہے۔'' ذرا خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

اس نے دونوں ہاتھ پشت پر جما کے خوشنما کو بغور دیکھا جو لیمن کاٹن کے ایمبر ائیڈری کے سوٹ میں خاصی کھلی کھلی دمک رہی تھی۔ وہ اسے جب بھی دیکھتا نگاہ گہری ہی رکھتا تھا۔

''مجھے بھی شوق نہیں ہے۔ میں نے منع بھی کر دیا۔ فاران کی شادی کی تو تیاری کرنی ہی ہے۔ تمہارا کیا بھروسا بھری محفل میں یہ کہہ دو میرا شوہر میری ضرورتوں کا بھی خیال نہیں رکھتا۔'' ہیثم اندر سے اتنا ٹوٹا ہوا تھا وہ جھنجھلاہٹ اس پر نکال رہا تھا۔

خوشنما نے لب بھینچ لیے مگر اس وقت اسے غصہ نہیں آیا بلکہ خود کو خاموش رکھا۔ اس لیے کہ ہیثم پہلے ہی بہت رنجور اور مغموم تھا۔ وہ مزید اسے رنجیدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ تو اسے سب گھر والوں کے سامنے معتبر رکھے ہوئے تھا اور وہ جواب میں اسے سوائے بے رخی کے کچھ نہیں دے رہی تھی۔

''میں ایسا کچھ نہیں کہہ رہی اور پلیز آپ میری اتنی فکر نہیں کریں۔''

''میں فکر نہیں کروں، بعد میں پھر مجھے ہی طعنے دیتی رہو گی، جب فاران کی شادی گزر جائے گی۔ میں نے تمہیں کچھ نہیں دلایا۔'' وہ اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

خوشنما اِدھر اُدھر نگاہ کرنے لگی اس سے تو آج تیز لہجے میں بھی بات نہیں ہو رہی تھی۔

''تم مجھے اول روز سے ہی طعنے دے دے کے مار رہی ہو اور تمہیں سکون اسی دن آئے گا جب میں سچ میں مر

جاؤں گا۔''

''اللہ نہ کرے۔'' وہ دل پر ہاتھ رکھ کے رہ گی۔

''کیونکہ تمہارے دل کو جب ہی سکون ملے گا کیونکہ میں جب نہیں رہوں گا تو تمہارا انتقام بھی پورا ہو جائے گا۔''

''پلیز یہ فضول باتیں نہیں کریں۔'' اس کا دل گھبرانے لگا۔ ہیثم حد سے زیادہ سنجیدہ اور ترش ہو رہا تھا۔

وہ ایسا بالکل نہیں چاہتی تھی کہ ہیثم ایسی کوئی الٹی سیدھی بات بھی کرے۔

''ایسی باتیں کرنے کا موقع تم مجھے خود دے رہی ہو۔ ہر کسی نے میری ذات کو بے وقعت سمجھ لیا ہے۔ جس کا دل چاہتا ہے بے عزت کر دیتا ہے۔''

''سنیے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والی بات کر رہے ہیں۔ آپ نے میری ذات کو بے وقعت کیا ہے۔'' وہ بھی تیز لہجے میں آ گئی۔

''اپنی غلطی مان تو چکا ہوں اور کیا کروں۔ ٹھیک ہے ان سب باتوں کا یہی مطلب ہے کہ تم ساری زندگی ایسے ہی بے عزت کرتی رہو گی، طعنے مارتی رہو گی، تم خود فیصلہ کر لو کیا چاہتی ہو۔''

''کیسا فیصلہ؟'' وہ چونک کے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی جو بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔

''تم میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی ہو۔''

''میں نے ایسا کب کہا۔'' وہ نگاہ چرانے لگی۔

''دیکھو خوشنما میں اپنی اور تمہاری ایسی طنزیہ باتوں سے پریشان رہنے لگا ہوں۔ پلیز مجھے بخش دو مجھے موقع تو دو تمہاری ساری شکایتیں دور کر دوں گا۔'' وہ واقعی بہت تھک گیا تھا، سنجیدہ اور ملول بھی ہو رہا تھا۔

''آپ کا کیا بھروسہ کمپرومائز کر رہے ہوں۔'' وہ جیسے اتنی جلدی ہار ماننا نہیں چاہتی تھی۔

''تم ایسی ہی بے یقین رہنا۔ میں مزید تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔'' وہ اٹھا اور وارڈ روب کھول کر کچھ نکالا۔

''یہ ایک لاکھ روپے ہیں تم اپنی امی کے گھر چلی جانا وہاں سے اپنی بہنوں کے ساتھ شاپنگ کر لینا کیونکہ میرے ساتھ جانا تو تمہاری شان میں گستاخی ہو گی۔'' اس نے لفافہ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

خوشنما حیرت میں کھڑی اسے دیکھے گئی۔ وہ اتنے انتشار میں بھی اس کا خیال کر رہا تھا اور وہ جواب میں اس سے بے رخی اور رکھائی برت رہی تھی۔

''اور پیسوں کی ضرورت ہو گی تو وہ بھی میں کل تک تمہیں دے دوں گا کیونکہ کیش میرے پاس یہاں اتنا ہی تھا۔''

''مجھے کچھ نہیں لینا۔''

''سنو اب میری سنو تمہیں شاپنگ کرنی ہے اور ہر اس چیز کی جو تمہیں ضرورت ہو میں آگے سے تمہاری ایک بھی نہیں سنوں گا۔'' وہ درشت لہجے میں بولا۔

''بہت تم نے میری بے عزتی کر لی، شرافت ہے میری جو تم سے پیار کرنے لگا ہوں۔'' خوشنما کے قریب آ کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے وہ بول رہا تھا۔

خوشنما کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ ہیثم کی نگاہیں خاصی بے باک اور معنی خیز بھی لگ رہی تھیں۔ اس

سے آگے کچھ بولا ہی نہیں گیا وہ دو قدم پیچھے ہوگئی۔
''کل صبح میں تمہاری امی کے گھر ڈراپ کردوں گا۔ وہاں سے چلی جانا شاپنگ کرنے۔'' وہ پھر بیڈ پر چلا گیا۔
خوشنما نے آگے سے کچھ نہیں کہا بلکہ لب بھینچ کے اتھل پتھل سانسوں کو قابو کرنے لگی تھی۔

❖❖---○---❖❖

شہریار صبح سے کہیں گیا ہوا تھا۔ اس کی کل رات کی فلائٹ تھی اور کچھ اس کی پیکنگ بھی رہتی تھی۔
''یہ شہریار تم سے کچھ کہہ کے گیا تھا۔'' حسین بیگم کتنی ہی بار حسنیٰ سے پوچھ چکی تھیں۔
''کہہ رہے تھے کہ کلفٹن تک جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے لگیں گے۔'' اس نے بتایا۔
''عجیب لڑکا ہے پتا نہیں کہاں نکل گیا۔ دوپہر ہونے کو آئی ہے۔''
''اماں میں نے کال کی تھی اس نے شکر ہے ریسیو کرلی کہہ رہا ہے آ رہا ہوں۔'' اکرام بھی خاصی دیر سے اسے ڈھونڈنے نکلے تھے۔ حسنیٰ نے بھی تشکر بھرا سانس لیا اور کمرے میں آ کے اس کی پیکنگ کیے ہوئے سامان کو ایک طرف کرنے لگی۔ شہریار جا رہا تھا اور وہ اداس تھی۔ شہریار نے ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا وہ اسے کب تک بلائے گا۔
''پتا نہیں میرا اب دل کیسے لگے گا۔'' وہ کمرے میں ٹہل رہی تھی۔
بینا باجی کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ اگنور کر کے کمرے سے پھر بھی نہیں نکلی۔
''ارے حسنیٰ ایسا بھی کیا تم تو اندر ہی گھسی بیٹھی ہو۔'' بینا باجی تو ایک منہ پھٹ تھیں، کب کسی کا لحاظ کرتی تھیں۔
''جی وہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ صبح کی اٹھی ہوئی تھی آرام کرنے لیٹ گئی تھی۔'' اس نے گھبرا کے عذر بتایا۔
''چلو مبارک ہو تمہارا سر درد بھی ختم ہو جائے گا۔ شہریار تمہیں ساتھ لے جا رہا ہے۔''
''جی۔'' وہ تو حیران رہ گئی۔ انہیں کیسے پتا چلا۔
''شہریار آ گیا ہے، وہ بتا رہا تھا۔''
''کیا۔'' وہ تیزی سے باہر نکلی۔
شہریار پانی پی رہا تھا۔ لگتا تھا وہ بہت ضروری کام سے ہی نکلا تھا۔ جو اتنی دیر لگا کے آیا تھا۔
''حسنیٰ آنٹی آپ بھی تیاری پکڑیں، شہریار ماموں کے ساتھ آپ بھی جا رہی ہیں۔'' ارومہ نے معنی خیزی سے مسکرا کے کہا۔
شہریار کی اور اس کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔ حسنیٰ کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا اتنی جلدی اچانک سے یہ سب کیسے۔
''زیادہ حیران نہیں ہو اپنی بھی ساتھ پیکنگ کرو کیونکہ کل کی فلائٹ ہے۔'' شہریار نے اس کا سکتہ توڑا۔
''ارے تم چلے جاتے بعد میں حسنیٰ کو آرام سے بلا لیتے۔'' حسین بیگم چاہ نہیں رہی تھیں وہ اتنی جلدی جائے۔
''اماں، بیوی آپ میرے لیے لائی ہیں۔ ظاہر ہے میری کوشش تھی ساتھ ہی لے جاؤں۔ وہ تو میں سارے کاغذات کے ساتھ آیا تھا کچھ کام تھا اس کے لیے نکلا تھا وہ بھی قسمت اچھی تھی کہ حسنیٰ کا فارم کینیڈا سے آ گیا۔'' وہ ہر بہت مطمئن تھا۔

نازیہ دوپہر کا کھانا لگانے کے لیے کچن میں چلی گئی تھیں۔ گھر میں ایک دم سے ہڑبونگ مچ گئی تھی، حسنیٰ کے چہرے پر اچانک سے چمک آ گئی تھی جو شہریار نے واضح محسوس کی تھی۔

''اگر تم جانا نہیں چاہتی ہو تو رہنے دو۔'' وہ کھانے سے فارغ ہو کے کمرے میں آئی ساتھ ہی اپنی پیکنگ بھی کرلی تھی۔ ارومہ کو اس نے ساتھ لگا لیا تھا۔

''ایسا میں نے کب کہا۔'' وہ اپنی ضروری چیزیں ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے نکال رہی تھی۔

''مگر تمہارے چہرے سے تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔'' شہریار کو اس کا یوں چمکتا چہرہ اچھا لگ رہا تھا۔ وہ خوش اور مسکراتی ہوئی اچھی لگ رہی تھی۔

''وہ میں یہ سوچ رہی تھی کہ امی اور مما کو تو پتا بھی نہیں میں بھی آپ کے ساتھ جا رہی ہوں۔'' اس نے خاصے متفکر لہجے میں پرسوچ انداز میں کہا۔

''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے پھپھو کو میں نے بتا دیا ہے۔ گھر گیا تھا۔ پھپھو فراج کے ساتھ آنے ہی والی ہوں گی۔ تمہاری مما کو بھی میں نے خاص طور پر جا کے بتایا تھا۔''

حسنیٰ کو تو یقین نہیں آ رہا تھا وہ اس کا اتنا خیال کرنے لگا ہے۔

''ارے ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔'' اس نے حسنیٰ کو اپنی جانب تکتا دیکھ کر پوچھا۔

''یہی کہ آپ کو میرا اتنا خیال ہے۔'' اس نے بیگ میں چیزیں رکھنی شروع کی تھیں۔

''ہاں بہت خیال ہے اور مزید خیال وہاں جا کے رکھوں گا۔'' اس نے مسکرا کے حسنیٰ کے شانوں کو پکڑا، آنکھوں میں اس کے معنی خیزی تھی۔

''جی۔'' وہ جھینپ بھی رہی تھی۔ شہریار کے ایسے روپ کے لیے وہ خواب دیکھتی تھی۔ اس کی سماعت اور بصارت یقین نہیں کر رہی تھی۔

''ارے ایسے کیا گھور رہی ہو۔'' اس نے چٹکی بجائی۔

حسنیٰ کا سکتہ بھی ٹوٹ گیا۔

''آں ہاں کچھ نہیں۔'' اس نے اپنے بالوں کو کان کے پیچھے کیا اور نگاہ جھک گئی تھی۔

''یقین نہیں آ رہا میری باتوں پر۔'' شہریار کی آواز اتنی گمبھیر ہو گئی اور لہجے کا ترنگ بھی بتا رہا تھا، وہ واقعی بہت خوش ہے۔

''ظاہر ہے آپ نے مجھے کتنا ٹارچر کیا ہے، یقین کرنا تو مشکل ہو رہا ہے۔'' پرپل کپڑوں کے دوپٹے کو شانوں پر برابر کیا۔

''ویسے میرا ٹارچر کرنا کام کر گیا تم اسمارٹ اور خوب صورت اور زیادہ ہو گئی ہو۔''

''کیوں موٹی تھی تو میں جب اچھی نہیں لگتی تھی۔'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔

''مجھے تم شروع سے ہی اچھی لگتی تھیں، بس تمہیں میں کھونا نہیں چاہتا تھا۔ حالانکہ تم نے دو دفعہ میرا پرپوزل رجیکٹ کیا تھا۔''

''آپ کی ہمت کی داد دیتی ہوں اتنا سننے کے بعد بھی آپ باز نہیں آئے پرپوزل بھیجتے ہی رہے۔''

''وہ پتا ہے کیا ہے نا میں نے سوچا اس دفعہ تو انکار ہی نہیں ہو گا کیونکہ پھپھو کو میری کینیڈا کی جاب متاثر کر گئی ور پھپھو نے بھی تمہیں قابو کر ہی لیا۔'' وہ حسنیٰ کے رخساروں پر دہکتی لالی کو بڑی محظوظ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حسنیٰ کے لیے یہ سب اتنا اچانک ہو رہا تھا اس کی حالت غیر ہونے لگی جسم میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔ اس شخص کے ایسے روپ کی تو متمنی تھی۔

''آپ مجھے اتنا ٹارچر کرنے لگے تھے کہ میں ذہنی طور پر بہت اپ سیٹ ہو گئی تھی۔''

''چلو میرا ٹارچر کام کر گیا تم کچھ زیادہ ہی سلم ہو گئی ہو۔'' وہ اس کے وجود کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''آپ بہت برے ہیں۔'' وہ بلش ہو رہی تھی۔

''ہاں واقعی وہ تو میں ہوں۔ شادی کی رات بھی تمہارے نخرے نہیں اٹھائے بلکہ اپنے اٹھوائے۔''

''شادی کی رات کوئی دلہن سے چائے بنواتا ہے؟'' وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

''کوئی بنواتا نہیں تو کیا ہوا میں نے تو بنوالی۔'' اس نے حسنیٰ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کے دبایا مگر آج ان ہاتھوں میں محبت، اپنائیت اور پریم تھا۔ وہ آج بہت خوش تھی۔ شہریار نے اسے ایکدم سے اتنی خوشیاں جو دے دی تھیں۔ وہ اللہ کا بہت بہت شکر ادا کر رہی تھی۔

''حسنیٰ آنٹی، حباب اور ضمران بھائی آئے ہیں آپ لوگ آجائیے۔'' ارومہ کی آواز پر دونوں ہی چونک گئے۔

''ارے ٹائم کا تو احساس ہی نہیں رہا۔ تم جلدی جلدی پیکنگ کرو میں جا کے ان لوگوں سے ملتا ہوں۔'' اس نے حسنیٰ کے شانے پر تھپکی دی کہ وہ پیکنگ کرے۔

❖❖---○---❖❖

شہریار اور حسنیٰ کے جانے کے بعد وہ کچھ اداس ہو گئی تھی مگر پھر خود کو نارمل کیا۔ نوشین اور کرن کی منگنی تھی یہ بھی آج پتا چلا تھا۔ نوشین کے دیور نے کرن کا رشتہ بھی مانگ لیا تھا۔ اس لیے اب ڈبل تیاری تھی۔ نوین اور آدم کی منگنی بھی سرفراز صاحب نے کہا تھا اسی دن رکھ لیں۔ حباب کے اور رضوانہ کے بازاروں کے چکر لگ رہے تھے۔

رضوانہ نے نوین کی تیاری بہت اچھی کی تھی جوڑا اور دیگر کئی لوازمات بھی ساتھ لے کے جا رہی تھیں۔

حباب ہلکی پھلکی ہو گئی تھی کیونکہ نوشین کا معاملہ جو سمٹ گیا تھا۔ وہ ضمران پر توجہ دینے لگی تھی۔ ضمران نے کئی دفعہ چونک کے اسے دیکھا تھا۔

''سنیے میں آج ان دونوں میں سے کون سا ڈریس پہنوں؟'' اس نے سی گرین اور پنک کلر کا جدید اسٹائلش ڈریس ہینگر لیے اس کے سامنے لہرائے وہ باتھ لے کر اسی وقت نکلا تھا۔

سب آج منگنی پر جا رہے تھے۔ تیاریوں میں لگے تھے۔

ضمران نے چونکنے والے انداز میں دیکھا۔ وہ مسکرا بھی رہی تھی۔

''میری مرضی کی کب سے ضرورت پڑ گئی۔ میں تو آپ کی کسی گنتی، شمار ہی میں نہیں ہوتا۔'' اس نے کچھ طنز اور استہزائیہ لہجے میں کہا۔

حباب لب بھینچ کے رہ گئی۔ ہینگر اس نے بیڈ پر ڈال دیئے۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''
''پھر کیسی بات ہے۔'' گیلے بالوں میں تولیہ رگڑ کے تولیہ گلے میں ڈال دیا۔ اسکائی بلیو کلر کے قمیص شلوار میں نکھرا نکھرا وہ کچھ شوخ لگ رہا تھا۔ شاید وہ حباب کی آنکھوں میں وہ سب دیکھ چکا تھا۔ جو وہ کیا چاہ رہی تھی۔
''پھر کیسی بات ہے کیونکہ اتنی اہمیت تو آپ نے مجھے ابھی تک دی ہی نہیں ہے۔'' ضمران کی بصارت اور سماعت یقین نہیں کر رہے تھے۔ حباب اتنی فرینک اور صلح جو انداز میں اس سے بات کر رہی تھی وہ تو اس سے کتنے مہینوں سے اجنبی بن کے ہی مخاطب ہوتی تھی۔
''وہ میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ آپ کی امی کہہ رہی تھیں کہ ضمران کی پسند سے ہی پہنا اوڑھا کرو۔''
''اچھا یہ بات امی کہہ رہی تھیں۔ انہوں نے یہ بات آج کی ہے یا اس وقت سے کہتی آرہی ہیں جب ہماری شادی ہوئی تھی۔'' ضمران کو اس کا شرمایا گھبرایا انداز مزا دے رہا تھا۔ اس کا دل بھی خوش ہو رہا تھا۔ حباب اسے سمجھنے لگی ہے۔
''خیر ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ جھینپ گئی اور ڈریسنگ ٹیبل کی ساتھ والی دراز سے چوڑیاں نکالنے لگی۔
ضمران اس کی پشت پر ہی آ کے کھڑا ہو گیا۔
''اوہ اچھا یاد آیا نوشین والی غلط فہمی دور ہو گئی کیونکہ میں جو کہتا تھا اس پر تو آپ کو یقین نہیں تھا۔ نوشین نے کہا تو سمجھ آ گیا۔'' وہ طنز پر طنز کیے جا رہا تھا۔
''آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔'' وہ کھسیا گئی۔
''عجیب سے مطلب! کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہوں۔'' وہ اس کے بالکل سامنے آ گیا۔ حباب اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بھی گھبرا رہی تھی۔ کیونکہ دل کا چور چہرے پر عیاں ہو رہا تھا۔
''آپ سے تو بات کرنا فضول ہے۔ میں امی سے پوچھ لوں گی۔'' وہ چڑ کے جانے لگی۔
مگر ضمران کی گرفت اس کے بازو پر مضبوط ہو گئی۔ وہ تو سٹپٹا گئی کیونکہ ضمران کی آنکھوں میں تو معنی خیزی اور شرارت تھی۔
''جب مجھ سے بات شروع کی ہے تو پوری بھی کرو۔''
''مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔'' حباب کو اس وقت خود اپنے منہ سے اظہار کرتے ہوئے حیا آ رہی تھی۔ مگر اسے یہ اجنبیت کی دیوار تو گرانی ہی تھی جو اس نے خود ہی کھڑی کی تھی۔ ضمران اس کے رویے سے کبھی بھی چڑا نہیں۔ اتنا وہ اسے اگنور بھی کرتی آ رہی تھی مگر ضمران کے چہرے پر اس نے کبھی اکتاہٹ نہیں دیکھی تھی۔
''کیا بات ہے آج کیا سورج کہیں اور سے نکلا تھا جو محترمہ مجھے اہمیت دے رہی ہیں۔''
''زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔'' وہ کسماتے اپنا بازو چھڑوانے لگی۔
''مجھے خوش فہمیوں میں رہنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔'' وہ ہنسا۔
''یہ عادت بہت بری ہے تبدیل کریں۔'' وہ جھٹ بولی۔
''وہ کیا ہے کہ میں تبدیل کرنا نہیں چاہتا۔'' حباب کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔
''حباب کیا ہم دونوں کی زندگی اسی طرح گزرے گی؟'' وہ ایک دم ہی پھر سنجیدہ بھی ہو گیا۔

حباب نے چونک کے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں حسرت بھی تھی۔
''تم کب تک اسی بات کو لے کے بیٹھی رہو گی کہ لوگ تمہیں غلط سمجھتے ہوں گے کہ اس طرح ہماری شادی ہوئی۔ دیکھو ہماری قسمت میں اسی طرح ہی شادی لکھی تھی۔ میں نے تمہیں جب بھی دیکھا انجانے میں دعا ہی کی۔ اس لڑکی سے میری زندگی جڑ جائے۔'' وہ بول رہا تھا اور حباب اس کی بات بغور سن رہی تھی۔
''آج کل کسی کو کوئی فرصت نہیں پڑی کہ کون کیا کر رہا ہے یا اس طرح اس نے کیوں کیا۔ کسی کو یہ واضح یاد نہیں ہو گا کہ تمہیں اور مجھے کسی نے ایسے دیکھا۔ رہے چندا میاں انہیں تو ہر ایک پر باتیں بنانے کی عادت تھی کیونکہ وہ کوئی کام جو نہیں کرتے تھے۔ اب دیکھو وہ امریکہ بھی چلے گئے اپنے بیٹوں کے پاس اور تم اسی بات کو لے کے بیٹھی ہو۔ تم نے مجھ میں تو کمی نہیں دیکھی کہ میں نے تمہیں وہ پیار اور محبت نہ دی ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ تم نے مجھے پیار اور محبت کے قابل ہی نہیں سمجھا۔'' ضمران کو آج سب کہنے کا موقع مل گیا تھا۔ حباب خفیف سی ہو گئی۔ ضمران کا لہجہ شکوہ کناں تھا اسے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ وہ اس سے بہت محبت کرتا ہے۔
''تم نے کبھی میری پرواہ ہی نہیں کی۔ شروع سے لوگوں کی پرواہ کی۔ لوگ کیا کہتے ہوں گے۔ تم نے یہ نہیں سوچا زندگی بھر کا ساتھی میں ہوں یہ لوگ نہیں ہیں، لوگ کبھی دوسروں کی پرواہ نہیں کرتے یہ صرف فالتو لوگوں کا کام ہوتا ہے جو دوسروں پر یہ نگاہ رکھتے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔ رہے چندا میاں ان کے چھوٹے بیٹے نے تو کرسچین لڑکی سے شادی کی۔ اپنے گھر میں نگاہ ڈالتے نہیں ہیں دوسروں پر باتیں بناتے ہیں تم نے سوائے بے وقوفی کے کچھ نہیں کیا۔'' وہ اسے مکمل احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ صرف اپنا نقصان کرتی آ رہی ہے۔
''سارے جہان کو پتا ہے ان کا بیٹا کرسچین لڑکی سے شادی کر کے امریکہ میں بیٹھا ہے مگر لوگوں کو فرصت نہیں کہ ان کے متعلق باتیں کریں تم نے اچھی لوگوں کی پرواہ کی۔''
حباب جز بز ہو کے لب بھینچ کے رہ گئی کیونکہ ضمران کو موقع مل گیا تھا اسے سخت سست سنانے کا۔
''تمہیں میری محبت و پیار پر یقین ہی نہیں اور میرے گھر والوں کی محبت پر بھی۔ سب نے تمہیں بڑے خوش ہو کے اس گھر کی دلہن بنایا ہے۔ مگر تمہیں اس گھر والوں کی فکر تھوڑی دنیا والوں کی فکر زیادہ تھی وہ باتیں بناتے ہوں گے۔'' وہ بہت ناراض اور برہم بھی ہو رہا تھا۔
حباب تو اپنی ماں کی حرکتوں کی وجہ سے بھی ایسا سوچنے لگی تھی جب کہ بینا بھی سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ جب سے اس کی شادی ضمران سے ہوئی تھی۔ ان چند ماہ میں کافی کچھ بدل گیا تھا مگر اس نے تو یہ سب نوٹ ہی نہیں کیا تھا یا پھر وہ صرف بدگمانی میں جی رہی تھی۔
ضمران نے اس کی بت بنی کیفیت دیکھی۔ وہ جیسے پتھر کی ہو گئی ہو۔ وہ تو بس اسے اپنے لیے احساس دلانا چاہتا تھا اسے کوئی الزام نہیں دے رہا تھا۔
''حباب ادھر بیٹھو۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کے بیڈ پر بٹھا دیا۔ حباب کو ایسا لگا اس کا سکتہ ٹوٹ گیا ہو۔ وہ ضمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔
''حباب پلیز! اب تو میری محبت پر یقین کر لو۔ میں تھک گیا ہوں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہاری توجہ اور پیار کی ضرورت ہے۔'' وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کے دبانے لگا مگر بہت محبت اور پریم سے۔

''تم مجھے اپنی سادگی کی وجہ سے اچھی لگنے لگی تھیں۔تم جب جب مجھے ملی ہو میرے دل میں نیا احساس جگایا مگر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا تم یوں اچانک سے مل جاؤ گی۔تم میری سب سے بڑی خوشی ہو۔'' حباب کو یقین نہیں آرہا تھا وہ اس کے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہے اور وہ اسے چاہتا ہے وہ تو یہ سمجھتی آرہی تھی زبردستی اس پر مسلط کی گئی ہے اور وہ کسی اور کا تھا۔اس نے زبردستی اس کی زندگی میں دخل اندازی کی وہ نوشین کا نصیب تھا۔

''حباب میں نے کبھی بھی نوشین کو چاہا ہی نہیں۔ ہمیشہ کزن اور بہن سمجھا ہے۔ وہ پتا نہیں کیوں زبردستی میرے پیچھے لگی تھی۔ اس میں بھی اس کا قصور نہیں راشدہ پھپھو نے اس کی شخصیت خراب کی تھی۔اب دیکھو کیسے وہ لائن پر آگئی ہے۔ کیونکہ یہ پھوپھا جان کی وجہ سے ہوا ہے۔انہوں نے خود اپنی بیٹیوں کو اپنے ذمے لیا تو راشدہ پھپھو کی بھی عقل ٹھکانے آگئی ہے۔''

وہ حباب کا دل و دماغ بالکل واش کرنا چاہتا تھا تا کہ اگر اس کے دل و دماغ میں ذرا بھی بدگمانی ہے تو وہ سب ختم ہو جائے۔

حباب کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ضمران نے کبھی بھی جذبات سے کام نہیں لیا تھا۔اس کے متنفر رہنے کی وجہ سے کبھی بھی غصہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ضمران سمجھ دار اور بڑا متحمل مزاج تھا اسے اندازہ ہو گیا تھا۔

''پلیز اب تو مجھے قبول کرلو۔'' لہجہ ملتجی اور مسرت بھرا تھا۔

''آئی ایم سوری۔'' وہ بس اتنا ہی بول سکی تھی کیونکہ اس کو لگتا تھا الفاظ ختم ہو گئے ہیں۔ وہ اور کیا کہتی؟ ضمران نے اس کی ساری دھند صاف کردی تھی اور پھر اسے بھی تو اندازہ ہو گیا تھا۔اتنے عرصے میں وہ ضمران کی محبت اور توجہ کی قائل ہو گئی تھی۔

''صرف سوری وہ بھی اتنے آرام سے سوری۔'' وہ تو تیز لہجے میں گویا ہوا۔

حباب سہم کے اس سے قدرے فاصلے پر ہو گئی کیونکہ ضمران غصہ بھی تو ہو رہا تھا۔

''مجھے معاف کردیں میں پتا نہیں کیا کیا خود سے اخذ کر کے بے وقوفی کرتی رہی۔'' وہ خود کو شرمندگی اور ندامت میں گرتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔

''بے وقوفی ارے بے وقوفیاں کی ہیں تم تو معافی کے بھی قابل نہیں ہو۔''

''حباب......حباب۔'' دروازے پر رضوانہ تھیں اور اسے پکار رہی تھیں۔

''جی جی۔'' وہ بوکھلا گئی۔

''رکو میں دیکھتا ہوں تمہاری روتی صورت دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی۔'' وہ خود دروازہ کھولنے لگا۔

''ارے بیٹا کب تک تیار ہو کے نکلو گے؟ سرفراز کی کال آئی ہے۔نوشین کے سسرال والے پہنچ گئے ہیں۔''

''اوہ اچھا، بس تیار ہی ہو رہے تھے۔''

''بیٹا جلدی آؤ آدم بھی تیار ہو گیا ہے۔'' وہ اسے جلدی کرنے کا کہہ کے چلی گئی تھیں۔

''جلدی تیار ہو اور ہاں یہ والا ڈریس پہنو۔''ضمران نے اس کے کپڑے بھی سلیکٹ کیے۔

''آپ مجھے معاف کردیں۔'' حباب کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''معاف تو میں تمہیں اچھی طرح کروں گا ابھی تو تیاری کرو۔'' لہجہ معنی خیز تھا مگر سنجیدگی بھی ہنوز برقرار تھی۔

حباب کے دل میں گھبراہٹ شروع ہوگئی تھی۔ ضمران اس کی طرف دیکھ جو نہیں رہا تھا۔
''پلیز میری بات تو سنیے۔'' اس نے ضمران کا بازو پکڑ لیا۔
''منگنی سے واپس آ کے میں اچھی طرح تمہاری بات بھی سنوں گا مگر ابھی نہیں۔'' اس نے حباب کے گرد بازو حمائل کر کے مسکرا کے معنی خیز انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
حباب کو یقین نہیں آیا۔ وہ صلح جو انداز میں مسکرا رہا تھا اسے ایسا لگا ہفت اقلیم ہاتھ لگ گئے ہوں۔
''سچ کہہ رہا ہوں اچھی طرح ہر بات سنوں گا۔'' حباب کے ہاتھوں کو بڑے پیار سے دبایا۔ اس نے مارے حیا کے نگاہ جھکا لی۔

❖❖---○---❖❖
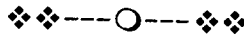
شاپنگ اس نے رمنا اور ایمن کے ساتھ جا کے کر لی تھی مگر صرف ضروری چیزوں کی کیونکہ سارے بری اور جہیز کے کپڑے تو یونہی پیک تھے۔ اس نے سوچ لیا تھا انہی کپڑوں میں سے کوئی سا بھی سوٹ نکال کے فاران کی شادی اور ولیمے پر پہن لے گی۔
''ارے خوشنما تم نے کوئی ڈریس تو خریدا ہی نہیں۔'' شاہدہ مامی نے اس کی، کی گئی شاپنگ کو حیرانی سے ہی دیکھا۔
''مامی اتنے کپڑے پڑے ہیں ان میں سے پہن لوں گی۔'' وہ منمنائی۔
''صاف بولو میاں کی بچت کروا رہی ہو۔'' وہ مسکرا کے چھیڑنے لگیں۔
''یہ بات نہیں ہے، اصل میں مجھے ان کاٹن اور لان کے کپڑوں کی ضرورت تھی کیونکہ گھر میں ایزی سے کپڑے ہی پہنے جاتے ہیں۔'' وہ وضاحت دینے لگی۔
''چچی جان! خوشنما بھابی بھی کفایت شعار بیوی بننا چاہتی ہیں۔'' جوہم نے ساری چیزیں دیکھنے کے بعد سب شاپرز میں سامان ویسے ہی پیک کر کے رکھا۔
''جو بھی سمجھ لو۔'' خوشنما جھینپ تو گئی تھی۔
''ارے چچی جان! کل تو فاران بھائی کی دلہن کو رخصت کرا کے لانا ہے یہ بتایئے میں ڈریس کون سا پہنوں۔'' جوہم کو اپنی تیاری کی پڑی تھی۔
''ہاں ذرا خاص طریقے سے تیار ہونا، سنا ہے کچھ لوگ تمہیں بھی دیکھنے آئیں گے۔'' شاہدہ نے معنی خیزی سے اسے چھیڑا۔ جوہم جھینپ کے رہ گئی۔
''جی نہیں مجھے ابھی شادی کرنی نہیں ہے پہلے میرا ماسٹرز کمپلیٹ ہو جائے۔''
''مرتضیٰ بھائی اور بھابی تمہاری سنیں گے کب۔'' خوشنما کو بھی ہنسی آ گئی کیونکہ جوہم کھسیائی ہوئی ہوگئی تھی۔
''ارے کیا ادھر ہی جمی رہو گی؟ اپنے ابو اور مہران کے کپڑے استری کرو۔'' نزہت جوہم کے سر پر آ کر کھڑی ہوگئی تھیں۔
خوشنما انہیں دیکھ کے کھڑی ہوگئی۔ وہ کوشش کرتی تھی ان کے سامنے نہ جائے تو بہتر ہے۔

''خوشنما تمہیں بابا جان بلا رہے ہیں۔''
وہ آج اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔ وہ بھی اتنے نرم لہجے میں ان لوگوں پر حیرت طاری ہو گئی۔
''میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو استری کر و جا کے۔'' انہوں نے جو ہم کے حیرت سے منہ کھلے رہنے پر ذرا ڈپٹ کے ہی کہا۔
خوشنما نے بھی جانے میں عافیت جانی مگر اسے ابھی تک بھی یقین نہیں آرہا تھا۔
''بھابی آپ ناراض تو نہیں ہیں۔'' شاہدہ نے ان سے پوچھا۔
''کس بات پر۔'' وہ انجان بن کے حیرانی سے پوچھنے لگیں۔
''فاران کی دلہن کو ہم لوگ کل رخصت کروا کے لے آئیں گے۔''
''بیٹے کی ضد کے آگے میری ناراضی بھی کہیں پیچھے چلی گئی ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی وہ میری وجہ سے کوئی انتہائی قدم اٹھائے میں بھی بیٹی والی ہوں۔'' وہ فاران کی یہ بات بھولی نہیں تھیں۔ اس نے مریم کو چھوڑنے کی بات جو کی تھی اسی بات نے انہیں ہلا دیا تھا۔ پھر مریم بن ماں باپ کی بچی وہ کسی کی آہ نہیں لینا چاہتی تھیں۔ مگر ان کے ارمان ٹوٹ گئے تھے۔ مگر پھر خود کو راضی کیا اور بیٹے کی خوشی کو قبول کیا اور پھر ان کے آگے ان کے بڑے بول ہی آئے تھے۔ وہ خوشنما کو کمتر اور غریب ہونے کا طعنہ دیتی تھیں کیسے حقارت سے پیش آتی تھیں ان کا یہی بڑا بول ان کے آگے آیا تھا اور ان کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا۔ کتنے دن وہ ضمیر کی عدالت میں کھڑی رہی تھیں۔
''بھابی! مریم اچھی سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ آپ مل کر اس سے بہت خوش ہوں گی۔''
''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوئی تھیں۔
مگر اندر انہیں کچھ خالی پن بھی لگ رہا تھا جو کل تک تنفر سے گردن اکڑائے پھرتی تھیں آج ان کی گردن بھی نیچی ہو گئی تھی ورنہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنا کتنا مشکل لگ رہا تھا۔
''شاہدہ تم فاران کا روم اچھی طرح سیٹ کروا دینا۔ سارا سامان بکھرا پڑا ہے۔''
''بھابی! آپ فکر نہیں کریں۔ آج میرا یہی ارادہ ہے چاہے ساری رات کیوں نہ جاگنا پڑے۔ کام پورا کرنا ہے فاران بھی موجود ہے وہ بھی کروالے گا۔'' شاہدہ نے انہیں اطمینان دلایا۔
نزہت بھی پھر اپنے روم کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ خوشی اور ہیثم سے بات کرنا چاہتی تھیں مگر ان کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی۔ ہیثم کو بھی انہوں نے کتنا سنایا تھا۔

❖❖---O---❖❖

صبح وہ فجر کی اذانوں سے بھی پہلے ہی اٹھ گئی۔ ہیثم بے خبر پڑا سو رہا تھا۔ وہ تہجد کی نماز پڑھ کے تسبیح پڑھ رہی تھی۔
ہیثم کی بھی کروٹ بدلنے کے ساتھ آنکھ کھلی۔ اس نے خوشنما کو بڑے صوفے کے سائیڈ پر جائے نماز بچھائے سر جھکائے تسبیح پڑھتے دیکھا۔
کاسنی کپڑوں پر بڑا سا نماز کا دوپٹہ اوڑھے نیلے بلب کی مدھم روشنی میں وہ ماورائی مخلوق ہی لگ رہی تھی۔ وہ

دلچسپی سے اسے بغور دیکھے جارہا تھا۔ وہ خوشنما کو اور شدتوں سے چاہنے لگا تھا۔ وہ خود بھی حیران تھا۔ ہر وقت صرف اس کے حواسوں پر خوشنما ہی چھائی رہتی تھی ورنہ وہ کب کہیں رکتا تھا مگر یہ بات ہے اس نے کبھی بھی اپنی حدیں پار نہیں کی تھیں۔ جب سے وہ خوشنما سے ملا تھا، اس کے علاوہ وہ کسی اور کو سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ قدرت کو بھی کیا منظور تھا۔ اسی کے آفس میں وہ تھی مگر اسے یہ نہیں پتا تھا یہی لڑکی اس کی بیوی ہے۔ نہ وہ اشعر کے آفس جاتا اور نہ وہ اسے یوں ملتی۔

مگر جب سے ملی تھی اس کا بزنس بڑھتا ہی جارہا تھا۔ اسے اتنے فائدے ہو رہے تھے صرف خوشنما کی وجہ سے۔ واقعی یہ خوشنما نام کی نہیں اس نے تو اس کی زندگی خوشنما ہی بنادی تھی۔

بچپن میں ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ نانا نے ہی اس کی پرورش کی۔ بڑی مامی نے اس کا بہت خیال رکھا۔ کبھی اپنے بچوں اور اس میں فرق نہیں رکھا تھا۔ وہ خوشنما کو دل سے چاہنے لگا تھا۔ اس کا غصہ نفرت سب اسے عزیز تھی۔ اسے قوی امید تھی اللہ کی ذات سے کہ وہ ایک دن ضرور اسے معاف کرے گی۔ فجر کی اذانوں کی آواز آئی تو وہ بھی اٹھ گیا۔ بہت عرصے بعد یوں اسے فجر کی نماز کے لیے اٹھنا اچھا لگ رہا تھا۔ خوشنما نے چونک کے حیرانی سے دیکھا۔ وہ واش روم سے وضو کر کے نکلا تھا۔

ٹوپی کی تلاش میں وارڈ روب کی درازیں دیکھی تھیں۔ شکر تھا مل گئی۔ اس نے جلدی سے سلیپر پہنے اور باہر نکل گیا۔

خوشنما نے کبھی کبھی نماز پڑھتے دیکھا ضرور تھا مگر وہ پابندی سے نہیں پڑھتا تھا۔ اسے بہت خوشی ہوئی تھی ہیثم کو بھی نماز سے لگاؤ ہے۔

فجر کی نماز پڑھ کے وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگی تھی۔ اسی دوران وہ بھی آ گیا تھا۔ فان کلر کے قمیص شلوار میں وہ فریش فریش بڑے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

ہیثم نے سوچ لیا تھا وہ نماز کی پابندی کرے گا اور اپنے رب سے خوشنما کے دل کو موم کرنے کی دعائیں کرے گا۔ وہ خوشنما کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے جب بھی دیکھتا تھا دلی سکون ملتا تھا۔ اس کی خاطر تو وہ اس گھر سے نکلنے کو تیار تھا۔ محض اس لیے کہ بڑی مامی خوشنما کو کمتر جو سمجھتی تھیں مگر اس نے بڑی مامی سے بھی بات کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ان کے دل میں اس کی طرف سے اور خوشنما کی طرف سے فضول کوئی بات نہیں ہو۔ ویسے بھی آج فاران کی دلہن کو رخصت کرا کے لانا تھا اور وہ پہلے بات کرنا چاہتا تھا۔

”میں سو رہا ہوں نو بجے تک مجھے اٹھا دینا۔“ وہ اٹھا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔

خوشنما قرآن پاک پڑھ کے اسی وقت اٹھی تھی۔

”اور سنو ادھر کی لائٹ بھی آف کردو۔“ ہیثم نے بیڈ کی طرف کی لائٹ کا کہا۔

حالانکہ اس کا دل چاہ رہا تھا خوشنما اس کے پاس آ کے بیٹھے اور اس سے باتیں کرے۔

لائٹ آف کر کے وہ بھی کچھ دیر کے لیے لیٹنے کے لیے آ گئی۔

ہیثم نے اسے بغور دیکھا۔ وہ ہمیشہ اس کی طرف سے کروٹ لے کے لیٹتی تھی۔

”کل ولیمہ ہے۔“ وہ یکدم بولا۔

''آج رخصتی تو ہونے دیں ولیمہ بھی کل ہو جائے گا۔'' وہ مسکراہٹ روک کے گویا ہوئی۔

''نانا جان کہہ رہے تھے ہمارا ولیمہ بھی ہے۔'' وہ اس کی پشت پر نگاہیں جمائے بول رہا تھا۔

''اب تو ایک سال ہونے والا ہے اور ایک سال بعد ولیمہ اچھا بھی نہیں لگتا۔''

''میں نے بھی یہی کہا تھا پھر ایسا کرو پلیز تم خود نانا جان کو سمجھاؤ اور منع کرو کیونکہ مجھے اپنا ریکارڈ نہیں لگوانا۔'' وہ یہ مسئلہ خوشنما پر ڈال کے بولا۔

''نانا جان سے میں نے پہلے ہی بات کی ہوئی ہے۔ سمجھا دیا ہے۔'' وہ اس کی حالت سے محظوظ بھی ہو رہی تھی۔

''آپ نے تو اپنی شادی کے دن ہی برباد کیے ہیں۔ آپ کو کیا اندازہ یہ دن کیا ہوتے ہیں۔'' اس کی زبان پر حسرت بھرا شکوہ در آیا۔

ہیشم تو چونک گیا۔ اس نے پہلی دفعہ اپنی شادی کے دن کی بات جو کی تھی۔

''کہہ تو رہا ہوں ساری تشنگی مٹانے کو تیار ہوں۔ تم موقع ہی نہیں دے رہی ہو۔'' وہ خوش بھی ہوا خوشنما کی اسے یہ نیم رضامندی ہی لگی تھی۔

''آپ کا کیا بھروسہ۔''

''ہاں میرا کیا بھروسا دس بیس اپنے ساتھ لگا رکھی ہوں۔'' وہ طنزیہ ہو گیا۔

''مجھے کیا پتا۔''

''میرے خیال میں تم بھی سو جاؤ اور میں بھی کیونکہ ایسی بحث کا کوئی فائدہ نہیں جو صرف لڑائی جھگڑا ہو۔ میں نے بھی سوچ لیا تمہاری مرضی کے مطابق فیصلہ کر ہی دوں کیونکہ ایسی زندگی سے میں تنگ آ گیا ہوں۔'' وہ جھنجھلا رہا تھا۔

''یعنی آپ مجھ سے عاجز آ گئے ہیں۔'' وہ اسے سلگا ہی رہی تھی۔

''سنو میں تم سے نہیں تمہاری باتوں سے عاجز ہوں۔ تمہاری نظر میں کسی کی کوئی اہمیت ہی نہیں ایک شخص اپنا آپ گرا کے تم سے معافیاں مانگ رہا ہے۔ تمہارے مزاج ہی نہیں ملتے۔'' ہاتھ بڑھا کے اسے اپنے قریب کر لیا۔

خوشنما تو وحشت زدہ ہو گئی۔ ہیشم کی آنکھوں میں غصہ جو نظر آ رہا تھا۔

''یہ میری شرافت ہے جو میں نے تمہیں ابھی تک ہاتھ نہیں لگایا ہے ورنہ مجھے کیا ضرورت ہے تمہاری مرضی اور رضامندی کی، چاہتا تو من مانی کرتا اور تمہاری پرواہ بھی نہیں کرتا۔ میں نے تو صرف تمہاری ایک رات بے وقعتی کی ہے اور تم کتنی راتوں اور دنوں سے میری بے وقعتی کر رہی ہو۔ میں تو پھر بھی خوش ہوں۔ تم اگر نہیں رہنا چاہتی ہو تو اپنا فیصلہ سنا دو تاکہ تمہیں میں تمہارے حال پر چھوڑ دوں اور جو تمہیں پسند ہو تمہاری قدر کرتا ہو اس سے شادی کر لینا۔''

''جی کیا کہا۔'' وہ تو تنک گئی۔ ''کتنی آسانی سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔ آپ کو پتا بھی ہے ایک شادی شدہ عورت سے کون دوسری شادی کرتا ہے۔''

''اچھا تمہارا ارادہ ہے۔'' وہ بہت مایوس اور افسردہ ہو رہا تھا۔

''میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آپ کے ارادے کچھ اور بتا رہے ہیں۔'' وہ لاجواب تو ہو گئی تھی۔ نگاہ دوسری طرف کر لی۔ ہیشم کی گرفت میں وہ ابھی بھی تھی۔

''میرے ارادے تم جانتی ہو۔'' اس کے لہجے میں اپنائیت و محبت کا سمندر تھا۔
مگر خوشنما پھر بھی نگاہ چرا رہی تھی۔ اسے اس کی انا روک رہی تھی لیکن وہ ہیثم کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتی۔
وہ اس سے پیار کرنے لگی تھی۔ اس کی دھڑکنوں میں وہ بسنے لگا تھا۔ اسے اس کی پرواہ کرنا اچھا لگتا تھا۔ وہ اسے شدتوں سے چاہنے لگا تھا۔ اس نے آزما لیا تھا۔ محض غصہ اور ضد کی وجہ سے وہ اسے پہلی رات اگنور کر گیا تھا ورنہ تو وہ ایسا نہیں تھا۔ وہ اس کی عزت کرتا تھا اور سب سے کرانا بھی جانتا تھا۔
''مجھے اپنا فیصلہ کل تک بتا دینا تا کہ یہ قصہ ہی تمام ہو۔'' گرفت ڈھیلی کی اور پیچھے ہو گیا۔
''خوشنما یاد رکھنا میری طرح اتنی شدتوں سے تمہیں کوئی نہیں چاہے گا۔'' وہ بول رہا تھا۔
خوشنما سن رہی تھی۔ دل تو اس کا ہیثم کی طرف ہمک رہا تھا۔
''کیسا فیصلہ۔'' وہ پھر انجان بنی۔
''دیکھو انجان نہیں بنو جو فیصلہ چاہتی ہو اس کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ پھر تحمل سے گویا ہوا۔
''ٹھیک ہے بتا دوں گی۔'' وہ کروٹ لے کے لیٹ گئی۔
'ہیثم میں بھی تو آپ کو اسی شدتوں سے چاہنے لگی ہوں مجھے آپ کا ساتھ اچھا لگنے لگا ہے۔ مجھے آپ شروع سے اچھے لگتے تھے۔ میں نے آپ سے دل کا رشتہ باندھا تھا۔ میں ان لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں جو شوہر کے ہوتے ہوئے دوسروں پر توجہ دیتی ہیں۔ میں نے تو آپ سے دور رہ کے بھی نفرت نہیں کی۔ ہاں بس غصہ تھا کہ آپ سے بدلہ لے سکوں مگر یہاں تو کہانی ہی دوسری ہو گئی۔ آپ میرے دل کے قریب سے قریب تر ہوتے گئے۔ اشعر بھائی کے آفس میں آپ کو پہلی دفعہ دیکھا دل اور زیادہ دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔ مجھے اس بات پر اور خوشی ہے آپ کے دل میں، میں ہی بستی ہوں۔ میری ناراضی آپ کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ مجھے منا رہے ہیں اور میں ایک عورت ہو کے اتنی سخت دل کیسے بن گئی۔
نہیں میں اور زیادہ آپ کو ناراض نہیں کروں گی میں آپ کو اور زیادہ غمگین نہیں کر سکتی میں یہی چاہتی تھی۔ آپ مجھے میری رضا سے مانگ رہے ہوں۔' وہ سوچتی ہوئی سو گئی۔

❖❖---○---❖❖

یہاں آئے ہوئے تیسرا روز تھا۔ سردی ایسی کڑا کے کی پڑ رہی تھی۔ اس کا تو دل گرم گرم بستر سے نکلنے کو نہیں کر رہا تھا مگر شہریار کی وارننگ پر اٹھنا پڑا۔ پنک نائٹی میں اس کا خوب صورت وجود بالکل پھول کی طرح ہی لگ رہا تھا۔ پورے گھر میں ہیٹر کی گرمی تھی۔ پھر بھی وہ پڑی ہوئی تھی۔
شہریار کی نگاہیں خمار آلود تھیں۔ وہ واش روم سے فریش ہو کے آئی تھی۔
''ہاں تو جان من کہو میری ہمراہی میں خوش ہو۔'' شہریار نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔
''آپ ضرورت سے زیادہ ہی بے باک ہو رہے ہیں۔'' وہ چھوئی موئی کی طرح اس کی بانہوں میں کسمسا رہی تھی۔
''ہم تو ایسے ہی ہیں۔'' وہ ہنسا۔

''وہاں پاکستان میں تو بڑے اکڑو بنے ہوئے تھے۔'' حسنیٰ بہت خوش تھی۔ شہریار کی محبت، پیار اور توجہ سب اس کے لیے تھی۔

''وہاں مجھے ایسے بن کے رہنا پڑتا تھا تم اماں کو تو جانتی ہو۔'' حسنیٰ کی گوری گوری بانہیں خوب صورت لگ رہی تھیں۔

''ہوں یہ تو ہے۔''

''اچھا چھوڑیئے ناشتہ تو کرنے دیں۔'' وہ کچن میں جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔

''مجھ سے اب تو شکایت نہیں۔'' وہ مسکرا کے دیکھ رہا تھا۔

''آپ یہاں اپنے ساتھ لائے ہیں، ساری شکایتیں دور کر دی ہیں تھینکس۔'' وہ کیبنٹ سے مگ نکال رہی تھی۔ دونوں کا چھوٹا سا فلیٹ بہت خوبصورت تھا۔

شہریار نے بھی خاصی توجہ سے فلیٹ سجا کے رکھا تھا۔

''آپ کی ڈیوٹی کب سے اسٹارٹ ہے؟''

''کل سے جوائن کرنا ہے چھٹیاں بھی ختم ہو گئی ہیں۔'' وہ اس کی پشت پر آ گیا۔

''ارے کیا کرتے ہیں مجھے ناشتہ تو بنانے دیں۔''

''تم اس حلیے میں گھومتی رہو گی تو میری نیت خراب ہوتی رہے گی۔'' وہ معنی خیزی سے بول رہا تھا۔

''آپ بھی بس......! ہٹیے۔'' اس نے زبردستی شہریار کو ہٹایا۔

''یار! اپنی بیوی کو پیار کر رہا ہوں۔''

''پیار و محبت کا بھی وقت ہوتا ہے۔'' وہ شرما گئی تھی۔

''ہمارے پیار و محبت کے ہر وقت ہی ہیں تاکہ تمہیں یہ احساس نہ ہو کہ میں یہاں لا کے تم پر توجہ نہیں دے رہا۔''

''ہاں اپنے مطلب کی باتیں یاد رہتی ہیں۔'' ناشتہ تیار کر کے وہ ڈائننگ ٹیبل پر لگا چکی تھی۔

''ایسی بھی بات نہیں ہے تم جلدی سے فریش ہو جاؤ۔ آج میں تمہیں گھماؤں گا پھراؤں گا۔'' وہ سلائس کھانے لگا۔

''مجھے حباب سے فون پر بات کرنی ہے۔''

''آ کے رات میں آرام سے کریں گے ابھی تو تم جلدی سے تیاری کرو۔'' اس نے حکم دیا۔ حسنیٰ، حباب سے پوچھنا چاہتی تھی ضمران سے صلح کر لی کہ نہیں کیونکہ وہ یہاں آنے سے پہلے کافی لمبا لیکچر دے کے آئی تھی۔ وہ بھی تو شہریار کی محبت پا کے بہت خوش تھی۔

❖❖---○---❖❖

مریم کی خالہ نے ایک چھوٹی سی تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ ان کے حالات اتنے اچھے نہیں تھے کہ فاران کے گھر والوں کا مقابلہ کرتے۔ مرتضیٰ علی نے بھی انہیں زیادہ کچھ کرنے سے منع کیا تھا۔ بارات میں بھی صرف گھر کے افراد

ہی آ رہے تھے۔ ولیمے پر خاصا اہتمام تھا۔
"کتنی تیاری اور کرنی ہے آپ لوگوں نے نو تو یہیں بجا دیئے۔" اشرف علی خاصے برہم ہو رہے تھے۔
"ارے لڑکیو! کہاں ہو؟" نزہت نے ہال کمرے سے سب کو آواز دی۔
"امی! میں تو تیار ہوں ماہ رخ اور چچی جان بھی آ رہی ہیں۔"
"خوشنما کا پتا کرو وہ تیار ہوئی یا نہیں۔" نزہت اسے کچھ دنوں سے اہمیت دینے لگی تھیں۔ جو ہم حیرت و انبساط میں مبتلا ہو کے انہیں دیکھنے لگی۔ جو فان کلر کی نفیس سی کامدانی والی ساڑھی میں سوبر لگ رہی تھیں۔
"میرا منہ کیا تک رہی ہو، دیکھ کے آؤ اسے۔" ساتھ ہی انہوں نے اسے ڈپٹ کے حکم دیا اور خود باقی لوگوں کی تیاری دیکھنے اندر آ چکی تھیں۔ جو ہم نے خوشنما کو خوش ہو کر بتایا تھا۔ وہ بھی مطمئن اور خوش ہو گئی تھی۔
ریڈ جدید اسٹائلش ڈریس میں وہ جیولری میک اپ میں اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ ہیثم کڑھے ہوئے کُرتے شلوار میں ملبوس ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ وہ کئی دفعہ اسے چوری چوری غور سے دیکھ چکا تھا۔ خوشنما اس کی یہ حرکت کئی دفعہ نوٹ کر چکی تھی۔
فاران بھی شیروانی کلاہ میں شہزادوں سے کم نہیں لگ رہا تھا۔
شاہدہ اور ارتضیٰ علی سب کو گاڑیوں میں بیٹھنے کا کہہ رہے تھے۔
خوشنما بھی اپنے ڈریس کو سنبھالتی ہوئی آگے آگے جا رہی تھی۔
"ذرا آرام سے، کہیں گر نہ جانا۔" ہیثم کی شوخ سی آواز نے اسے پزل کر دیا۔
"چلو میری گاڑی میں بیٹھو۔" وہ گیٹ سے باہر اس کا ہاتھ پکڑے لے جا رہا تھا۔
"ارے اس نئے نویلے جوڑے کو تو دیکھو۔" مہران کی بھی رگ ظرافت پھڑکی۔
خوشنما نے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ سارے ہی ساتھ نکل پڑے تھے۔
فاران، مرتضیٰ علی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ گاڑی کو بہت خوب صورت سجایا گیا تھا جو ہیثم نے ہی سجائی تھی۔
"کتنا خوش لگ رہا ہے فاران۔" ہیثم نے رشک بھری نگاہوں سے دیکھا۔
وہ پہلو بدل کے رہ گئی۔ اس کے ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔
"ظاہر ہے خوش کیوں نہ ہو۔ اس کی بیوی جو خوش ہو گی اسے پا کے۔" خوشنما کی فہمائشی نگاہ نے اسے گھورا۔
"ہر کوئی آپ کی طرح تھوڑی ہی ہو گا، اپنی شادی سے سب خوش ہوتے ہیں۔"
"اے بیوی تم اب مجھ پر الزام لگا رہی ہو۔" گاڑی کا اسٹیئرنگ سنبھال کے اس کے قاتل حسن کو آنکھوں میں کب سے جذب کر رہا تھا۔
خوشنما کا بھی دل آج مختلف انداز میں دھڑک رہا تھا۔ ہیثم کی شوخیاں خوشنما کے روڈ رویئے کی وجہ سے بھی کم نہیں ہو رہی تھیں۔
آگے پیچھے گاڑیاں روانہ ہو چکی تھیں۔
"میں الزام نہیں لگا رہی جو حقیقت ہے وہ بول رہی ہوں۔" ماتھے پر لگی بندیا اس کے چہرے کو اور دلنشین بنا رہی تھی۔

''حقیقت تو یہی ہے کہ میں تم سے سچی محبت اور پیار کرنے لگا ہوں۔'' وہ بڑی احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا سب کی گاڑیاں آگے جا کے الگ الگ ہوگئی تھیں۔ سڑک پر ٹریفک کا ایک ہجوم تھا۔ ساتھ چلنا محال تھا۔

''پتا نہیں۔'' وہ منمنائی۔

''تم تو لگتا ہے جب میں اس دنیا میں نہیں ہوں گا جب ہی یقین کرو گی۔''

''اللہ نہ کرے کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں دھیان سے گاڑی ڈرائیو کریں۔'' خوشنما تو یہ سب تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہیثم سے پیار کرنے لگی تھی۔ اس کی ایسی باتیں روح فرسا تھیں۔ وہ اپنے منہ سے اقرار کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔

''بیوی والا انداز ہے۔''

''بیوی ہوں تو انداز بھی وہی ہوگا۔'' وہ پورے راستے درود شریف اور آیۃ الکرسی کا ورد کرتی رہی اور ہیثم سے بات کرنے سے گریز کیا کیونکہ وہ مسلسل الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا اور وہ ایسی کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔ سب کچھ اتنا اچھا ہوگیا تھا۔ اسے سب اچھا لگنے لگا تھا۔ بڑی مامی کا رویہ بھی اس کے ساتھ اچھا ہوتا جا رہا تھا۔

❖❖---○---❖❖

''کیا بات ہے صبح سے لوگوں کو فرصت ہی نہیں ہے۔'' ضمران نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی ذرا خفگی سے کہا۔

''جی ایسی کوئی بات نہیں ہے، نوشین اور کرن کی منگنی کے فنکشن کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی تھکن ہوگئی ہے۔'' وہ عذر پیش کرنے لگی۔

''منگنی ہوئے بھی آج تیسرا دن ہے۔'' وہ لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔

''آپ کے بھائیوں نے خود گھر اتنا پھیلایا ہے اسے بھی سمیٹنا تھا۔'' وہ بالوں کو جوڑے کی طرح لپیٹ کے اس کے برابر ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''سب کچھ اتنا اچھا ہوگیا ہے مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا۔'' حباب کو تو یقین نہیں ہو رہا تھا۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' ضمران نے بھی تائیدی سر ہلایا۔

''دونوں کے منگیتر بھی اچھے ہیں۔ فیملی اچھی ہے۔'' حباب کو یہ زیادہ خوشی تھی کہ لوگ اچھے تھے اور نوشین کی جو سوچ تھی اس کے مطابق ملے تھے۔

''اچھا اگر آپ ان تمام باتوں سے فارغ ہوگئی ہوں تو ادھر بھی بات کرلیں۔'' ضمران نے لیپ ٹاپ کا رخ ادھر کیا۔

سامنے اسکرین پر شہریار اور حسنیٰ نظر آئے۔

''ارے شہریار ماموں، حسنیٰ آنٹی کیسی ہیں؟'' وہ ان دونوں کو سامنے دیکھ کر وفورِ مسرت سے گویا ہوئی۔

''ہم تو الحمدللہ خیریت سے ہیں۔ تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔'' حسنیٰ کی خوشی سے بھرپور چہکتی ہوئی آواز آئی وہ ویسے بھی بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔

''ہم بھی ٹھیک ہیں۔'' حباب نے ہنس کے ہی جواب دیا۔

''حسنیٰ آنٹی! آپ تو بہت پیاری ہو گئی ہیں۔''
''ارے کیا تم لوگ یہ باتیں کرنے بیٹھ گئے۔ یہ بتاؤ وہاں سب ٹھیک تو ہے اور خوش خبری ہے کوئی۔''
ضمران نے تو حباب کو کن انکھیوں سے دیکھنے کے بعد اپنی مسکراہٹ دبائی۔
''کیا ہے! آپ تو شروع ہو جاتی ہیں۔'' اسے شہریار اور ضمران کی موجودگی میں حیا سی آنے لگی۔
''میں نے تو کچھ نہیں سنا۔'' ضمران اسے تنگ کرنے لگا۔ کافی دیر تک ان لوگوں کی باتیں ہوتی رہیں۔ شہریار نے ہی خدا حافظ کہا تھا۔ ورنہ تو حسنیٰ اور حباب کی باتیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔
''حسنیٰ آنٹی کتنی خوش اور پیاری لگ رہی تھیں۔''
''خوش اور پیاری تو آپ بھی ہیں۔'' ضمران نے آنکھوں میں خمار لیے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا۔
''میں ان کی بات کر رہی ہوں۔'' وہ جھینپ گئی۔
''میں تمہاری بات کر رہا ہوں جانِ من۔'' اس پر شوخیاں سوار ہونے لگیں۔
''ارے کیا کرتے ہیں مجھے اتنے کام کرنے ہیں۔''
''بھاڑ میں گئے تمہارے کام۔ ابھی صرف میری بات ہو گی۔'' وہ اسے اپنے پہلو میں گرا کے گویا ہوا۔
''آپ ضرورت سے زیادہ شوخ نہیں ہو گئے؟'' حباب کو وہ حیران ہی کر رہا تھا۔
''میں ایسا ہی شوخ ہوں۔ وہ تو تم نے ہی خاطر میں نہیں لیا۔ وہی سوگ مناتی رہیں ہماری شادی ایسے کیوں ہوئی۔ ارے وہ تو بھلا ہو چندا میاں کا جو انہوں نے ہمیں ملا دیا۔''
''چندا میاں نے نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملایا ہے۔'' فوراً تصحیح کی۔
''مگر سبب تو وہی بنے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو ملا دیا۔ میں تو صرف تمہیں سوچتا تھا مگر کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ میرا اور تمہارا ملن بھی ہو گا۔'' اس نے حباب کے جانے کے تمام راستے مسدود ہی کر دیئے۔
''میرے خیال میں مجھے اٹھنا چاہیے ابھی رات کا کھانا بھی بنانا ہے۔'' وہ اٹھنے لگی۔
''تمہیں کیا ہر وقت کام یاد آتے رہتے ہیں۔'' وہ بھنا گیا۔
''آج اگر آپ نے چھٹی کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں سارے کاموں کی چھٹی ہے۔ ابو جلدی کھانا کھاتے ہیں آپ کو پتا ہے میں اس لیے جلدی کھانا بنا لیتی ہوں۔'' وہ وضاحت دینے لگی۔
''امی سے بولوں گا آدم کی بھی جلدی شادی کریں تاکہ تم کاموں کا بہانہ کم بناؤ۔''
''آپ تو سچ میں ناراض ہو گئے۔'' وہ ہنسنے لگی۔
''جاؤ یہاں سے اپنے سارے کام انجام دے لو، میرا کام ہی انجام نہیں دینا۔'' وہ واقعی خفگی دکھاتا ہوا دور ہو کے لیٹ گیا۔
حباب جز بز سی ہو گئی تھی وہ کچھ دیر تک ایسے ہی اسے دیکھتی رہی پھر مسکرانے لگی۔
''اچھا آتی ہوں کچھ دیر میں۔''
''جاؤ جاؤ۔'' وہ روٹھ کے لیٹ گیا تھا۔ حباب جانتی تھی اسے کیسے منانا ہے۔

❖❖---○---❖❖

رخصتی بارہ بجے سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔ بارات بھی واپس جلدی ہی آگئی تھی سب ہی چینج کر کے فری ہو گئے تھے۔

''تم جا کے ذرا مریم کے کمرے میں یہ کھانے کا سامان رکھ آنا اس کی خالہ بتا رہی تھیں اس نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔'' نزہت نے اسے مخاطب کیا جو ایزی سے قمیض شلوار میں ملبوس سب کے لیے چائے بنا رہی تھی۔

''جی اچھا۔'' خوشنما تو حیران ہی رہ گئی۔ نزہت نے اسے آج یوں مخاطب جو کیا تھا۔

''ارے اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو بیٹا۔''

''آپ اتنے عرصے بعد مجھ سے اتنے اچھے انداز میں جو بولی ہیں۔'' خوشنما صاف گو مزاج کی تھی۔ اس نے آہستگی سے یہ کہہ دیا۔

''بیٹا! میں ہی غلطی پر تھی جو تم سے غلط رویہ رکھتی رہی اور ہیثم بھی دیکھو مجھ سے دور ہو گیا۔ جانے غصے میں اسے کیا کیا کہہ دیا۔'' نزہت واقعی بہت شرمندہ تھیں اگر مرتضٰی علی انہیں نہیں سمجھاتے تو وہ تو سب کے ساتھ غلط کرتی رہتیں۔

''مامی آپ ایسا نہیں سوچیے آپ تو ہماری بڑی ہیں۔''

''بڑے ایسے ہوتے ہیں اپنے بچوں کو ہی برا بولتے ہیں اور دیکھو میرے بڑے بول ہی میرے آگے آئے ہیں فاران کی شادی......!''

''مامی آپ ایسی بات نہ کریں۔ آپ فاران بھائی کی شادی سے خوش ہیں؟''

''ہوں میں خوش ہوں کیونکہ ہمیں اولادوں کی خوشی میں خوش رہنا چاہیے فاران نے اچھی لڑکی سے ہی شادی کی۔ ہے یہ میرے دل کو سکون ہے۔'' ان کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

''ارے بھئی آپ چائے بنا رہی ہیں یا پائے بنا رہی ہیں ہیثم بھائی پوچھ رہے ہیں۔'' مہران کچن میں ایک دم سے آگیا۔

''ہاں ہاں لے کے آ رہی ہوں۔''

''تم چائے کو چھوڑو میں بنالوں گی تم بس مریم کے پاس چلی جاؤ۔'' انہوں نے اسے ہدایت دی۔ وہ پھر مریم کے کھانے کے لوازمات کی ٹرے لے کر اوپر جانے لگی۔

ہیثم کی نگاہ اس پر اُٹھی۔ اسے چائے لانے کو کہا تھا وہ اوپر جا رہی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو؟''

''یہ لے کے، فاران بھائی کے روم میں، مریم کے لیے کھانا وغیرہ ہے۔'' اس نے ٹرے کی جانب اشارہ کیا۔

''جلدی سے آؤ۔'' وہ ساتھ ہی ہدایت بھی دینے لگا۔ پنک کاٹن کے ایمبر ائیڈری کے کپڑوں میں وہ ابھی تک اسی میک اپ میں تھی۔ کتنی حسین لگ رہی تھی۔ ہیثم کو اپنے نفس کی لگام کو تھامنا آج بہت مشکل لگ رہا تھا۔ وہ بھی ان سب کے درمیان آ کے بیٹھ گیا۔

فاران نے اسے بغور دیکھا جیسے کسی بات کو جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

''کیا بات ہے کچھ بات ہوگئی؟''

''نہیں...... کچھ نہیں۔'' وہ جھنجھلا کے کھڑا ہو گیا۔
''اور سن جا تو اپنے روم میں اور میری والی کو بھیج۔''
''او اچھا اب سمجھا جلن ہو رہی ہے۔'' اس نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔
''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ واقعی بہت کھسیایا ہوا تھا۔
''یہ سب تیری ہی حرکتوں کا نتیجہ ہے۔''
''اچھا، اچھا بس اپنی فکر کرو بے چاری ابھی سے ڈری بیٹھی ہے۔''
''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔'' وہ اس کے قریب ہو گیا۔
''جب ہی کھانا وغیرہ کھا کے نہیں آئی ہے تمہاری محترمہ۔''
''وہ تو ہر لڑکی شادی والے دن کھا کے نہیں آتی ہے۔'' فاران ایسے بولا جیسے سب کے متعلق جانتا ہو۔
''یہ تم دونوں کن جھگڑوں میں پڑے ہو۔'' شاہدہ کافی دیر سے دونوں کو الجھتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔
''چائے کا انتظار کر رہا ہوں وہ ابھی تک نہیں آئی۔'' ہیثم جھٹ سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔
''چائے آ چکی ہے تم لوگ ہی لڑنے میں لگے تھے۔''
سارے لوگ ہال کمرے میں جمع تھے اور اپنی اپنی خوش گپیوں میں لگے تھے۔ نزہت سب میں چائے سرو کر رہی تھیں۔
''اٹھو تم لوگ اور اپنے اپنے کمروں میں جاؤ۔'' انہوں نے حکم دیا۔
فاران سر کھجانے لگا جب کہ ہیثم پہلو بدل کے رہ گیا۔ نزہت ماما سے کب اس کی بات چیت تھی۔ کتنی دور ہو گئی تھیں اور آج انہوں نے اسے چائے دی اس پر تو حیرانی کا دورہ پڑ گیا تھا۔
''امی ابھی جا رہا ہوں ذرا چائے پی لوں۔''
''چائے اپنے ساتھ اوپر لے جاؤ بہت دیر ہو گئی ہے۔ صبح سب کو پھر کل کے فنکشن کی بھی تیاری کرنی ہے۔''
ہیثم چائے کے سپ لے رہا تھا۔
''امی کل تو اس کا بھی ولیمہ ہے۔''
''میرا اتنا پرانا ولیمہ، اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اٹھ گیا۔
نزہت اس کی خفگی سمجھ رہی تھیں اور دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اسے بالکل فاران کی ہی طرح سمجھا تھا۔ پتا نہیں انہیں کیا ہو گیا تھا کہ ان میں فرق کرنے لگی تھیں۔
''امی! ہیثم کے ساتھ آپ نے اچھا نہیں کیا۔''
''تم اس کی فکر نہیں کرو۔ وہ بھی میرا بیٹا ہے سنبھال لوں گی۔'' ہیثم اوپر جا رہا تھا۔ نزہت کو احساس تھا کہ انہوں نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے۔
''تم جاؤ ورنہ تمہارے ابو ڈانٹیں گے۔ پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔ میں ان لوگوں کو بھی سونے کے لیے بھیجتی ہوں۔'' وہ جلدی جلدی سب سے اٹھنے کا کہنے لگیں۔
''آج لگی ہے نا مجھے اپنی بڑی بہو اس گھر کی بڑی۔'' مرتضیٰ علی بہت خوش تھے۔ نزہت نے پہلے کی طرح اپنا

انداز کرلیا تھا۔ بڑی بن کے سب کو لے کے چل رہی تھیں۔

''سنو شاہدہ! کل ہیثم کے روم کا بھی کرنا ہے۔''

''جی بھابی مگر وہ ہیثم اور خوشنما......! وہ دونوں تو کبھی نہیں مانیں گے۔''

''یہ لوگ جب کمرے سے نکلیں گے تو تم اشرف سے کہہ کر کروانا۔ وہ دو تین بندوں کو لگا دے گا جلدی کمرا سیٹ ہو جائے گا۔''

''اچھا دیکھتی ہوں کیونکہ ویسے کے فنکشن میں بھی تو پہنچنا ہو گا۔''

شاہدہ کا ذہن کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ ہیثم اور خوشنما تو کسی طرح بھی نہیں مانیں گے۔

سب ہی اٹھ کے اپنے اپنے روم میں چلے گئے تھے۔ ہیثم کب سے اس کا انتظار کر رہا تھا مگر لگتا تھا وہ جان بوجھ کے نہیں آ رہی تھی۔

''پتا نہیں کب تک یہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرے گی۔'' وہ کروٹیں بدل رہا تھا۔

زندگی میں پہلی دفعہ اسے کسی لڑکی سے پیار ہوا تھا اور پیار بھی اس لڑکی سے جو اس کی بیوی ہی تھی، کبھی اس نے دوسری طرف سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ خود حیران تھا کیسے وہ کسی لڑکی کا ایسا دیوانہ ہو سکتا ہے۔

کتنی بار وہ محبت کا یقین دلا چکا تھا مگر لگتا تھا وہ ابھی بھی بے اعتبار ہی تھی۔

وہ اس سے کیسے اسے مانگے کہ وہ اپنا آپ اپنے دل سمیت اس کے حوالے کر دے۔

''اس وقت جھٹ سے دروازہ کھلا تھا اور وہ اندر آئی تھی۔ اسے عشاء کی نماز بھی پڑھنی تھی۔ باقی کی نمازیں قضا پڑھنی تھیں۔ دو گھنٹے لگ کے میک اپ اترتا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کے پہلے بالوں کا ہیئر اسٹائل کھولنے لگی۔

ہیثم ایسے بن گیا جیسے سو رہا ہو وہ اپنے کام انجام دیتی رہی اور وہ لیٹا رہا جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

خوشنما بھی نماز وغیرہ سے فارغ ہو کے اسی حلیے میں آ کر لیٹ گئی۔ آج اسے نزہت مامی کا مخاطب کرنا بہت اچھا لگا تھا۔ اس نے تو اپنے دل سے سب کو معاف دیا تھا مگر اس شخص کی جانب پہل کرتے ہوئے وہ ہچکچا رہی تھی۔

❖❖---○---❖❖

آج پھر سرفراز صاحب نے راشدہ کو اچھی طرح احساس دلایا تھا۔ وہ ندامت سے سر جھکا کے رہ گئی تھیں۔ رضوانہ نے کتنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا تھا۔ ان کی ایسی باتوں کو نظر انداز کر کے اپنے بیٹے سے ان کی بیٹی کا رشتہ جوڑا تھا۔

''راشدہ! تمہیں تو ایسی عورت کو سلام کرنا چاہیے۔ تم سب کے ایسے سلوک کے باوجود وہ تم سب سے اچھا برتاؤ ہی رکھتی ہیں۔ تمہاری امی نے کون سی کسر چھوڑی تھی؟ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ گھر سے نکالا اور تم نے ان بچوں کے باپ کو زبردستی اس گھر میں رکھا، صرف اپنی بھاوج سے جلن اور حسد کی وجہ سے کہ ان کے بیٹے ہوئے تھے اور تمہاری بیٹیاں۔ راشدہ میں نے تو کبھی تمہیں احساس نہیں دلایا تھا کہ بیٹیاں ہی کیوں ہو رہی ہیں۔ ارے یہ سب اوپر والے کی رضا سے ہو رہا ہوتا ہے۔ شکر ادا کرو ہماری اولاد تو ہے کچھ لوگوں کو تو یہ بھی میسر نہیں۔'' سرفراز

احب نے آج راشدہ کے ضمیر کو اچھی طرح جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔
راشدہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے کیونکہ ان کا دل بھی بہت ملامت کر رہا تھا۔
''راشدہ دوسروں سے خوش ہوا کرو۔ جلن وحسد میں خود کو تباہ نہیں کرو کیونکہ اس سے نقصان اس کا نہیں تمہارا
گا اور دیکھ لو تم نے جلن وحسد میں اپنی اور اپنی بیٹیوں کی شخصیت تک خراب کی یہ تو اوپر والے کا احسان ہے جو
ری بیٹیاں سنبھل گئیں نوشین کو عقل آ گئی۔''
''بس کریں اور کتنا مجھے میری نظروں میں گرائیں گے میں کب سے خود کو سنبھال رہی ہوں۔''
''تم سنبھالتی رہو گی اس وقت تک جب تک تم بھابی سے عتیق بھائی سے معافی نہیں مانگو گی۔''
''ہاں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے بھابی سے معافی مانگنی ہی ہو گی۔ ورنہ میں روز مرتی رہوں گی میں کبھی بھی
ابی سے خوش نہیں ہوئی۔''
''تم نے عتیق بھائی کو یہاں رکھ کے اور ظلم کیا۔''
''میرے تو آگ لگی تھی کسی طرح بھی بھابی خوش نہیں رہیں۔'' راشدہ کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے دل
سے اپنے جرم کا اعتراف کرنا دل ودماغ کو سکون پہنچا رہا تھا۔
''کسی کا کچھ نہیں بگڑتا ہے نقصان اپنا ہی ہوتا ہے۔ میں نے کبھی گھر پر اور اپنی بیٹیوں پر توجہ ہی نہیں دی۔'' وہ
ب مچل رہی تھیں۔
رضوانہ نے تو کبھی کسی کے ساتھ برا ہی نہیں کیا تھا۔ جب ہی آج وہ اتنی خوش اور آسودہ تھیں۔ صبر کا دامن کبھی
نہیں چھوڑا تھا۔
ان کے بچے اتنے لائق فائق اور تمیز دار تھے۔ اتنا عرصہ باپ کے دور رہنے کے باوجود بھی وہ اپنے باپ سے
عزت سے ہی ملے تھے اور اب تو عتیق احمد کا بھی وہ بہت خیال کرنے لگے تھے۔
''راشدہ! زندگی میں درگزر سے کام لیا کرو کبھی کسی پر یہ نگاہ نہیں رکھا کرو کہ کون کیا کر رہا ہے بلکہ اپنے اوپر نگاہ
رکھا کرو تم کیا کر رہی ہو اور لوگوں کے ساتھ تم کیسا برتاؤ کر رہی ہو کیونکہ دوسروں کی خامیاں نکالنا آسان ہے اپنے
اوپر خامیاں برداشت نہیں، اگر تم دوسروں کی خامیوں کو اگنور کرو گی تو تمہاری لوگ خامیاں اگنور کریں گے۔''
سرفراز صاحب انہیں بڑے مدبرانہ انداز میں سمجھا رہے تھے۔ راشدہ کو بھی عقل آ گئی تھی۔

❖❖---O---❖❖

ولیمے کے فنکشن کا سارا انتظام ایک خوب صورت سے ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ سارے انتظامات میں اشرف علی
مصروف تھے۔ ہیثم بھی ان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کا تھک کے برا حال تھا۔ وہ اپنی کمر سیدھی کرنا چاہ رہا تھا۔ سر
میں بھی بہت درد ہو رہا تھا ایسا لگ رہا تھا اسے بخار ہو رہا ہے۔
''چھوٹی مامی کسی سے کہہ کر میرے لیے چائے اور سلائس بنوا دیں۔'' ہیثم نے غور سے نہیں دیکھا کہ کچن میں
شاہدہ نہیں نزہت ہیں۔
نزہت نے چونک کے اس کے تھکے تھکے وجود کو دیکھا۔ وہ اپنے سر کو بھی دبا رہا تھا۔

''ہیشم......!'' انہوں نے اسے پکارا۔

لگتا تھا وہ لیٹنے کے لیے ہال کمرے میں جا رہا تھا۔ گھر کے سب ہی افراد ولیمے کی تیاریوں میں لگے تھے۔

''کیا ہوا ہیشم طبیعت خراب ہے؟''

نزہت کی آواز پر فوراً ہی مڑا تھا۔ نزہت کا ایسا شہد آگیں لہجہ......! سماعت اور بصارت یقین نہیں کر رہے تھے۔

''جی بس ایسے ہی۔'' وہ نارمل انداز میں بڑے صوفے پر لیٹ گیا۔

''ادھر آؤ چیک کراؤ۔'' انہوں نے اس کا ماتھا چھوا۔ واقعی اسے ہلکا سا بخار تھا۔

''تم کیوں گئے، مہران اور فاران کو بلوا لیتے۔''

''ج......جی۔'' وہ تو جیسے سکتے میں آ گیا۔ کتنے دنوں بعد بڑی مامی اپنے پہلے جیسے لب و لہجے میں اس سے بات کر رہی تھیں۔

''اٹھو چل کے اپنے کمرے میں آرام کرو۔'' انہوں نے حکم دیا۔

''میرا کمرا تو چھوٹی مامی نے پتا نہیں کیوں لاک کروا دیا ہے۔''

''ہاں وہ تمہارے کمرے کی صفائی وغیرہ کروانی ہے۔'' وہ جھٹ گویا ہوئیں۔

''روز ہی صفائی ہوتی ہے آج ہی کیا ضرورت پیش آ گئی۔'' وہ جھنجلایا ہوا بھی ہو رہا تھا۔

''تم بابا جان کے کمرے میں چلے جاؤ کچھ آرام کر لو گے تو رات میں فریش رہو گے۔ مریم اور خوشنما تو پارلر گئی ہیں۔'' انہوں نے بتایا۔

ہیشم کو وہ پہلے جیسی فکر کرنے والی لگیں۔ جب بھی وہ تھکا ہارا گھر آتا تھا تو وہ اسی طرح کرتی تھیں۔

''نہیں میں اپنے کمرے میں ہی بہتر فیل کروں گا۔'' وہ مرتضیٰ علی کے کمرے میں جانے سے انکار کرنے لگا۔

''ارے آج بابا جان کے کمرے میں چلے جاؤ۔'' وہ اسے ڈپٹ کے گویا ہوئیں۔

ہیشم انہیں یہ بتانا بھی مناسب نہیں سمجھ رہا تھا کہ اس نے اپنی تیاری بھی کرنی ہے۔ اس نے انگلینڈ جانے کی تیاری بھی کرنی تھی اس کی روانگی تین دن بعد کی تھی۔ اس نے یہی مناسب سمجھا تھا کچھ عرصے کے لیے منظر سے ہٹ جائے گا تو خوشنما کو اس کا احساس ہونے لگے گا۔

وہ اٹھ کر جانے لگا تھا کہ نزہت نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''بیٹھو ادھر، بات سنو میری۔'' وہ چونک گیا۔ بڑی مامی کے انداز میں پہلے جیسی اپنائیت تھی۔

ہیشم تو خود بھی بہت دن سے ان سے بات کرنا چاہ رہا تھا وہ جو اس سے ناراض اور اکھڑی رہتی تھیں۔

''ناراض ہو بیٹا؟''

''جی......؟'' اس نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

وہ بڑے پیار سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی بڑے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

''بیٹا ماں سے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔''

''ماں چاہے اولاد سے ناراض رہے۔'' ہیشم کے لب و لہجے میں شکوہ اور خفگی در آئی۔ اسے کتنا دکھ تھا بڑی مامی کے ایسے سرد رویے سے وہ اس کی طرف دیکھتی تک نہیں تھیں۔

''ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو۔ فاران سے بھی میں ناراض رہی مگر وہ مجھ سے ناراض نہیں رہا۔''

''وہ آپ کا سگا بیٹا ہے آپ نے اسے معاف بھی کر دیا جب کہ میری تو کوئی غلطی بھی نہیں تھی۔ میں نے اپنی مرضی سے شادی بھی نہیں کی۔ نانا جان کی مرضی سے ہنسی خوشی اس لڑکی سے شادی کر لی جو انہوں نے میرے لیے منتخب کی تھی۔'' وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولتا ہوا نزہت کو شرمندہ کر گیا۔

''مامی! آپ نے میرے ساتھ اور میری بیوی کے ساتھ ہمیشہ طنزیہ رویہ رکھا اس کا قصور یہ کہ وہ غریب گھر کی لڑکی ہے۔ کیا غریب لڑکیوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی؟''

''بیٹا میں تو......؟'' نزہت سے آگے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

وہ ٹوٹا اور بکھرا ہوا تھا۔

''فاران نے کسی لڑکی کو پسند کر لیا تو اس کی بھی ذمہ داری مجھ پر......! مامی میرا تو کوئی قصور نہیں۔''

''ہیثم بیٹا! بس کرو میں خود کی ہی نظروں میں گر گئی ہوں۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''میں پتا نہیں کیا کیا الٹی الٹی باتیں سوچنے لگی تھی۔''

''مامی! میں تو آپ کا اپنا تھا، آپ نے پھر بھی مجھے لمحے بھر میں پرایا کر دیا تھا۔ آپ نے خوشنما کی بھی اتنی بے عزتی کی اس کا کیا قصور تھا؟'' ہیثم صاف گو قسم کا بندہ تھا وہ ان سے ساری باتیں کہنا چاہتا تھا۔ ''کسی کا غریب ہونا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے؟''

''بیٹا! مجھے معاف کر دو پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔'' انہوں نے ہیثم کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

''پلیز مامی! ہاتھ جوڑ کے مجھے گناہ گار نہ کریں، میں آپ کی اولاد کی طرح ہوں اور اپنی ماں کو یوں ایسے ہاتھ جوڑتا نہیں دیکھ سکتا۔'' اس نے نزہت کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

''بس کرو بیٹا میں اپنی ہی نظروں میں گر چکی ہوں۔ تم تو میرے بچے تھے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔ تم پر ہی غصہ نکالتی رہی۔ کبھی بڑا بن کے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ مجھے بابا جان اور تمہارے ماموں جان نہیں سمجھاتے احساس نہیں دلاتے تو شاید میں اپنے بچوں سے دور ہی ہو جاتی۔'' انہوں نے ہیثم کے ماتھے پر پیار کیا۔

''ہم بڑوں کو بھی چاہیے بچوں کی پرابلم کو سمجھیں، ان کے دوست بن کے رہیں، ہر بات کو شیئر کریں۔''

نزہت کو اپنی غلطیوں کا شدت سے احساس ہو گیا تھا۔

''تم سب میرے بچے ہو۔ دیکھنا اب تم لوگوں کو اپنی ماں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔'' انہوں نے مسکرا کے کہا۔

''مامی میں انگلینڈ جا رہا ہوں۔''

''کیا......!'' وہ حیران رہ گئیں۔

''میرے خیال میں یہ ضروری ہے۔''

''زیادہ الٹی سیدھی کوئی بات نہیں......! ابھی شادی ہوئی ہے تمہاری، میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔'' انہوں نے ڈپٹ کے کہا تھا۔

''ارے نزہت کب تک تیاریاں چلیں گی۔'' ارتضیٰ علی وہاں چلے آئے تھے۔

انہوں نے ان دونوں کو یوں خاموش دیکھا تو چونک گئے۔
''خیریت تو ہے؟''
''سب خیریت ہے اسے سمجھا رہی تھی تھوڑا آرام کرے، کیسا منہ نکل آیا ہے۔'' وہ بالکل ماؤں کے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔
''نزہت یہ تم ہی ہو؟''
''جی میں ہی ہوں اور مزید شرمندہ نہ کریں۔'' وہ جھینپ گئی تھیں۔
''ماموں جان! بڑی مامی پہلے والی مامی کی طرح بن گئی ہیں۔'' وہ خوش ہو کر بتانے لگا۔
''شکر ہے یہ غلط فہمی کے بادل تو چھٹ گئے ورنہ جانے کتنے دن اور گزر جاتے۔''
''اچھا سنو مجھے اور بھی کام ہیں۔ ہیثم جلدی جاؤ تم بھی تیاری کرو۔'' وہ اس کی پشت پر تھپکی دے کے آگے بڑھ گئی تھیں۔
''ارتضٰی علی اور ہیثم ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیئے تھے۔ سب کچھ ہی اتنا اچھا ہو گیا تھا۔ ہیثم کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ بس اسے خوشنما کی فکر تھی جو ابھی تک اسے معاف نہیں کر سکی تھی۔ سب ہی کتنے خوش تھے۔ وہ بھی اگر اس سے راضی ہو جائے تو زندگی میں رنگ ہی آ جائیں۔
نانا جان کے روم میں وہ تیار ہوا تھا۔ مریم اور خوشنما بھی تیار ہو کے آ گئی تھیں۔ ہیثم نے ابھی تک خوشنما کو نہیں دیکھا تھا۔

❖❖---○---❖❖

سرفراز صاحب نے ان سب کو رات کے کھانے پر بلایا تھا۔ نوشین، کرن اور نوین نے کھانے پر خاصا اہتمام کیا تھا۔ سرفراز صاحب نے راشدہ کی امی کو بھی بلایا تھا۔ راشدہ نے خود کو بہت ملامت کیا تھا۔ سرفراز صاحب نے سیدھی سچی اور کھری باتیں کر کے ان کے ضمیر کو جگا دیا تھا ورنہ وہ تو سمجھ رہی تھیں کہ کبھی انہوں نے سوچا نہیں تھا کہ وہ ٹھیک نہیں کر رہی ہیں اور آج رضوانہ نے انہیں معاف کر کے اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا تھا۔ اپنی ساس سے بھی وہ ہمیشہ خوشدلی سے ملتی تھیں۔ ان کے ساتھ تو سب نے ہی برا کیا تھا۔ کسی سے بھی حرف شکایت ہونٹوں پر نہیں لائی تھیں۔
''آ جائیں مامی! آپ سب کھانا لگ گیا ہے۔'' نوین ان سب کو ڈرائنگ روم میں بلانے آئی تھی۔
آدم کی مسکراتی نگاہ اٹھی ضرور تھی مگر پھر مزمل کی کھانسی نے دوسری طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔
''گھر میں غصے والے بنے رہتے ہیں یہاں زبردستی مسکرا کے دیکھا جا رہا ہے۔'' مزمل نے اٹھتے وقت سرگوشی میں اسے چھیڑا تھا۔
''فضول مت ہانکا کرو۔''
سب ہی بڑے کمرے میں کھانے کے لیے جا رہے تھے۔ دستر خوان پر خاصا اہتمام تھا۔ نوشین تو آگے بڑھ بڑھ کے میزبانی نبھا رہی تھی۔ وہاں تو وہ ہنستی مسکراتی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''بھابی! آپ نے مجھے دل سے معاف کر دیا ہے یا نہیں؟''
''ارے راشدہ بار بار بول کے شرمندہ کر رہی ہو۔'' رضوانہ نے انہیں گلے سے لگا لیا۔
''تم نے کچھ کیا ہی نہیں تو کیوں معافی مانگتی ہو۔''
''بھابی آپ جتنا ظرف تو ہمارا کسی کا بھی نہیں ہے۔'' وہ رو رہی تھیں مگر ان کے یہ آنسو ندامت اور شرمندگی کے تھے۔
عتیق احمد بھی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کی امی کی تو ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ وہ کچھ بولیں۔ کیونکہ رضوانہ کے ساتھ زیادتی کرنے میں ہاتھ انہی کا تھا۔ بہو اور بیٹے کو الگ کرنے والی وہی یہی تھیں۔ ان کے بچوں کو بھی پیار ہی نہیں دیا۔
''ارے بھئی ہم لوگ یہاں مل بیٹھنے کے لیے آئے تھے۔ یہ کیا افسردگی کا ماحول کر دیا۔'' ضمران نے ماحول کی افسردگی کو دور کرنے کو کہا۔
''ضمران بیٹا یہ معافی تلافی بہت ضروری تھی کیونکہ بھابی نے جو اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا اس کا ہم میں سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔'' سرفراز صاحب نے قدرے توقف کے بعد کہا۔
''ہاں سرفراز ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ غلط تو میں ہی کرنے والی تھی۔ بیٹے اور بہو کو میں نے ہی الگ کیا۔'' عتیق احمد کی امی نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔
عتیق احمد نے حیرانی سے انہیں دیکھا کیونکہ ان کی ماں نے شروع سے ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا تھا۔ کبھی انہیں سمجھایا نہیں تھا۔
''مجھے کسی سے کوئی شکایت یا گلہ نہیں کیونکہ میرا شوہر میرے پاس آ گیا۔ میرے بچوں کو ان کے باپ کی شفقت مل گئی میں سب بھول گئی۔ میری ہی کہیں غلطی اور گناہ ہوں گے جو مجھے سزا ملی۔'' رضوانہ نے ان سب کی شرمندگی مٹائی۔
''نہیں بھابی! یہ تو آپ ہم سب کو معتبر کرنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔'' راشدہ کی آواز بھرا گئی۔
''رضوانہ! مجھے بھی معاف کر دینا۔ میں ہی اچھی ماں نہیں بن سکی اور تم سب سے اچھی ماں ہو جو شوہر کے ہوتے ہوئے بھی اس کی عدم توجہی کے باوجود اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی۔ چاروں بیٹوں کو ہمیشہ اچھی باتیں ہی سکھائی ہیں۔'' ان کی ساس نے ان کی اس خوبی کو سراہا۔
''مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔'' رضوانہ خود آبدیدہ ہو گئی تھیں۔
''آج لگتا ہے کسی فلم کی اینڈ کی شوٹنگ ہو رہی ہو۔'' مزمل نے شوخی سے کہا تا کہ ماحول کی تلخی اور افسردگی ختم ہو جائے۔
''ارے بھئی بس بھی کریں ہمیں بور کر رہے ہیں آپ سب۔''
''بیٹا میں نے خود آج کا دن رکھا تھا تا کہ ساری تلخیاں اور غلط فہمیاں ہم سب دور کر لیں۔ اب جب کہ ہمارے بچے آئندہ دنوں میں نئی زندگیاں شروع کرنے والے ہیں۔'' سرفراز صاحب نے کہا۔
کرن اس دوران سب کے لیے چائے لے آئی تھی۔

آدم تو ٹی وی والے روم میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ نوین اس کے سامنے جھجک رہی تھی۔

''کیا بات ہے میری شکل بہت ڈراؤنی ہے جو چھپ رہی ہو۔'' نوین کو اس نے مخاطب کیا جو اندر والے روم میں جا رہی تھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ رک گئی۔

''آپ کے لیے چائے لاؤں؟''

''چائے چھوڑو، ادھر آؤ۔'' آدم بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

''کیا کرتے ہیں سب اندر بیٹھے ہیں۔'' وہ گرمئ شوق سے گھبرا گئی۔

''میں تمہیں کھا تھوڑی جاؤں گا، بات تو سنو۔'' وہ آگے بڑھا۔

نوین بھاگنا ہی چاہتی تھی مگر آدم کی گرفت نے اسے روک دیا۔

''ویسے تو بہت بولتی ہو آج کیا ہوا؟''

''آپ کے سامنے نہیں بول سکتی۔'' وہ پنک کاٹن کے کپڑوں میں شرمائی گھبرائی پیاری لگ رہی تھی۔

''مگر مجھے تم سے کچھ کہنا ہے اور بہت ضروری، تمہارا تھینکس۔''

''تھینکس کس لیے؟'' وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

''ابو کو سمجھانے کا، جو آج وہ ہمارے پاس آ گئے کیونکہ آج یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے کہ ہم سب یوں مل گئے۔'' آدم نے دل سے اس کی ان اچھائیوں کو سراہا تھا۔

''مجھے بھی یہ سب کرنے پر جو اکسایا آپ کے سرد اور ناگوار رویے کی وجہ سے کیونکہ آپ ہم سب سے اسی لیے اکھڑے اکھڑے رہتے تھے۔'' اس نے آدم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''وہ تو میں بس ایسے ہی۔'' وہ خجل ہوا۔

''امی نے، نانی جان نے، ماموں جان نے آپ سب کے ساتھ غلط کیا اور انہیں جگانا بہت ضروری تھا۔'' وہ بول رہی تھی۔

پیچھے سے حباب کے کھنکارنے کی آواز پر دونوں ہی اچھل گئے۔

''واؤ...... تم دونوں تو بات بھی کرتے ہو۔''

''کیوں ہم بات نہیں کر سکتے۔'' آدم جھینپ گیا۔

''میں تو یہی سمجھتی تھی تم دونوں کبھی بات ہی نہیں کرتے ہو گے۔''

''بھابی! نوین کو بتا دیں آدم بھائی انہیں فیشن اور میک اپ کی دکان کہتے ہیں۔'' مزمل نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

''کیا!'' نوین غصے سے چونک گئی۔

''ارے وہ تو مذاق میں کہتا تھا۔'' حباب نے ہی وضاحت دی۔

''آپ بھی تو آدم خور بنے رہتے تھے۔'' نوین نے بھی حساب برابر کیا۔

زبردست قہقہہ لگا، مزمل اور آدم کا۔ ضمران طٰہٰ اور نوشین بھی آ گئے تھے۔ اتنے میں رضوانہ کے جیٹھ جٹھانی اپنی

فیملی کے ساتھ آ گئے تھے۔ گھر میں پھر ایک رونق اور محفل سج گئی تھی۔
اندر طٰہٰ کے رشتے کی بھی باتیں ہو رہی تھیں مگر ابھی یہ نوجوان پارٹی کو نہیں بتایا گیا البتہ حباب کو اندر بلایا گیا تھا۔
''نوشین تم تو بھئی امریکہ فلائی کر جاؤ گی۔'' آدم نے مسکرا کے کہا۔
''میں اکیلی نہیں کرن بھی۔'' وہ مسکرا کے بولی تھی۔
''ویسے ایک بات بتاؤ۔ تم نے میک اپ کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟'' آدم چہرے پر سنجیدگی طاری کر کے گویا ہوا۔
مزمل اور نوین کی ہنسی چھوٹ گئی کیونکہ وہ دونوں اس کی شرارت سمجھ گئے تھے۔
''بدتمیز شرم آنی چاہیے بڑی ہوں تم سے مذاق اڑاتے ہو۔'' اس نے آدم پر کشنز برسانے شروع کر دیے تھے۔ ان سب کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

❖❖---○---❖❖

ولیمے کا فنکشن شاندار تھا جو سب سراہ رہے تھے۔ اسٹیج بھی اصلی پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ بڑی سی روش پر کارپٹ اور سائیڈوں پر پھولوں کے گملے رکھے ہوئے تھے۔ برقی قمقموں سے پورا ہال جگمگا رہا تھا۔
نزہت اور شاہدہ مہمانوں کو ریسیو کر رہی تھیں۔ کافی لوگ مدعو تھے۔
مریم اسٹیج پر بیٹھی تھی اور اسے سب ہی گھیرے ہوئے تھے۔ خوشنما دلہن بنی سب سے مل رہی تھی۔ ابھی تک ہیثم اور اس میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ دور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ گولڈن اور فان کلر کا لہنگا اس پر میچنگ طلائی جیولری اور میک اپ میں وہ حسین شہزادی لگ رہی تھی۔ سب ہی تعریفیں کر رہے تھے۔
اس کے میکے سے بھی لوگ آ گئے تھے جن کو نزہت نے بڑے پرتپاک انداز میں ویلکم کہا تھا۔
رمنا تو حیران رہ گئی تھی۔
''ارے یہ ہیثم بھائی کی ممانی تو بدل ہی گئی ہیں۔ اتنے اچھے لہجے میں ہم سے بات کی ہے مجھے تو یقین ہی نہیں آیا۔'' رمنا نے ایمن سے سرگوشی میں کہا تھا۔
جاوید احمد کو مرتضیٰ علی نے بلا لیا تھا۔ وہ لوگوں سے ان کا تعارف کروا رہے تھے۔
''آپی کدھر ہیں نظر ہی نہیں آ رہیں۔'' ایمن اسے ہی ڈھونڈنے کے لیے پوری گیدرنگ میں نگاہ دوڑانے لگی تھی۔ ارے یہ کیا ہیثم بھائی کے ساتھ کچھ لوگ ادھر ہی آ رہے تھے۔'' ایمن سنبھل کے بیٹھ گئی تھی۔
''رمنا مجھے لگ رہا ہے اشعر بھائی کی فیملی ادھر ہی آ رہی ہے۔''
''کہا...... کہاں۔'' وہ تو گھبرا گئی۔
اتنے میں وہ لوگ واقعی ادھر ہی آ گئے تھے۔ ثمینہ سے ان سب نے سلام دعا کی تھی۔ رمنا تو گھبرائی شرمائی ہو رہی تھی۔ اشعر کی ایک پرشوخ نگاہ نے اس کا طواف کیا تھا وہ پرپل سوٹ میں لائٹ میک اپ کے ساتھ پیاری لگ رہی تھی۔ اشعر کی امی اور بھابی بھی تھیں۔
''آنٹی یہ اشعر کی بھابی ہیں اور یہ اسفر بھائی ہیں۔'' ہیثم نے تعارف کروایا۔

''اشعر لڑکی تو پیاری ڈھونڈی ہے۔'' بھابی نے رمنا کی تعریف کی وہ جھینپ گئی۔ اشعر کے بھائی اور بھابی بھی اس کی امی سے معافیاں مانگ کے ان کے پاس ہی آ گئے تھے اور یہ اشعر کے لیے خوشی کی بات تھی۔ اس نے ہیثم کو کال پر بتا دیا تھا۔

''ہیثم! اپنی بیگم سے تو ملوا دو۔'' بھابی کو خوشنما سے ملنے کی بھی بے چینی تھی۔

''جی، کیوں نہیں۔'' وہ اسے بلانے کے لیے چل دیا۔ ابھی تک اس نے خوشنما سے بات نہیں کی تھی۔

وہ اسے نزہت مامی کے ساتھ نظر آ گئی تھی۔

''تمہاری امی اور بہنیں بلا رہی ہیں۔''

''وہ کدھر ہیں؟'' خوشنما انہیں ہی تلاش کر رہی تھی۔

''آؤ چلو۔''

ہیثم کو وہ اپسرا کوئی شہزادی ہی لگ رہی تھی۔ ہر ایک کی نگاہ ان پر اٹھ رہی تھی۔ ہیثم بلیک ڈنر سوٹ میں ڈیشنگ اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ مووی کیمروں کی اسکرین مختلف راہداریوں پر لگی تھیں ہر کوئی نمایاں ہو رہا تھا۔

''یہ ہیں ہماری بیگم۔'' ہیثم نے شوخی سے کہا۔ بھابی تو گلے ہی لگ گئی تھیں ثمینہ نے بھی خوشنما کو گلے لگا کے پیار کیا۔

''آپی آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' ایمن نے اس کے کان میں کہا تھا۔

اشعر کی امی نے بھی اسے ڈھیروں پیار کیا اور دعائیں دی تھیں۔

اتنے میں فاران نے ان دونوں کو فوٹو سیشن کے لیے بلا لیا۔

''یار! میں بالکل نہیں تم اور مریم اپنا کرواؤ۔''

''زیادہ بکواس نہیں کرو۔'' فاران نے زبردستی ان دونوں کو گھیر کے ان کا بھی فوٹو سیشن کروایا۔

خوشنما پورا وقت ہی شرمائی شرمائی رہی کیونکہ رومینٹک پوز کا اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا ہیثم کو اسے دیکھتے رہنا اچھا لگ رہا تھا۔ خوشنما کا چہرہ چمک رہا تھا۔

ڈنر کے بعد لوگ آہستہ آہستہ رخصت ہونے لگے تھے۔ مریم کی طرف سے اس کی خالہ کی فیملی ہی آئی تھی اور کوئی تو اس کا عزیز رشتے دار نہیں تھا۔ شاندار اور پروقار تقریب کا اختتام رات گئے ہی ہوا تھا۔ سب ہی تھکے تھکے اپنے اپنے کمروں میں جا رہے تھے۔

خوشنما کو اپنا یہ وزنی ڈریس سنبھالتے ہوئے چلنا مشکل لگ رہا تھا۔

''ہیثم بھائی! آپ بھابی کو پکڑ کے لے جائیں دیکھیں سیڑھیاں چلنا تک مشکل ہو رہا ہے۔'' جو ہم سے رہا نہیں گیا تو وہ بول پڑی۔

''تمہیں اگر زیادہ خیال ہے تو تم لے جاؤ۔'' وہ اپنے ہاتھ پیروں کو ڈھیلا چھوڑ کے ہال کمرے میں ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

''میں چلی جاؤں گی۔'' خوشنما نے جھٹ کہا وہ سمجھ رہی تھی ہیثم زبردست ناراض ہے۔

''بھابی! آپ چلیں میں چلتی ہوں۔'' اس سے دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

''ہاں بھئی مکھن لگاؤ پتا ہے نا اشعر کی بھابی نے تمہیں اپنے بھائی کے لیے پسند جو کرلیا ہے۔''

''ہیثم بھائی ایسی بھی بات نہیں ہے۔'' وہ جھینپ گئی۔ اشعر کی بھابی کو جوہم پسند آ گئی تھی انہوں نے جھٹ نزہت سے کہہ بھی دیا تھا۔

''جو بھی بات ہو۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

خوشنما، ہیثم کے ایسے شوخ انداز کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

''اے لڑکے ادھر کیوں بیٹھا ہے اٹھو اپنے کمرے میں جاؤ۔'' نزہت نے اسے ڈپٹ کے کہا۔ وہ ہڑبڑا کے رہ گیا۔ جوہم، خوشنما کو اوپر تک چھوڑ آئی تھی۔

''وہ مامی......! جا ہی رہا تھا۔'' وہ اٹھا۔

''مامی! اشعر کی بھابی نے آپ سے جوہم کے لیے بات لی ہے؟''

''ہاں کی ہے میں نے کہا تھا جب مناسب لگے وہ آ جائیں۔'' نزہت کو جوہم کی فکر تھی یہ بھی ان کی فکر دور ہوئی تھی۔

''تم جاؤ شاباش۔'' وہ ہیثم کو توجہ اور پیار دے رہی تھیں جو وہ اتنے دن اس سے بے رخی برت چکی تھیں۔

سب کچھ ہی اچھا ہو گیا تھا اور ہیثم کو بھی جوہم کی فکر تھی وہ کسی طرح تو سرخرو ہوا۔

سوچتا ہوا اندر آیا تو وہاں کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پورا بیڈروم اصلی پھولوں سے سجا ہوا تھا۔

اسے اب سمجھ آیا تھا اسے بیڈروم سے بے دخل کر کے کیا کیا ہو رہا تھا۔

اسے یہ سب دیکھ کر غصہ ہی آ گیا جب اس کی بیوی کو اس کا ہی خیال نہیں تو ان سب چیزوں کی بھی ضرورت کیا ہے۔ اسے ایسا لگ رہا تھا یہ سب سجاوٹ اس کا دل جلا رہی ہو۔ اس نے اس وقت خود پر کنٹرول ہی رکھا کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے خوشنما اس سے اور زیادہ بدظن ہو جائے اور پھر ویسے بھی اس نے ان سب باتوں کا حل بھی تو تلاش کر لیا تھا۔ اسے کچھ عرصے کے لیے منظر سے غائب ہونا تھا، شاید خوشنما کو اس کا خیال آ جائے، وہ ایسی زندگی سے تھک گیا تھا وہ بھی نارمل زندگی گزارنا چاہتا تھا، جہاں صرف اور صرف خوشنما ہو اور وہ اس کا خیال رکھے۔ وہ تو کب سے محبت اور پیار کے لیے ترسا ہوا تھا اس نے پہلی دفعہ کسی کو اتنا چاہا تھا اور چاہا بھی اسے جو اس کی بیوی تھی۔ اسے تو اس بات کی بھی حیرانی تھی جیسے وہ اس کے دل میں جگہ بناتی گئی۔ ورنہ تو اس نے پہلی رات جو اس کے ساتھ سلوک کیا تھا وہ کوئی لڑکی بھی برداشت نہیں کرتی اور نہ ہی اس کے گھر والوں نے اسے ہمیشہ عزت ہی دی تھی اور اب تو اسے دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔ بس خوشنما تھی جو ابھی تک اسے معاف نہیں کر سکی تھی۔

کیسا اس کے اندر سے دل ٹوٹ گیا تھا پورا وقت فنکشن میں وہ بے دلی سے ہی رہا تھا۔ بظاہر خوشنما سب کے سامنے بہت خوش نظر آ رہی تھی ورنہ حقیقت میں وہ اس کے ساتھ کب خوش تھی۔

''کیا زندگی میری ایسی ہی بے مصرف گزرے گی۔'' وہ سوچتا ہوا وارڈروب کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسے اس فارمل سے ڈریس سے آزاد ہونا تھا۔ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ستمگر کیا کر رہی ہے اور کدھر ہے پورا بیڈ ہی پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔

وہ چینج کرنے واش روم میں چلا گیا تھا۔
خوشنما نے کافی دیر تک اس کے پرسوچ چہرے کو بغور دیکھا تھا اور اسے اچھی طرح اندازہ تھا وہ اسے ہی سوچ رہا تھا۔
خوشنما کو اس کا خیال بھی آرہا تھا وہ اپنی ساری مصنوعی ناراضی دور پھینکنا چاہتی تھی۔ اس نے بہت دن ہیثم کا امتحان لے لیا تھا۔ وہ ذرا بھی اس کے رویے سے اکتایا نہیں تھا بلکہ اسے پکا یقین تھا ایک دن وہ اسے ضرور معاف کرے گی۔
اس نے ابھی تک اپنے کپڑے چینج نہیں کیے تھے اس کا بھی دل چاہ رہا تھا ہیثم اس کے روپ کی تعریف کرے۔ آج اس کو بہت احساس ہورہا تھا۔ پورے فنکشن میں فاران اور مریم کتنے خوش تھے اور فاران کیسے اس کا خیال کررہا تھا۔ محبت انسان کو کتنا بدل دیتی ہے۔
اور خوشنما خود کو بھی تو بدلا ہوا محسوس کرتی تھی۔ وہ چاہ کر بھی ہیثم سے نفرت نہیں کرسکی تھی۔ اولین شب کی بے عزتی کے باوجود بھی وہ اسے چاہنے لگی تھی۔ شاید اس لیے کہ ہیثم نے اپنی ساری غلطیوں کے اعتراف جو کیے تھے اور اپنی محبت کا بار بار اظہار کر کے یقین دلایا تھا۔
واش روم کا دروازہ کھٹ سے بند ہوا تو وہ اچھل گئی۔
''یہ ہے کدھر جو مجھے نظر نہیں آرہی ہے۔'' ہیثم کو اس کا خیال آیا۔
بیڈ کے اندر جھانکا وہاں بھی نہیں تھی۔
خوشنما سمجھ گئی وہ اسے ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ اور پردوں کی سائیڈ پر ہوگئی جہاں ٹی وی ٹرالی پر رکھا تھا۔
اب ہیثم ڈرائنگ روم کے پورشن میں آگیا۔ وہ اسے نظر آ ہی گئی۔
''ادھر کیوں کھڑی ہو؟'' وہ اس کے ماورائی حسن میں کھونے لگا۔
''وہ میں یہ ٹھیک کررہی تھی۔'' زبردستی ٹی وی کی ٹرالی پر ہاتھ مارنے لگی۔
'جھوٹی مجھے بنارہی ہے۔ انا کا جھنڈا اونچا رکھے گی جھکے گی نہیں، میں بھی دیکھتا ہوں کب تک۔' وہ مڑ گیا۔
خوشنما لمبی سانس بھر کے رہ گئی۔ یعنی وہ اسے ایسے روپ میں دیکھ کر بھی نہیں چونک رہا تھا۔
وہ بیڈ سے سارے پھولوں کی لڑیوں کو ہٹانے لگا۔
''یہ کیا کررہے ہیں؟'' وہ اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی ہوئی آگے آئی۔
''نظر تو آرہا ہوگا کیا کررہا ہوں۔''
''مگر کیوں کررہے ہیں بڑی مامی نے سجوایا تھا۔''
''غلط کمرے میں سجوادی، اسے صرف فاران کے روم میں ہی سجنا تھا، کیونکہ دو محبت کرنے والوں کا ملن وہاں ہوا ہے یہاں تو ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے۔'' اس نے سب کچھ اتار کے نیچے ڈال دیا۔ خوشنما لب کچلنے لگی وہ اس کے غصے کو سمجھ رہی تھی۔
''میں کون سا تم سے پیار کرتا ہوں۔'' وہ ایزی سے سلیٹی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس ڈیشنگ لگ رہا تھا۔
''میں لاکھ یقین دلاتا رہوں تم میرے ساتھ یہی سلوک کروگی۔ مجھے ایسی پھولوں کی سجاوٹ چاہیے بھی نہیں۔''

وہ بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔

'ظالم! آج تو اتنی حسین لگ رہی ہے کہ دل کر رہا ہے صرف اپنی کروں اسے کہیں نہیں جانے دوں۔' آنکھ بند کر کے وہ حسرت بھری آہیں بھر رہا تھا۔

''میں پرسوں روانہ ہو رہا ہوں۔''

''کہاں؟'' وہ چونک گئی۔

''انگلینڈ کا وزٹ ہے وہاں کچھ میٹنگز ہوں گی پتا نہیں کب واپسی ہو۔ تم اپنے امی ابو کی طرف چلی جانا۔ تمہیں ویسے بھی میری ضرورت تو ہے ہی نہیں۔ اس لیے بے کار لوگوں کو چلے جانا چاہیے۔''

خوشنما تو حواس باختہ ہی ہو گئی۔ یہ ہیثم کیا کہہ رہا تھا۔ ایسا ردعمل، وہ تو صرف تنگ کر رہی تھی۔

''میں زبردستی تمہیں باندھ کے رکھنا نہیں چاہتا تمہارا جو فیصلہ ہو مجھے بتا دینا۔'' وہ بالکل سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا اور اس کی طرف دیکھنے سے بھی اجتناب برت رہا تھا۔

''کیسا فیصلہ؟'' اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ اس کے قریب بیڈ پر ہی آ گئی۔

''فیصلہ تم سمجھتی ہو اس زبردستی کے رشتے میں خود کو باندھ کے رکھنا خود کو اذیت دینا ہے۔'' ہیثم کو اندازہ ہو گیا تھا اس کی دنیا ڈول گئی ہے۔

'ہاں اب لگا ہے تیر نشانے پر مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا محترمہ اتنی جلدی گھبرا جائیں گی۔' وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہونے لگا۔

''پلیز لائٹ وغیرہ آف کر دینا، مجھے نیند آ رہی ہے کل مجھے ویسے ہی بہت کام ہے۔'' وہ کروٹ لے کے لیٹ گیا۔

''آپ ایسے کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ۔''

''جو تم چاہتی ہو ویسا ہی کر رہا ہوں، اس میں بھی تمہیں اعتراض ہے، میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے، بے عزتی کی، جانے کیا کیا۔ مجھے اس کی سزا ملنی چاہیے میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں تو اس کی سزا ہے کہ تمہیں اور مجھے الگ ہو جانا چاہیے۔'' وہ بولے جا رہا تھا خوشنما کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

''اپنا فیصلہ صبح تک سنا دینا گڈ نائٹ۔'' وہ پھر چپ ہو گیا۔

خوشنما اس کی پشت کو دیکھے گئی۔ وہ اتنا رنجور اور ملول ہو گیا تھا کہ فیصلے کا اختیار بھی اسے سونپ دیا۔ وہ کوئی زبردستی نہیں کر رہا تھا مگر خوشنما یہ سب نہیں چاہتی تھی وہ اسے چاہتی تھی۔

❖❖---○---❖❖
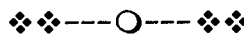
حسین بیگم اپنے سونے کی جیولری کا باکس بینا کو دے رہی تھیں۔

''اماں! آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟'' بینا تو حیران تھیں۔

''رکھ لو اسے۔ یہ میں ارومہ کے لیے دے رہی ہوں اس کی شادی پر دینا۔''

''اماں! اس پر ارومہ کا اور میرا کوئی حق نہیں ہے۔'' وہ حسین بیگم کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔

''ایسی باتیں نہیں کرو، میں نے اپنے زیور میں سے حصے بنا دیئے ہیں۔ کچھ چیزیں اکرام کی بیٹی کی شادی کے لیے دے دی ہیں اور کچھ میں نے شہریار کے بچوں کے لیے نکال دیا ہے۔ وہ جب یہاں آئے گا میں وہ اسے دے دوں گی۔ ناہید کو بھی میں نے دے دیا ہے ایک تو وہ رہتی ہی الگ الگ ہے۔ پتا نہیں شادی کے بعد سے کیسی ہوگئی ہے۔''

''اماں! آپ اس طرح کیوں کررہی ہیں زیورات کا تو آپ کو شوق ہے، ابا نے بھی آپ کو ہمیشہ اچھا ہی پہنایا ہے۔'' بینا تو حیران تھیں۔ اچانک سے حسین بیگم میں ایسی تبدیلی کیونکر آئی ہے۔

''تمہارے باپ کے زمانے کے شوق تھے اور میں سمجھتی ہوں مجھے اپنے مزاج میں بردباری لانی چاہیے۔ شہریار ٹھیک ہی کہتا ہے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔'' ان کے چہرے پر کچھ افسردگی بھی لگ رہی تھی۔

''آپ نے شہریار کی باتوں کو کیوں دل پر لے لیا ہے۔'' بینا گویا ہوئیں۔

''یہ بات نہیں ہے۔ میں نے کچھ سوچا اور سمجھا ہے۔ میری عمر اب ان باتوں کی نہیں ہے۔ جوانی میں میں نے جو کیا سو کیا۔ فلم لائن میں جانا چاہتی تھی کچھ لوگوں نے ہی خوب صورتی کا ایسا احساس دلایا کسی کو خاطر میں ہی نہیں لیا۔'' حسین بیگم نے اپنے ماضی کی باتوں کو بھی یاد رکھا ہوا تھا۔

''وہ سب تو آپ کا پہلے ہی چھوٹ گیا تھا۔'' بینا کو بھی ایسا لگا کہ حسین بیگم اسے بھی احساس دلا رہی ہیں۔ زندگی میں بردباری لاؤ اور وہ تو کب سے سنجیدہ اور خاموش ہوگئی تھیں۔ لوگوں کی ناگواری والی نگاہوں کو انہوں نے جب سے محسوس کیا تھا اور پھر ارومہ نے بھی تو رورو کے شکوہ کر کے احساس دلایا تھا۔

''امی! اب تو میری طرف دیکھیں۔ کیوں اپنا اور میرا نقصان کرتی ہیں۔ حباب کو بھی یہی احساس مارے ڈالتا ہے اس کی سسرال میں لوگ یہ طعنہ نہیں دیں جیسی ماں ویسی بیٹی ہے۔ انہوں نے یہ بات تو کبھی سوچی ہی نہیں لوگ ان کی بیٹیوں کو ان کی وجہ سے طعنے بھی دے سکتے ہیں۔ ان کی دونوں ہی بیٹیاں اتنی حساس تھیں اس کا تو اندازہ انہیں اب ہوا تھا۔ اپنی گزشتہ زندگی میں کیا، کیا تھا۔ نہ پہلے سے نبھاہ کیا نہ دوسرے سے، نہ ہی تیسرے سے اور ابھی بھی اپنے ہی چکر میں رہتی تھیں۔

نہیں وہ ایسا حوالہ نہیں بنیں گی اپنی بیٹیوں کو ایسی باتیں نہیں سننے دیں گی۔ اگر ارومہ ان کے ضمیر کو نہیں جھنجھوڑتی تو شاید وہ ایسی ہی زندگی گزارتی رہتی۔ شکر ہے انہیں جلد احساس ہوگیا تھا نماز پڑھ کے اپنے ربّ سے خطاؤں کی غلطیوں کی معافی مانگی تھی۔

''وہ سب بھی میری بے وقوفی تھی۔ شریف لڑکیوں کی یہ حرکتیں ہوتی ہیں جو فلم لائن میں جانے کا سوچ رہی تھی میں۔'' وہ بولیں۔

بینا نے چونک کے پہلو بدلا۔

''اماں! ان باتوں کو چھوڑیں اور نہ ہی ڈسکس کریں آپ شکر کریں آپ کی ابا سے شادی ہوئی۔ انہوں نے آپ کو پرآسائش زندگی دی۔ آپ کو ضرورت بھی کیا تھی فلم میں جانے کی۔''

''ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ہر لڑکی کو آسائش چاہیے ہوتی ہے۔ میں نے آسائشوں کے لیے ایسا سوچا میری سوچ غلط ہی تھی۔'' انہیں اپنی بے وقوفیاں بھی یاد آرہی تھیں۔

''میکے میں صرف ماں اور ایک بھائی تھا وہ بھی انڈیا میں تھا۔ ماں کا تو ایک عرصہ ہوا انتقال ہوئے۔ بھائی کا پتا ہی نہیں تھا۔ نہ ہی وہ کبھی پلٹ کے انڈیا ہی گئی تھیں۔

''اچھا یہ ڈبہ اٹھا کے رکھ اور مجھے چائے بنا دے۔'' وہ تھکن محسوس کر رہی تھیں۔ بینا کے بیڈ پر ہی لیٹ گئی تھیں وہ صبح سے ان کے گھر آئی ہوئی تھیں۔

''آج آپ یہیں رک جائیں۔''

''ہاں میں یہیں ہوں کل جاؤں گی۔'' وہ گویا ہوئیں۔

بینا چائے بنانے چلی گئی تھیں، ارومہ بھی شاید سوگئی تھی۔ اس کے کمرے کی لائٹ آف تھی۔

بینا بار بار شکر ادا کر رہی تھیں وہ جلد سنبھل گئی تھیں۔ وہ اپنے اور ارومہ کے ساتھ زیادتی ہی کر رہی تھیں اور شکر تھا حباب کی سسرال اچھی تھی۔ سب نے اسے عزت سے رکھا ہوا تھا۔

انہیں ارومہ کی فکر تھی۔ اس کا بھی کہیں اچھی جگہ رشتہ ہو جائے تو وہ شکر ادا کریں۔ اکرام کا زین، ارومہ سے ایک سال چھوٹا تھا ورنہ وہ تو چاہتی تھیں اپنے بہن بھائی میں ہی اس کا رشتہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ بینا خود کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں۔ یہ تبدیلی ان میں ہی نہیں حسین بیگم میں بھی آچکی تھی۔ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے انسان کتنا ہلکا محسوس کرتا ہے۔

دوسرے دن ہی رضوانہ، حباب اور ضمران ان کے ساتھ چلی آئی تھیں۔ حسین بیگم اپنے گھر جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ ان لوگوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔ پھر رضوانہ نے اپنا مدعا بھی بیان کر دیا تھا۔

حسین بیگم اور بینا تو ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگیں جیسے انہیں یقین نہیں آیا ہو۔

''بینا بہن! یہ میری خوش نصیبی ہوگی کہ آپ کی دوسری بیٹی بھی ہمارے گھر کی بہو بنے۔'' بینا کی انجانے میں کی گئیں دعائیں اس طرح مستجاب ہوں گی وہ اوپر والے کا شکر ادا کرنے لگیں۔

''دیکھئے آپ انکار تو بالکل نہیں کرسکتی ہیں کیونکہ حباب کا پتا ہے وہ آپ کو بتاتی ہوگی ہمارے گھر کا۔'' ضمران نے حباب کی جانب تائیدی دیکھا۔

''ارے کچھ غلط تو نہیں بتاتی تھیں۔''

''کیا ہو گیا ہے ایسی کوئی الٹی باتیں نہیں کرتی میں۔ سب کو پتا ہے میں سسرال میں بہت خوش ہوں۔'' حباب نے جھٹ وضاحت دی۔

''آنٹی! پھر اسی بات پر آپ کو طٰہٰ کا رشتہ قبول کرنا پڑے گا۔'' ضمران کو زیادہ ہی جلدی تھی۔ رضوانہ مسکرانے لگیں۔

''مگر وہ میں......''

''بینا! اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ بچے سارے ہمارے دیکھے ہوئے ہیں۔ پھر ہماری حباب وہاں بیاہ کے گئی ہے۔ وہ خوش ہے رضوانہ اسے قدر سے رکھ رہی ہیں۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کا خیال تو کریں گی۔''

''آپ سوچ لیں ہم زبردستی نہیں کر رہے لیکن ہماری یہ خواہش اور خوشی ہے آپ کی دوسری بیٹی بھی ہمارے گھر آئے۔'' رضوانہ نے سہولت سے کہا۔

''امی! آنٹی کی انکار کی گنجائش ہی نہیں بنتی حباب یہ مٹھائی کا ڈبہ کھولو اور ہم سب کا منہ میٹھا کرواؤ۔''ضمران نے تو گویا انہیں آگے سے کچھ بولنے ہی نہیں دیا۔حباب نے سب کا ہی منہ میٹھا کروایا۔

بینا کو انکار کا کوئی جواز بھی نہیں تھا۔

حسین بیگم کو بھی لگا جیسے ایک فکر تھی، وہ بھی ختم ہوئی۔

حباب، ارومہ کو لے آئی تھی وہ حیران پریشان شرمائی اور گھبرائی ان سب کے درمیان تھی۔رضوانہ نے اس کا بھی منہ میٹھا کروایا اور ہاتھ میں چند ہزار کے نوٹ رکھے۔

''بینا بہن! آج سے یہ بھی ہماری بیٹی ہوئی۔''

''طٰہٰ کے ایم بی اے کے دو سال ہیں۔ہم چار سال کا ٹائم رکھتے ہیں۔طٰہٰ بھی اسٹیبلش ہو جائے گا اور ارومہ کا بی اے بھی کمپلیٹ ہو جائے گا۔''

''جی جیسا آپ مناسب سمجھیں۔''بینا نے رضا مندی دے دی تھی۔

''بھئی بہت بہت مبارک ہو۔مجھے تو بہت خوشی ہے۔''حسین بیگم بہت خوش تھیں۔

بینا نے ان سب کے لیے چائے کے ساتھ ریفریشمنٹ کا بھی انتظام کیا۔

ارومہ تو اندر بھاگ لی تھی۔حباب اسے چھیڑے جا رہی تھی۔حباب کو ارومہ کی بھی فکر تھی اپنی بہن سے وہ بہت محبت کرتی تھی۔اسے یہ خوشی تھی کہ وہ اس کے ہی سسرال میں آ رہی تھی۔اسے پتا تھا شہر یار سنے گا تو بہت خوش ہوگا۔

❖❖---○---❖❖

اشعر کی بھابی دوسرے دن ہی شام میں چلی آئی تھیں۔اپنے بھائی کو بھی ساتھ لائی تھیں۔انہیں جو ہم اتنی پسند آئی تھی۔نزہت سے ہاں کروا کے ہی گئی تھیں مگر اس دوران ہیشم کا کچھ پتا نہیں تھا وہ صبح سے ہی کہیں نکلا ہوا تھا۔شام بھی گزر رہی تھی کتنی کالز کر چکی تھی اس کا سیل بھی سوئچ آف جا رہا تھا۔رات سے وہ انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔اس سے بالکل ہی وہ بائیکاٹ کر کے جا رہا تھا۔وہ ایسا تو بالکل نہیں چاہتی تھی۔

''کہاں چلے گئے ہیں کیا کروں؟'' نازک نرم و ملائم گورے گورے ہاتھوں میں حنائی رنگ اور کھل کے اس کے ہاتھوں کو خوب صورت بنا رہا تھا۔پنک کاٹن کے دھاگوں کی ایمبرائیڈری والے لباس میں پریشان کب سے نزہت کی نظروں میں تھی۔

''خوشنما بیٹا! کیا بات ہے۔'' وہ اسے بغور دیکھنے لگیں۔

''ہیشم صبح سے گئے ہوئے ہیں۔آئے ہی نہیں کوئی رابطہ بھی نہیں ہو رہا ہے۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''کچھ بتا کے بھی نہیں گیا۔''انہیں بھی تشویش ہوئی۔

''صبح جلدی میں تھے میں نے پوچھا بھی کہنے لگے آ جاؤں گا جلدی۔''اس نے بتایا۔

''اچھا تم پریشان نہیں ہو میں فاران سے کہتی ہوں شاید اسے کچھ پتا ہو۔ہو سکتا ہے کہیں ضروری کام سے گیا ہو۔'' وہ خوشنما کی باتوں سے اندازہ لگا چکی تھیں۔ہیشم نے اسے اپنے جانے کا شاید نہیں بتایا ہے وہ اسی سلسلے میں

کہیں نکلا ہوگا۔
''تم پریشان نہیں ہو، جاؤ ذرا مریم کو دیکھ لو وہ فاران کے کسی دوست کے گھر ڈنر پر جا رہی ہے تم کپڑوں کو سلیکٹ کرنے میں مدد کردو۔'' وہ اس کا دھیان بٹانے کو بولیں۔
وہ سر ہلاتی ہوئی ان کے حکم کی تعمیل کے لیے چلی گئی مگر اس کا ذہن و دل الجھا ہوا تھا۔ نانا جان سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔
وہ مریم کے کپڑوں کی سلیکشن کروا کے خود پھر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔
وہ اشعر کو بھی کال کر کے اس کا پوچھ چکی تھی جب کہ اشعر اپنی بھابی کے ساتھ شام میں ہی گھر آیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بھی وہ کئی دفع کال کر کے پوچھ چکی تھی۔ وہ ہیثم کے غصے کو خوب اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ وہ اسے کسی طرح بھی جانے نہیں دینا چاہتی تھی چاہے اس کے لیے اس کے آگے اپنا آپ جھکانا ہی کیوں نہ پڑ جائے، پھر میاں بیوی میں انا تو ہوتی ہی نہیں ہے۔
وہ تو محض ہیثم کو تنگ کر رہی تھی۔ اسے تو اندازہ نہیں تھا کہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔
مغرب کی اذانوں کی آواز آ رہی تھی، وہ وضو کرنے اٹھ گئی نماز پڑھ کے اس نے خوب دعائیں مانگیں برے برے خیالات کو جھٹک رہی تھی۔
بڑے ماموں اور چھوٹے ماموں سے بھی وہ کچھ نہیں پوچھ سکی تھی، ورنہ وہ سب سے زیادہ شاکی ہوتے۔ مہران سے چپکے سے کہہ چکی تھی کہ ہیثم کا وہی کچھ پتا لگائے۔
موبائل کو وہ بغور دیکھ رہی تھی۔ لبوں پر درود شریف اور آیۃ الکرسی کا ورد کر رہی تھی اور غائبانہ ہیثم پر پھونک رہی تھی، اس کی سلامتی اور واپسی کے لیے۔
امی کے گھر سے بھی رمنا کی کال آئی تو اس نے ان لوگوں کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا کچھ پتہ نہیں امی اور ابو خود یہاں آ جاتے اور ابو کی تو ویسے بھی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی، وہ اسی وجہ سے انہیں اور مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔
اتنی بھی سزا اسے نہیں دینی چاہیے تھی جب کہ وہ کتنی بار اس سے معافیاں مانگ چکا تھا۔ ازالہ کرنا چاہا تھا۔ وہ کون ہوتی ہے اسے سزا دینے والی اور معاف نہ کرنے والی۔ اللہ کے آگے پانچ دفعہ جھک کے اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ تو گناہ کرنے والوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ وہ کون ہوتی ہے اس کے کاموں میں مداخلت کرنے والی۔ اللہ کو تو وہ ناراض کر رہی تھی مجازی خدا جو اس سے ناراض تھا اسے ناراض پر ناراض کیے جا رہی تھی۔
ارے اسے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عزت سے اس گھر میں واپس بلایا تھا۔ جس نے اس کی بے عزتی کی تھی وہ کتنی عزت دیتا تھا اور دوسروں سے بھی کروانا جانتا تھا اس کی خاطر بڑی مامی کی وجہ سے وہ دوسرے گھر تک میں شفٹ ہونے کو تیار تھا۔ اس لیے کہ بڑی مامی خوشنما سے حقارت سے پیش آتی تھیں۔ وہ تو اپنے سارے فرائض دل سے ہی ادا کر رہا تھا۔
اور وہ کیا کر رہی تھی اس کے ساتھ۔ اگنور اور طنز کتنا برا کر رہی تھی اس کی ہر ہر ضرورت کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

ارے وہ جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا۔ ہر آسائش اس نے دی ہوئی تھی کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں تھی۔اس کے ماں باپ کی کتنی عزت کرتا تھا اور وہ جواب میں اسے کیا دے رہی تھی سوائے سرد مہری کے وہ تو شروع سے ماں و باپ کی محبت وشفقت تک سے محروم رہا، نانا نے اسے دل سے لگائے رکھا اس گھر کے لوگوں نے اس کا خیال رکھا۔
ارے وہ تو اس کی بیوی تھی اس کے ساتھ ہر وقت رہنے والی۔اس کے دل کے قریب جتنی بھی اسے محبت دیتی کم تھا جب کہ وہ اپنی انا تک چھوڑ کے اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔
''کہیں ایسا نہیں ہو وہ چلا جائے اور وہ خود کو مجرم ہی سمجھتی رہے۔وہ ہے، تو اس کی عزت ہے اور اس کی زندگی میں بھی رنگ ہیں۔''
''نہیں میں نہیں جانے دوں گی۔'' وہ بیٹھے سے کھڑی ہوگئی۔آٹھ بج رہے تھے دل ایسا لگ رہا تھا بند ہو گیا ہو۔
بیڈ روم میں گلاب اور موتیے کی مختلف پھولوں کی بھینی بھینی مہک بسی ہوئی تھی۔خوشنما کے کل کا برائیڈل لباس بھی صوفے پر پڑا تھا۔
''بھابی! بھابی......'' ماہ رخ کی آواز پر وہ چونک گئی۔
''آجاؤ۔'' جلدی سے آنسو پونچھے۔
''ہیثم بھائی آگئے ہیں۔''
''اچھا آتی ہوں۔'' خود کو نارمل کیا۔
تشکر بھرا سانس لیا پھر اپنا منہ دھونے واش روم میں گھس گئی۔رو رو کے آنکھوں میں جلن ہوگئی تھی۔موٹی موٹی سوجھی آنکھیں اس کے دل کا فسانہ کہہ رہی تھیں۔واش روم سے کافی دیر بعد نکلی تھی۔
دیکھا تو ہیثم وارڈ روب میں گھسا جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔ہیثم نے مڑ کے اسے دیکھا دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔
'ہوں......یعنی محترمہ روئی بھی ہیں اور چہرے سے فکر مندی کے آثار بھی نظر آرہے ہیں۔اس کا مطلب ہے یہ جھٹکا کام کر گیا بیوی تو قدموں میں آ ہی جائے گی۔' فاران کی کال اور مہران کی کال نے اسے بہت کچھ بتایا تھا۔بڑی مامی نے تو نیچے اچھی خاصی کھینچائی کر دی تھی۔شکر تھا نانا جان کے علم میں نہیں تھا ورنہ تو وہ تو اس کی گوشمالی کر دیتے۔
''کہاں تھے آپ صبح سے۔'' وہ تو پھٹ پڑی۔
ہیثم حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔وہ اتنے غصے سے اس سے تو کبھی نہیں پوچھتی۔مگر اسے یہ سب اچھا لگا خوشنما کے لب و لہجے اور انداز میں اپنائیت لگی جو بیویاں فکر کرتی ہیں۔وہ یہی سب تو چاہتا تھا۔
''تمہیں کب سے میری فکر ہونے لگی۔تمہاری بلا سے میں جاؤں بھاڑ میں۔'' وارڈ روب میں پھر کچھ تلاش کرنے لگا۔
''ایسی فضول حرکت کر کے آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔''
''کیسی فضول حرکت کر دی اب میں نے۔'' دھڑ سے وارڈ روب بند کی اور اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔وہ اس

فاصلے پر کھڑی تھی وہ چند قدموں سے فاصلہ تمام کر کے قریب ہی آ گیا۔ نلھد انلھد اسراپا ڈھل کے اور پیارا لگ رہا تھا۔ ہاتھوں اور پیروں میں حنائی رنگ تو الگ ہی چھب دکھا رہا تھا۔
''کاش.....کل کی رات تم یوں ضائع نہیں کرتیں۔'' وہ بس ٹھنڈی آہ بھر کے سوچنے لگا۔
''بغیر بتائے آپ صبح سے گئے ہوئے تھے۔ کوئی فون کال بھی نہیں کی نا ہی آپ کا سیل آن تھا۔'' وہ بہت غصے میں بول رہی تھی۔
''میرے سیل کی چارجنگ کم تھی اس لیے کال پک نہیں ہو رہی تھی۔ چارجنگ پوری کی تو پھر تو فاران کی مہران کی اشعر کی سب کی ہی کالز آتی گئیں۔ اشعر نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تم نے اسے بھی دو دفعہ کال کی تھی۔''
''آپ نے پھر بھی مجھے کال بیک نہیں کی۔''
''تمہیں میری پرواہ ہی کب ہے کیا کرتا تمہیں بتا کے۔'' وہ اسے سلگا کے پھر اپنے کاموں میں لگ کے یہ تاثر دینے لگا جیسے اب اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔
''آپ ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں صبح سے میں کتنی پریشان ہوں۔'' اس کے سرد رویے اور روکھے پن سے رونا ہی آنے لگا۔ اس کی ذمہ دار بھی تو وہ خود ہے اسے ہی یہ سب ٹھیک بھی کرنا ہے۔
''پریشان تو تم اس لیے ہو گی کہ کہیں میں تمہارا فیصلہ سنے بغیر تمہیں یہاں لٹکا کے نہ چلا جاؤں۔''
''ایسی کوئی بات نہیں مجھے کوئی فیصلہ نہیں کرنا۔''
''تمہاری شکل دیکھ کر مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا۔ تم سے کوئی فیصلہ تو ہونا نہیں ہے بعد میں پھر مجھے کوستی رہو گی۔ اس لیے فیصلہ اب مجھے ہی کرنا ہے۔'' اس نے لہجے میں ذرا سختی رکھی جان بوجھ کے تاکہ وہ ڈرے۔
''آپ میری مرضی کے خلاف کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں۔'' اس کی تو دنیا ہی ڈول گئی۔ وہ ایسا کوئی بھی فیصلہ بھی چاہتی ہی نہیں تھی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اس سے الگ ہو جائے۔''
''تمہاری مرضی کے مطابق ہی فیصلہ ہو گا۔'' وہ مسکراہٹ چھپا کے اس کے بالکل قریب ہوا، خوشنما نے لب بھینچ کے دو قدم پیچھے کیے۔
''میں نے نیچے سب کو بتا دیا اپنے فیصلے کے بارے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ تم پر مزید کوئی ظلم تو ہونا ہی نہیں چاہیے کیونکہ میرا پچھلا ریکارڈ ویسے ہی تمہارے خراب ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ تمہیں یہاں سے نکال کے ہی کچھ ہو سکتا ہے۔ میری اور تمہاری زندگی اس طرح تو بالکل نہیں چل سکتی۔''
''کک.....کیا مطلب ہے؟'' اس کا دم خشک ہونے لگا۔
ہیثم کی آنکھیں کیوں اُسے مسکراتی ہوئی تمسخر اڑاتی ہوئی لگ رہی تھیں۔
''مطلب کا سارا ٹائم گزر گیا کیونکہ بات صحیح اور صاف ہے۔ تم اپنا سامان پیک کرو جو جو ضروری رکھنا ہو صرف وہی رکھنا زیادہ کچھ یہاں سے لے جانے کی کوشش بھی نہیں کرنا۔'' وہ ذومعنی لہجے میں بول رہا تھا۔
''آپ ایسے کیسے مجھے یہاں سے نکال سکتے ہیں۔ میری اور آپ کی باقاعدہ شادی ہوئی ہے۔ کوئی بھاگ کے نہیں آئی ہوں جو میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہیں۔'' اس کے تو چودہ طبق ہی روشن ہو گئے۔ لہجے اور آواز کو مضبوط بناتے بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''تم پھر کیا چاہتی ہو یہ بتادو۔'' وہ پشت پھیرے مسکراہٹ روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس لمحے خوشنما کے سارے رنگ ہی اُڑ گئے۔ وہ جس طرح کی ذو معنی باتیں کر رہا تھا۔

''ہر بات میں بتاؤں اور سب نے آپ کا یہ فیصلہ کیسے مان لیا۔ میں ابھی بات کرتی ہوں جا کے۔'' وہ تیزی سے جانے لگی۔ ہیثم نے اس کا بازو اپنی گرفت میں لے کے اپنے سے اتنا قریب کرلیا کہ خوشنما کے دل کی دھڑکن واضح سنائی دے رہی تھی۔

''آپ نے میرا مذاق بنا کے رکھا ہوا ہے۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''اچھا، اچھا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مذاق تو محترمہ آپ نے بنا کے رکھا ہوا ہے۔ ایک بندہ معافیاں مانگ مانگ کے اپنی محبت کا یقین دلا دلا کے اداس ہوگیا ہے۔ تمہیں میری حالت پر جب بھی رحم نہیں آرہا اور الٹا تم کہہ رہی ہو میں نے مذاق بنا کے رکھا ہوا ہے۔'' اس نے اسے شانوں سے تھام کے اپنے سامنے کیا۔

خوشنما کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں کہہ تو وہ بالکل ٹھیک ہی رہا تھا۔

''سن لو مجھے جھکنے میں پھر بھی عار نہیں۔ تمہیں اشعر کے آفس میں دیکھا تو جانے کیوں تمہاری طرف کھنچتا چلا گیا اور پھر اپنے آفس میں لے آیا۔ تم آہستہ آہستہ مجھ پر قابض ہوتی گئیں۔ جب ہی میں تم سے اکتایا نہیں کیونکہ محبت و پیار میں اکتاہٹ اور غصہ کی کوئی جگہ ہی نہیں ہوتی مگر تم نے مجھے سوائے غصے، طنز اور سرد مہری کے دیا کیا ہے۔'' وہ بول رہا تھا۔ خوشنما کو شرمندگی ہی ہو رہی تھی ابھی بھی زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ کیسے اعتراف کرے اس کی محبت کا وہ اس کے بغیر تو ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔

''جب کہ فیصلے کا اختیار بھی تم پر چھوڑا تم سے ہوا نہیں جب کہ میں جانتا ہوں تمہارا فیصلہ کیا ہوگا۔ تم زبان سے بولو گی تھوڑی ہی اس لیے میں فیصلہ بھی خود کر رہا ہوں تمہیں یہاں سے لے جا کے۔''

''پلیز ایسا ظلم نہیں کریں مجھے کہیں نہیں جانا یہیں رہنا ہے۔ آپ کے پاس۔ نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔'' ہیثم کو تو حیرانگی کا جھٹکا لگا۔ حیرت وانبساط سے اسے دیکھے گیا۔ اسے تو کب سے اندازہ تھا خوشنما منہ سے اعتراف نہیں کر رہی ہے اس لیے اسے ایسی باتوں کا جھٹکا ضروری تھا۔

''تمہیں بدنامی سے ڈر ہو رہا ہوگا۔''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ میں آپ سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکتی۔ بس غصہ تھا اور آپ سے بدلہ لینا تھا ایک لڑکی کو اولین شب اس کا شوہر یوں جلی کٹی اور جانے کیا بولے کیسے گوارہ کرتی۔''

''تم نے سوچا کہ بے وقوف ہے، ہر وقت میرے لیے پاگل ہے، اسے ایسے ہی ٹارچر کرتی رہوں گی۔''

''نہیں بالکل بھی نہیں۔'' وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔ ہیثم پر شادی مرگ طاری ہوگیا۔ ایسا لگا اس کے ہاتھ ہفت اقلیم آگیا ہو۔

''پتا ہے تم نے میرے اتنے خوب صورت دن برباد کیے ہیں تمہیں بھی سزا ملنی چاہیے تمہیں یہاں سے جانا ہوگا۔''

''نہیں اتنی بڑی سزا......! مجھے ڈائیورس نہیں دیں۔ مجھے باندی بنا کے رکھ لیں۔ میرے ساتھ جو بھی سلوک کریں گے میں اف تک نہیں کروں گی۔'' مضبوطی سے وہ ہیثم کو دبوچے ہوئے تھی جیسے وہ ہاتھ سے چھوٹ

جائے گا۔

''لاحول ولاقوۃ ڈیئوارس اتنا گھٹیا لگتا ہوں۔'' وہ اس کی سوچ کو پہلے ہی جان چکا تھا۔ وہ ایسا سمجھ رہی ہے [illegible] اور نکالنے۔ کو اسے ہنسی بھی آ رہی تھی۔ خوشنما کے حواس باختہ چہرے کو دیکھ کر۔

''آپ باتیں ہی ایسی کر رہے ہیں مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے۔'' اس نے نگاہ بھی چرائی مگر ہیثم سے دور نہیں ہوئی۔

''ڈیئوارس تو خیر نہیں دے رہا اور نہ کبھی تم ایسی بات کی توقع بھی کرنا۔'' اس نے لہجے میں مضبوطی رکھ کے اسے جتایا۔

''تمہیں باندی بنا کے رکھ لیں گے جو بھی میں سلوک کروں گا تم اف تک نہیں کرو گی، پھر تم جانتی ہی ہو باندی کو کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔'' وہ معنی خیزی سے مسکرانے لگا۔ خوشنما کے گھبراہٹ میں پسینے چھوٹ گئے۔ وہ اس سے دور ہوئی مگر ہیثم کی گرفت اس کے بازو پر مضبوط تھی۔

''وہ......وہ میں نے تو......'' الفاظ بھی نہیں بن رہے تھے۔

''وہ......وہ......کیا......!'' اس نے خوشنما کے داہنے رخسار پر پیار کی مہر ثبت کی وہ چھوئی موئی سی ہو گئی۔

''کہاں گئی تمہاری پُر اعتمادی! بہت بڑھ بڑھ کے بولتی تھیں۔''

''پلیز سوری۔'' وہ واقعی دل سے شرمندہ تھی۔

''یہ سوری ووری کا ٹائم گیا جلدی سے پیکنگ کرو۔''

''پھر وہی بات معاف کر دیں۔'' وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔

''خوشنما! میں اپنے ہنی مون ٹرپ کے لیے پیکنگ کرنے کو کہہ رہا ہوں۔ زیادہ کچھ پیک نہیں کرنا جس چیز کی ضرورت ہو گی وہاں سے دلا دوں گا۔'' وہ جلدی جلدی بول رہا تھا خوشنما کو تو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔

''آپ تو انگلینڈ جانے والے تھے۔'' اس نے حیرانی سے پھر پوچھا۔

''انگلینڈ کی کہانی تو یہ ہوئی کہ نانا جان اور بڑی مامی نے کہا کہ ابھی پوسٹ پونڈ کر دو کیونکہ میرا ٹرپ چھ ماہ کا تھا۔ وہ کہنے لگیں فاران اور مریم ہنی مون پر جا رہے ہیں، تم اور خوشنما بھی جاؤ'' اس نے ساری بات اسے سمجھا دی۔

''رہا انگلینڈ جانا، ہنی مون سے واپس آ جائیں پھر کچھ ماہ بعد ہم دونوں ساتھ جائیں گے کیونکہ اکیلے تو میرا دل نہیں لگے گا۔'' ہیثم اس کے دونوں ہاتھ پریم سے تھام کے نشیلے لہجے میں گویا ہوا۔

''آپ بہت اچھے ہیں۔ میں نے آپ کو کتنا زچ کیا پھر بھی آپ مجھ سے بے زار نہیں ہوتے تھے۔'' وہ ہیثم کی اس خوبی کی معترف ہو گئی تھی۔

''دل و جان سے تم سے رشتہ جوڑ لیا ہے اور جن سے دل سے رشتے جوڑے جاتے ہیں، ان سے بے زار نہیں ہوا جاتا۔'' اس نے بڑے گمبھیر لہجے میں بڑے جذب سے کہا۔

''میں شاید آپ کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ آپ کو جانے کیا کیا نہیں کہا۔''

''ہر لڑکی کا یہ فطری عمل ہوتا ہے تمہاری جگہ اگر کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو وہ بھی یہی کرتی۔ میں نے کون سا

تمہارے ساتھ اچھا کیا تھا۔'' اس نے اس کے نرم ملائم ہاتھوں کو اپنے پیار کی گرمی سے دبایا تھا۔
''اچھا بھئی ان سب باتوں کو چھوڑو۔''
''کیسے چھوڑوں ان سب باتوں کو؟ کل میں اتنے اہتمام سے آپ کے لیے تیار ہوئی تھی آپ نے ذرا بھی توجہ نہیں دی اور رات میں بھی مجھ سے الٹی سیدھی باتیں کر کے سو گئے۔ پوری رات اور آج پورا دن میں انگاروں پر لوٹی ہوں۔'' وہ شکوہ کرنے لگی۔
''کل میری نگاہیں تم سے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں۔ اتنی حسین شہزادی لگ رہی تھیں۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کیسے اپنے اندر کے جذبات کو ڈانٹ ڈپٹ کے سلایا تھا۔'' وہ مسکرا کے بولا۔ خوشنما جھینپ گئی۔
''جلدی سے تھوڑی سی اپنی اور میری پیکنگ کرلو۔ کل دوپہر تین بجے کی اسلام آباد کی فلائٹ ہے۔''
''آپ نے سب اتنی جلدی جلدی کرلیا مجھے امی کو بھی تو بتانا ہوگا۔''
''انہیں میں ساری تفصیل دے کے آیا ہوں۔ کہہ رہی تھیں رات کو ملنے آئیں گی۔''
خوشنما نے تحیر زدہ ہو کے کھلے منہ کے ساتھ ہیثم کے چہرے کو دیکھا۔ وہ تو اس کے دل کی ہر بات پہلے سے جان لیتا ہے۔ کتنی سچی اور دل سے محبت کرتا ہے۔ وہ اوپر والے کا شکر ادا کیے جارہی تھی۔ شوہر اسے قدر کرنے والا ملا تھا۔
''ساری پیکنگ جلدی سے نمٹاؤ رات کو ہم دونوں صرف اپنی باتیں کریں گے۔'' آنکھوں میں نشہ اور لہجے میں ترنگ لیے اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔
وہ شرم سے مسکرادی اور ہیثم کے شانے سے لگ گئی۔
''مجھے ڈھیر سارے بچے چاہئیں تاکہ تمہیں الٹا سیدھا سوچنے کا ٹائم نہیں ملے۔''
''کیا ڈھیر سارے......'' وہ تو اچھل کے الگ ہوگئی۔
''مجھے تو اپنے ماں باپ کا سایہ نہیں ملا۔ اپنے بچوں کو دیکھ کر پیار کرتے محسوس کرلوں گا کیسے میرے ماں باپ مجھے دیکھ کر خوش ہوتے۔'' ہیثم کو اپنے ماں باپ کی کمی بہت شدت سے محسوس ہورہی تھی۔
''آپ نے اپنے ماں باپ کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔''
''چھوٹا تھا، نانا جان نے اور ان سب نے ہی مجھے پالا اور رکھا ہے۔'' اس نے بتایا۔
''چھوڑو ان باتوں کو ورنہ میری طبیعت اداس ہوجائے گی۔''
''ہوں۔'' خوشنما نے سر ہلایا۔
''میری یہ بھی فکر دور ہوئی جو ہم کا بھی رشتہ لگ گیا۔''
''آپ کو سب کی اتنی فکر رہتی ہے یا ابھی ہونے لگی ہے۔''
''میں شروع سے سب کی فکر کرتا ہوں اور اب تمہاری مجھے ہر وقت فکر اور خیال رہتا ہے۔ تمہیں میری ذات سے تکلیف نہ ہو۔'' وہ ذرا سنجیدہ لہجے میں بولا۔
''میں بھی خیال رکھوں گی میری ذات سے آپ کو بھی کوئی شکایت نہیں ہو۔'' اس نے یقین دلایا۔
''میں نے یہ تہیہ کیا ہوا تھا میں تمہیں تمہاری رضا سے ہی مانگوں گا۔ کیونکہ رضامندی سے زندگی زیادہ خوب

صورت ہو جاتی ہے۔'' وہ جذب سے بول رہا تھا۔

''ہوں۔'' اس نے بھی تائیدی سر ہلایا۔

ساری دھند چھٹ گئی تھی ہر چیز دھل کے نکھر گئی تھی۔ وہ اپنی زندگی اور شریک سفر پر جتنا بھی ناز کرتی کم تھا مگر اسے یہ سب اوپر والے کی رضا سے ہی ملا تھا۔ اوپر والا اپنے بندوں کا اچھا ہی چاہتا ہے۔

'اے میرے رب! ساری لڑکیوں کو قدر کرنے اور محبت کرنے والا شریک سفر دے، آمین۔' اس نے دل میں دعا کی تھی۔

......☆تمت بالخیر☆......

خواتین رائٹرز کے مقبول ناول
نمرہ احمد
مصحف
بیلی راجپوتاں کی ملکہ
سمیرا شریف طور
زرد موسم کے دُکھ
محبت، یقین اعتماد
یہ چاہتیں، یہ شدتیں (2 جلدیں)
محبت دھنک رنگ اوڑھ کر
نازیہ کنول نازی
جھیل، کنارہ، کنکر
پتھروں کی پلکوں پر
وہ عشق جو ہم سے رُوٹھ گیا
اے محبت تیری خاطر
راحت جبیں
سبز رُتوں کا پہلا پھول
سفر تمام ہوا
رخسانہ نگار عدنان
اے شبِ زندگی
میرے چارہ گر
پہلی سی محبت
کوئی دیپک ہو
محبت خواب سفر
بشریٰ سعید
سفال گرل
رقصِ جنوں
القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، چوک اُردو بازار لاہور
فون: 37652546 — 37668958-042